Acc. No
26395
Ml. 5.3.59

297
H11F

R.

Cert

جملہ حقوق باقاعدہ محفوظ ہیں
بلا مُہر و رموز مخفیہ مؤلف کتاب مسروقہ ہوگی - مُہر

عَنِ ابنِ عباسٍ رض قال قالَ رسُولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہُ علیہِ وسلّم
فقیہٌ واحدٌ اشدُّ علی الشیطٰنِ من الفِ عابدٍ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

فتاوٰی حنفیہ تجرید الشامی اردو

جلد اوّل

جملہ اہل اسلام خصوصاً احناف کے لاثانی مسلمہ معتبر فتاوی رد المحتار (المعروف بہ شامی) حاشیہ در مختار از کتاب القرءت تک کے جملہ مسلسل نایاب مفتی بہ مسائل طہارت نماز وغیرہ مروجہ متداولہ نادرہ ہر قسم کا بامحاورہ مع مغز حوالہ دادہ جامع صحیح خلاصہ۔

✤ زیر تصحیح و تملیک ✤

احقر مؤلف (راجی مغفرۃ عالم الاخفٰی والادق) المسمّٰی بہ عبد الحق ہزاروی عفی عنہ

✤ در ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۰ھ و اگست سنہ ۱۹۳۱ء زیور طبع یافت

ملنے کا پتہ مولوی عبد الحق دار الحنفیہ مسجد چوک کلاں ہری پور ہزارہ سرحد

PRESENT PRICE Rs 5/-

ملنے کا پتہ:- مولوی عبد الحق دار الحنفیہ - مسجد جوگیاں - بھاٹی دروازہ - لاہور

شیخ غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتب
قرآن منزل - ہیمہ بازار - لاہور

297
A 32 F
JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY LIBRARY
No 26395
D. 5-3-59
SRINAGAR
ALLAMA IQBAL LIBRARY
26395

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین۔ الذی قال فی کتابہ المبین۔ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین۔ اللہم صل وسلم علی شفیعنا وسیدنا خاتم النبیین۔ الذی قال طلب العلم فریضۃ علی کل مکلف من المسلمین۔ ومن یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین۔ وعلی الہ واولادہ وازواجہ وذریاتہ واصحابہ الطاہرین الاجمعین الی یوم الدین۔ عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او امرأۃ یتزوجہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ۔ متفق علیہ۔ اللہم وفقنی فی کل شیٔ من الاعمال والافعال والاقوال وغیرہا من حسن النیۃ۔ آمین ثم آمین۔ **مقدمہ**۔ اما بعد فعلیہ نتوکل ونستعین برب العلمین حسبی اللہ ونعم الوکیل۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ الجلیل۔ یعنی بندہ عاصی احقر العباد المفتقر الی غفران الحق۔ والافقر الی ہدایۃ من یہدی الی الحق۔ والاحوج الی اعانۃ عالم الاخفی والادق۔ المسمی بہ عبد الحق (عفی عنہ ربہ) بن مولوی محمد الیاس مرحوم (غفرہ اللہ تعالی طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ)۔

التماس۔ آنکہ احقر عبد الحق صادق حنفی ہزاروی عفی عنہ۔ متوطن ضلع ہزارہ۔ تحصیل وڈاکخانہ ہری پور۔ ساکن مکھن۔ حال وارد لاہور نے بہ تعمیل ارشاد الٰہی ونبوی مذکورۃ بالا یعنی فلولا نفر۔ الآیہ۔ وطلب العلم فریضۃ۔ الحدیث (ابن ماجہ) بعد تحصیل علوم ضروریہ وغیرہ کے حسب عادت زمانہ ومشیت ربی دنیا کے قیدخانہ (حدیث مسلم الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر) میں قیودات دنیویہ گوناگوں ومصروفیات مجبوریہ بوقلموں میں پھنس جانیکے بعد ایک دن خیال کیا کہ اوقات فرصت میں فتاوی ردالمحتار حاشیہ درمختار کے جو ہمارے ملک میں (فتاوی شامی) کے نام سے مشہور ہے۔ اور ہم احناف کے لاثانی بے نظیر فتاووں سے ہے مفتی بہ مسائل مع درمختار کا ایک مطلب خیز جامع خلاصہ بامحاورہ سلیس اردو زبان میں قلمی تیار کرلیا جائے جس سے احقر اور اسکے اقارب اردو دان وغیرہ کو فایدہ پہنچے۔ کیونکہ فتاوی شامی سے (بر تقدیر اسکے موجود ہونیکے) مسئلہ سمجھنے کیلئے کافی علمی لیاقت ہونیکے باوجود پوری طور پر مطالعہ کرنیکے بعد مسئلہ حل ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی خیال کو دل میں جاگزیں کرتے ہوئے بہ توفیق وامداد الٰہی حسب فرصت قدرے قدرے خلاصہ ہوتا رہا جسکے بعد احقر نے ایک دوست سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے ترغیب دی کہ اسے اگر چھپوادیں تو پھر اکثر مخلوق کو اس سے بہ آسانی منتفع ومستفیض ہونیکا موقع حاصل ہوگا۔ جس پر خاکسار نے بعد از تامل جواب دیا کہ فی الحال کم مائگی وبے بضاعتی طبع کے سد راہ ومانع ہے۔ اگر اللہ تعالی جل جلالہ وعم نوالہ کو اسکی اشاعت منظور ہوئی۔ تو جس طرح خلاصہ کرنیکی توفیق دیدی طبع کرانیکی بھی عطا فرمادیگا۔ تو چھپ جائیگی۔ چنانچہ اسی حالت پر کئی سال گذر گئے۔ مگر طبع کا موقع نہ ملا آخر کار توکلا علی اللہ تعالی اسی ناداری کی حالت میں معمولی لکھائی وغیرہ پر ہی اس کا کام شروع کردیا۔ کہ ھو الموفق والمعین۔ اور شائقین حضرات کی کافی حوصلہ افزائی پر انشاء اللہ تعالی آیندہ لکھائی وغیرہ عمدہ کرائی جائیگی۔ احقر کے دل میں شامی کے اردو خلاصہ بنانیکے لیے اس لیے از حد شوق واقع ہوا۔

ٍ۳ یعنی مع درمختار کے ان جمیع مسئل مسائل کے جنکو صاحب شامی نے معتبرو مختار قرار دیا ہے ۱۲ منہ

کہ یہ بڑا معتبر نایاب فتاویٰ تھا جسپر فضلا کرام شب و روز فتویٰ دیتے ہیں اور جمیع علما اسلام و ہند وغیرہ بریلی و دیوبند کے نزدیک معتمد ہے اور احقر نے
اس سے پہلے کئی متعدد کتب اسلامیہ فقہ و مسائل بزبان اردو پنجابی وغیرہ منظوم و غیر منظوم کا مطالعہ کیا مگر ان میں پوری پابندی و احتیاط پر
مفتےٰ بہ مسائل سے کام نہیں لیا گیا۔ بلکہ رطب و یابس قوی ضعیف وغیرہ مسائل کو خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ کہ قوی و ضعیف و غلط میں ہرگز امتیاز
تک ناممکن ہے اور کم علم صاحبان ضعیف وغیرہ مسائل کو قوی وغیرہ خیال کر کے سخت غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ علاوہ ازاں مذکورہ
کتابوں کے مولفوں مترجموں کی حالت علمیت و مذہب و عقائد بھی (الا ما شاء اللہ) نا معلوم ہوتی ہے اور ہر کس و ناکس بیحد کیڑے مکوڑوں کی
طرح بے دلیل بے سند ہر ایک قسم کی اردو پنجابی وغیرہ کتابیں ایک دوسری سے نقل و تغیر و تبدل کر کے وغیرہ وغیرہ بنا کر چھاپ کر سیدھا کر کے
جہلا و کم علموں کو راہ راست سے پھیر رہے ہیں اور انہیں سخت مغالطہ میں ڈالکر علما احقہ کے برخلاف اکسانیکا موجب ہو رہے ہیں۔ نیز ان کتابوں کی
عبارت مسائل مفتےٰ بہ کو ممتاز تک نہیں کرتی۔ بلکہ مختصر مبہم غیر مربوط یا طویل و عریض بے محاورہ عبارت اصل مطلب کو بھی ہاتھ سے کھو دیتی
ہے اور بحمد اللہ تعالےٰ احقر نے اس ناچیز خلاصہ شامی کو (تجرید الشامی) کے نام سے موسوم کر کے اسمیں نصف جلد اول شامی
مع درمختار کے مسلسل جمیع مفتےٰ بہ مسائل کا خلاصہ (مع حوالہ صفحہ شامی) درج کر دیا ہے اور جو مسئلہ فقہیہ تجرید میں ہے شامی سے باہر نہیں
اور نصف جلد کا خلاصہ سہولت شائقین وغیرہ کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ کہ بآسانی خرید کر منتفع ہو سکیں اور آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ
شائقین حضرات کی کافی حوصلہ افزائی پر اسی طرح شامی کی باقی جلدوں کی تجریدیں بھی جلد شائع کیجائینگی۔ اور تجرید الشامی توسلاً باللہ تعالیٰ
حتے الوسع بکمال احتیاط بہ محنت شاقہ و صرف مال و وقت گرانمایہ مفتےٰ بہ مسائل احناف کا ایک صحیح لب لباب جامع
خزانہ تیار کیا گیا ہے۔ جو نہایت عام فہم ہونیکے علاوہ انشاء اللہ تعالےٰ واقعی ایک معتد بہ کار آمد چیز ثابت ہو کر اپنی دلیل آپ ہوگا۔
بقول شیرازی مشک آں باشد کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید۔ اس حقیر عجالہ نافعہ بندہ کی عرق ریزی و جانفشانی کے مرقع خاص کی اللہ تعالےٰ
سے مقبولیت کی التجا و امید ہے کہ اس سے اللہ تعالےٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو مستفیض فرمائے۔ اور جمیع منتفع حضرات سے بحق اخوت
اسلامیہ بہ تعمیل آیت شریف (ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ الآیہ۔ و۔ ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم
الحساب) و احادیث متعددہ نبویہ التماس ہے کہ احقر اور اسکے والدین و اقارب و جمیع اہل اسلام کو دعا مغفرت و خیر سے یاد
فرما کر اجر جزیل حاصل کریں۔ دعاء احقر۔ بلند گردست حق دست دعائے۔ کہ بود تجرید مقبول خدائے۔ بحمد اللہ کہ دائم باد تجرید۔
زناہر ذرہ خاک افتادہ جائے۔ ہر کہ خواند دعا طمع دارد۔ (عبدالحی) کہ ایں عاصیت محتاج دعائے۔ نوشتہ بماند سیاہ بر سفید۔
کہ حق رانیست تا فرداد جائے۔ غرض نفسیست کز حق یاد ماند۔ کہ ہستی را نمے بینید لقائے۔ طلب اجر نیست کز ما باقی ماند۔
کہ باشد صدقہ جاریہ از فدائے۔ چو مولف ایں عجالہ ہست عاصی۔ کسے خواند کند للہ دعائے۔ چہ عجب صاحب دلے روزے برحمت۔
کند درکار درویشاں دعائے۔ تجرید الشامی کے اصل کا اصلی نام (رد المحتار) ہے جسکی وجہ تسمیہ خود علامہ شامی مولف کتاب نے صد۲
پر لکھی ہے کہ طلبہ وغیرہ کو درمختار کے مطالب سمجھنے میں حیرانی درپیش آتی ہے اس حیرانی کے ازالہ اور انکشاف کیلئے شامی بنائی گئی جسکا
نام رد المحتار رکھا گیا کہ حیرانی مسائل کو رد کرتی اور مسائل کھولتی ہے۔ اور شامی نام اس وجہ سے مشہور ہوا۔ کہ اس کے علامہ قابل مصنف
شام کے باشندے تھے۔ اور صاحب شامی نے درمختار اور اس کے شرحوں و حواشی کو دمشق وغیرہ کے ثقہ متبحر علماء سے سبقاً پڑھا
ہے جنکی سند تعلیم امام صاحب تک پہنچکر از حماد بن سلیمان از ابراہیم نخعی از علقمہ از ابن مسعود از رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
از جبرئیل علیہ السلام تا بحکم رب العلمین پہنچتی ہے صد۳۳ و ۳۴ اور سند صاحب درمختار کی بھی آخر تک پہنچتی ہے۔ صد۱۸ و ۱۹ فضلاء کرام
و علماء عظام سے موٴدبانہ ضروری التجا ہے۔ کہ اگر اس مجالہ احقر میں بہ نظر غائر غور و خوض کرنے پر کوئی کوتاہی یا لغزش در تخریج خلاصہ مسائل شامی

امام اعظم شیخ الاسلام — عبداللہ — خیرالدین رملی — تمرتاشی — شیخ محمد — علاء الدین حصکفی — صاحب درمختار — محمد امین ابن عابدین — علامہ شامی — مولانا — عبدالحی

سے قاصر رکھے ۱۲ منہ

بہ تقاضاء فطرت انسانی کچھ کمی علم وغیرہ پائیں تو بندہ سرفگندہ کو برائے نوازش و کرم فرمائی مطلع فرما کر مشکور فرمائیں کہ اس کی دوبارہ تحقیق تصحیح کی جائے۔ ۱۲

ہدایات - واضح ہو کہ آئندہ جس جگہ صرف امام صاحبؒ مذکور ہو اس سے امام اعظمؒ مراد ہونگے - اور جس جگہ صاحبین مذکور ہو اس سے امام صاحبؒ کے دونوں فاضل شاگرد رشید - ابو یوسفؒ اور محمدؒ مراد ہونگے - کیونکہ وہ دونوں اُستاد بھائی اور باہمی دوست ہیں - اور جس جگہ طرفین لکھا ہو تو اس سے امام صاحبؒ اور محمدؒ مراد ہونگے - کیونکہ دونوں حضراتؒ عمر کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بر طرف اور کافی فرق رکھتے ہیں کہ امام صاحبؒ بڑے اور محمدؒ چھوٹے ہیں - اور جہاں شیخین کا لفظ مذکور ہو تو اس سے امام صاحبؒ اور ابو یوسفؒ مراد ہونگے کہ دونوں حضرات قریب العمر اور دونوں شیخ ہیں اور جہاں یہ خط دیعنی بریکٹ آئیں تو ان کی درمیانی عبارت کسی خاص فایدہ کیلئے شامی یا احقر کی طرف سے دیگر کتب معتبرہ سے ایزاد کیجائیگی - کتاب کی عبارت کا اصل ربط بریکٹ کی دونوں بیرونی اطراف سے ہوگا اور اس کتاب میں جہاں کہیں لفظ صحت یا جواز مذکور ہوگا پہلے کا معنے صحیح ہونا اور دوسرے کا جائز ہونا مراد ہوگا - اور جہاں لفظ اصح یا مختار یا اولی یا بہ یفتٰی یا احوط یا محتاط آئیگا - تو پہلے کا معنے بہت صحیح اور دوسرے کا پسندیدہ قول - اور تیسرے کا بہتر اور چوتھے کا جسپر فتوی ہو - اور پانچویں و چھٹے کا بہت احتیاط والا ہے اور مسنون سے سنت مراد ہوگا - اور جہاں لفظ ارجح یا ترجیح یا مرجح مذکور ہو تو تینوں کا حاصل معنے - بہتر قول ہوگا - اور جہاں اشبہ ہو اس سے مراد یہ ہے کہ روایت منصوصہ کے مشابہ اور دلیل کے اعتبار سے راجح ہے پھر اسی پر فتوی ہوگا - اور جہاں اوجہ ہو وہ وہ ہوجاتا ہے جسپر دوسرے اقوال کی نسبت دلیل زیادہ متوجہ ہو ۔۔۔ اور جہاں حسب ما ذکر یا حسب ما سبق یا حسب ذکر ما سبق یا حسب ذکر ما قبل مذکور ہو تو انکا معنے جیسے پہلے ذکر کیا گیا ہے) ہوگا - اور جہاں حسب ذیل یا مندرج ذیل یا بہ تفصیل ذیل یا بطریق ذیل یا بطور ذیل یا مذکور ذیل مذکور ہو تو اُن کا معنے دنیچے مذکور ہے یا جیسے نیچے مذکور ہے) ہوگا - جہاں جواز مذکور ہو اس کا معنے دجائز ہونا) ہوگا - جہاں قعدہ مذکور ہو اس سے مراد التحیات میں عبدہٗ و رسولہٗ تک بیٹھنا مراد ہوگا اگر قعدہ کے ساتھ آخری کا لفظ ہو تو آخری التحیات میں عبدہٗ و رسولہٗ تک بیٹھنا مراد ہوگا جہاں مدرک مذکور ہو اس سے وہ مقتدی مراد ہے جو امام کے ہمراہ تمام نماز پائے اور لاحق وہ جو امام کے ہمراہ اول آخر نماز پائے درمیان سے نہ پائے مسبوق وہ جو پہلی کچھ رکعات امام سے نہ پائے پچھلی پائے اور منفرد تنہا نماز پڑھنے والے کو کہتے ہیں - اور حضر وطن میں موجود ہونے کو کہتے ہیں انفراد نماز میں تنہا ہو جانا مقیم جو مسافر نہ ہو حدث لاحق یا پیچھے ہونا بلا اختیار بیوضو ہو جانا جہاں مقدار تشہد ہو اس سے مراد التحیات میں عبدہٗ و رسولہٗ تک پڑھنے کی مقدار بیٹھنا یا پڑھنا ہی ظہر وقت پیشین کو - اور عصر دیگر کو - اور مغرب شام کو - اور عشا خفتاں کے وقت کو کہتے ہیں قبل کا معنے پہلے مفسد کا معنے فاسد کرنیوالا فتح زبر - کسرہ زیر - ضمہ پیش - تشدید شد - تنوین دو زبر دو زیر دو پیش کو کہتے ہیں انتشار منتشر کسی چیز کا پھیلنا - کھڑا ہونا اور لفظ متوضی کا معنے وضو والا - اور جہاں احقر ۱۲ منہ مذکور ہو اس سے احقر مؤلف تجرید مراد ہوگا - اور جہاں مثلاً صفحہ ۱۸۹ وغیرہ مذکور ہوگا اس سے شامی مطبوعہ مصر تختی خورد $\frac{۲۲+۲۹}{۸}$ کا صفحہ نمبر مراد ہوگا یا اس صفحہ کی تجرید کا جو تجرید کی مندرجہ مسائل کا ماخذ ہوگا کہ جس حضرت کو کسی مسئلہ میں کوئی شبہ و شک واقع ہو فوراً اصل کتاب سے تصدیق کرلیں - نیز واضح رہے - کہ تجرید الشامی کے خلاف جو مسائل درمختار میں مفتے بہ یا راجح یا معتبر یا مختار وغیرہ وغیرہ قرار دئے گئے ہوں تو انہیں ضعیف خیال کیا جائے - کہ علامہ شامی نے انکو قوی دلائل سے ضعیف قرار دیکر اُن کے مقابل مفتے بہ یا راجح وغیرہ وغیرہ اقوال ذکر کئے ہیں - جو تجرید میں مذکور ہیں ۱۲ منہ

اقتباسات از نوادرات اوائل

شرعیہ - شریعت لغت میں اس راستہ کو کہتے ہیں - جس پر پیاسا شخص وارد ہوکر پانی کی طلب کرے جو بقائے حیات کا بڑا سبب ہے اور اصطلاح شرع میں شریعت اُن کاموں کو کہا جاتا ہے جو جائز و مشروع ہوں - جنہیں اللہ تعالیٰ نے حقیقۃً اور حضور علیہ السلام نے مجازاً مشروع قرار دیا ہو چونکہ یہ کام عامل کیلئے حیات ابدی اُخروی کا وسیلہ و موجب ہوتے ہیں - اسی لئے انکا نام شریعت رکھا گیا۔ **شریعت - ملت - دین** - تینوں درحقیقت ایک ہی چیز ہیں اگرچہ لغوی معانی کے لحاظ سے بظاہر مغائر معلوم ہوتے ہیں جنکے معانی کا مآل ایک ہی ہے - اور شریعت کی تعریف گذر چکی اور ملت اُن احکام مشروعہ کو کہتے ہیں - جو ہم پر (حضور علیہ الصلوٰۃ و صحابہ کرام

حاشیہ: انسان کا نام وعدونکے بھول دنسیان کے سبب سے یا باہمی آدمیوں کے اُنس یا الٰہی اُنس کے باعث انسان نام رکھا گیا ہے ۱۲ - شامی ہمگ غدر ہو اسکا معنے - لعلنا بدل وغیرہ کا ہے - اور متیمم کا معنے تیمم والا - سترکا معنے ڈھانکنا - ناقض کا معنے توڑنے والا کسی چیز کا - محصر کسی کام کا ہمیشگی کرنیوالا - جدید کا معنے نیا -
(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۵)

سے) املاء کئے گئے اور لکھے گئے ہیں اور دین اس لئے کہتے ہیں کہ ان کی تدین یعنی بجا آوری و تعمیل کی جاتی ہے۔ شریعت و دین اللہ تعالیٰ
اور حضور علیہ الصلوٰۃ و ائمہ حضرات کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں۔ بخلاف ملت کے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ کے بغیر کسی کی طرف منسوب
نہیں ہو سکتی۔ صـ ۱ ؎ نور۔ بنفسہ ایک کیفیت ظاہر کا نام ہے۔ جو دوسری اشیاء کو دکھلاتی و ظاہر کرتی ہے اور ضیاء نور سے
قوی و اکمل ہے چونکہ آیت شریف میں مذکور ہے۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو روشنی
ضیاء اور چاند کو نور بخشا۔ اور سورج کی روشنی چاند کی روشنی سے بڑھکر ہے لہذا بدلیل آیت و مشاہدہ ضوء کی روشنی اکمل و ذاتی ہے
بخلاف نور کے اور یہی شرح معتبر ہے اور اقوال غیر معتبر ہیں صـ ۹ ؎ اللہ تعالیٰ کے اسم و صفت کے بغیر کسی اور کی قسم اسے
عظیم بڑا اعتقاد کر کے اپنے اوپر قسم کے پورا کرنے کو واجب جانتے ہوئے کوئی قسم کھائے تو وہ مشائخ احناف کے نزدیک
کافر ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا اعتقاد نہ رکھے تو پھر وہ قسم حرام ہے۔ صـ ۱۶ ؎ نسیان انسانی خاصوں میں سے ہے جو ملائکہ و جنوں کو پیش
نہیں آتا۔ بخلاف خطاء و لغزش کے کہ اس میں انسان اور فرشتے و جن سب برابر ہیں۔ کہ انسانوں کی خطاء و لغزش بارہا شب و روز مشاہد
ہے۔ اور جنوں کی خطائیں و لغزشیں بکثرت واقع ہوتی رہتی ہیں اور فرشتوں سے بھی خطا ہوتی ہے کہ آئندہ آیت میں مندرج ہے۔
قولہ تعالیٰ۔ قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ الآیہ۔ وغیرہ اور خطا صحیح کی ضد (یعنی غلط) کو بھی کہتے
ہیں۔ کہ وہ کام خطا یعنی غلط ہے۔ اور خطا اس کام وغیرہ کو بھی کہتے ہیں جو بلا ارادہ سرزد ہو جائے۔ صـ ۲۰ ؎ حسد کسی شخص کی نعمتوں کے
زوال کی آرزو کا نام ہے خواہ اس سے نعمت زائل ہو کر اپنی طرف آنے کا ارادہ کرے یا نہ۔ اور حسد شرعاً مذموم و گناہ قابل گرفت ہے
کہ حدیث میں مذکور ہے۔ اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ الحدیث۔ کہ حسد حاسد کی نیکیوں کو اسطرح
بالکل تباہ کر دیتی و کھا جاتی ہے۔ جیسے آگ لکڑیوں کو جلا کر فنا کر دیتی ہے۔ العیاذ باللہ۔ غبطہ کسی شخص کی نعمت کی طرح اپنے لئے
خدا تعالیٰ سے آرزو کرنیکا نام ہے۔ کہ اُسے بھی اپنے فضل سے دیدے (یہ مذموم و گناہ نہیں) نہ یہ کہ اُس دوسرے شخص کی نعمت
اسے ملجائے کہ یہ تو حسد ہو جائیگی صـ ۲۱ ؎ سید[۱] کے لفظ کے اللہ تعالیٰ وغیرہ پر اطلاق کرنیکے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ ہی پر اس کا اطلاق جائز ہے غیر پر نہیں بعض کہتے ہیں غیر ہی پر اس کا اطلاق جائز اور اللہ تعالیٰ پر اسکا اطلاق جائز نہیں بعض
(السید) معرفہ کے اطلاق کو اللہ تعالیٰ پر اور نکرہ (سید) کے اطلاق کو غیر اللہ پر جائز قرار دیتے ہیں نہ برعکس لیکن مذکورہ سب اقوال
پر اعتراض وارد ہونے کے باعث صحیح قول یہ ہے کہ مطلقاً اللہ تعالیٰ وغیرہ پر لفظ سید کا اطلاق جائز ہے اللہ تعالیٰ پر بڑا قادر مرجع
خلق۔ اور محتاج الیہ کے معنے میں ہو کر۔ اور غیر اللہ پر بزرگ فاضل رئیس کے معنے ہیں۔ صـ ۲۳ ؎ بصیرت پاکی کے نور سے منور شدہ
دلوں کی اس قوت کا نام ہے جس سے اشیاء دکھائی دیں اور بصارت ظاہری نظر کو کہتے ہیں جس سے ہر ایک دیکھتا ہے۔ صـ ۹ ؎
ہدایت اس رہنمائی کا نام ہے جو لطف الٰہی سے حاصل ہو لہذا ہدایت کا استعمال خیر ہی میں ہوتا ہے ہدایت کے اقسام کی کوئی حد
نہیں مگر اجناس کے لحاظ سے چار قسم پر منقسم ہے جن میں سے پہلی تین اقسام مذکورہ ذیل جملہ انسانوں میں پائی جاتی ہیں اور
چوتھی قسم صرف انبیاء و اولیاؤں کے لئے مخصوص ہے جس میں کسی دوسرے کو دخل نہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انسان کو
ایسی قوتیں عطا کرنا جن سے اپنے مصالح و منافع کی طرف راہ نمائی حاصل کرے جیسے قوت عاقلہ و حواس باطنہ اور علامات ظاہرہ
دوسری یہ کہ انسان کے لئے ایسے دلائل کا قائم کرنا جو حق و باطل و صلاح و فساد میں امتیاز کر سکیں۔ تیسری یہ کہ رسول و انبیاء
و کتابیں بھیجکر ہدایت کرنا۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ وحی یا الہام یا سچی خوابوں کے ذریعے پوشیدہ باتوں کا دلوں پر کھول دینا اور بعینہٖ اشیاء
کا دکھانا۔ اور یہ قسم چہارم انبیاء و اولیاء سے مخصوص ہے۔ صـ ۹ ؎ تحریف۔ تغیر و تبدل اور حروف کی شکلی غلطی کو کہتے ہیں
اور تصحیف صحیفہ میں غلطی یا حروف میں نقطہ کی غلطی کو کہتے ہیں۔ اور لحن اعرابی غلطی کو کہتے ہیں اور تالیف ترتیب سے عام ہے
کیونکہ تالیف ایسی بہت سی (جن میں بعض کو بعض سے تقدم و تاخر کی نسبت ہو یا نہ) اشیاء کے جمع کرنیکا نام ہے جن پر ایک نام

[۱] سید اصل میں سیوِد ہے بقاعدہ علم صرف واو کو یا سے بدل کر پہلی یا کو دوسری میں ادغام کر دیا گیا۔ ۱۲ شق

اطلاق ہوسکے اور ترتیب میں تقدم وتاخر کالحاظ ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ (تالیف) مطلق چند متفرق اشیاء کے جمع کرنیکا نام ہے لہذا تصنیف سے بھی عام ہوگئی کیونکہ تصنیف میں ہر قسم و ہر صنف علیحدہ کیا جاتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ کسی علم کا واضع یعنے بنانیوالا مؤلف کی بہ نسبت مصنف کے نام سے مسمّیٰ ہونا بہتر ہے۔ صـ۲۹ ۔ اور بنا بر قول مختار ہر چیز محرم حرام وغیرہ میں اباحت (یعنی جائز ومباح ہونا) اصل ہے (بدلیل قولہ تعالیٰ وغیرہ وھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ الآیۃ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے نفع کیلئے ہر چیز پیدا کی ہے۔ احق) اور حرمت وغیرہ شارع کے حکم سے وارد ہوئی ہے۔ صـ۹۸ ۔ نکتہ۔ لغت میں تنکے یا نیزے وغیرہ سے زمین پر نشان وا ثر پیدا کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس لطیف مسئلہ کا نام ہے جو باریک نظری سے سمجھ میں آئے چونکہ اس کے استنباط کے وقت دل پر ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے اور نیز سوچتے وقت تنکے وغیرہ سے زمین کریدنیکی بھی عادت ہوتی ہے اسلئے باریک مسئلہ کو نکتہ کہتے ہیں۔ صـ۳۰ ۔ حرص کسی چیز کو کوشش سے طلب وحاصل کرنیکو کہتے ہیں۔ اور جن کا معنے پوشیدہ وتاریک ہونا ہے (چونکہ آیت شریف میں وارد ہے۔ فلما جن علیہ الیل رأکوکباً الآیۃ ۔ جب رات تاریک ہوئی۔ احق) لہذا انہوں کو جن کہتے ہیں کہ انسان کی نظر سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اور درازی عمر کی دعا بلا کراہت جائز ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ نے انس کیلئے منجملہ اور دعاؤں کے یہ بھی کی ہے۔ کہ واطل عمرہٗ۔ کہ الٰہی اس کی عمر دراز کر۔ صـ۳۱ ۔ چنانچہ انکی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی اور بڑا اہل وعیال پوتے پڑوتے وبرکت انہیں حاصل ہوئی بروایت بخاری ومسلم از ام سلیم۔ صـ۳۲ ۔ مقدمہ اسم فاعل متعدی کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنے سمجھنے والے کو نہ سمجھنے والے پر مقدم کرنیوالا ہے اور لازمی بھی ہوسکتا ہے۔ کہ مقدمہ باقی مسائل پر آگے ہونے والا۔ اور آگے ہے اور اسم مفعول بھی یعنی مقدّم (دال کی فتح (زبر) سے ہوسکتا ہے کہ مصنفین نے اسے غیر پر مقدم کیا ہے چونکہ اس میں وہ باتیں مذکور ہوتی ہیں جو مسائل مابعدہ کے سمجھنے کیلئے ضروری وموقوف علیہ ہوتی ہیں مقدمہ۔ اصل میں اسم صفت ہے جیسے ذکر ہوا کہ اسم فاعل یا اسم مفعول پھر اسے لشکر کی اس جماعت کا نام قرار دیا گیا جو لشکر سے پہلے جا کر۔ ٹھکانے وسازوسامان ودیگر ضروریات کا انتظام وبندوبست کرتی ہے پھر اسکے بعد ہراول سے کیلئے لفظ مقدمہ نقل کیا گیا۔ پھر اسے الفاظ مخصوصہ (یعنی تعریف علم وموضوع وغیرہ) کیلئے باعتبار حقیقت عرفیہ کے نام قرار دیا گیا جبکہ ان الفاظ کو مفہوم کلی کے افراد سے لحاظ کیا جائے یا مجاز عرفی ہوگا اگر ان الفاظ کی خصوصیت کا لحاظ ہوا۔ مقدمہ دو قسم ہے ایک مقدمہ علم جس پر معانی مخصوصہ کے لحاظ سے کسی علم کے مسائل کا شروع موقوف ہو۔ دوسرا مقدمہ کتاب یہ کلام کا ایک مجموعہ ہوتا ہے جسے مقصودی مسائل سے پہلے ارتباط مسائل مقصودہ میں نفع دینے کیلئے مقدم کیا جاتا ہے۔ علم اوّلی تقسیم میں دو قسم ہے۔ شرعی وغیر شرعی۔ پھر شرعی چار قسم ہے۔ علم تفسیر وحدیث وفقہ وتوحید۔ پھر غیر شرعی بھی تین قسم ہے۔ ادبی وریاضی وعقلی۔ پھر ادبی چودہ قسم ہے۔ علم لغت واشتقاق وصرف ونحو ومعانی و بیان وبدیع وعروض وقوافی وقریض شعر وانشاء ونثر وکتابت وعلم قرأت اور محاضرات یعنی تواریخ۔ اور علم ریاضی دس قسم ہے علم تصوف و ہندسہ وہیئت وعلم الحساب والجبر اور موسیقی وسیاست اور اخلاق وتدبیر منزل اور علم تعلیمی۔ اور علم عقلی اسکے علاوہ ہے جسکے دس یا زیادہ اقسام ہیں۔ علم منطق وجدل واصول فقہ اور دین اور علم الٰہی طبیعی وطب وعلم میقات وفلسفہ وکیمیا وغیرہ۔ علم کس چیز کا نام ہے آیا مسائل کے ادراک کا یا نفس مسائل کا یا ملکہ استحضاریہ کا لیکن سید شریف کہتے ہیں کہ علم کا حقیقی معنے ادراک ہے جو مسائل کے متعلق ہے اور مسائل کے حصول کا ایک ایسا تابع ہے جو اُن کی بقا کا وسیلہ ہوتا ہے۔ جسے ملکہ کہتے ہیں۔ اور کبھی ہر ایک پر حقیقت عرفی یا اصطلاحی یا مجاز مشہور کے لحاظ سے علم کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ تعریف یا حقیقی ہوگی جبکہ ماہیات حقیقیہ ہوں ورنہ اسمی ہوگی کیونکہ یہ ماہیات اعتباریہ ہیں۔ جنکے مجموعہ کا ایک امتیازی نام رکھا گیا ہے۔ (ارباب) صاحب عربیت واصول حد بمعنے معرف مراد لیتے ہیں جب کوئی لفظ لغت یا اصطلاح میں کسی مفہوم مرکب کیلئے وضع کیا جائے تو جو اس میں داخل ہوگا اس کا ذاتی ہوگا۔ اور جو خارج ہوا عرضی ہوگا تو یہ حدود ورسوم اسمی کہلائینگی۔ لہذا علم وغیرہ کی حدیں اسمی کے قبیلہ سے ہیں چونکہ واضع نے ان مجموعہ مسائل پر عبور کرنیکے بعد سب کے لئے ایک مناسب امتیازی نام وضع کر دیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں حقیقی حدود ہیں۔ جن پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حقیقی کیلئے مقدمہ نہیں ہوتا بلکہ جمیع مسائل عقلاً مقصود

صـ۳۳ ۔ مقدمہ علم ہر علم کی تعریف غرض وموضوع وغیرہ کو کہتے ہیں ۲۰۱۲ ۔

از عبداللہ ابن عمرو مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ زمین وآسمان پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں لکھدی تھیں۔ اور عرش الٰہی

ہوتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظی خلاف ہے جسکا مآل ایک ہی ہے ہر علم کے دس مبادی ہوتے ہیں۔ تعریف۔ موضوع و محمول وغرض اور جس سے امداد ملے جیسے واضع علم اور نام علم اور حکم شارع و مسائل علم اور غیر کو فضیلت ما عبر سے اسکی نسبت۔ اور واضع فقہ امام صاحب ہیں اور نام اس کا فقہ ہے اور شارع کا حکم مکلف کیلئے ضروری احکام و مسائل کے حاصل کرنیکا وجوب وغیرہ ہے اور فقہ کے کل مسائل کا موضوع مکلف کا فعل ہے اور اس کا محمول پانچ حکموں فرض واجب حلال حرام وغیرہ میں سے ایک ہے۔ اور علم فقہ علم تفسیر وحدیث و اصول فقہ کے علاوہ سب سے افضل ہے اور علم فقہ کو انسان کی ظاہری صلاحیت کے اعتبار سے ایسی نسبت ہے جیسے باطنی صلاحیت تصوف وعقائد کے لحاظ سے۔ فقہ لغت میں کسی چیز کے جاننے کا نام ہے جسے بعد میں علم بالشریعت سے خاص کر دیا گیا ہے فَقِہَ قاف کے زیر سے مطلق سمجھنے کا معنے رکھتا ہے اور فَقَہَ قاف کے زبر سے دوسرے سے پہلے سمجھنے کا معنے رکھتا ہے اور فَقُہَ قاف کے پیش سے فقیہ ہوجانیکا معنے رکھتا ہے یعنی کہ فقہ اس کی عادت میں داخل ہوگئی ہے۔ فقہ اصولیوں کی اصطلاح میں تفصیلی دلیلوں (یعنی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ واجماع وقیاس) سے حاصل کردہ فرعی شرعی حکموں کے ادراک اور جاننے کا نام ہے۔ اصطلاح لغت میں باہمی اتفاق کرنیکو کہتے ہیں اور اصطلاح کو اصطلاح میں ایک خاص ہم خیال طائفہ کے متفق ہوکر کسی شئی کے ایک معنے کا دوسرے معنے کیطرف نکالنے کا نام ہے بعض علما کل فقہ کو ظنی اور بعض کل کو قطعی کہتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ نہ کل قطعی نہ کل ظنی ہے بلکہ قطعی دلائل سے ثابت شدہ قطعی اور ظنی سے ثابت شدہ ظنی ہے۔ حکم لغت میں اللہ تعالے کے اس خطاب کو کہتے ہیں جو مکلفین کے افعال سے متعلق ہو اور اصطلاح فقہا میں مجازاً اس چیز کا نام ہے جو خطاب سے ثابت ہو۔ جیسے وجوب حرام وغیرہ جو بعد میں حقیقت عرفی ہوگئی اور فقہ کی تعریف میں احکام کے علم کی قید سے ذوات وصفات وافعال اشیاء کا علم خارج ہوگیا اور شرعی کی قید سے وہ علوم نکل گئے جنہیں شریعت کو دخل نہیں (شرعی احکام وہ ہیں جو شارع کے بتلانے سے معلوم ہوں ورنہ نہیں) اس قید سے وہ علم نکل گئے جو شارع کے بتائے بغیر عقل سے معلوم ہوں جیسے ایمان کا وجوب (اگر حکم شرعی نہ بھی آتا جب بھی وحدانیت باری پر ایمان واجب تھا یہی قول امام صاحب رح کا ہے) اور جہاں کا حادث ہونا بقاعدہ العالم متغیر وکل متغیر حادث یا حس سے جیسے آگ کا جلانا یا وضع واصطلاح سے جیسے فاعل کا مرفوع اور مفعول کا منصوب ہونا اور فرعی کی قید سے وہ مسائل نکل گئے جو فرعی نہیں بلکہ اصل ہیں جیسے اجماع وقیاس کا حجت ہونا اور تفصیلی دلیلوں کی قید سے مقلد کا علم اور وہ علم جو بلا دلیل حاصل ہو خارج ہوگیا جیسے اللہ تعالے وجبرائیل کا علم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہادی علم کے متعلق فقہ ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ حضرت کا علم اس اعتبار سے کہ شرعی حکم کی دلیل ہے فقہ نہ ہوگا۔ اور اس اعتبار سے کہ اسکا حصول شرعی دلیل کے باعث ہے تو وہ علم اصطلاحی فقہ ہوگا۔ بنابر قول معتبر کے روزہ ونماز بھی فقہ سے ہیں۔ کہ دلیل کے بغیر انکے مامور بہا ہونیکا یقین نہیں آسکتا بخلاف بدیہی امور کے جیسے۔ کل کا جزء سے بڑا ہونا بلا دلیل متیقن ہے مذکورہ تعریف فقہ سے معلوم ہوا کہ اصولیوں کے نزدیک حقیقۃً فقیہ مجتہد ہی کو کہیں گے۔ جو دلائل سے مسائل کے استنباط پر قادر ہو اور کسی شخص مقلد پر جو مسائل فقہ کا حافظ ہو فقیہ کا اطلاق مجازی ہوگا جو فقہا کی عرف میں اطلاق حقیقی ہے اور اکثر فقہا کے نزدیک بطور عرف مطلق فروعات کا حافظ فقیہ ہوتا ہے جو شریعت وطریقت (شریعت وطریقت وہ راستہ ہے جو اللہ تعالے کی طرف پہنچائے) کو حقیقت سے جمع کرکے عالم باعمل ہو یعنی دنیا سے نافر اور آخرت میں راغب اور اپنے دین کو مدنظر رکھکر عبادت الہی میں دوام کرنیوالا جو مسلمانوں کی عزت کا حافظ اور انکے مالوں سے پاک اور ان کی جماعت کا ناصح وخیرخواہ ہو اور علم فقہ کا موضوع[۳] مکلف کا مکلف ہونیکی حیثیت سے وہ اختیاری فعل ہوتا ہے[۴] جس کے عوارضات وجوب استحباب وحلال وحرام وغیرہ سے بحث کیجاتی ہے اور مکلف سے عاقل بالغ مراد ہے لہذا غیر مکلف کے افعال کے عوارض فقہ کا موضوع نہیں اور جن چیزوں کو غیر مکلف آدمی تلف کردیں یا ان کی بیویاں ہوں تو بیویوں کے نان ونفقہ کپڑے کی بازپرس غیر مکلفوں سے نہیں بلکہ انکے مکلف والی وارثوں سے ہے جو حکم الہی کے مخاطب ہیں جس طرح کوئی چارپایہ مالک کی غفلت وبے توجہی کے باعث کوئی چیز ہلاک کرے

۱۲ الاتفاق والاصطلاح اتفاق طائفۃ مخصوصۃ علے اخراج الشئے عن معناہ الی معنے آخر ۱۲ شامی۔ ۳ ہر علم کا موضوع وہ چیز ہوتی ہے جس کے ذاتی عوارض
۴ بظاہر ان متضاد مخالف احادیث سے معلوم ہوا کہ تقدیریں دو ہیں۔ ایک تقدیر معلق دوسری مبرم (غیر مبدل) ہوتی ہے

تو اس کی ضمان مالک پر آئیگی نہ کہ چارپائے پر۔ لیکن بچوں کے روزہ و نماز کی صحت جسپر خود صرف اُنہیں ہی ثواب ہوتا ہے اسلئے کہ اس عبادت کا ثواب انکے والدین متولّی وغیرہ کو ملتا ہے بلکہ والدین وغیرہ کو انکی کوشش اور نیک عادت پیدا کرنیکا ثواب ملتا ہی) عقلی دلیل کی بنا پر ہے کہ اچھے کام کا ثمرہ بھی اچھا ہونا چاہیے چنانچہ از روئے عقل روزہ نماز اچھے کام ہیں۔ تو انکے فاعل کو انکا ثمرہ بھی اچھا ہی ملیگا جسے ثواب سے تعبیر کرتے ہیں اور مکلف کا فعل (عام اس سے کہ اس میں تکلیف کا ثبوت ہو جیسے مامورات کی بجا آوری اور منہیات سے گریز یا تکلیف کا دفعیہ ہو جیسے فعل مباح و مستحب جنکا کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہیں) موضوع فقہ ہے اور مکلف کے فعل سے فعل مصدر مراد ہے جو فاعل کی موجودہ وصف کا نام ہے جیسے نماز کی ہیئت قیام قرأت رکوع و سجود وغیرہ کو مکلف کا فعل کہا جا ئیگا ایسے ہی روزہ کی ہیئت صبح صادق سے غروب سورج تک مُفطر چیزوں سے باز رہنے کا نام روزہ ہے جو مکلف کا فعل ہے اور یہاں مصدری فعل (جسکا معنے فعل کے فاعل سے قایم وغیرہ ہونیکا نام ہے) مراد نہیں کیونکہ وہ خارج ہی میں موجود نہیں اور فقہ میں کتاب اللہ سنت و اجماع و قیاس سے مدد لی جاتی ہے اور پہلی غیر منسوخہ شریعتیں کتاب کے تابع ہوکر کتاب میں داخل ہوگئیں۔ اسیطرح صحابہ کے اقوال سنت کے تابع ہوکر سنت میں داخل ہوگئے ہیں اور لوگوں کا ایکدوسرے سے تعامل و معاملہ اجماع میں داخل ہوگیا ہے اور تحری و سوبح اور استصحاب حال قیاس میں داخل ہوگیا۔ لہٰذا حقیقت میں فقہ کی دلیلیں چار ہی ہوئیں اور علم فقہ کی غرض دونوں جہانکی کامیابی اور دنیا میں تحصیل علوم سے جہالت کی ذلت سے نکلکر اپنے آپ وغیرہ کو تمام دینی و دنیوی ممنوع و مضر باتوں و خصومات سے بچا کر قیامت میں نعمت فاخرہ کے حصول سے کامیاب ہونا ہے اور فقہ کی یہ فضیلت ہے کہ رات کے نوافل پڑھنے سے فقہ کا پڑھنا افضل ہے کیونکہ نوافل مستحب ہیں اور فقہ ذاتی ضرورت کے لئے فرض عین اور غیر ذاتی کیلئے فرض کفایہ ہے لہٰذا قرآن مجید پڑھکر بعض قرآن کے حفظ کر لینے کے بعد فقہ کا پڑھنا بہتر ہے کیونکہ تمام قرآن مجید کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے اور فقہ کا ذاتی ضروریات کے لحاظ سے پڑھنا فرض عین ہے بلکہ غیر ذاتی ضروریات کیلئے بھی فقہ کا پڑھنا جو فرض کفایہ ہے (باقی قرآن مجید کے حفظ کے لحاظ سے جو وہ بھی فرض کفایہ ہے) بہتر ہے۔ کیونکہ حفاظ فقیہ شخص کی بہ نسبت بہت ملجاتے ہیں اور لوگوں کو معاملات و عبادات میں مسائل پوچھنے کی اکثر ضرورت پڑتی ہے جسکا حل فقیہ کے بغیر نہیں ہوسکتا لہٰذا فرض کفایہ فقہ کا پڑھنا فرض کفایہ حفظ قرآن مجید سے بہتر ہوا ؂ ۲۷ تا ۴۰ - فرض عین فرض کفایہ سے بنا بر قول معتبر افضل ہے کیونکہ فرض عین اُسے کہتے ہیں جو اس شخص کے ضروریات دینی کے لئے بذاتہٖ فرض ہو۔ اور فرض کفایہ وہ ہے کہ جو دوسرے کی نفع رسانی کیلئے حاصل کیا اور پڑھا جائے اور بعض علما تمام فقہ کے پڑھنے کو فرض عین کہتے ہیں اگر بدیں طور کہیں تو درست ہے کہ تمام مکلف آدمیوں پر تمام علم فقہ کا پڑھنا و سیکھنا بدیں طور فرض عین ہے۔ کہ کسی کو کوئی مسائل سیکھنے ضروری اور کسی کو کوئی ضروری ہیں علی ہذا القیاس ورنہ ایک ہی شخص کو تمام فقہ کا پڑھنا فرض عین نہیں اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ کسی شخص کا شعر گوئی (کہ اس میں مدح وغیرہ کے شعر بنا کر اپنے پیٹ کی پرورش کرے) اور علم نحو (کہ جو عموماً بچوں کو پڑھایا جاتا ہے)، اور علم حساب (کہ یہ بھی انجام کار زمین وغیرہ کے حساب و پیمائش دنیوی کاموں میں کارآمد ہوتا ہے) اور علم تفسیر (کہ عموماً اسے وعظ اور قصے بیان کرنیکی غرض سے پڑھا جاتا ہے تاکہ اسے ذریعہ معاش بنائیں) میں بہ نسبت ضروری مسائل فقہ حلال و حرام اور واجب فرض وغیرہ کے مشہور ہونا مناسب نہیں کیونکہ اس علم کی شہرت ضروری ہے جو کامیابی دارین کا موجب ہو۔ اور دار قطنی و بیہقی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے مَا عُبِدَ اللّٰہُ بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِنْ فِقْہٍ فِی الدِّیْنِ وَ فَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ وَ لِکُلِّ شَیْءٍ عِمَادٌ وَ عِمَادُ الدِّیْنِ اَلْفِقْہُ یعنی دین میں سمجھ حاصل کرنے سے بڑھکر کسی نے اللہ تعالےٰ کی عبادت نہیں کی اور ہر چیز کا ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون علم فقہ ہے اور ایک باعمل عالم ہزار بے علم عابد کی بہ نسبت شیطان پر بہت سخت ہے چونکہ شیطان جاہل عابد کی عبادتوں کو اس کے جہل کے باعث فاسد و لغو کر دیتا ہے اور بے عمل عالم جاہل عابد سے کمتر ہے چونکہ عالم پر بالفعل شیطان غالب ہے اور عابد پر کسی وقت غلبہ پائیگا لہٰذا جاہل عابد بے عمل عالم سے بہتر ہے کیونکہ عالم میں علم فقہ کا ثمرہ جو پرہیزگاری اور علم پر عمل کرنا تھا مفقود ہے شیطان وضع ؂ یا شاذ شیطان سے جسکا معنے یہ ہے کہ جلا جلنا چونکہ شیطان جلیگا اس لئے اس نام سے مسمّٰی ہوا یا شطن شیطان سے ہے جسکا معنے

دُور ہوا اور ہوتا ہے۔ کہ وہ بھی گمراہی و گمراہ کرنیکے گہرے گڑھے ہیں دُور تک دھنسا ہوا ہے۔ پرہیزگاری چار قسم ہے۔ ایک وہ جو قبول شہادت کیلئے معتبر ہو یعنی یہ کہ محرّمات سے انسان پرہیز کرے۔ دوسری صالحین کی اُن شبہات سے پرہیزگاری ہو احتمالات کے مقابل ہو۔ تیسری متقیوں کی پرہیزگاری جو محض حلال کو حرام کی طرف مُفضی ہونیکے باعث ترک کردیں۔ جیسے گوشت مچھلی انڈے وغیرہ کا ترک جو شہوت کو پیدا کرتے ہیں۔ چوتھی صدیقوں کی پرہیزگاری جو ماسوی اللہ سے رُوگردانی کا نام ہے۔ زُہد۔ لغت میں کسی چیز کی طرف سے رُغبت کے اٹھا دینے کا نام ہے۔ اور اصطلاح اہل حقیقت میں دنیا سے دشمنی و رُوگردانی کا نام ہے۔ یا دنیا کی راحتوں کو ترک کرکے آخرت کی محبت کو اختیار کرنیکا نام ہے۔ یا دل کو اس چیز سے خالی کرنیکا نام ہے۔ جس سے ہاتھ خالی ہوں — جو مسائل دینی حاجت کیلئے بالذات ضروری ہوں ان کا سیکھنا فرض عین ہے جیسے علم اخلاص کیونکہ عمل کی صحت اس پر موقوف ہے۔ اور ایسے ہی علم حلال و حرام اور ریا کا کیونکہ علم حلال و حرام کے سیکھے بغیر حلال و حرام میں امتیاز مشکل ہوتا ہے۔ اور ریاء کے باعث عابد عمل کے ثواب سے محروم ہوجاتا ہے۔ اور ایسے ہی علم حسد و تکبر چونکہ یہ بداخلاقی اعمال کے ثواب کو ایسے جلا کر کھو دیتی ہے جیسے لکڑیوں کو آگ اور الفاظ کفریہ و محرمہ و کافر کردینے والے کا خصوصاً اس زمانہ میں عام جہالت چھا جانیکے باعث جاننا بہت ضروری ہے کہ عوام جہلاء بے تکلف دانستہ یا نادانستہ اکثر ایسے کفریہ و محرمہ الفاظ زبان سے نکال دیتے ہیں جن سے ایمان میں بڑا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔ لہذا جہلا کیلئے اس میں احتیاط ہے کہ ہر دن اپنے ایمان کی تجدید (نیا تازہ) کرلیا کریں اور ماہوار ایکدوبار دو مکلف شاہدوں کے سامنے اپنی عورتوں سے دوبارہ نکاح کرلیا کریں۔ کیونکہ جہلا مردوں سے بھی الفاظ کفریہ سرزد ہوجاتے ہیں۔ جس سے بڑھکر جاہل عورتوں سے کفریہ محرمہ الفاظ نکلجاتے ہیں ✤ فرض کفایہ وہ علم ہوتا ہے جسکا وجوب بلا لحاظ فاعل ہو۔ یعنی وہ علم اُس شخص کو ضروری نہ ہو بلکہ دوسروں کے نفع رسانی کیلئے بڑا ہے۔ علم فرض کفایہ۔ دو قسم ہے۔ دینی جیسے علم نماز جنازہ و دنیوی جیسے وہ کسب جن کی انسانوں کو مجموعی لحاظ سے ضرورت پڑتی ہو۔ لیکن علوم سے بھی ہر وہ علم فرض کفایہ ہے جسکی امور دنیا کے قوام ضرورت میں کہیں نہ کہیں حاجت پڑے جیسے طب و حساب اور نحو و لغت اور کلام اور علم قرآت اور حدیث کی اسناد اور وصیت اور وراثت کی تقسیم اور کتابت اور معانی و بدیع اور بیان اور علم اصول اور ناسخ و منسوخ کی معرفت۔ اور علم بالعام والخاص و نص و ظاہر اور ہر وہ علم جو علم تفسیر و حدیث کے حصول کا ذریعہ ہو۔ ایسے ہی آثار اور اخبار یعنی احادیث کا علم اور حدیث کی روایت کرنے والوں کے نام وغیرہ کا علم اور صحابہ کی صفات و نام کا علم اور روایت میں عدالت کا علم اور ان کے حالات کا علم تاکہ حدیث کا ضعیف و قوی ہونا معلوم ہو اور انکی عمروں کا علم اور پیشہ: کسبوں کا علم جیسے۔ بافندگی۔ حجامت وغیرہ (سورۃ لغت میں شرف و منزلت کو کہتے ہیں اور اصطلاح مفسرین میں السورۃ۔ طائفۃ من القرآن المترجمۃ التی اقلہا ثلث آیات۔ بیضاوی کہ سورۃ قرآن مجید کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو کم سے کم تین آیات ہو۔ لہذا تمام سور قرآنیہ سے چھوٹی سورہ کوثر ہے جو صرف تین آیات پر مشتمل ہے جسپر یہ تعریف صادق آتی ہے۔ الملائکۃ جمع ملاک کشمائل جمع شمال والتاء لتانیث الجمع وہو مقلوب مالک من الالوکۃ وہی الرسالۃ لانہم وسائط بین اللہ تعالیٰ وبین الناس بیضاوی۔ کہ ملائک کے معنے وسائط و بھیجے ہوئے کے ہیں جو اللہ تعالےٰ و بندوں کے درمیان اطلاع دہی احکام وغیرہ کا ذریعہ اور واسطہ ہیں۔

تعریف علم ادب عربی ہو علم یبحث فیہ عن طرق تجتنب بہا عن الخطاء اللفظی والخطی۔ علم ادب وہ ہوتا ہے جسمیں ایسے طریقوں سے بحث کیجاتی ہے جسکے باعث لفظی اور خطی غلطی سے بچا جائے۔ غرضہ اطباق المتکلم کلامہ کلام العرب فی المحاورات والمخاطبات علم ادب کی غرض متکلم کا اپنی کلام کو مخاطبات و محاورات عرب کے ساتھ مطابق کرنیکا نام ہے۔ موضوعہ۔ کلام العرب باسلوبہ۔ علم ادب کا موضوع اہل عرب کی کلام اپنے طریقہ پر ہے اسی پر تمام زبانوں کے علم ادب کو قیاس کیا جائے ✤ **تعریف علم العقاید**۔ ہو علم یفید معرفۃ العقائد الدینیۃ عن ادلتہا التفصیلیۃ۔ علم عقاید وہ ہے جس سے دینی عقائد اپنی تفصیلی دلائل سے معلوم کئے جائیں۔ غرضہ وغایتہ الفوز بالسعادۃ الدینیۃ والدنیویۃ۔ اسکی غرض و غایت دینی و دنیوی سعادت کی کامیابی ہے۔ موضوعہ۔ المعلوم من حیث انہ یتعلق بہ اثبات العقائد الدینیۃ۔ اسکا موضوع بدیں حیثیت وہ مسائل معلوم ہیں جن سے عقائد دینیہ کا اثبات متعلق ہو۔ الفرق بین التفسیر والتاویل۔ تفسیر و تاویل کا فرق۔ التفسیر بیان مراد کلام اللہ تعالےٰ بواسطۃ النقل من الصحابۃ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم۔ کہ تفسیر بواسطہ نقل از صحابہ کلام اللہ کی مراد کے بیان کرنیکا نام ہے۔ والتاویل

ــــــــــ

سلہ آئندہ تمام تعریفات علوم بطور جملہ معترضہ بروئے مناسبت تعریف علم فقہ ذکر کی گئی ہیں۔ احقر:

بیان احد المحتملین بالظن والرای۔ اور تاویل کسی لفظ کے ایک معنے کو دو احتمالی معنوں میں سے ظن اور رائے کے لحاظ سے بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ تعریف علم التفسیر ہو علم یبحث فیہ من کلام اللہ تعالےٰ من حیث دلالتہ علی المراد۔ علم تفسیر وہ ہے جسمیں اللہ تعالیٰ کی کلام سے اسکی مراد پر دلالت کرنے کی حیثیت سے بحث کیجائے۔ تعریف علم الحدیث۔ ہو علم یبحث فیہ من اقوالہ وافعالہ وتقاریرہ علیہ السلام علم حدیث وہ علم ہے جسمیں آپکے اقوال و افعال و تقاریر سے بحث ہو۔ الفصاحۃ فی اللغۃ۔ البیان مطلقاً۔ فصاحت لغت میں مطلق بیان کا نام ہے وفی اصطلاح فن البلاغۃ۔ مایعرف بہ ایراد المعنے الواحد بتراکیب مختلفۃ من المجاز والتشبیہ والکنایۃ۔ اور فن بلاغت کی اصطلاح میں فصاحت وہ علم ہے جسکے ذریعے ایک معنے کو مختلف ترکیبوں (مجاز۔ تشبیہ اور کنایہ) سے پیش کرنیکی معرفت حاصل ہو۔ علم المعانی والبیان یُسمیان بعلم البلاغۃ لمزید اختصاصہ بہما۔ علم معانی وبیان مزید اختصاص بلاغت کے باعث بلاغت سے موسوم ہوتے ہیں۔ المعانی جمع معنے وہو مایقصد من اللفظ والمراد ههنا الاغراض۔ معانی معنے کی جمع ہے جو لفظ سے مقصود ہوتا ہے مگر یہاں اغراض مراد ہوتے ہیں۔ والمعانی فی اصطلاح ہذا الفن۔ ہو علم یبحث فیہ عن احوال اللفظ العربی من حیث مطابقتہ لمقتضے الحال علم معانی وہ ہے جسمیں مقتضے حال کے مطابق الفاظ عربیہ سے بحث کیجائے۔ ایضاً تعریفہ ہو الذی یعرف بہ دقائق العربیۃ واسرارہا۔ نیز معانی وہ علم ہے جسکی وجہ سے کلام عربیہ کے بھید و دقائق معلوم ہوتے ہیں۔ موضوعہ اللفظ العربی من ہذہ الحیثیۃ۔ اس کا موضوع اسی حیثیت سے عربی لفظ ہے۔ غرضہ۔ الصیانۃ عن الخطاء فی تادیۃ المعنے المراد۔ جسکی غرض اسکے مرادی معنے کی ادائگی پر غلطی سے بچنا ہے۔ ایضاً غایتہ۔ تصدیق النبی علیہ السلام۔ نیز اسکی غرض تصدیق نبی علیہ السلام بھی ہے جو ایسا معجز کلام لائے۔ اور غایتہ الفوز بجمیع السعادات فی الدارین۔ تعریف علم الفقہ عند التفتازانی۔ ہو علم یفید معرفۃ الاحکام العملیۃ عن ادلتہا التفصیلیۃ۔ فقہ وہ علم ہے جس سے عملی احکام کی معرفت انکی تفصیلی دلائل سے معلوم ہوسکے۔ والتعریف المشہور الفقہ ہو العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ عن ادلتہا التفصیلیۃ اور مشہور تعریف علم فقہ یہ ہے۔ کہ فقہ وہ علم ہے جس سے شرعی عملی احکام اپنی تفصیلی دلائل سے معلوم کئے جائیں۔ وعند ابو حنیفہ رح الفقہ معرفۃ النفس مالہا وما علیہا۔ اور فقہ حضرت ابوحنیفہ رح کے نزدیک ہر نفس کا اپنے نفع ونقصان (دینی واُخروی وغیرہ) کو پہچاننے کا نام ہے۔ تعریف اصول الفقہ۔ ہو علم یفید احوال الادلۃ اجمالاً فی افادتہا الاحکام۔ اصول فقہ وہ علم ہے جسمیں دلیلوں کے اجمالی حالات پر دلیل۔ کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ۔ اجماع۔ قیاس ہے اور اجمالی جیسے الامر للوجوب کہ امر وجوب کیلئے ہوتا ہے) احکام کے افادہ کے لحاظ سے معرفت حاصل ہو۔ ف۔ علم تاہم کوئی علم خالی نہیں یا اپنے قواعد مقرر ومنضبط پاکر نہایت کو پہنچ گیا ہوگا یا نہ۔ تو علم نحو اور اصول فقہ قواعد کے لحاظ سے منضبط ہوگیا ہے۔ لیکن نہایت کو نہیں پہنچا کیونکہ انکی نہایت نہیں بخلاف اصول حدیث کہ اسکے قواعد بھی منضبط نہیں ہوئے۔ اور جو ایسا علم ہو جسکے قواعد بھی منضبط نہ ہوسکیں اور نہ ہی نہایت کو پہنچا ہو تو وہ علم بیان ومعانی وبدیع اور علم تفسیر ہے کہ انکی کوئی حد نہیں۔ اور علامہ سیوطی کی مصنفہ کتاب تفسیر مسمے بہ اتقان میں مذکور ہے کہ قرآن مجید کا ہر حرف لوح محفوظ پر کوہ قاف کے پہاڑ کی طرح لکھا ہوا ہے اور ہر آیت کے نیچے اسقدر لمبی چوڑی تفسیر ہے جسے اللہ تعالےٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ اور جو علم قواعد مقرر ہوکر نہایت کو بھی پہنچ گیا ہو وہ علم حدیث وفقہ ہے۔ اور علماء نے کہا ہے کہ علم فقہ (جسے ابو حنیفہ رح نے استنباط کیا ہے یا اس سے عام) کی کاشت عبداللہ ابن مسعود رض نے کی ہے اور سب سے پہلے فروعات کا استنباط انہوں نے کیا ہے۔ جو جلیل القدر صحابہ بدری سابقین بڑے عالم صحابی ہیں اور عمر رض سے پہلے ایمان لائے ہیں) اور اس کی آبپاشی علقمہ رض نے جو ابن قیس بن عبداللہ بن مالک نخعی ہیں جو ابراہیم نخعی کے ماموں اسود ابن یزید کے چچا تھے اور بڑے فقیہ ہوئے ہیں اور علقمہ رض حضرت صلے اللہ کی زندگی میں پیدا ہوئے اور تحصیل علم عبداللہ ابن مسعود رض وعلی رض وعمر رض وغیرہ سے کی) بایں طور کی کہ ان فروعات کو واضح ومکمل طور پر بیان کیا اور اُسے ابراہیم نخعی نے کاٹا یعنی علم فقہ کے فوائد ونوادر وغیرہ جمع کئے۔ یہ ابراہیم نخعی بن یزید بن قیس بن اسود ابوعمران نخعی کوفی بڑے مشہور امام ہیں جو ۹۶ یا ۹۵ھ

ف یعنی صحابہ کو دونوں [illegible] ۹۶ھ

میں فوت ہوئے) اور حماد بن مسلم کوفی نے کو ٹا یعنی اسکی توضیح وتنقیح کی جو امام صاحب کے استاد ہیں اور ۱۲۰ھ میں فوت ہوئے
ہیں) اور اس کا آٹا ابو حنیفہ بن نعمان رح نے پیسا (یعنے اسکے اصول و فروع بڑھا کر زیادہ توضیح وتشریح کی اور سب سے پہلے فقہ کی تدوین
کرکے بابوں پر مرتب کیا جیسے اب موجود ہے اور ان سے پہلے لوگ اپنے حفظ دیاد پر اعتماد کرتے تھے اور سب سے اول امام صاحب
کتاب الفرائض والشروط بنائی ہے اور ان سے ہوئے کو ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی القضاۃ شاگرد امام صاحب نے گوندھا (یعنی امام کے
اصول وقواعد میں باریک نظری سے زیادہ فروعات کا استنباط کیا اور انہوں نے سب سے اول اصول فقہ ابو حنیفہ پر کتاب بنائی ہے۔
اور ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۲ھ میں فوت ہوئے۔ اور اسکی روٹی محمد ابن حسن شیبانی شاگرد امام صاحب نے پکائی (یعنی تمام
مسائل کو کما حقہ احل کر دیا۔ جسکے بعد کوئی ضرورت نہیں رہی اور تمام لوگ امام محمد رح کی روٹی سے کھاتے ہیں۔ یعنی اکثر کتابیں فقہ کی
انہوں نے ہی تصنیف کی ہیں۔ جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جیسے چھ کتب ظاہر روایت ہیں جامع صغیر وجامع کبیر وسیر صغیر
وسیر کبیر اور زیادات اور مبسوط۔ یہ وہ کتابیں ہیں جو امام محمد سے بطریق متواتر یا مشہور ثابت ہیں اور جو کتابیں صغیر سے موصوف ہیں ان کتابو
میں وہ روایات مندرج ہیں جنہیں امام محمد رح نے ابو یوسف رح سے سنا ہو اور انہوں نے امام صاحب سے اور جو کتابیں کبیر سے موصوف ہیں ان میں وہ مسائل
درج ہیں جنہیں امام محمد رح نے بلا واسطہ امام صاحب سے روایت کیا ہو۔ اور نوادر کتابیں بھی تصنیف محمد رح سے ہیں جو ظاہر روایت سے کم درجہ میں
ہیں۔ اور نوازل کے مسائل بھی محمد رح سے مروی ہیں جن میں مشائخ مجتہدین نے کوئی تصریح نہیں پائی۔ لیکن ان میں تخریج کرکے فتویٰ دے دیا
ہے اور امام محمد رح نے علوم دینیہ میں نوسو ننانویں ۹۹۹ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ انہی کے شاگردوں سے شافعی رح ہیں جنکی والدہ سے امام محمد رح نے
نکاح کرکے شافعی رح کو اپنا مال وکتب خانہ سپرد کر دیا جس سے شافعی رح زیادہ فقیہ ہو گئے چونکہ پہلے بھی فقیہ تھے۔ لیکن پھر ترقی کر گئے۔ اور شافعی رح
نے محمد رح کی تعریف میں کہا کہ میں محمد بن حسن رح کی کتابوں سے فقیہ ہوا ہوں۔ اور محمد رح ۱۳۲ھ میں پیدا ہو کر ۱۸۹ھ میں فوت ہو گئے۔ اور اسمٰعیل
بن ابی رجاء سے مروی ہے کہ ہم نے خواب میں محمد رح کو جنت میں دیکھ کر پوچھا کہ آپ سے کیسی گذری انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے
اور اللہ نے کہا ہے اگر تجھے عذاب دینا چاہتا تو علم فقہ کی دولت تمہیں نہ نصیب کرتا پھر میں نے ابو یوسف رح کے حال سے پوچھا انہوں نے
کہا مجھ سے دو درجے اوپر ہیں پھر امام صاحب رح کی نسبت دریافت کیا جس پر انہوں نے کہا کہ وہ تو بہت دور کے درجہ یعنی اعلےٰ علیین میں ہیں (یعنی شاگردوں
کی بہ نسبت ورنہ انبیا وصحابہ کا درجہ ان سے بہت بلند ہے) یہ درجہ کامل ورع واتقا کے باعث ہوا جیسے منقول ہے کہ امام صاحب نے عشا کی
وضو سے چالیس سال تک نماز صبح پڑھی ہے یعنی عشا کا وضو کرکے عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے کہ صبح کی نماز بھی اسی وضو سے پڑھتے تھے۔ اور
امام صاحب نے پچپن حج کئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو خواب میں ایکسو بار دیکھا ہے اور آخر کی بار میں دیکھ کر عرض کیا یا الہ العٰلمین تیرے
عذاب سے کس طرح مخلوق نجات پائیگی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جسنے صبح وشام یہ تسبیح پڑھی وہ نجات پائیگا سبحن الابدی الابد سبحن الواحد
الاحد سبحن الفرد والصمد سبحن رافع السماء بغیر عمد سبحن من بسط الارض علےٰ ماء جمد سبحن من خلق الخلق فاحصاھم عدد سبحن من قسم الرزق
ولم ینس احد سبحن الذی لم یتخذ صاحبۃ ولا ولد سبحن الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔ اور امام صاحب نے اپنے آخری حج
میں ایک رات بیت اللہ شریف میں بہ اجازت داخل ہو کر دو ستونوں کے درمیان حسب ذیل طریق پر کھڑے ہو کر قرآن مجید ختم کیا۔ کہ پہلے
داہنے پاؤں پر کھڑے ہو کر بایاں پاؤں اسپر رکھکر نصف قرآن شریف ختم کیا پھر دوسرا نصف بائیں پر کھڑے ہو کے دایاں اسپر
رکھکر ختم کیا۔ اور اپنی عاجزی وانکساری کیلئے ایسا کرنا مکروہ نہیں اگر خشوع میں نقصان نہ پیدا کرے ۔ ح ۵۲ اور علمانے لکھا
ہے کہ ابو حنیفہ رح کی تعریف وادب تینوں اماموں نے کیا ہے۔ خصوصاً شافعی رح نے بہت کیا ہے اور ایک دن صبح کی نماز ابو حنیفہ رح
کی قبر کے پاس پڑھی جس میں دعاء قنوت اور بسم اللہ پکار کر نہ پڑھی تو کسی نے دریافت کیا یہ کیوں کیا تو جواب دیا کہ صاحب قبر کے ادب کیلئے
لہذا بقیہ تینوں مذاہب کے مقلد علما وعوام پر امام صاحب رح کا ادب واجب ہے اور شافعی رح امام صاحب رح کی قبر کی زیارت اور تبرک
حاصل کرتے اور بوقت ضرورت آپکی قبر کے پاس دو رکعت نفل پڑھکر اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے تو فوراً قبول ہوتی ہے اور

سلہ جبر ص ۱۲ کا حاشیہ سلہ مفصل طور پر شاہد ہے اور اسی حاشیہ کی تائید ص ۵ تا ص ۷ پر موجود ہے اور تجرید ص ۲۷ حاشیہ س ۹۲ پر بھی

ملحقات مشکوۃ میں صاحب مشکوۃ لکھتے ہیں کہ شافعیؒ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ آپنے ابو حنیفہؒ کو دیکھا ہے۔ فرمایا ہاں ایسے بڑے لایق عالم شخص تھے اگر لکڑی کے اس ستون کو سونا قرار دیتے تو ضرور قوی دلائل سے ثابت کر دیتے اور امام احمدؒ نے بھی تعریف کی ہے کہ ابو حنیفہؒ ایسے عالم متقی زاہد ہوئے ہیں کہ ان جیسا کم کوئی شخص ہوگا جنہوں نے محض بوجہ تقویٰ قضا کا عہدہ نہ قبول کر کے کوڑے کھانے بہتر سمجھے اور امام صاحبؒ کے مذہب کی عام مقبولیت اسکے رجحا ن کی موجب ہی کہ تمام اہل اسلام میں سب مذہبوں سے اس مذہب کے پیرو ہر ملک میں بہت بلکہ قریب کل کے ہیں جیسے ملک روم و ہند و سندھ و ماوراء النہر و سمرقند اور خلفاء عباسیہ کے زمانہ میں بھی اکثر قاضی حنفی ہوتے تھے اور سلجوقی اسکے بعد خوارزمی سلطان حنفی ہی ہوئے ہیں حتےٰ کہ زمانہ صاحب شامی کے عباسی بادشاہ حنفی قاضی کے بغیر رکھتے ہی نہ تھے (اگر کوئی اعتراض کرے کہ کفر تو اس سے بھی زیادہ ہے تو یہ اس سے بھی بڑھکر مقبول ہوا۔ اس کا یہ جواب ہے کہ مطلق لوگوں کی کسی دین پر زیادتی مقبولیت کی علامت نہیں بلکہ مسلمانوں کے چاروں مذہب سے جس مذہب میں زیادہ لوگ داخل ہوں مقبولیت کی دلیل ہے جسپر حدیث شریف بھی دلالت کرتی ہے ان اللہ لا یجمع امتی علی الضلالۃ کہ اللہ تعالیٰ میری کل امت کو اجتماع گمراہی پر نہ کرینگے (احقر)۔

صفحہ ۵۳ اور امام صاحبؒ کے مذہب کے مقلد بڑے بڑے علماء اولیاء و کرام بھی ہوئے ہیں۔ اگر امام صاحب کی تقلید و ترجیح میں کوئی شبہ ضعف ہوتا تو ایسے علماء و اتقیا کیوں آپکا مذہب اختیار کرتے جیسے ابراہیم بن ادھم بن منصور بلخی جو ایک بادشاہ تھے سیر کو گئے کہ ہاتف نے آواز دی کیا اسلیے پیدا ہوا ہے تو سنتے ہی فوراً گھوڑے سے اترکر پیادہ پاؤں سفر کرتے کرتے مکہ شریف میں پہنچ گئے پھر وہاں سے شام میں آکر فوت ہوگئے اور شقیق بلخی بن ابراہیم زاہد بڑے مشہور عابد ہیں جو ابو یوسفؒ کے شاگرد ہیں۔ اور حاتم اصم کے استاد اور ابراہیم بن ادھم کے دوست ہیں سنہ ۱۹۴ھ میں شہید ہوگئے۔ اور معروف کرخی بن فیروز بڑے مشائخ سے تھے جو سری سقطی کے استاد تھے اور سنہ ۲۰۰ھ میں فوت ہوئے اور ابو یزید بسطامی جنکا نام طیفور بن عیسےٰ ہے جنکا دادا آتش پرست تھا پھر مسلمان ہوا اور ابو یزیدؒ سنہ ۲۶۱ھ میں فوت ہوئے۔ اور فضیل بن عیاض خراسانی ہیں جنہوں نے امام صاحبؒ سے فقہ پڑھی ہے اور شافعیؒ ان سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری و مسلم جیسے بڑے اماموں نے روایت کی ہے اور سنہ ۱۸۷ھ میں فوت ہوئے اور ابو داؤد طائی بن نصیر بن سلیمان کوفی طائی بڑے عالم عابد زاہد سنہ ۱۶۰ھ میں فوت ہوئے اور ابو حامد لقاف احمد بن خضرویہ بلخی جو خراسان کے بڑے بزرگوں سے ہیں جو سنہ ۲۴۰ھ میں فوت ہوئے اور خلف بن ایوب امام محمدؒ و زفرؒ کے دوستوں سے ہیں جنہوں نے ابو یوسفؒ سے فقہ پڑھی اور زہد میں ابراہیم بن ادھم کے شاگرد ہیں جو صحیح تر قول میں سنہ ۲۱۵ھ میں فوت ہوئے اور عبد اللہ ابن مبارک زاہد فقیہ استاذ امام احمدؒ سے ہیں۔ جو بڑے اماموں سے ہیں جنہوں نے فقہ ادب اور نحو و لغت اور فصاحت کو جمع کیا جو اپنے زمانہ کے علم حدیث و زہد میں یکتا۔ اور امام صاحبؒ کے شاگرد تھے جنہوں نے کئی جگہ امام صاحب کی تعریف کی جو سنہ ۱۸۱ھ میں فوت ہوئے اور وکیع بن جراح بن ملیح بن عدی کوفی جو بڑے زاہد عالم تھے اور سنہ ۱۹۸ھ میں فوت ہوئے۔ اور ابو بکر وراق محمد ابن عمر ترمذی بھی ہیں جنہوں نے بلخ میں اقامت اختیار کی اور طحاوی کی شرح بھی انہوں نے لکھی ہے۔ اور استاد ابو قاسم قشیری عبد الکریم بن ہوازن حافظ مفسر فقیہ نحوی لغوی ادیب نے جو سنہ ۳۷۶ھ میں پیدا ہو کر سنہ ۴۶۵ھ میں فوت ہوگئے اپنے مکمل عمدہ رسالہ میں جو اپنے مذہب یا حقیقت صوفیہ میں لکھکر

اسلامی شہروں کے صوفی جماعتوں کی طرف ۴۳۷ھ میں بھیجا کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ ابوعلی حسن بن علی دقاق سے سنا ہے،
کہ میں نے یہ طریقہ حقیقت ابو القاسم ابراہیم بن محمد نصر ابادی سے اختیار کیا ہے جو خراسان کے شیخ اور مکہ شریف میں ہی رہے اور وہاں
ہی ۳۶۷ھ میں وفات پائی۔ انہوں نے شبلی امام ابوبکر دلف شبلی بغدادی مالکی مذہب سے اختیار کیا جو جنید کے دوست تھے۔ اور ۳۳۴ھ
میں فوت ہوئے انہوں نے سری ابو الحسن بن مغلس سقطی جنید کے ماموں اور استاذ سے اختیار کیا جو ۲۵۳ھ میں فوت ہوئے۔ انہوں نے وہ طریقہ معروف
کرخی سے لیا اور انہوں نے وہ طریقہ و علم ابوحنیفہ سے لیا۔ اور احمد فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ علم اور ورع اور زہد میں بے مثل تھے اسی بنا پر کوڑے کھائے
اور قضا کی مہم اپنے سر پر نہیں لی حالانکہ عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں۔ کہ ان سے بڑھکر کوئی عالم زاہد فقیہ نہ تھا۔ اور ابن حجر وغیرہ علما کبار
نے لکھا ہے کہ ابوحنیفہ تمام روئے زمین کے عابدوں سے بڑھکر تھے۔ صفحہ ۶۱ اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ثابت امام صاحب
کے والد تھے اور انہوں نے حضرت علیؓ کو زندگی میں پایا ہے اور علیؓ نے انکے اور آپکی اولاد کیلئے برکت کی دعا کی ہے چونکہ ابن خلکان کی تاریخ میں ہے
کہ امام صاحب کے پوتے اسمٰعیل نے کہا ہے جو ابن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہیں کہ ہم فارس کے آزاد لوگوں میں سے
ہیں جو کبھی غلام نہیں ہوئے اور میرے دادا عالی ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور میرے پردادا ثابت کو بچپن میں انکے والد نعمان بن مرزبان
حضرت علیؓ کے پاس لے گئے اور انہوں نے انکے اور انکی اولاد کیلئے برکت کی دعا کی اور آپکے یعنی امام صاحب کے دادا نعمان بن مرزبان ابو
ثابت نے علیؓ کے لئے فالودہ کا ہدیہ بھیجا ہے۔ اور امام صاحب کا انسؓ کو دیکھنا اور صحابہ کی ایک جماعت کی زندگی کے زمانہ میں پیدا ہونا
صحیح ہے۔ اور امام صاحب کے صحابہ سے حدیث سننے کے متعلق اختلاف ہے کیونکہ اگر سماع حدیث ثابت ہوتا تو ابویوسف و محمد و ابن مبارک
و عبد الرزاق کیوں ذکر نہ کرتے ظاہر یہ ہے کہ امام صاحب کے چھوٹا ہونے اور شروع شروع علم سیکھنے کے باعث صحابہ سے آپکا سماع حدیث
ثابت نہیں اور عینی میں ہے کہ حدیث کا سننا ثابت ہے جیسے عینی کے معاصر دوست شیخ حافظ نے رد کیا ہے لیکن قواعد محدثین عینی کے مؤید
ہیں کہ اتصال کا راوی انقطاع اور ارسال کے راوی سے زیادتی علم کے باعث مقدم ہوتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام صاحب کے تابعی
ہونے میں اتفاق ہے۔ اور آپنے اپنے زمانہ کے بڑے بڑے علماء سے (جو نیچے مذکور ہیں) زیادہ صحابہ کو پایا ہے چونکہ آپ کوفی ہیں اور کوفہ میں
اکثر صحابہ اسوقت موجود تھے جو دوسرے مقامات پر نہ تھے۔ جیسے امام علامہ اوزاعی شام میں تھے جہاں صحابہ کم رہے اور حماد بن بصرہ میں
اور سفیان الثوری اور مالکؒ مدینہ شریف میں اور لیث بن سعد مصر میں تھے۔ چونکہ ان مذکورہ حضرات نے کمتر صحابہ کو پایا ہے۔
صاحبین کے اختلاف کی امام صاحب سے یہ حکمت بھی بیان کی گئی ہے کہ ایک روز امام صاحب نے ایک لڑکے کو کیچڑ میں کھیلتا دیکھکر
گرنے سے ڈرایا کہ گر جائیگا۔ جسپر دانشمند لڑکے نے جواب دیا کہ آپ کو مجھ سے زیادہ گرنے سے ڈرنا چاہیئے کہ آپکے گرنے سے تمام عالم گر
جائیگا نہ میرے سے اسوقت اپنے شاگردوں سے کہا کہ جس مسئلہ میں تمکو قوی دلیل ملے تو اسی کو اختیار کرو یہ امام صاحب کی بڑائی پرہیزگاری
اور احتیاط تھی نیز امام صاحب اپنے زمانہ کے علماء اکابر سے متقی تر تھے جس مسئلہ میں کوئی دقت پڑتی تھی تو تمام علماء مجتہدین کو جمع کرکے

مناظرہ ومباحثہ کے بعد جس پر اتفاق ہوتا یا جو قوی ہوتا تھا فتویٰ دیتے تھے نہ کہ دوسرے اماموں کی طرح اور امام صاحبؒ سے صاحبینؒ کی مخالفت تہائی مذہب کی مقدار ہے اور تمام شاگرد آپ ہی کی روایت لیتے ہیں۔ لیکن جسمیں خلاف امام صاحبؒ مروی ہو وہ بھی امام صاحبؒ کی پہلی روایت ہوتی ہے جس سے امام صاحبؒ نے رجوع کرلیا ہوتا ہے۔ اور آپکے شاگردوں کے نزدیک وہ راجح ہوتی ہے اسی لئے اس پر قائم رہتے ہیں جسپر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جو روایات مفتی بہ شاگردوں سے مروی ہوں اور امام صاحبؒ انسے رجوع کرجائیں تو ان پر عمل کرنے سے حنفی مذہب کا مقلد نہ رہا کیونکہ امام صاحبؒ کے رجوع کرنے سے امام صاحب کی روایت ہی نہ رہی جسکا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اختلاف وتحقیق کی تعلیم بھی تو آپنے ہی دی ہے لہذا یہ بھی آپ کا ہی مذہب ہوا۔ علاوہ اسکے امام صاحبؒ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپنے فرمایا ہے کہ اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ۔ کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے تو شاگرد صحیح حدیث پر عمل کرنیوالے آپکے ہی مذہب کے مقلد ہوئے پھر ان کے اقوال پر جو مفتی فتویٰ دیگا وہ امام صاحبؒ ہی کا مقلد ہوا✦ اور اختلاف امت رحمت ہے چونکہ اسمیں بہت سی وسعتیں اور رخصتیں لوگوں کیلئے بہم پہنچتی ہیں اور پہنچی ہیں جسکی دلیل یہ حدیث شریف ہے۔ مَهْمَا اُوْتِيْتُمْ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَالْعَمَلُ بِهٖ لَا عُذْرَ لِاَحَدٍ فِيْ تَرْكِهٖ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَسُنَّةٌ مِنِّيْ مَاضِيَةٌ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ سُنَّةٌ مِنِّيْ فَمَا قَالَ اَصْحَابِيْ اِنَّ اَصْحَابِيْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَاءِ فَاَيُّمَا اَخَذْتُمْ بِهٖ اهْتَدَيْتُمْ وَاخْتِلَافُ اَصْحَابِيْ لَكُمْ رَحْمَةٌ۔ اور ایک روایت میں اِخْتِلَافُ اُمَّتِيْ رَحْمَةٌ لِّلنَّاسِ۔ وارد ہوا ہے۔

اصول حدیث میں ثابت ہوچکا ہے کہ مفتی مجتہد کو کہتے ہیں۔ اگر غیر مجتہد کو فتویٰ دینے کی ضرورت پڑے تو اسے واجب ہے کہ مجتہد کی کلام نقل کرے کہ وہ تو خود مفتی نہیں بلکہ ناقل فتویٰ ہے لہذا اسے نقل فتویٰ کی اجازت سند کے لحاظ یا کتب معتبرہ امام محمدؒ سے ہوگی۔ جس مسئلہ میں ہمارے سب حنفی امام متفق ہوں اسپر فتویٰ دینا قطعی لازم ہے۔ اور جسمیں اختلاف ہو تو صحیح تر قول یہ ہے مطلقاً (الا ماشاء اللہ جو کتاب الطہارت سے پہلے متصل مذکورہ ہے) امام صاحب کا قول (خواہ اکیلے ہوں یا کسی شاگرد کے ساتھ) معتبر ہوگا۔ اگر امام صاحبؒ سے کوئی روایت نہ ہو تو ابویوسفؒ کا قول معتبر ہوگا۔ اگر ابویوسفؒ کا قول نہ ہو تو محمدؒ کا قول معتبر ہوگا۔ مذکورہ بالا تفصیل جب ہے کہ فتویٰ دینے والا مجتہد نہ ہو اگر مجتہد ہو تو جس قول کو اقوی دلیل سے مدلل پائے اُسی پر عمل کرے خواہ محمدؒ ہی یا زفرؒ کا قول کیوں نہ ہو چنانچہ مجتہد علماء احناف نے زفرؒ کے قول کو سترہ مسئلہ میں امام صاحب کے قول پر ترجیح دی ہے لہذا اسمیں انہی مجتہدین کی اتباع کرنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ دلائل سے واقف ومجتہد ہیں۔ جس مسئلہ میں امام صاحبؒ کی بہت سی روایتیں ہوں یا کوئی روایت کسی سے نہ ہو امام صاحبؒ اور نہ انکے شاگردوں سے تو پہلی صورت میں (کہ بہت روایات ہوں) اقوی دلیل سے جو روایت ثابت ہو اس پر فتویٰ ہوگا اور دوسری صورت میں (کہ کوئی روایت نہ ہو) جس پر علماء متاخرین کا اتفاق ہو وہ معتبر ہوگی۔ اگر علماء متاخرین کا اختلاف ہو تو جس پر اکثر علماء اکابر معروف مشہور (ابوحفص ابوجعفر وابواللیث وطحاوی وغیرہ معتبر علماء) کا اتفاق ہو وہ معتبر ہے اگر مذکورہ علماء سے مسئلہ کا کوئی حل نہ ملے تو پھر مفتی از حد تدبر وتامل سے کام لیکر قریب قریب ذمہ واری سے نکلنے کی کوشش کرے نہ اٹکل سے کہ بڑا اہم امر ہے جسمیں گناہ کے ارتکاب کا ڈر ہے۔ اور جب ایک مسئلہ میں دو صحیح قول منقول ہوں۔ تو جو زیادہ صحیح ہو اس پر فتویٰ ہے۔ اگر برابر ہوں تو دونوں میں سے جونسا فقہ کے متون میں ہو وہ معتبر ہے اگر اس میں بھی برابر ہوں تو جسپر فتوے دے جائز ہے✦ اگر تصحیح وفتویٰ میں اختلاف ہو تو جو متون فقہ کے موافق ہو وہ معتبر ہے✦ اور جو مسئلہ متون فقہ میں ہو وہ فقہ کے شرحوں سے مقدم ہے اور شرحوں والا مسئلہ فتاوؤں سے مقدم ہوگا۔ یہ جب ہے کہ دونوں قولوں میں سے ہر ایک میں تصحیح کی تصریح کی گئی ہو یا بالکل کوئی تصریح نہ ہو✦ اگر کوئی مسئلہ متون فقہ میں مذکور ہو جسکی تصریح نہ کی گئی ہو۔۔۔ بلکہ اس کے مقابل کی تصریح ہو تو جسمیں تصریح ہے وہ راجح ہے جس مسئلہ میں ایک قول امام صاحبؒ کا اور دوسرا غیر کا ہو خواہ وہ دونوں صاحبینؒ ہوں یا ایک ہو یا کوئی اور ہو تو ضروری مسائل کے بغیر (جیسے کھیتی باڑی کے مسائل کہ ان میں صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ ہے اور مسائل میں امام صاحبؒ کا ہی قول معتبر ہوگا✦ اگر ایک قول قیاس دوسرا استحسان ہو تو استحسان مقدم ہوگا سوائے مواضع مستثنیٰ کے۔ اگر ظاہر روایت

صحیح ہے۔ اور دوسرے کو لکھا کہ اس پر فتویٰ ہے - ۱۲ منہ

ودوسری روایت میں مسئلہ کا اختلاف واقع ہو تو ظاہر روایت معتبر و راجح ہے۔ اگر دونوں قول صحیح ہوں لیکن ان میں سے ایک کو راجح قرار دیا گیا ہو تو راجح معتبر ہوگا۔ فتویٰ لغت میں قوی جوان کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح فقہا میں جو مسئلہ معتبر ہو۔ چونکہ مفتی سائل کو فتویٰ دیکر اپنے حادثہ کے سوال جواب سے قوت دیتا ہے اسلئے اسکا نام فتویٰ رکھا گیا ہے۔ فتویٰ کے یہ الفاظ ہیں۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ اسپر فتویٰ ہے۔ اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ اسی پر اعتماد ہے۔ اسی پر آجکل عمل ہے۔ اسی پر امت کا عمل ہے۔ یا اسی پر عرف جاری ہے یہی متعارف ہے۔ اسی کو ہمارے علما نے لیا ہے یہ مذکورہ لفظ فتویٰ کے برابر ہیں۔ اور جس مسئلہ میں لفظ فتویٰ اور یہ مذکورہ لفظ پائے جائیں زیادہ مؤکد ہے (یعنی صحیح و اصح اور اشبہ و احوط و اظہر اور مختار) کیونکہ علما مجتہدین فی المذہب احوط یا انفع ہونے یا لوگوں کے تعامل کی وجہ سے فتویٰ دیا ہے۔ اور لفظ اصح صحیح سے مؤکد ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ لفظ فتویٰ سے مؤکد ہے کہ اس میں حصر ہے۔ اور لفظ احوط وغیرہ افعل تفضیل کے تمام صیغوں کے الفاظ فتویٰ غیر مفضل پر مؤکد ہیں۔ جیسے احوط احتیاط سے اور اخیر۔ اختیار سے اور اوجہ وجیہ سے احتیاط۔ دو دلیلوں سے قوی دلیل پر عمل کرنے کا نام ہے۔ لیکن احتیاط کی وجہ سے جس مسئلہ میں دو قول ہوں ایک اصح دوسرا صحیح تو صحیح کو لینا بہتر ہے۔ کیونکہ صحیح میں دونوں متفق ہیں۔ یہی حکم ہے۔ اوجہ۔ وجیہ۔ اور احوط و احتیاط میں اور جس معتبر کتاب کی ایک روایت کے ساتھ "اصح" "اولیٰ" یا "اوفق" کا لفظ ہو دوسری میں نہ ہو تو اس صورت میں مفتی مختار ہے جس روایت پر فتویٰ دیدے۔ اگرچہ روایت اصح۔ اولیٰ و اوفق پر فتویٰ بہتر ہے۔ لیکن جب ایک روایت میں یہ مذکور ہو اسی پر فتویٰ ہے اسی کو لیا جاتا ہے۔ اسپر فتویٰ ہے۔ تو دوسری روایت پر فتویٰ نہ دیا جائے مگر کہ اس روایت مخالف کو صاحب ہدایہ یا صاحب کافی نے لکھا ہو کہ یہی "صحیح" ہے تو پھر مفتی مجتہد مختار ہے کہ جو اس کے نزدیک اقویٰ دلیلاً ہو یا زمانہ کے لحاظ سے مناسب لائق یا اصلح ہو فتویٰ دیدے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ جس مسئلہ پر ہمارے ائمہ احناف کا اتفاق ہو اسپر قطعاً فتویٰ دیا جائیگا۔ اگر اختلاف ہو اور مشایخ مجتہدین نے کسی کی تصحیح نہ لکھی ہو تو پہلے امام صاحب کا قول ہے اگر یہ نہ ہو تو ابو یوسف کا ورنہ محمد کا بالترتیب۔ . . . . با قوت دلیل پر مطلع ہوتے ہوئے جس صاحب کے قوی دلیل مؤید ہو اس پر فتویٰ ہوگا اگر دونوں اختلافی مسائل کی تصحیح کی گئی ہو۔ ایک روایت میں اصح۔ دوسری میں صحیح تو بعض نے اصح پر بعض نے صحیح پر فتویٰ دینا کہا ہے اگر دونوں روایت تفضیل ہوں یا نہ تو مفتی مجتہد کو اختیار ہے۔ حـ کسی قاضی یا مفتی کو سوائے راجح قول فقہا کے مرجوح (یعنی ضعیف قول) پر عمل جائز نہیں۔ نیز ضعیف قول پر فتویٰ بھی ناجائز ہے بلکہ خود قاضی و مفتی کو بھی اسپر عمل کرنا جائز نہیں چونکہ ضعیف قول مرجوح کے حکم میں ہوتا ہے اور مرجوح منسوخ کے حکم میں ہے۔ لیکن مذکورہ ضعیف قول پر فتوے جب ناجائز ہے کہ ضرورت کا موقع نہ ہو ورنہ گاہے ضرورت کے موقع پر ضعیف قول پر فتویٰ اور عمل بھی جائز ہے۔ جیسے حیض کے خونوں میں بہت سے ضعیف اقوال بھی ہیں اگر مفتی ضرورت کے باعث ان میں سے کسی پر آسانی حائضہ کیلئے فتویٰ دیدے تو جائز ہے۔ ایسے ہی ابو یوسف کا قول منی کے شہوت ٹھیر کر نکلنے پر جبکہ کوئی احتلام ہوتے وقت ذکر پکڑ لے غسل کے فرض نہ ہونے کا ضعیف ہے لیکن مسافر یا اس مہمان کو جس پر تہمت و شک کرنیکا گمان ہو تو پھر قاضی کو اسی ضعیف قول پر فتویٰ دینا اور ایسی صورت میں خود بھی عمل کرنا جائز ہے۔ مفتی و قاضی میں یہ فرق ہے کہ مفتی فتوے دینے والا اور قاضی اسکا لازم کرنیوالا ہوتا ہے (کہ اسکے حکم کی تعمیل ضروری ہوتی ہے جسے جبراً بھی کراتا ہے۔ احقر) اور مجتہد قاضی کو اپنی رائے و مذہب کے خلاف فتویٰ دینا ناجائز ہے خواہ عمداً دے یا بھول کر اور غیر مجتہد مفتی و قاضی کی قضا و فتویٰ (سوائے مواضع مستثنیٰ کے ضرورت کے باعث) اپنے مذہب کے خلاف یا ضعیف روایت و قول ضعیف پر بالکل جاری و صحیح نہیں ہوتا۔ حـ اور فقہا کے سات مراتب ہیں۔

حـ۔ کر سکتا اور محمدؒ کی روایت پر خود کو سکتا ہے۔ اور بر روایت ابو یوسفؒ خود بھی نہیں کر سکتا اور جو بحر الرائق میں ہے کہ اگر مقلد مفتی غیر مذہب یا ضعیف قول یا روایت پر فتویٰ دیدے تو جائز ہے وہ ضعیف ہے۔ حـ ١٢ منہ

پہلا طبقہ مجتہد فی الشرع کا۔ جیسے چاروں امام ابو حنیفہؒ (النعمان بن ثابت بن نعمان) وشافعیؒ یعنی محمد ابن ادریس شافعی قرشیؒ و
مالکؒ ابن انسؒ بن مالک ؒ و محمد بن احمد بن حنبلؒ ہیں وہ جو شخص اصول و قواعد کے برآمد کرنے میں ان ائمہ حضرات کا مسلک طریقہ اختیار کرے اور
اس پر قادر بھی ہو دوسرا طبقہ مجتہد فی المذہب کا ہے جیسے ابو یوسفؒ یعقوب ابن ابراہیم ابن خنیس انصاریؒ اور محمدؒ ابن الحسن شیبانیؒ اور باقی
شاگرد امام صاحبؒ کے جو دلائل کتاب اللہ حدیثوں سے اپنے استاذ امام صاحبؒ کے مقرر کردہ قاعدوں کے مطابق احکام استنباط کرنے پر
قادر تھے اور فروعات میں اپنے استاذ سے اختلاف رائے بھی کر سکتے ہیں۔ تیسرا طبقہ مقلدین مجتہد فی المسائل کا ہے کہ جس مسئلہ میں کسی
امام یا انکے شاگردوں سے تصریح نہ ہو اور وہ اس مسئلہ میں اپنے اجتہاد سے فتویٰ دیدیں۔ جیسے خصافؒ وابو جعفر طحاویؒ وابو الحسن کرخیؒ اور
شمس الائمہ حلوانیؒ وشمس الائمہ سرخسیؒ و فخر الاسلام بزدویؒ و فخر الدین قاضیخانؒ اور ان جیسے حضرات کا کیونکہ یہ حضرات اماموں کی کسی مخالفت
اصول و فروع پر قادر نہیں۔ لیکن جن مسائل میں ائمہ حضرات سے تصریح نہیں انہیں کے مقررہ قواعد و اصول پر مسائل استنباط کر کے
موافق امام فتویٰ دے سکتے ہیں۔ چوتھا طبقہ ان مقلدین کا ہے جو صرف مجمل و مبہم اقوال کی تفصیل کر سکیں چونکہ وہ اجتہاد و استنباط
پر قادر نہیں لیکن مقررہ اصول و قواعد پر پورے طور سے حاوی ہونیکے باعث اپنے ائمہ کے امر مجمل یا دو وجہی یا محتمل کی تفصیل کر سکتے ہیں
جیسے علامہ رازیؒ اور ان جیسے حضرات۔ پانچواں طبقہ ان مقلدین کا ہے جو ایک مسئلہ کو دوسرے پر ترجیح دے سکتے ہیں۔ اور تفصیل
امر مبہم و ذو جہتی وغیرہ پر قادر نہیں مگر اپنی علمی لیاقت خداداد کے باعث کسی ایک مسئلہ کو دوسرے پر ترجیح دے سکتے ہیں۔ جیسے ابو الحسن
قدوریؒ و صاحب ہدایہؒ اور ان جیسے حضرات۔ چھٹا طبقہ ان مقلدین کا ہے جو صاحب ترجیح تو نہیں کہ کسی مسئلہ کو راجح قرار دے سکیں مگر
اقویٰ و قوی اور ظاہر روایت و نوادر روایات میں تمیز کر سکیں۔ جیسے متاخرین فقہاء سے معتبر فقہ کے مصنف جیسے صاحب کنز
و مختار و صاحب وقایہ اور مجمع۔ چونکہ یہ حضرات ضعیف و مردود قول و روایت کو نقل نہیں کرتے۔ ساتواں طبقہ ان مقلدین کا
ہے جو مذکورہ تمیز پر بھی قادر نہ ہوں جیسے صاحب در مختار وغیرہ جیسے حضرات (اور علامہ شامی تو انسے بھی متاخر ہیں۔ احقر) تو ان حضرات
کو حسب ذکر ما سبق (یعنی جیسے متقدمین علماء نے راجح وغیرہ قرار دیا ہو) بطریق ذیل عمل کرنا پڑے گا۔ کہ پہلے اتفاقیہ مسئلہ ائمہ احناف پر۔
(یعنی جس پر امام صاحبؒ اور آپکے شاگرد متفق ہوں) قطعاً فتویٰ دیا جائیگا۔ اگر مسئلہ میں اماموں کا اختلاف ہو تو پھر امام صاحبؒ کا قول ہونے پر
پہلے امام صاحبؒ کے قول پر (سوائے بعض اقوال مستثنیٰ کردہ کھیتی وغیرہ کے) فتویٰ ہوگا بعد میں ابو یوسفؒ کے قول پر پھر محمدؒ کے قول پر
(جبکہ ابو یوسفؒ کا کوئی قول نہ ہو) فتویٰ دیا جائیگا۔ ہ۔ ص ۴۵ صحیح تر قول میں مفضول (یعنی غیر افضل) کی تقلید افضل کے ہوتے ہوئے جائز
ہے اور مقلد کو اختیار ہے جسکی تقلید چاہے کرلے (اگرچہ افضل کی تقلید بوجہ قول اکثر فقہاء کے" بہتر ہے۔ احقر) کیونکہ مقلد کو مطلق مجتہد کی تقلید
واجب ہے۔ لیکن امام مفضول کی تقلید کی صورت میں مقلد کو اپنے امام (مفضول) کے اتباع پر صحت قول مذہبی کا یقین یا غالب گمان
نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ یہ گمان کرے کہ میرے امام (مفضول) کا مسلک و طریقہ حق ہونے کا احتمال رکھتا ہے ہ۔ ص ۴۵ ایسے ہی جو شخص دو
مجتہدوں سے مسئلہ پوچھے اور ان دونوں نے مختلف جواب دیا تو اس صورت میں سائل کو خیار رہے جس جواب پر اسکا دل مائل ہو پسند کر کے
اسپر عمل کرے اور دوسرے جواب پر بھی عمل کر سکتا ہے کہ اسکا ایک جواب کو پسند کرنا نہ کرنا غیر معتبر ہے (کہ اسے دلائل مجتہدین کی قوت و ضعف
کا علم نہیں ہے۔ احقر) کیونکہ مقلد کو مطلق مجتہد کی تقلید کا حکم ہے ہ۔ اور علماء احناف کے نزدیک صحیح تر قول میں کسی معین مذہب
(جیسے حنفی یا مالکی یا شافعی وغیرہ) کے التزام سے مقلد پر وہ مذہب لازم نہیں ہو جاتا چند سطروں کے بعد مفصل مذکور ہے۔ اگر کسی مقلد سے
کوئی پوچھے کہ کونسا مذہب صحیح ہے تو یہ جواب دیوے کہ میرا مذہب غالب ظن میں صحیح ہے اور دیگر مذاہب (شافعیہ۔ مالکیہ وغیرہ) خطا کا احتمال رکھتے
ہیں۔ اور مخالف مذہب والے کی نسبت یہ کہے کہ مخالف کا مذہب میرے نزدیک خطاء کا گمان رکھتا ہے جسمیں صحت کا بھی احتمال ہے۔
چونکہ احناف کے نزدیک مسلم ہے کہ مجتہد مغالطہ میں بھی واقع ہو جاتا ہے اسپر بھی مختار قول پر اسے اجتہاد کا ثواب ملتا ہے۔ نیز مختار
قول کی بنا پر عند اللہ ہر مسئلہ میں ایک ہی معین حکم ہے جسکی صحت چاروں مذاہب میں سے کسی ایک غیر معین میں دائر ہے ہ۔ ص ۴۹ جیسے بنا بر

اصح قول احناف (جو چند سطور پہلے ص۲۵ کی تحریر میں ذکر ہو چکا ہے) اور بوجہ ترجیح علامہ شامی کسی مذہب کا التزام نہ ضروری ہے نہ التزام سے مذہب لازم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہر مقلد کو اپنے مذہب کے خلاف کسی عمل کو دوسرے مذہب کا مقلد ہو کر دوسرے مذہب کی بنا پر اس عمل کی جمیع شرائط پوری کرنے پر ادا کرنا جائز ہے۔ جیسے مثلاً حنفی وغیرہ شخص کبھی شافعی وغیرہ مذہب کی پابندی شرائط سے نماز پڑھے تو وہ روکا جائے اور اس کی یہ نماز جائز ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ التزام مذہب معین ضروری نہیں نہ التزام سے لازم ہو جاتا ہے اور یہ جو در مختار میں مذکور ہے کہ عمل کر لینے کے بعد تقلید سے رجوع بالاتفاق باطل ہے اسکا یہ مطلب ہے کہ مثلاً ایک عمل و فعل کو ایک مذہب کی تقلید سے صحیح طور پر ادا کرنے کے بعد دوسرے امام کی تقلید سے اس فعل کا باطل کرنا جائز نہیں (اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک مذہب کی تقلید سے دوسرے مذہب کی باطل ہوتی ہے) ایسے ہی اگر کوئی ایک حادثہ میں دو مذہبوں کے باہمی ایسے متضاد امور و افعال کو جمع کرے کہ پہلے فعل کا اثر باقی ہے۔ یا ایسے دو حادثوں میں جنہیں آپس میں تعلق ہو باہمی متضاد افعال دو مذہبوں کے جمع کرے تو یہ جمع کرنا جائز نہیں۔ جیسے کوئی وضو والا شخص اپنی عورت کو بھی چھو لے اور خون بھی اسکے بدن سے جاری ہو جائے پھر بھی نماز پڑھ لے تو اسکی نماز شافعی و حنفی دونوں مذہبوں پر فاسد ہے خون جاری ہونے سے مذہب احناف پر اور چھونے سے مذہب شافعیہ پر۔ اسیطرح ہی اگر کوئی شخص ایسی ہی نماز میں کتے کی طہارت کا یقین کرتے ہوئے کتے کے چمڑے کے مصلے پر (کہ کتا مالکیہ کے نزدیک پاک ہے) شافعی مذہب کی بنا پر وضو میں بعض سر کا مسح کر کے نماز پڑھ لے تو دونوں مذہب کے لحاظ سے اسکی نماز فاسد ہو جائیگی۔ مذہب مالکیہ پر اسلئے کہ تمام سر کا مسح نہیں کیا گیا جو انکے نزدیک فرض ہے۔ اور مذہب شافعیہ پر اسلئے کہ کتا ناپاک ہے اسی طرح ہی مذکورہ ذیل مسئلہ دو حادثوں متعلق باہمی میں متضاد افعال ہر دو مذہب جمع ہو جانے سے ناجائز ہونے کا حکم ہے جیسے کوئی حنفی شخص کسی کے جبر سے اپنی بیوی کو طلاق دیکر سالی سے نکاح کر لینے کے بعد شافعی مذہب مفتی سے بیوی کی طلاق کا مسئلہ پوچھے جسپر مفتی اُسے فتویٰ دیدے کہ تیری بیوی طلاق نہیں ہوئی (کہ مذہب شافعیہ میں جبراً طلاق واقع نہیں ہوتی) اور مذہب حنفی میں جبراً بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ تو اب اس شخص کو مذہب شافعی کی تقلید کی بنا پر پہلی بیوی سے وطی ناجائز ہے اور تقلید مذہب حنفی کی بنا پر دوسری سے اسی طرح ہی مذکورہ ذیل مسئلہ میں ایک مذہب کی بنا پر عمل کر لینے کے بعد دوسری مذہب کی تقلید سے اس عمل سے رجوع کرنا باطل ہے جیسے کوئی حنفی وضو کر کے چوتھائی حصہ مسح سر کر کے (جو حنفیہ کے نزدیک مقدار فرض ہے) نماز ادا کر لینے کے بعد مالکی مذہب کی تقلید کی بنا پر (کہ ان میں کل سر کا مسح فرض ہے) پہلی نماز کو باطل قرار دے تو یہ باطل ہے بلکہ پہلی ہی نماز جائز ہوگی۔ مگر کہ جس شخص نے پورے طور پر اپنے مذہب کے مطابق پابندی شرائط کرتے ہوئی صحیح طور پر گمان کر کے نماز ادا کر دی بعد میں کسی وجہ سے اپنے مذہب کی بنا پر نماز باطل معلوم ہو جانے پر ایسے دوسرے مذہب کی تقلید کرے جس پر اسکی نماز جائز ہو جائے تو یہ تقلید و نماز جائز ہے کیونکہ ابو یوسف سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ جمعہ کے دن ایک حمام سے غسل کر کے نماز جمعہ پڑھ لی بعد میں معلوم ہوا کہ حمام سے مردہ چوہا نکلا ہے تو ابو یوسف فرمانے لگے کہ آج ہم اپنے مدینہ شریف کے علماء بھائیوں کے قول کو لیتے ہیں جو یہ ہے کہ جب پانی دو مشکوں کی مقدار ہو تو وہ نجاست کے پڑنے سے قبل ظہور اثر ناپاک نہیں ہوتا) (جس بنا پر انہوں نے اپنی نماز درست ٹھہرائی۔ احقر) ص۲۵

عقائد کی درستی ہر مسلم مکلف پر کسی کی تقلید بغیر بھی واجب ہے کہ جب ہمیں اپنے عقائد سے پوچھا جائے تو ہمیں یہ کہنا فرض ہے کہ ہمیں ہم اہل سنت ہی حق پر ہیں۔ اور ہمارے مخالف غیر اہل السنت یقیناً باطل پر ہیں۔ اور ہمارے عقائد وہ ہیں جن پر علماء اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے اور وہ علماء اشاعرہ اور ماتریدی ہیں جن کا آپس میں برائے نام اختلاف ہے ...... جیسے اختلاف لفظی بھی کہا جاتا ہے اور ہمارے مخالفین کے (جو بدبختی دکافر ہیں) گندے عقائد میں سے یہ بھی ہیں۔ کہ جہان قدیم ہے اور اسکا صانع (بنانے والا) کوئی نہیں۔ اور کوئی رسول نہیں بھیجا گیا۔ اور قرآن مجید مخلوق ہے یعنی نیا بنایا گیا ہے قدیم نہیں۔ اور جو برائی بندے سے ہوتی ہے وہ بلا ارادہ خدا تعالیٰ ہوتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ جیسے عقائد باطلہ ہیں۔ جو قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے) ص۶۵-۶۷ احناف کے مسائل تین اقسام و تین طبقوں پر مشتمل ہیں۔ پہلی قسم مسائل ظاہر روایت ہیں جو امام

اعظمؒ اور ابو یوسفؒ اور محمدؒ سے بہ روئے تواتر یا مشہور روایات ثقہ اشخاص مروی و منقول ہیں ان مسائل کا نام ظاہر روایت بھی اسی وجہ سے رکھا گیا۔ کہ ان کی روایت بزرگ اماموں سے قوی طور پر ثابت ہے۔ اور ظاہر روایت کی یہ چھ کتابیں ہیں (۱) مبسوط (۲) جامع صغیر (۳) زیادات یا سیر (۴) نوادر۔ شش کتب را ظاہر روایت میگویند یعنی مبسوط و جامع صغیر و جامع کبیر و زیادات۔ و سیر صغیر و سیر کبیر یہ چھ کتابیں ظاہر الروایت میں جنہیں امام محمدؒ نے جمع کیا اور لکھا ہے۔ اور دوسری قسم شاذ نوادرہ مسائل کی ہے جو مذکورہ ائمہ حضرات سے مذکورہ کتب کے علاوہ دوسری کتابوں امام محمدؒ میں مذکور ہوں۔ جیسے کیسانیات اور ہارونیات اور جرجانیات اور رقیات وغیرہ چونکہ یہ مسائل ظاہر روایت کی کتابوں کی طرح یہ روایت ظاہرہ امام محمدؒ سے صحیح اور ثابت طور پر منقول نہیں۔ اور حسن بن زیاد وغیرہ جیسے حضرات کی کتابیں بھی نوادرات سے ہیں۔ ایسے ہی کتب امالی جو ابو یوسفؒ سے مروی ہے جنہیں مجتہد استاد اپنی طرف سے (بفضلہ وکرمہ تعالیٰ) شاگردوں پر بلا روایت از ائمہ پڑھے اور وہ لکھتے جائیں۔ ایسے ہی ابن سماعہ اور معلی ابن منصور وغیرہ جیسے حضرات کی روایت مفردہ معینہ مسائل میں نوادرات سے ہے تیسری قسم مسائل واقعات ہیں جنہیں مجتہدین و متاخرین کو برتقدیر سوال سائل کوئی روایت ائمہ متقدمین نہیں ملی تو پھر مقررہ قواعد کی بنا پر استنباط کر کے جواب دیا گیا ہو۔ اور ان مجتہدین و متاخرین سے مراد ابو یوسفؒ اور محمدؒ کے شاگرد یا انکے شاگردوں کے شاگرد علیٰ ہذا القیاس مراد ہیں۔ جیسے عصام بن یوسفؒ اور ابن رستم اور محمد بن سماعہ اور ابو سلیمان جرجانی اور ابو حفص بخاری اور انکے بعد کے جیسے محمد بن سلمہ و محمد بن مقاتل و نصیر بن یحییٰ اور ابو النصر قاسم بن سلام۔ اور ان مذکورہ علماء کے متعلق اس بات پر اتفاق ہے کہ انہیں قوی دلائل و اسباب کے ظاہر و ثابت ہو جانے پر متقدمین کی مخالفت مضر نہیں اور ان علماء میں جس صاحب نے کتاب فتویٰ اول جمع و تالیف کی ہے وہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی ہیں کہ انہوں نے "نوازل کتاب" پہلے بنائی انکے بعد دوسرے علماء و مشائخ نے بہت کتابیں بنائی ہیں جیسے مجموع النوازل اور واقعات علامہ ناطفی نے اور واقعات صدر الشہید نے۔ پھر بعض متاخرین نے ان مسائل کو ظاہر روایت وغیرہ میں خلط ملط کر کے ذکر کر دیا ہے جیسے صاحب فتاویٰ قاضیخان اور خلاصہ وغیرہ نے اور بعض نے ظاہر روایت اور نوادرات کے مسائل جدا جدا بیان کئے ہیں انہوں نے بہت اچھا کیا ہے جیسے رضی الدین سرخسی نے اپنی مؤلفہ کتاب محیط میں ذکر کیا ہے۔ اور امام محمدؒ نے سب سے پہلے کتاب "اصل" کو تصنیف کیا ہے اسلئے اسکا نام "اصل" رکھا گیا کہ در اصل تصنیف اول وہی ہے اسکے بعد جامع صغیر پھر جامع کبیر پھر زیادات تصنیف کی بعض نے کہا ہے کہ آخر تصنیف محمدؒ کی سیر کبیر ہے اور بعض فقہا نے لکھا ہے کہ اکثر کتابیں محمدؒ نے ابو یوسفؒ سے پڑھی ہیں مگر جنکے نام میں کبیر کا لفظ آتا ہے وہ خود محمدؒ کی مصنفہ ہیں جیسے جامع کبیر و سیر کبیر وغیرہ۔ غریب شاذ و نادر کتابوں سے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ ایسے ہی مختصر کتابوں سے فتویٰ دینا بھی جائز نہیں جیسے فتاویٰ النہر اور عینی شرح کنز اور تنویر الابصار کی شرح "در مختار" سے وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی ان کتابوں سے بھی فتویٰ دینا جائز نہیں جنمیں ضعیف اقوال بھی منقول ہوں۔ جیسے فتاویٰ قنیہ مؤلفہ زاہدی ایسے ہی ان کتابوں سے فتویٰ ناجائز ہے جنکے مصنفوں کا حال معلوم نہ ہو جیسے "ملا مسکین" شرح کنز۔ اور "قہستانی" شرح نقایہ وغیرہ سے یعنی جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ یہ مسئلہ کس معتبر عالم سے منقول ہے اور کس سے لیا گیا ہے یا جب تک ایسے عالم سے نہ سنا گیا ہو جو علم فقہ میں ممتاز اور بری الذمہ ہونے میں مشہور علامہ ہو۔ تب تک اس مسئلہ پر فتویٰ دینا ناجائز ہے۔ اور فتاویٰ الاشباہ اور النظائر پر بھی فتویٰ دینا جائز نہیں چونکہ وہ مختصر ہیں جنکے باعث مفتی کو مغالطہ لگجانے کا خطرہ ہے۔ یعنی جب تک مختصر فتاووں کی تشریح انکے شروح و حواشی سے نہ دیکھی جائے فتویٰ نہ دیا جائے اور فتاویٰ ابن نجیم و فتاویٰ طوری غیر معتبر ہیں ۱۲۔ صفحہ ۱۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العلمین۔ والعاقبۃ للمتقین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ افضل الانبیاء والمرسلین وآلہ وذریتہ واصحابہ اجمعین والحق یا للہ یتوکل ویستعین لانہ الموفق والمعین مسائل بسم اللہ۔ باری تعالیٰ کے اسم معظم اللہ کے لفظ میں اختلاف ہے کہ یہ سریانی ہے۔ یا عربی۔ اسم ہے یا صفت مشتق ہے یا غیر مشتق یعنی جامد علم ہے یا غیر علم مرتجل ہے یا غیر مرتجل۔ لیکن جمہور علماء کا یہ قول ہے

۵ بیان ... در مختار کے اصل مقصودی مسائل ... فقہ ... جن کی تشریح علامہ شامی کرتے ہیں ۱۲

کہ لفظ معظم "اللہ تعالیٰ" عربی علم اور مرتجل ہے (مرتجل وہ ہوتا ہے جسکے اصل کا کوئی لحاظ نہ ہو) انہیں جمہور علما سے حضرت امام اعظم
اور امام محمد بن الحسن اور امام شافعی اور خلیل رح ہیں۔ اور ہشام نے امام محمد سے نقل کیا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک یہی "اللہ تعالیٰ"
اسم اعظم ہے اور اسی پر امام طحاوی اور بہت سے علماء عارفین کا اتفاق ہے جتنے کہ اولیاؤں اور عارفوں کے نزدیک اس سے بڑھکر
کوئی ذکر افضل نہیں۔ ص۵۔ بسم اللہ۔ ذبح و شکار کرتے وقت واجب ہے جبکہ سکھیے ہوئے کتے باز وغیرہ کا جنکے سکھنے کے
مسائل آیندہ اپنے محل پر انشاءاللہ آئینگے چنانچہ کتے کی تعلیم یہ ہے کہ شکار پکڑ کھانے نہ لگے اسے وغیرہ شکار پر چھوڑا جائے ورنہ عمداً
بلا بسم اللہ پڑھے شکار حرام ہوگا۔ اور عمداً بسم اللہ ترک کرنے سے جانور حرام ہو جاتا ہے۔ اگر بھولے سے ترک ہو جائے تو پھر ذبح وغیرہ
جائز اور اس جانور کا گوشت کھانا حلال ہے (چونکہ صحیح احادیث میں ایسے مذکور ہے۔ احقر) اور بسم اللہ کی بجائے ذبح و شکار کی وقت
اللہ تعالیٰ کا ہر وہ ذکر جو اللہ تعالیٰ کیساتھ خاص ہو جائز ہے۔ جیسے مثلاً ذبح و شکار کے وقت پڑھا جائے بسم خالق الارض والسموات
وغیرہ۔ اور بعض کتابوں میں ہے کہ ذبح کے وقت الرحمن الرحیم نہ پڑھا جائے کیونکہ ذبح وغیرہ الرحمن الرحیم کے مناسب نہیں کہ اسمیں خلاف
رحمت ہے۔ لیکن یہ ضعیف ہے کہ فتاوی جوہرہ میں ہے کہ ذبح وغیرہ کے وقت تمام بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا اچھا ہے بدلیل
قولہ تعالیٰ۔ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔ الآیہ وقولہ تعالیٰ۔ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ۔ وقولہ تعالیٰ۔ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ
وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ۔ الآیہ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی اشیاء انسان کے نفع کیلئے پیدا کی ہیں۔ اور جس حلال چیز پر بسم اللہ پڑھی
جائے اُسے کھاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ نے چارپائے پیدا کر کے بعض کو انسان کی سواری اور بعض کو کھانیکے لئے بنایا۔ جب حلال چیزیں
اللہ تعالیٰ نے بندہ کے کھانیکے لئے بنا کر انکے کھانیکی اجازت دیدی تو خلاف رحمت نہ ہوگا۔ اگر خلاف رحمت ہوتا تو اجازت نہ دی
جاتی کہ اللہ فرماتے ہیں وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ اور قُل لِّلَّهِ كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ اور اللہ
تعالیٰ نے اپنے پر رحمت لازم قرار دی ہے۔ اور جو لوگ ذبح وغیرہ کو جہالت کے باعث ظلم کہتے ہیں وہ بھی غلط ہے اگر ظلم ہوتا تو
اللہ تعالیٰ کیوں اجازت دیتے باوجودیکہ قرآن مجید میں ہے قولہ تعالیٰ۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔ الآیہ۔ کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز پر
ذرہ بھر ظلم نہیں کرتے اور بندہ بھی اپنی مملوکہ شے وہ چیز ذبح کرتے پر ظالم نہیں کہلاتا۔ چونکہ ظلم بے محل تصرف کرنیکا نام ہے ایسے
ہی تفسیر خازن وغیرہ و غلیۃ میں مذکور ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حکم ذبح اور بندہ کے ذبح کرنے پر ظلم کا اطلاق منع ہے کہ وہ سب
کام برمحل تصرف میں آرہے ہیں نہ بے محل۔ احقر) اور بسم اللہ شریف وضو کے شروع اور حلال کھانے اور ہر نیک کام کے
شروع میں سنت ہے اور بسم اللہ کا فاتحہ اور سورت کے درمیان پڑھنا بھی جائز یا مستحب ہے جسکی تفصیل انشاءاللہ آئندہ بنا بر اختلاف
اقوال فقہا اپنے محل پر آئیگی۔ اور اکثر علما کے نزدیک صحیح تر قول پر نماز میں سورہ فاتحہ (یعنی الحمد شریف) سے پہلے بسم اللہ شریف کا پڑھنا
سنت ہے۔ اور بسم اللہ اٹھتے بیٹھتے اور شروع چلتے وقت مباح ہے اور بسم اللہ شریف ناپاک جگہ اور ستر گاہ ننگی ہوتے وقت
مکروہ ہے اور بعض مشائخ نے سورہ انفال کے شروع میں بسم اللہ کا پڑھنا مکروہ کہا ہے۔ نیز حقہ سگریٹ وغیرہ پیتے اور ہر بودار
چیز (جیسے پیاز لہسن وغیرہ) کھاتے وقت بسم اللہ مکروہ ہے اور حرام کھاتے واستعمال کرتے وقت بسم اللہ کا پڑھنا حرام ہے
بلکہ فتاوی بزازیہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ قطعی حرام پر بسم اللہ پڑھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ نیز جنبی شخص اور حیض و نفاس والی
عورت کو بسم اللہ کا بغرض تلاوت پڑھنا حرام ہے۔ اگر ذکر و ثنا کے ارادہ سے پڑھے تو پھر جائز ہے۔ ص۵۔ مسائل الحمد للہ
یعنی الحمد شریف نماز میں پڑھنی واجب ہے۔ اور دعا مانگنے سے پہلے اور ہر خطبہ میں اور کھانے پینے کے بعد سنت ہے۔ اور یوں ہی بلا سبب
پڑھنی مستحب ہے۔ اور ناپاک جگہوں میں پڑھنی مکروہ ہے۔ اور حرام کھانے پینے کے بعد حرام ہے بلکہ بزازیہ میں ہے کہ اس شخص کے کفر
کا ڈر ہے چونکہ بعض کے نزدیک کافر ہو جاتا ہے۔ ص۱۱،۱۲ مسائل الصلوٰۃ۔ بمعنے درود وغیرہ کے۔ صلے بمعنے درود و رحمت کا مصدر قیاس
کے لحاظ سے "تصلیۃ" آنا چاہیے مگر یہ متروک ہے کہ کسی سے نہیں سنا گیا۔ اور یہی اکثر کا قول ہے جو قاموس کا بھی مختار ہے۔ لیکن بعض "تصلیہ"

لطائف لین
شیخ عبد القادر
جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
العالمین
سلیمان علیہ السلام

مصدر کہتے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک "صلوٰۃ" بمعنے درود "تصلیہ" کا اسم ہے جو دونوں مستعمل ہیں۔ بخلاف "صلوٰۃ" بمعنے نماز کے کہ اس کا مصدر مستعمل نہیں۔ لیکن جمہور کا یہ قول ہے کہ "صلوٰۃ" لغت میں دعا کے معنے میں حقیقت اور نماز کے معنے میں مجاز ہے اور صلوٰۃ بمعنے درود۔ اللہ تعالیٰ سے بمعنے رحمت اور غیر اللہ سے بمعنے دعا مشترک معنوی کے قبیلہ سے ہے۔ قہستانی نے کہا ہے کہ "صلوٰۃ" بر معنے کا بل ثنا ہے اور یہ بندہ کی وسعت و اختیار میں نہیں لہٰذا ہمکو آئندہ حدیث شریف کی رو سے۔ احقر۔) اللہ تعالیٰ پر سپرد کرنے کا حکم ہوا۔ کہ اللّٰھم صل علیٰ محمد۔ الخ پڑھا ہو۔ اور بعض کے نزدیک صلوٰۃ بمعنے عظمت و تعظیم ہے۔ کہ اللّٰھم صل الخ کیا اللہ عظمہ الخ کہ یا الٰہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑائی و عظمت مرحمت فرمائے۔ یعنی دنیا میں ذکر کی بلندی اور شریعت کے اجراء سے اور قیامت میں دگنے اجر و شفاعت اُمت سے۔ اور غنیۃ الطالبین مؤلفہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ مطبوعہ ہند صفحہ ۵۱۶ پر لکھا ہے کہ ابن عطاءؒ کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا درود بمعنے رحمت ہے۔ اور ملائکہ کا بمعنے شفاعت و استغفار ہے اور مومنوں کا بمعنے دعا و ثنا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ حضور پر اللہ تعالیٰ کا درود بمعنے وصال اور وصلہ ہے! اور ملائکہ کا حضور کے دل کی نرمی کے معنے میں ہے اور مومنوں کا درود حضور کی متابعت اور محبت کے معنے میں مستعمل ہے اور اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا درود بمعنے زیادتی عزت و حرمت حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اور ملائکہ کا درود بمعنے اظہار کرامت حضور اور اُمت کا درود بمعنے طلب شفاعت ہے۔ احقر۔) صلوٰۃ یا سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل یا صحابہ پر آپکے تابع کر کے بھیجنا چاہیئے۔ اور مستقل آل و صحابہ پر درود یا سلام مکروہ ہے جیسے ہی تفسیر مدارک و بیضاوی شریف میں مذکور ہے اور ایسے ہی عینی و معیار شرح کنز جلد دوئم کتاب الفرائض سے کچھ پہلے مذکور ہے۔ اور ایسے ہی اسی جگہ بحر الرائق شرح کنز میں مذکور ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل و صحابہ پر آپکے تابع کر کے درود و سلام پڑھا جائے اور مستقل طور پر نہ پڑھا جائے بلکہ مستقل طور آل و اصحاب کے افراد پر "رضی اللہ" کا اطلاق۔ اور تابعین پر "رحمہ اللہ" اور بعد کے پابند شرع بزرگ اولیاؤں علماؤں پر "غفرہ اللہ" و "تجاوزہ اللہ" کا اطلاق مستحب ہے اور انبیاء و ملائکہ پر صلوٰۃ و سلام ہی پڑھا جائے۔ اور مستخلص شرح کنز میں ہے کہ راجح قول میں آل و اصحابؓ کے افراد پر "رحمہ اللہ" کا اطلاق اور اُنکے بعد کے تابعین وغیرہ حضرات مشائخ پر "رضی اللہ" کا اطلاق بھی جائز ہے۔ لیکن خلاف اولیٰ ہے چونکہ معتبر فتاویٰ بحر الرائق میں اسکے خلاف مذکور ہے۔ احقر۔) اور درود شریف کا مذکورہ ذیل الفاظ میں پڑھنا افضل ہے۔ یعنی اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد۔ الحدیث۔ (پوری حدیث صحیح مسلم و صحیح بخاری میں اس طرح مذکور ہے منقول از مشکوٰۃ۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ لَقِیَنِیْ کَعْبُ بْنُ عُجْرَۃَ فَقَالَ اَلَا اُھْدِیْ لَکَ ھَدِیَّۃً سَمِعْتُھَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلٰی فَاَھْدِھَا لِیْ فَقَالَ سَئَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ عَلَّمَنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ متفق علیہ۔ اِلَّا اَنَّ مُسْلِمًا لَمْ یَذْکُرْ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ فِی الْمَوْضِعَیْنِ۔ یعنے عبد الرحمٰن ابن ابی لیلےؓ سے مروی ہے کہ مجھ سے کعب بن عجرہؓ ملکر کہنے لگے کہ تم کو ایک تحفہ دوں جسے میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے میں نے کہا کہ ضرور وہ ہدیہ مجھے بھی دو تو پھر کعب بن عجرہ کہنے لگے کہ ہم نے حضور پرنور سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر درود شریف کسطرح پڑھا جائے اور سلام کے متعلق تو اللہ تعالےٰ نے سمجھا دیا ہے جسپر آپنے فرمایا۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد (آخر) حمید مجید تک پڑھو۔ جیسے نماز کے (آخری قعدہ کے) التحیات میں پڑھا جاتا ہے۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد سے دوسرے حمید مجید تک) لیکن مسلم شریف کی حدیث میں علیٰ ابراہیم دونوں جگہوں میں مذکور نہیں (لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کہ مشکوٰۃ میں اسی کے متصل دوسری حدیث مسلم میں "علیٰ ابراھیم" دونوں جگہوں میں مذکور ہے اور نیز بخاری کی منقولہ در مشکوٰۃ دونوں حدیثوں میں "علیٰ ابراھیم" مذکور ہے۔ تو اسیطرح پڑھنا افضل ہوا۔) اور بعض جہلا جو مذکورہ ذیل طرح درود شریف پڑھنا بہتر جانتے اور جعلی غلط دلائل جاہلانہ پیش کرتے ہیں اور وہ مذکورہ صحیح دلائل احادیث نبویہ وغیرہ شامی کا افضل الفاظ درود اللّٰھم صل علیٰ محمد الخ ہیں وہ آئندہ قول امام صاحب کے باعث مردود و غلط ہیں اور اس طرح پر درود پڑھتے ہیں کہ صلے اللہ علیک یا رسول اللہ وغیرہ جس کی بنیادی غلط دلیل میں آیت

(۵) نیز غنیہ میں ہے کہ مجاہدؒ نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا درود بمعنے توفیق و عصمت ہے۔ اور ملائکہ کا بمعنے مدد۔ اور مومنوں کا بمعنے اتباع ہے ۱۲

The J & K University Library
Acc. No. 26395

ذیل پیش کرتے ہیں قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے حضور علیہ الصلوٰۃ پر درود شریف پڑھتے ہیں اے مومنوں تم بھی درود وسلام آپ پر پڑھو۔ جب مومنوں کو درود پڑھنے کا حکم ہوا ہے تو مومنوں کی طرف سے بطور خطاب درود شریف حضور پر پڑھنا صحیح ہوتا ہے کہ انسان کہے عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اور اللّٰھم صل علی محمد الخ میں تو اللہ تعالیٰ حضور پر درود پڑھتے ہیں مومن نہ دلیل بالکل بے ہودہ وباطل مغالطہ ہے۔ جیسے پہلے قہستانی میں ذکر ہو چکا کہ درود کامل ثنا رہے جو انسان کے اختیار میں نہ ہونے کے باعث اللہ تعالیٰ کے سپرد کردی گئی اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ صحابی کے درود (پڑھنے) کے سوال کے جواب میں اللّٰھم صل علی محمد الخ فرمایا۔ اور وجہ لبطلان قول جہلا یہ ہے کہ صلی اللہ علیک یارسول اللہ میں بھی لفظی معنے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ ہی حضور پر درود پڑھتے ہیں مومن کہ اس درود کا معنے بھی یہی ہے کہ اے حضور آپ پر اللہ تعالیٰ کا درود ہو۔ مومن کی طرف سے جب ہو کہ یوں پڑھے اُصَلِّی عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وغیرہ کہ میں اے حضور خود آپ پر درود پڑھتا ہوں اور اس طرح بلکہ صلی اللہ علیک یارسول اللہ بھی کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں اگر اس طرح پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا۔ مگر خلاف مسنون اور مسنون وبہتر وہی ہے جسے علامہ شامی نے موافق احادیث نبویہ بہتر قرار دیا ہے کہ اللّٰھم صل علی محمد الخ ہے اور جب دنیا کی اچھی چیز کو چھوڑ کر کم درجہ کی چیز حتے الامکان کوئی نہیں اختیار کرتا تو ثواب قیامت کی اچھی چیز کو چھوڑ کر کم درجہ کی چیز والفاظ پر ہٹ دھرمی ضد سے قائم ہو جانا سخت بے بہرگی وکم بختی ہے۔ اللّٰھم وفقنا وایاھم علٰی افضل التسلیم والتصلیۃ۔ اللّٰھم احفظنا وایاھم عن زلتھم الی بطلیۃ۔ مذکورہ بالا دلائل افضلیت اللّٰھم صل علی محمد الخ کے علاوہ خود امام صاحب سے شامی مع درمختار صلہ میں صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ آپنے فرمایا ہے کہ اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ۔ کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے۔ اور بالاتفاق صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیثیں غالباً صحیح ہیں (اور بعد قرآن مجید کے انکا درجہ ہے ایسے ہی شرح نخبہ اصول حدیث میں ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں) اور صحیح حدیثوں سے اللّٰھم صل علی محمد الخ ثابت ہوتا ہے تو امام صاحب کا مذہب بھی یہی ہوا کہ اسی طرح درود شریف پڑھو۔ اور اسکے علاوہ دوسرے لفظوں سے درود شریف کا پڑھنا یقیناً غیر افضل ہے خوب سوچئے تعصب چھوڑ کر انصاف سے کام لیجئے۔ مد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ یا سلام میں سے کسی ایک کا پڑھنا بھی جائز ہے۔ (جیسے رسول علیہ الصلوٰۃ یا علیہ السلام) جو یہی صحیح ہے۔ اور بعض فقہا نے مکروہ کہا ہے لیکن انکی کوئی صریح دلیل نہیں اور نہ ہی کوئی دلیل قیامت تک پیش کر سکینگے۔ بلاکراہت جائز کہنے والوں کی یہ دلیلیں ہیں۔ قولہ تعالیٰ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ یعنی رسولوں اور برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی رسولوں میں سے ایک رسول ہیں۔ اسکے علاوہ اور دلائل بھی ہیں۔ اور نسائی شریف میں صحیح سند سے ثابت ہے۔ صلی اللہ علی النبی۔ اس سے تنہا آپ پر درود پڑھنا ثابت ہوا جیسے آیات سے تنہا سلام پڑھنا ثابت ہوا ہے۔ احقر۔ اور ان بعض فقہا کا اختلاف صرف اپنے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں ہے ورنہ باقی انبیاء کے متعلق وہ بھی صلوٰۃ وسلام تنہا پڑھنا جائز کہتے ہیں صلہ ۱۲ شامی۔ واٰلہ۔ شروع خطبہ کتاب وغیرہ میں اکثر علماء کے نزدیک آل سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ کے وہ قریبی مراد ہوتے ہیں جن پر صدقات وخیرات حرام ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ آل سے جمیع امت اجابت (یعنی جنہوں نے اسلام قبول اختیار کیا) مراد ہے۔ اسی پر امام مالک وازہری ونووی کا اتفاق ہے اور قہستانی ونووی نے اسی کو پسند کیا ہے۔ انکے علاوہ اور

صلہ عدد خلقہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ۔ یعنی عدد خلقہ سے آخر تک الفاظ پڑھنے سے زیادہ ثواب ہوتا ہے کہ انکا یہ معنے ہے کہ تسبیح وحمد الٰہی اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اسکی رضا اور عرش کے وزن اور اس کے کلمات

صلہ لیکن اختلاف سے بچنے کیلئے سلام مع درود پڑھنا افضل ہے۔ صلہ ۱۲۔ ۱۲ منہ

اقوال بھی ہیں لیکن قہستانی نے امت اجابت کو مختار فقہاء متحققین لکھا ہے ۵۔ والصحابۃ۔ اصحاب جمع صاحب کی ہے اور صاحب سے مراد بہ اصطلاح تمام محدثین وبعض اصولیین وہ شخص ہے جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ سے بحالت ایمان ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر اسکی موت ہوئی ہو۔ یا نبوت ظاہر ہونے سے پہلے دین حنیفیت (یعنی اصلی فطرت اسلامی) پر جیسے قولہ تعالیٰ فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا۔ وقولہ علیہ السلام۔ اَلْمَوْلُوْدُ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَاَبَوَاہُ یُہَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ۔ الحدیث۔ یعنے اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی صحیح فطرت پر پیدا کرتے ہیں اور حضور نے فرمایا کہ بچہ اپنی اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے بعد میں اسے والدین یہودی یا نصرانی یا مجوسی وغیرہ اپنے مذہب دین پر کر لیتے ہیں۔ (احقر) پر پیدا ہو کر قبل نبوت ہی مر گیا ہو۔ جیسے زید بن عمرو بن نفیل۔ یا بعد نبوت مسلمان ہو کر (نعوذ باللہ) مرتد ہو کر پھر حضرت کی زندگی میں اسلام لا کر ملاقات نبوی سے مشرف یہ سب صحابہ کہلائینگے۔ لیکن بہ اصطلاح جمہور اصولی حضرات "صاحب" وہ شخص کہلاتا ہے جو بہت مدت تک حضرت پابرکت کی خدمت میں آپ کا تابع ہو کر رہا ہو۔ یعنی اتنی مدت آپکی معیت میں رہا ہو جسپر عرفاً "صاحب فلاں کا" (یعنے فلاں کا یار دوست کا اطلاق کیا جائے جسمیں مدت صحبت کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ اور یہی قول صحیح تر ہے اور اس دوسرے قول کی بنا پر کسی صحابی کے (نعوذ باللہ) مرتد ہو کر پھر اسلام لانے پر حضرت کی ملاقات وصحبت نہ میسر ہوتے ہوئے بھی صحابی رہیگا۔ اسی سبب سے شافعیؒ کے نزدیک (جب تک کوئی مرتد بحالت ارتداد نہ مر جائے اسکے عمل باطل نہیں ہوتے یعنی جب بعد ارتداد اسلام لا کر مرے) مرتد شخص کا اسلام لانیکے بعد صحابی رہنا ظاہر ہے۔ مگر امام صاحبؒ کے نزدیک ارتداد سے عمل باطل ہو جاتے ہیں اور حضور پر نور کی معیت وملاقات وصحبت اشرف اعمال سے ہے یہ بھی بلحاظ ثواب باطل ہو جائیگی چونکہ احناف کے نزدیک ارتداد کے بعد اسلام لانے پر فقط اعمال ثواب سے خالی ہو کر لوٹ آتے ہیں اسی واسطے انکی قضا واجب نہیں ہوتی اگر قضا کا سبب نہ باقی ہو ورنہ قضا واجب ہوگی ۔[۵] اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر حضرت علیہ الصلوٰۃ کی زندگی میں کوئی صحابی (نعوذ باللہ) مرتد ہو کر اسلام لانے کے بعد حضور کی صحبت وملاقات سے مشرف نہ ہو تو وہ بھی صحابیؓ کہلائیگا۔ (یہ قول ضعیف ہے) اور علم فقہ کی فضیلت اور اس کے فرض عین وکفایہ ہونیکے متعلق دیباچہ میں مفصل ذکر ہو چکا ہے اور ذیل میں بھی درج ہے۔ قولہ علیہ السلام۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ ابن ماجہ وقولہ تعالیٰ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْہُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّہُوْا فِی الدِّیْنِ۔ الآیۃ۔ مسلمانوں کے ہر فرقہ سے ایک جماعت علم دین سیکھنے کیلئے جانی چاہئے۔ ایضاً قولہ تعالیٰ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ یعنی مسلمانو تم میں سے ایک جماعت بھلائیوں کا حکم کرنے اور منع باتوں سے روکنے والی ہونی چاہئے۔ وقولہ علیہ السلام۔ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ بخاری ومسلم جس شخص کی بھلائی کا اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے ہیں اسے دین میں فہم عطا فرماتے ہیں۔ یعنی ہر مکلف پر اپنی ذاتی ضروریات دینی وغیرہ کے متعلق علوم سیکھنے فرض عین ہیں۔ اس کے علاوہ فرض کفایہ اور جو علم ہر مرد عورت امیر غریب سب پر سیکھنا فرض ہے۔ وہ نماز روزہ وغیرہ کا علم ہے جو ہر ایک کی ذات سے متعلق ہے اسی طرح تصدیق بما جاء بہ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ جو احکام حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے سب کا دل سے ماننا اور انکا جاننا اور ان پر عمل کرنا اور مطلق پاکی ناپاکی کھانے پینے پہننے کی چیزوں کی اور حلال و حرام وامور فرائض واجبات کا علم ہر ایک پر فرض ہے اور صرف دولتمند وتجار پر علم تجارت وحج وزکوٰۃ وصدقات وقربانی وفطرانہ وغیرہ جبکا مکلف ہو سیکھنا بھی فرض عین ہے اور زمین کھیتی باڑی والوں کیلئے عشر وخراج وغیرہ اپنی ضروریات ذاتی کا بھی علم فرض ہے اور عورتوں کو حیض ونفاس استحاضہ وغیرہ ضروریات ذاتیہ کا بھی علم فرض ہے۔ ایسے ہی ہر پیشے وکسب والے کو اپنی اپنی ضروریات کا علم سیکھنا بھی فرض ہے اور کسی ایک شخص کو ان تمام علوم کا جو اسکی ذاتی ضروریات سے متعلق نہ ہوں سیکھنا فرض کفایہ ہے اور جن بعض علماء نے تمام علم فقہ کے پڑھنے کو فرض کہا ہے وہ تمام افراد انسان کے لحاظ سے ہے نہ کسی ایک کے لحاظ سے۔ حت ۳۷ تا ۴۰ بعض قرآن مجید کے حفظ کر لینے کے بعد باقی ماندہ غیر ضروری علم فقہ کا پڑھنا باقی قرآن مجید کے حفظ سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ کیونکہ حافظ بہت ملتے ہیں۔ مگر فقیہ عالم کم ملتے ہیں جن سے عوام الناس مسائل پوچھکر دینی دنیویہ ذمہ داری سے بری ہوں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر دوام پرہیتے الامکان بوجہ آیت وحدیث مذکورہ بالا ضروری ہے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ تمام علم فقہ کا عالم ہو۔ لہذا تمام علم فقہ پڑھنے کا بہ نسبت تمام حفظ قرآن مجید کے زیادہ ثواب

---

[۵] جیسے حج کی قضا اگر بعد ارتداد اسلام لانے پر ہر انسان دولتمند مکلف حج ہوا تو پھر دوبارہ اسے حج کی قضا فرض ہوگی اسیطرح کوئی نماز پڑھکر مرتد ہو جانے کے بعد وقت نماز باقی ہوتے اسلام لے آئے تو اس پر نماز کی قضا فرض ہوگی۔ ۱۲۰ شامی۔

ہے کہ بھلائی کے حکم اور منع باتوں سے روکنے کے متعلق مذکورہ بالا آیات وحدیث صریح ہیں۔ قولہ تعالیٰ۔ وَلْتَكُن مِّنكُمْ۔ الآیہ۔ کہ تم میں سے ایک گروہ بھلائیوں کا حکم کرنے والا اور منع باتوں سے روکنے والا ہو۔ اور حدیث مذکورہ میں ہے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ۔ الحدیث کہ ہر مسلم مرد و عورت پر علم پڑھنا فرض ہے تو جب تک علمیت نہ ہوگی تب تک امر بالمعروف (یعنی بھلائی کا حکم کرنا) اور نہی عن المنکر (یعنی منع باتوں سے روکنا) کیسے متحقق ہو سکتا ہے۔ (حقیقۃ) علم فقہ وغیرہ علوم شرعیہ میں زیادہ مہارت پیدا کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح علم تہذیب میں مہارت پیدا کرنا مستحب ہے۔ مطلقاً علم فلسفہ صحیح قول پر حرام نہیں۔ چونکہ فلسفہ مذکورہ ذیل چار علوم کا نام ہے یعنی علم ہندسہ۔ علم حساب۔ علم الٰہیات۔ علم طبیعیات۔ تو پہلے دو علوم اگر مذموم خلاف شرع امور کے باعث نہ ہوں تو جائز ہیں ورنہ ناجائز اگر ان سے خلاف شرع امور کی جانب میلان پایا جائے یا خلاف شرع امور کی طرف مفضی ہوں۔ اور تیسرا علم الٰہیات ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے بحث ہوتی ہے تو اس میں بعض خلاف شرع امور ہونیکے سبب سے کفر اور بعض بدعت ہے۔ چوتھا علم طبیعیات ہے جس کا بعض خلاف شرع ہونیکے باعث حرام و ممنوع ہے اور جس بعض میں جسم کی کیفیت اور خواص وغیرہ سے بحث ہوتی ہے وہ جائز ہے۔ کیونکہ وہ علم طب کے مشابہ ہے مگر اتنا فرق ہے کہ طبیب انسان کے بدن میں مرض صحت کے لحاظ سے نظر کرتا ہے اور عالم طبیعی جسم کے متحرک و متغیر ہونیکے لحاظ سے۔ لیکن طبیب اس سے افضل ہے کیونکہ یہ ضروریات۔ قوام انسانی کا عالم ہے بخلاف عالم طبیعی کے۔ اور علم منطق کفریات سے پاک ہونیکے باعث علم کلام میں داخل ہے چونکہ اس میں مذاہب باطلہ کے رد کی مباحث ہوتی ہیں لہذا اس کا پڑھنا جائز ہے اور جو خلاف شرع ہو ناجائز ہے اور اسلامی منطق (جسکے مقدمات اسلامی قواعد ہیں) میں ابن ہمام اور دیگر علماء اسلام نے کتابیں لکھی ہیں اور غزالی نے منطق اسلامی کا نام "معیار العلوم" رکھا ہے اس منطق کے حرمت کی وجہ کوئی نہیں ہو سکتی۔ اور علم شعوذہ (یعنی شعبدہ) وہ علم ہوتا ہے جس سے ہاتھ کی چالاکی کے باعث ایک شئے کو دوسری جعلی شکل میں دکھایا جاتا ہے جیسے مٹی کے روپے بنانے اور کسی سر کاٹ کر پھر جوڑ دینا وغیرہ وغیرہ اگرچہ شعبدہ باز عجیب کرتب دکھانے والا ساحر نہ ہو پھر بھی یہ کام اسے حرام ہیں اور کسی کو اس کا سیکھنا جائز نہیں۔ چونکہ جادو کے مشابہ ہے اور شعبدہ باز حکماً جادوگروں میں ہی شمار ہوتا ہے اور بعض علماء ربانیہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی شعبدہ باز کسی کا ہاتھ کاٹے یا کسی کے پیٹ میں چھری وغیرہ گھونپ دے اگر یہ کام جادو سے کرے تو اسے قتل کر دیا جائے ورنہ خوب پیٹا جائے۔ اور علم نجوم۔ واضح رہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ جو علم کفریات کی طرف مفضی یا ان کا باعث ہو وہ حرام ہے ورنہ جائز۔ لہذا مطلق علم نجوم حرام نہیں بلکہ وہ جو کفریات پر مشتمل و باعث ہو ورنہ جائز ہے جیسے آیت شریف میں مذکور ہے۔ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ۔ الآیہ۔ علم نجوم دو قسم ہے ایک حسابی جو آیت شریف سے معلوم ہوتا ہے اگر مذکورہ ذیل جائز ضروریات دریا یا ویرانہ راستوں کی راہ نمائی یا دینی امور قبلہ شناسی و اوقات نماز کی شناخت یا چاند کے حساب وغیرہ جائز امور کیلئے سیکھا جائے تو جائز ہے۔ دوسری قسم استدلالی ہے۔ جو ستاروں کے چلنے اور آسمان کی حرکت سے حوادثات کے وقوع کی خبر وغیرہ کیلئے حاصل کیا جاتا ہے۔ اگر اس میں کسی کفریہ اعتقاد یا امر کا دخل نہ ہو تو علم طب کی طرح جائز ہے۔ جیسے طبیب نبض سے مریض کی مرض و صحت پر استدلال کرتا ہے۔ اگر اس میں کفریات کا دخل ہو تو حرام ہے جیسے منجم اپنے آپکو غیب دان جانے یا حرکات فلکی آسمان کو حادثوں کے ظہور میں سوائے خدا تعالیٰ کے مؤثر حقیقی جانے یا لوگ اسے غیب دان جانیں۔ اور علم رمل وہ علم ہے جو نقطے وغیرہ بخاص معلوم طرح کی شکلوں وغیرہ سے جملے بنا کر ان سے آئندہ حوادثات کا علم حاصل کیا جاتا ہے اس علم کا پڑھنا و پڑھانا قطعاً حرام ہے چونکہ یہ علم فقط حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ و شریعت میں تھا جو اب منسوخ ہو گیا ہے اور کسی دینی دنیوی جائز شرعی امور میں بھی کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اور جہال لوگ اسے غیب دانی میں شریک

خدا جانتے ہیں جو بدلیل آیت ذیل کفر ہے - قولہ تعالےٰ پ - قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ - الآیہ - اے رسول لوگوں کو کہدو کہ سوائے خدا تعالےٰ کے زمین و آسمان میں کوئی غیبدان نہیں ۔ فلسفہ طبیعی - وہ علم ہے جسمیں جسم کے تغیر و ثبات کے احوال سے بحث ہوتی ہے - اسمیں کا وہ علم جو جہاں کو قدیم ثابت کرے اور اس کے علاوہ خلاف شرع امور کی تعلیم دے وہ حرام ہے اور جو اس کے سوا ہو وہ حرام نہیں ۔ علم سحر - وہ علم ہے جس سے ساحر نفسانی ملکہ حاصل کر کے عجائب کرتب کے اظہار پر قادر ہوتا ہے اور سحر کا وجود و اثر و تصور حق ہے اور علم سحر مطلقاً حرام نہیں بلکہ وہ حرام ہے جسمیں کفریات وغیرہ ایسی چیزوں سے کام لیا جائے - جن سے ایمان چلا جاتا ہے - جیسے کفریہ اعتقاد کہ غیر اللہ کو حوادث کے ظہور میں مؤثر بالذات جانتا یا کفریہ لفظ زبان سے بولدینا یا کفریہ فعل کا ارتکاب جسمیں قرآن مجید کی اہانت و بے ادبی وغیرہ جیسی باتیں پائی جائیں تو اس علم کا پڑھنا و پڑھانا دونوں حرام ہیں - اور جس میں ایسے خلاف شرع و کفری امور سے کام نہ لیا جائے تو جائز بلکہ بعض اوقات سیکھنا ضروری بھی ہو جاتا ہے جس سے اپنی اور دوسرے مسلمانوں کی طرف سے کافر ساحر کے سحر کا دفعیہ کر کے جانیں بچائے لیکن اسے خلاف شرع کاموں میں استعمال کرنا حرام ہے جیسے شوہر و بیوی میں جدائی ڈال دینا وغیرہ وغیرہ جیسے امور - اگر ان میں اتفاق و محبت پیدا کرنے کے مشروع جائز عمل کرے تو کوئی مضائقہ نہیں - اسی طرح عورت کو شوہر کی نظر میں محبوب بنانے کے لئے جائز عمل کرنا جائز ہے جبکہ اسمیں کفریات لفظی یا اعتقادی وغیرہ کا دخل نہ ہو ورنہ حرام ہے ۔ جس ساحر کا سحر کفریات سے پاک بھی ہوتا ہم اس سے دنیا پر فساد برپا ہونے کا خطرہ یا ثبوت ضرر پر اس کی توبہ نہ قبول کیجائیگی بلکہ اُسے خوف فساد کے باعث قتل کر دیا جائیگا نہ اسلئے کہ کافر ہو گیا ہے - جیسے راہزن کا حکم ہے کیونکہ وہ راہزنی سے کافر نہیں ہو جاتا لیکن قیام امن و دفع فساد کیلئے قتل کیا جاتا ہے ۔ (واضح رہے کہ اردو و فارسی وغیرہ چھوٹی موٹی تفسیروں میں بعض مفسرین نے (البقرہ ۲ - ع ۱۲) ہاروت و ماروت کے متعلق جو ایک غلط روایت ابن عباس رض کی طرف منسوب کی ہوئی اپنی تفسیروں میں بے احتیاطی سے بہ تفصیل ذیل درج کر دی ہے جو عوام الناس و کم علموں میں بڑی مشہور ہے (جسے علامہ فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر (مطبوعہ مصری) صفحہ ۶۵۲ و ۶۵۱ پر بانشریح واضح طور پر رد کیا ہے اسی طرح تفسیر بیضاوی و خازن و تفسیر ابو السعود میں بھی اس روایت کی تردید کی گئی ہے) جو یہ ہے کہ مذکورہ بالا بعض مفسرین نے بروایت ابن عباس رض نقل کیا ہے کہ جب فرشتوں نے حضرت آدم کی پیدائش پر قتل وغیرہ بیجا خون بہانیکے ارتکاب گناہ کا اعتراض کیا جسپر اللہ تعالیٰ نے انہیں معقول جواب دیکر ساکت کر دیا - پھر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور نزول از آسمان کے بعد انسان پیدا ہو کر آباد ہوئے - اور اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے اعمال کے خبرگیر کرام کاتبین فرشتے اعمال نویس مقرر

... پھر بھی اسلام نہ لانے پر اسے قتل نہ کیا جائیگا بلکہ اسلام لانیکے لئے اسے مجبور کیا جائیگا اور قید کیا جائیگا حتےٰ کہ مسلم ہو جائے اور قتل صرف مردہی کے مرتد ہو جانے پر ہے کہ اسکے شبہات و شکوک کا ازالہ کر کے اسلام پر رجوع کرنے کیلئے اسلام نہ لانے پر ... بہ تفصیل ذیل قتل کا حکم دیا جاتا ہے یعنی پہلے مرتد مرد پر اسلام پیش کرنا مستحب ہے اور اگر وہ مہلت مانگے تو تین دن تک اسے وجوباً قید کر کے مہلت دیکر اسکے شکوک دور کئے جانے پر اسلام نہ لائے تو قتل کر دیا جائے اگر مہلت ... قتل کر دیا جائے اگر اس کے اسلام لانے کی امید نہ ہو، اگر امید ہو تو اسی وقت قتل نہ کرنا مستحب ہے کہ اگر اسلام پیش کئے بغیر ہی قتل کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں کہ یہ مستحب ہے ۔ شرح فقہ اکبر و شامی جلد پنجم کتاب الحظر والاباحۃ ۔

جب بندوں کے اعمال نامے میں فرشتوں نے بہت گناہ درج شدہ معلوم کئے تو کہنے لگے کہ انسان بہت گناہ کرتے ہیں اور ہم پاک ہیں اور پاکی بیان
کرتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا کہ تم تکبر میں ہو اور امتحان کیلئے تم اپنے میں سے بڑے عالم متقی فرشتے پیش کرو جنہیں میں انسانی شہوات و
شکل سے مرکب کرکے دنیا میں مکلف بنا کر بھیجوں اور دیکھوں کہ وہ اپنے امتحان میں کیسے اترتے ہیں تو فرشتوں نے ہاروت و ماروت کو بہمہ صفات موصوف
چن کر پیش کیا جسپر اللہ تعالیٰ نے انہیں بشکل انسانی مع شہوات و خواہشات انسانی زمین پر اتار دیا اسکے بعد انکے پاس ایک خوبصورت عورت جسکا نام زہرہ
تھا آئی اور وہ فرشتے اس پر عاشق ہو کر اس سے زنا کرنیکے خواہاں ہوئے تو وہ عورت کہنے لگی کہ میں تم کو اپنے قریب بھی آنے دونگی جب تک تم بت پرستی نہ کرو اور
شراب نہ پیو چنانچہ پہلے ان غیر شرع باتوں سے فرشتے رُک کر بعد میں غلبہ شہوت کے باعث شراب خواری اور بت پرستی کر دی اور اس عورت سے فرشتوں کے
یہ باتیں کرتے وقت ایک غیر شخص اندر آگیا جو بھید پا کر باہر نکل گیا پھر اس عورت نے فرشتوں کو کہا کہ فلاں شخص نے ہمارا بھید پا لیا ہے وہ مشہور
کر دیگا جب تک اسے قتل نہ کرو میرے نزدیک تک نہ آؤ چنانچہ پہلی طرح فرشتے کچھ دیر رک کر بعد میں اسے قتل کر دیا اسکے بعد زہرہ غائب ہو گئی اور
فرشتوں کو باوجود ارتکاب گناہ کبائر کے مطلوب کے ہاتھ سے غائب ہو جانے پر بڑی ندامت و شرمندگی اٹھانی پڑی جسکے بعد فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے
عذاب دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کے قبول کرنیکا حکم فرمایا تو انہوں نے قیامت کے عذاب دائمی کی بہ نسبت دنیا کا عذاب آسان خیال کر کے قبول
کر لیا جو شہر بابل میں زمین و آسمان کے درمیان لٹکتے ہوئے معذب ہو رہے ہیں اور اسی حالت میں لوگوں کو جادو سیکھنے سے روکتے ہیں کہ ہم آزمائش و
فتنہ ہیں تم کافر نہ ہو جب وہ نہ رکے تو سکھا دیتے ہیں وغیرہ مذکورہ بالا روایت کو علامہ رازی نے اپنی مؤلفہ تفسیر کبیر میں بدلائل واضحہ مردود و فاسد قرار
دیا ہے۔ چونکہ ملائکہ بدلائل قطعیہ بیگناہ معصوم ہیں علاوہ ازاں ایک زانیہ فاحشہ عورت کا بلا توبہ بروایت دیگر اسم اعظم پڑھکر آسمان پر چڑھ جانا خلاف عقل
و نقل ہے۔ نیز فرشتوں کیلئے توبہ کا دروازہ بند کر کے دنیا و قیامت کے عذاب میں سے ایک کے قبول کرنیکا اختیار دینا خلاف قرآن مجید و عادت الٰہی ہے
بلکہ ان فرشتوں کے زمین پر آنے کے متعلق علاوہ مذکورہ مردود روایت کی اور بہت سی وجوہ بیان کی گئی ہیں جنمیں سے یہ وجہ بہتر ہے کہ سلیمان علیہ السلام
کے زمانہ میں جادو بکثرت پھیل گیا تھا جسکی وجہ سے اکثر جادوگر خلاف عادات و غیر طبعی و عجیب و غریب صورت و شکل میں اشیاء کی شکلیں دکھا کر
اپنی نبوت کا دعوےٰ کر کے اکثر جہلا کو (جو جادو و معجزہ میں تمیز نہ کر سکتے تھے) ورغلا کر مبتلائے کفر اور اپنا تابع کر لیتے تھے فرشتوں کو اتارا گیا۔
جادو و معجزہ میں لوگوں کو امتیاز کر کے دکھائیں تا کہ لوگ کفر سے بچ جائیں اور یہ جان لیں کہ یہ لوگ جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں جادوگر ہیں نہ نبی

[illegible]

چونکہ رسول زن حاصد میں لہذا اسی آیت سے انکا معصوم ہونا بھی ضروری ہوا اور
گناہ صرف ان کے پڑھنے سے بلا توبہ معاف ہو جاتے ہیں لا حول و لا قوۃ الا باللہ، اور ہتھیار اثر نہیں کرتے اور بڑا اہل جعل لعنت حاصل ہوتا ہے یہ سب بنا دی

اور جو زہرہ آسمان پر ہے وہ فاحشہ عورت نہیں جیسے لوگ غلط مشہور قصہ کی بنا پر سمجھے بیٹھے ہیں بلکہ وہ سیارہ ہے جو شروع سے اللہ تعالےٰ نے آسمان پر پیدا کیا ہوا ہے۔ کیونکہ پہلی روایت غلط ہے ٭ علم کہانت وہ علم ہے جسمیں آئندہ باتوں کے اطلاع دینے کے متعلق تعلیم ہوتی ہے یہ بھی حرام ہے کہ غیب اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے (کہ قرآن مجید میں ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ قُل لَّا یَعلَمُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ الغَیبَ اِلَّا اللہُ۔ الآیہ۔ اے رسول کہہ دو کہ سوائے خدائے تعالیٰ کے زمین و آسمان میں کوئی غیب داں نہیں۔ احقر ۱۰) ٭ علم کیمیا وغیرہ جس میں خیالی باتوں اور تضییع اموال اور بے ہودہ لایعنی کاموں کا ارتکاب ہو تو وہ حرام ہے۔ اور جس میں حصول فائدہ یقینی ہو وہ جائز ہے ٭ علم موسیقی وہ علم ہے جسمیں گانے کے متعلق تعلیم دیجاتی ہے یہ بھی حرام ہے ٭ علم اشعار وہ علم ہے جو بحور و قوافی سے اپنے اپنے طریقہ پر موزون و مرتب کیا جاتا ہے۔ جن شعروں میں زندہ معین محبوب یا شراب کی تعریف اور وصل و ہجر کے لایعنی بے ہودہ مضامین ہوں یا کسی مسلمان یا ذمی (کافر تابع مسلمان) کی مذمت ہو۔ یا جو شعر خلاف شرع باتوں پر مشتمل ہوں وہ (بدلائل مندرجہ ذیل) حرام و مکروہ ہیں۔ اگر ایسے نہ ہوں اور جنہیں شاعر اپنا کسب بھی نہ بنالے اور ان سے اللہ تعالیٰ کے ذکر و علوم شرعیہ سے غافل بھی ہو جاوے تو پھر (بدلائل حسب ذیل) جائز ہیں جیسے تقویت اسلام و مسلمین و جواب و ہجو کفار کیلئے پڑھے جائیں وغیرہ یا یا غرض پھولوں کی تعریف وغیرہ کے مضمون کے اشعار جو لہو و لعب کے خیال سے نہ پڑھے جائیں بلکہ پند و نصائح کی غرض سے تو جائز ہیں اگر پند و نصائح کے اشعار بغرض گانے بجانے یا لہو و لعب کے پڑھے جائیں جب بھی منع ہیں۔ (چہ جائیکہ پنجابی اردو فارسی خرافات غزلیات کی کتابیں۔ ہیر۔ سوہنی۔ وغیرہ وغیرہ جیسی جو محض استلذذ و برانگیخت شہوات و لہو و لعب و گانے بجانے کی غرض سے پڑھی جائیں ان کا پڑھنا زیادہ تر ممنوع و موجب گناہ ہے۔ ۱۲۔ احقر) اگر جائز اشعار کا کیسا کسب اختیار کر لیا جائے جو ذکر الٰہی و علوم شرعیہ سے غفلت کا موجب ہوں اور بخیال لہو و لعب پڑھے جائیں تو پھر نا جائز ہیں ٭ اگر کوئی جاہلیت (یعنی کفر کے زمانہ) کے فصیح و بلیغ شاعروں کی عربی شعروں کی ادب کی کتابیں بغرض صحیح استدلال یا فصاحت حاصل کرنیکے واسطے پڑھے تو جائز ہے اگرچہ ان میں مردہ محبوبوں وغیرہ کے حالات مذکور ہوں چونکہ ان سے کتاب اللہ و حدیث شریف کی بلاغت و فصاحت کی فضیلت اور محاورات معلوم ہوتے ہیں۔ جن سے مطلب کے حصول میں مدد و آسانی بہم پہنچتی ہے ٭ اور جو شعر خلاف شرع ہوں انکی مذمت قرآن مجید و احادیث کی رو سے درج ذیل ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ اَلشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُھُمُ الغَاوٗنَ۔ الآیہ۔ (یعنی شعراء کا اتباع گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ قولہ علیہ السلام۔ عَن اَبِی ھُرَیرَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ لَاَن یَّمتَلِیَ جَوفُ رَجُلٍ قَیحًا یَّرِیہِ خَیرٌ مِّن اَن یَّمتَلِیَ شِعرًا۔ متفق علیہ۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کے مذموم شعروں وغیرہ سے پیٹ بھرنیکی نسبت پیپ سے پیٹ بھرنا اچھا ہے ٭ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے (اور جائز مضامین کے اشعار کا جواز بھی کئی احادیث شریفہ سے ثابت ہے۔ قولہ علیہ السلام۔ عَن عَائِشَۃَ رض قَالَت ذُکِرَ عِندَ رَسُولِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ الشِّعرُ فَقَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ ھُوَ کَلَامٌ فَحَسَنُہٗ حَسَنٌ وَقَبِیحُہٗ قَبِیحٌ۔ رواہ الدارقطنی و روی الشافعی عن عروۃ مرسلاً۔ عائشہ رض سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں شعروں کے جائز ناجائز ہونیکے متعلق عرض کیا گیا جسکے جواب میں آپنے فرمایا کہ شعر بھی کلام ہے کہ اچھی کلام اچھی اور بری بری ہوتی ہے اس کو دار قطنی نے روایت کیا۔ اور شافعی نے عروہ رض سے مرسل طور پر روایت کیا ہے ٭ عَنِ البَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ یَومَ قُرَیظَۃَ لِحَسَّانَ بنِ ثَابِتٍ اُھجُ المُشرِکِینَ فَاِنَّ جِبرَئِیلَ مَعَکَ۔ وَکَانَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ لِحَسَّانَ اَجِب عَنِّی اَللّٰھُمَّ اَیِّدہُ بِرُوحِ القُدُسِ۔ متفق علیہ۔ کہ براء رض سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے قریظہ کے دن اپنے حسان شاعر کو فرمایا کہ شعروں میں ان کفار کی برائی بیان کر جو شعروں میں اسلام کی برائی بیان کرتے ہیں اور جبرئیل تیری تائید کیلئے تیرے ساتھ ہے اور حضور علیہ السلام حسان رض کو فرماتے کہ میری طرف سے کفار کو شعروں میں جواب دو الٰہی حسان کی بذریعہ جبرئیل مدد کر۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے (صاف تا ۲) حضرت امام اعظم کو آخر عمر میں بعض تنگ دل و اندیشی ظالم جاہل بادشاہوں اور انکے سرداروں و امراء نے بڑی بیجا تکالیف دیں جن سے آپ شہید ہو کر کامرانی عظمےٰ سے

فائز ہوئے۔ اور آپکی تکالیف دہی کیمتعلق مختلف روایات ہیں ایک یہ ہے کہ شاہ منصور نے امام صاحبؒ کو کوفہ سے بغداد میں بلوا کر فرمایا کہ میں آپکو عہدہ قاضی القضاۃ سپرد کرنا چاہتا ہوں آپ قبول فرمائیے مگر امام صاحبؒ نے قبول نہ فرمایا جسپر منصور نے آپکو قید کروا دیا۔ روزانہ آپکو باہر نکال کر دس کوڑے لگائے جاتے اور بازاروں میں مشتہر کیا جاتا۔ حتےٰ کہ بعد ازاں اسقدر مروا تھا اور تکلیف دلوانا شروع کیا کہ آپکے بخون سے خون بہنے لگا۔ اور کھانے پینے کی چیزوں میں بھی تنگی کردی جسپر امام صاحبؒ نے مجبوراً رو کر بہ تضرع دعا موت کی جسکے بعد آپ پانچویں دن بغداد شریف میں (کہا گیا ہے قید خانہ میں) صحیح قول پر احساس موت کرتے ہوئے سجدہ کرکے بحالت سجدہ فوت ہو گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احقر) اور بغداد کے خیزران نام مقبرہ میں مدفون ہیں اور آپکی قبر مشہور ہے۔ اور دوسری وجہ آپکی وفات کی ایک جماعت سے اس طرح مروی ہے کہ آپکو دودھ وغیرہ کسی چیز کا زہر آلود پیالہ پیش کیا گیا جسے آپ نے خلاف شرع جانکر نہ پیا پھر آپکو جبراً پلایا گیا۔ کہا گیا ہے کہ یہ منصور کے روبرو ہوا۔ اور تیسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مروان کے عراقی عامل ابن ھبیرہ نے آپکو قضا کا عہدہ سپرد کرنا چاہا لیکن آپنے منظور کیا جسپر اس نے آپ کو ایکسو دس کوڑے لگاکر چھوڑ دیا۔ بعد میں منصور نے عہدہ قضاء نہ اختیار کرنے پر اپنے وقت میں کوڑے مروائے اور منصور کے کوڑے مروانیکی اور وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ امام صاحبؒ کے کسی دشمن نے منصور سے کہدیا کہ ابو حنیفہؒ "تمہارے برخلاف ابراھیم بن عبداللہ ابن الحسن بن الحسین رضی اللہ عنہم کو برانگیختہ کیا ہے۔ تو منصور نے باوجود علم اس بات کے کہ امام صاحبؒ عہدہ قضا نہیں اختیار کرینگے۔ اس عہدہ پر مجبور کیا تاکہ آپکے شہید کرنے کی کوئی وجہ ہاتھ آجائے امام صاحبؒ ۸۰ھ میں پیدا ہو کر ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ گویا آپ کی عمر ستر سال ہوئی۔ اور امام مالکؒ ۹۰ھ میں پیدا ہو کر ۱۷۹ھ میں مدینہ شریف میں فوت ہوئے۔ اور نواسی ۸۹ سال زندہ رہے۔ اور کہا گیا ہے کہ جس دن میں امام صاحبؒ فوت ہوئے اسی دن شافعیؒ پیدا ہوئے۔ لہذا شافعیؒ ۱۵۰ھ میں فلسطین کے غزتی شہر میں پیدا ہو کر (جو غزہ بنی ہاشم کی طرف منسوب ہے اور وہاں ہی ہاشم ابن عبد المناف فوت ہوئے) ۲۰۴ھ میں بہ شہر مصر جمعہ کی رات بوقت عشا فوت ہو کر جمعہ کے دن بعد عصر مدفون ہوئے۔ اور چون ۵۴ سال زندہ رہے۔ اور امام محمد بن احمد حنبل ۱۶۴ھ میں پیدا ہو کر ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے۔ اور ستاسٹھ ۶۷ سال عمر کے ہوئے۔ اور امام ابو یوسفؒ ۱۱۳ھ میں پیدا ہو کر بغداد میں ۱۸۲ھ میں فوت ہوئے۔ گویا انہتر ۶۹ سال زندہ رہے۔ اور امام محمدؒ ۱۳۲ھ میں پیدا ہو کر۔ ری شہر میں ۱۸۹ھ میں فوت ہوئے۔ اور اٹھاون ۵۸ سال عمر ہوئی (طبقات ۶-۷) اور ائمہ محدثین کی سنہ ولادت وفات حاشیہ پر دیکھئے۔ امام صاحبؒ پورے طور پر عامل بالقرآن والحدیث تھے

کہ ایسے صحیح طور سے ثابت ہے کہ آپنے فرمایا ہے کہ۔ اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ۔ کہ جو حدیث صحیح ثابت ہو جائے وہی میرا مذہب ہے اگرچہ مجھ سے ایسی
کوئی روایت نہ ہو۔ اور صحیح حدیث کے مقابلہ میں میرے قول کو غیر معتبر سمجھو (اور حدیث کی صحت وضعف وقوت کو ناقد حدیث علما ہی جانتے ہیں۔
برکس۔ احقر ت) اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ کئی مسائل میں صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے (اور قول امام انسے مخالف ہوتا ہے) اور حنفی اسے معتبر جانکر
تسلیم کر لیتے ہیں۔ تو پھر حنفی حنفی نہ رہے بلکہ صاحبی ہو گئے اس کا یہ جواب ہے کہ صاحبینؒ وغیرہ امام صاحب کے جن شاگردوں سے جو روایت مروی ہو وہ
بھی امام صاحب کی روایت ہے جسے ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق اپنا اپنا قول قرار دیا گیا ہے حتےٰ کہ امام صاحبؒ کے شاگردوں کا وہ قول
بھی جس پر فتویٰ ہو امام صاحبؒ کا ہی مذہب ہے نہ یہ کہ وہ حنفی مذہب کے خلاف صاحبی مذہب ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپکے شاگردوں نے آپ سے
جو اختلاف کیا ہے وہ حدیث کو صحیح سمجھکر اور صحیح حدیث پر عامل ہوتا گویا امام صاحبؒ کا ہی مذہب ہے، اگرچہ بظاہر شاگردوں کی طرف منسوب ہو۔ چونکہ امام
صاحبؒ سے صحیح طور پر ثابت ہے۔ اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ۔ کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے جیسے پہلے گذر چکا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث اختلاف
اُمّتِیْ رَحْمَۃٌ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ مجتہدین کا اختلاف مسلمانوں کیلئے احکام الٰہی کی وسعت کے باعث کہ اختلاف سے احکام وسیع ہو گئے
اور تنگی نہ رہی) رحمت ہے۔ اور یہ اختلاف فروع اسلام میں ہے نہ اصول اسلام میں ہے (حدیث اختلاف اُمّتِیْ رَحْمَۃٌ۔ پوری اس طرح پر ہے۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَھْمَا اُوْتِیْتُمْ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَالْعَمَلُ بِہٖ لَا عُذْرَ لِاَحَدٍ فِیْ تَرْکِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَسُنَّۃٌ
مِنِّیْ مَاضِیَۃٌ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ سُنَّتِیْ فَمَا قَالَ اَصْحَابِیْ اِنَّ اَصْحَابِیْ بِمَنْزِلَۃِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَآءِ فَاَیُّمَا اَخَذْتُمْ بِہٖ اھْتَدَیْتُمْ وَاخْتِلَافُ اَصْحَابِیْ لَکُمْ رَحْمَۃٌ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ۔ اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ
رَحْمَۃٌ لِّلنَّاسِ۔ الحدیث۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو مسئلہ قرآن مجید میں ملے اس پر ہی عمل کرنا ہوگا
اگر اسمیں نہ ہو تو جو حدیث میں مذکور ہو اسپر عمل کرو اگر حدیث میں بھی نہ ہو تو جو کچھ میرے صحابہ کا قول ہو اسپر عمل کرو کہ میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی
طرح راہ نما ہیں جونسے صحابی کی اقتدا کروگے راہ یاب ہو جاؤگے۔ اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت کا سبب ہے اور دوسری روایت
میں ہے کہ میری امت کا اختلاف لوگوں کیلئے رحمت کا باعث ہے مد احقر ت) علماء اصولیین کے نزدیک مفتی مجتہد کو کہتے ہیں۔ بخلاف فقہاء کے کہ ان کے
نزدیک جو شخص فتویٰ دیوے خواہ وہ مقلد ہو یا مجتہد۔ لہذا ہمارے زمانہ میں جو مفتی ہیں وہ مجتہد نہیں بلکہ مجتہد کے قول کے ناقل ہیں۔ لہذا مفتیان زمانہ
حال کو فتوےٰ دیتے وقت بطور نقل وحکایت از ائمہ بدیں طور فتویٰ دینا چاہیئے کہ امام صاحبؒ یا صاحبینؒ یا فلاں مجتہد حضرات نے اس طرح فرمایا و فتویٰ
دیا ہے۔ سب سے مفتےٰ بہ قول (الا ماشاء اللہ) امام صاحبؒ کا ہے اگر یہ نہ ہو تو ابو یوسفؒ کا اگر وہ بھی نہ ہو تو محمدؒ کا اگر وہ بھی نہ ہو تو امام زفرؒ کا اگر ان کا بھی
کوئی قول نہ ہو تو پھر حسن بن زیادؒ کا۔ مگر علمائے از روئے تتبع وتلاش۔ عبادات میں مطلقاً امام صاحبؒ کا قول مفتےٰ بہ قرار دیا ہے اسلئے ناپاک پانی مستعمل کے
کہ انکے نزدیک ناپاک ہے) اور صاحبینؒ کے نزدیک پاک ہے اسی پر فتویٰ ہے مگر حکمی ناپاکی کو دور نہیں کرتا اور حقیقی نجاست کو دور کر دیتا ہے اور پاک کرنیوالا نہیں

فقط تیمم کے حکم کے جبکہ کھجور کے نچوڑ کے علاوہ اور کوئی پاک پانی نہ ہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک کھجور کے نچوڑ سے وضو ناجائز ہونیکی بنا پر صرف تیمم کیا جائیگا) مگر صاحبینؒ کے نزدیک اس پانی سے وضو کر کے پھر تیمم بھی کریگا کہ طہارت میں کوئی شبہ نہ رہے کہ نچوڑ ہوتے ہوئے تیمم کس طرح جائز ہے اور صاحبینؒ کے قول پر ہی بوجہ احتیاط فتویٰ ہے۔ اور بوجہ تتبع علما رمسائل ذوی الارحام میں امام محمدؒ ہی کا قول بلا مقابلہ معتبر ہے۔ اسیطرح قضا اور شہادتوں اور فتووں کے امور کے متعلق ابو یوسفؒ کا ہی قول بلا مقابلہ معتبر ہے کہ انہیں اس میں پورا تجربہ ہو گیا ہے۔ لیکن مذکورہ قول پر جب فتویٰ ہوگا کہ متون فقہ کی کتابیں کسی قول کی تصحیح نہ بیان کریں ورنہ کتب متون کی تصحیح پر انکے متواتر ہونیکے باعث فتویٰ دیا جائیگا۔ علماء احناف کے نزدیک رجوع قول پر فتویٰ دینا جہالت ہے کہ اپنی ذات پر بھی اسکا عمل در آمد ناجائز ہے کیونکہ مرجوح قول منسوخ کے حکم میں ہے جیسے مقدمہ میں بالتفصیل ذکر ہو چکا۔ لیکن ضرورت کیوقت ضعیف قول پر فتویٰ جائز ہے جیسے مقدمہ میں بالتشریح مذکور ہو چکا ہے کیونکہ قرآن شریف میں وارد ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا - الآیہ - کہ اللہ تعالیٰ حسب مقدور بندہ تعمیل احکام کی تکلیف دیتے ہیں ا- نیز قرآن مجید میں وارد ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ - الآیہ - اگر کوئی واقعی اضطراری حالت میں صرف بقدر ضرورت ممنوع کام کرے تو اُسے گناہ نہیں گویا مذکورہ ذیل مقولہ اسی آیت سے لیا گیا ہے۔ کہ اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ - کہ ضرورتیں ممنوعات کو بھی مباح کر دیتی ہیں۔ احرکا صفحہ ٣٧ تا ٨٢

یہ کتاب[1] طہارت کے احکام بیان میں ہے۔ کتاب و کتابت۔ مصدر ہے جسکا لغوی معنے لکھنا و جمع کرنا ہے جیسے کہتے ہیں۔ کَتَبْتُ الْکِتَابَ - کہ میں نے کتاب لکھی۔ اور کَتَبْتُ الْخَیْلَ - کہ میں نے گھوڑے جمع کئے ہیں۔ اور یہاں پر کتاب بمعنے مکتوب ہے یعنی ابواب وغیرہ جمع کئے لکھے ہوئے۔ جیسے لباس بمعنے ملبوس ہے۔ اور کتاب بوزن فعال بمعنے مفعول ہے۔ کتاب کو کتاب اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اسمیں ابواب وغیرہ لکھے و جمع کئے ہوتے ہیں۔ اور اصطلاح میں کتاب جنس مستقل مسائل کا نام ہے۔ پھر اس کتاب میں جن مسائل کی نوعیت کا تصور کیا جائے تو باب کہا جاتا ہے۔ کہ باب۔ لغت میں دروازے اور قسم کے معنے میں آتا ہے چونکہ یہاں بھی ایک خاص قسم کے مسائل کے شروع ہونیکا دروازہ کھلتا ہے اور اسی قسم کے مسائل ذکر ہوتے ہیں۔ اگر ایک قسم (یعنی باب) کے مسائل کا فرق جدائی کے لحاظ سے تصور کیا جائے تو فصل کہلائیگا۔ کیونکہ یہاں سے ایک قسم کے مسائل میں سے ہر ایک نوع کے مسائل کو اپنی اپنی جداگانہ مجموعی متفقہ حیثیت سے ذکر کرنا شروع کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جیسے کتاب الطہارت میں پانی و بدن کپڑے اور جائے نماز وغیرہ وغیرہ سب قسم کی طہارتوں کا ذکر ہے تو یہ کتاب الطہارت ہوئی۔ پھر جب مثلاً طہارت پانی کے مسائل جداگانہ شروع کئے تو یہ باب ہو گیا۔ پھر مثلاً جب پانی کی طہارت کے اقسام علیحدہ علیحدہ بیان کئے تو یہ فصل ہو گیا۔ احقر سے واضح رہے کہ قضیہ[1] مطلوب[2] و خبر[3] و نتیجہ[4] و مسئلہ[5] - درحقیقت ایک چیز ہیں جو اعتباری وجوہ سے متفرق ناموں سے مسمّٰے ہوتے ہیں۔ جسکی تفصیل یہ ہے کہ جو کلمہ ایسا مرکب تام ہو جسمیں صدق و کذب کے احتمال کو دخل ہو تو اُسے خبر کہتے ہیں۔ اور اسی مرکب تام کو اس وجہ سے کہ حکم پر شامل ہے۔ قضیہ کہتے ہیں اور اسی کو اس وجہ سے کہ دلیل سے طلب کیا جاتا ہے مطلوب کہتے ہیں۔ اور اس وجہ سے کہ دلیل سے حاصل ہوتا ہے۔ نتیجہ۔ کہتے ہیں۔ اور اس وجہ سے کہ علوم میں واقع ہوتا ہے اور اس سے سوال کیا جاتا ہے مسئلہ کہتے ہیں۔ طہارت۔ لغت میں بہ زبر و بپیش طا مصدر بمعنے پاک کرنا یا ہونا ہے۔ لیکن فتح سے (طہارت) پڑھنا افصح (بہت

[1] یا نجاست حقیقی یا معنوی سے پاک کا نام ہے۔ لہٰذا جو شخص پانی میں تیرنے یا کوئیں وغیرہ کسی پانی میں ڈول و بڑہ کے نکالنے وغیرہ کیلئے غوطہ لگائے اور قصد طہارت نہ ہو جب بھی اس

فصیح) ہے ۔ اور بکسر طا طہارت وضو کے آلہ و چیز کو کہتے ہیں یعنی لوٹا وغیرہ جس سے وضو کیا جائے اور طُہارت بضم طا وضو کے بچے ہوئے پانی کو یا وضو کے اس پانی کو کہتے ہیں جس سے وضو کرنے کا ارادہ ہو ۔ (اور وُضو ۔ واو کے پیش (ضمہ) سے وضو کرنے کو کہتے ہیں ۔ اور واو کے کسرہ سے وِضو اس لوٹے وغیرہ کو کہتے ہیں جس سے وضو کیا جائے ۔ اور وَضو ۔ واو کے فتح سے اس پانی کو کہتے ہیں جس سے وضو کیا جائے ۔ صراح منتخب احقر ۔) اور اصطلاح فقہا میں طہارت بے وضوئی یا جنابت وغیرہ (نجاست حکمی) یا نجاست حقیقی (خواہ حسی ہو یا معنوی) یا نجاست معنوی گناہ وعیب سے (کیونکہ وضو ہوتے کم سے کم مجلس بدلکر دوسرا وضو موجب ثواب و معافی گناہ ہوتا ہے) پاکی کا نام ہے ۔ اور طہارت برتنوں وطعام کی پاکی کو بھی شامل ہے اگرچہ نماز سے انھیں کوئی تعلق نہیں لیکن ان کی پاکی بھی ضروری ہے) اسی طرح مکان (جائے نماز) ولباس و بدن کی پاکی کو بھی شامل ہے ۔ اور بعض کہتے ہیں طہارت حقیقت میں نجاست حقیقی (خواہ حسی ہو یا معنوی) کے دور کرنے کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ مجازاً ازالہ نجاست معنوی پر اطلاق ہوتی ہے اور کہا گیا ہے کہ ازالہ نجاست معنوی پر حقیقۃً استعمال ہوتی ہے لیکن درحقیقت دونوں پر اطلاق ہوتی ہے ۔ مطلب یہ مقصود بالذات عبادات (جیسے نماز روزہ ۔ حج ۔ زکوٰۃ وغیرہ) کے جائز ہونیکے لئے دل سے نیت کا ہونا بحدیث ۔ انما الاعمال بالنیات الحدیث بلا اجماع شرط ہے ۔ جو شخص پریشانی غم وغیرہ کی سبب سے دل سے نیت نہ کر سکے تو اسے نیت کے الفاظ سے شروع کرنا مستحب ہے اور وہ نیت کے الفاظ نیت دل سے کافی ہو کر نماز جائز ہو جائے گی ۔ جس شخص کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوں اور منہ بھی زخمی ہو تو وہ شخص بلا وضو و تیمم نماز پڑھے ۔ جیسے صحیح تر قول میں نماز لوٹانے کا حکم بھی نہیں کہ پہلی ہی نماز ادا ہو چکی ۔ اگر منہ نہ زخمی ہو تو بہ قصد تیمم اسے دیوار وغیرہ کی پاک مٹی وغیرہ پر ملکر (کہ حتے الامکان طہارت حاصل ہو جائے) نماز ادا کرے چونکہ اکثر اعضاء وضو یا غسل زخمی وغیرہ ہونے پر وضو و غسل معاف ہو کر تیمم کا حکم ہوتا ہے چنانچہ مذکورہ بالا صورت میں دونوں ہاتھ و پاؤں

پڑھے تو مکروہ بھی نہ ہو گی لیکن اس ۔ عادت اختیار کر لینے پر مکروہ ہو گی اور گنہگار ہو گا کیونکہ اعضاء کا بہ نیت وضو دھونا سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کا بلا عذر دوامی تارک گنہگار ہے ۔ ۳۰ وغیرہ ۱۲ ش ۔

کٹے ہوئے ہیں پھر صرف منہ و سر باقی رہے لیکن جب تیمم کرنیکا آلہ واوزار (یعنی ہاتھ) ہی نہیں تو تیمم بھی ساقط ہو کر بلا تیمم ہی نماز جائز ہو جائیگی
اگر کوئی شخص نہ پانی کے استعمال پر قادر ہو اور نہ ہی اُسے تیمم کیلئے کوئی پاک چیز مل سکے (اگر قید وغیرہ میں ہو) تو صاحبین کے نزدیک
اس شخص پر بلا وضو و بلا تیمم نمازی سے بطریق ذیل تشبہ بہ اوقات نماز کرنی واجب ہے۔ کہ نمازی کیطرح بلا نیت نماز کھڑا ہو کر بلا قرأت
تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد رکوع و سجود کرے (اگر زمین گیلی نہ ہو) سلام پھیرے۔ اگر زمین گیلی ہو تو اشارہ سے رکوع و سجود ادا کرکے سلام
پھیرے۔ پھر اس کے بعد مذکورہ نمازی کو پانی وغیرہ پر قادر ہونیکی حالت میں وضو وغیرہ سے نماز کا لوٹانا واجب ہوگا۔ اور اسی قول صاحبین پر
فتویٰ ہے اور صحیح قول پر امام صاحبؒ نے بھی قول صاحبینؒ کیطرف رجوع کر لیا ہے اگرچہ پہلے بلا وضو و تیمم تشبہ بہ نمازی نماز ادا کرنے قرار دیکر پانی
وغیرہ پر قدرت ہونے تک نماز کی تاخیر کا حکم دیتے تھے۔ مذکورہ بالا مفتےٰ بہ مسئلوں سے صراحۃً یہ حکم نکلتا ہے کہ اگر کوئی شخص بلا قصد تمسخر و بے ادبی
جہالت یا سستی وغیرہ کے باعث بلا عذر عمداً بلا وضو وغیرہ نماز پڑھ لے تو کافر نہ ہوگا (اگرچہ بہت سخت گنہگار ہوگا چونکہ غیر مفتےٰ بہ قول پر وہ کافر
ہو جاتا ہے۔ احقر) جیسے بلا عذر بلا قصد حقارت وغیرہ ناپاک کپڑے میں یا غیر رخ قبلہ کیطرف عمداً نماز پڑھنے والا بالاتفاق کافر نہیں ہوتا
(بلکہ سخت گنہگار ہوتا ہے) اگر کوئی شخص بہ قصد تمسخر و تحقیر بلا عذر عمداً بے وضو وغیرہ حالت میں نماز پڑھے تو بالاتفاق کافر ہو جاتا ہے چونکہ تمسخر و
حقارت قطعی حکم کے انکار کی دلیل ہے اور انکارِ حکم قطعی کفر ہے۔ لیکن واضح رہے کہ فرض قطعی کا تارک کافر نہیں ہوتا (ورنہ تمام تارک صلوٰۃ
و روزہ و زکوٰۃ وغیرہ کافر ہو جائیں حالانکہ نہیں) بلکہ قطعی حکم کا منکر کافر ہوتا ہے۔ مگر کہ انکار کسی صحیح قوی شبہ و دلیل کے باعث ہو تو پھر منکر قطعی کافر
نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص دین کے کسی حکم کو خواہ وہ سنت ہی کیوں نہ ہو حقارت و اہانت بے ادبی کی نظر سے دیکھے یا ترک کرے تو کافر ہو جائے گا۔
اور طہارت کا حکم ان اعمال کا جواز ہے جو بلا طہارت جائز نہیں ہوتے۔ چنانچہ نماز و غیرہ جیسے اعمال جو بعد طہارت جائز ہوتے ہیں۔ بنا بر صحیح
قول کے طہارت کے وجوب کا سبب نماز کا وجوب ہے یعنی جو وقت نماز واجب ہو طہارت بھی واجب ہوتی ہے۔ لہذا اکثر مدت حیض نفاس یا
عادت مقررہ پر کسی حائض نفسا عورت کا خون بند ہو جائے اور وجوب نماز تک غسل میں دیر کرے تو بالاجماع گناہ گار نہ ہوگی۔ یہی حکم جنبی وغیرہ
کے تاخیر طہارت وجوب نماز تک کا ہے گو گنہگار نہیں ہوتا یا اس فعل کا ارادہ ہے جو بغیر طہارت جائز نہیں ہو سکتا۔ جیسے نماز وغیرہ و قرآن شریف

[illegible]

۱۷ اگر تم نے حیض بند ہو جانے پر وجوب طہارت سے پہلے یہ فلاں کام نہ کیا تو تو طلاق ہے تو اس عورت کے وجوب نماز سے پہلے اس کام کے کر لینے پر طلاق نہ واقع ہوگی تمام متعلق افعال پر

کا چھونا اور اسی جیسے افعال طہارت کے واجب ہونیکی چھ شرطیں ہیں ایک انسان کا مکلف ہونا۔ یعنی عاقل بالغ ہونا کہ دیوانے و نابالغ لڑکے لڑکی پر طہارت واجب نہیں (چونکہ ان پر نماز ہی واجب نہیں) دوسری اسلام۔ کیونکہ کافر پر بنا بر قول مشہور احناف نماز نہ فرض ہونیکے باعث طہارت واجب نہیں ہوتی چونکہ کافر پہلے اسلام لانیکا مکلف ہے بعد ازاں فروعات کا۔ بخلاف شافعیؒ کے تیسری شرط وقت نماز کا تنگ ہونا کہ اس وقت فرض نماز ادا کرنیکے لئے طہارت واجب ہوجاتی ہے۔ چوتھی شرط کافی پاک پانی وغیرہ مطہر کے استعمال پر قادر ہونا ہے (اگر پاک پانی نہ ہو یا ہو مگر گم تو پھر تیمم واجب ہوتا ہے) پانچویں شرط حدث یعنی بے وضوئی وغیرہ کا موجود ہونا (اگر باوضو ہو تو پھر طہارت واجب نہیں) چھٹی شرط عورت کے حیض ونفاس منافی طہارت کا نہ موجود ہونا (ورنہ عورت پر بوجہ حالت ناپاکی نماز واجب نہ ہونیکے باعث طہارت واجب نہیں ہوتی) طہارت کی صحت کیلئے دو شرطیں ہیں (شرط صحت وہ ہوتی ہے جسکے بغیر مشروط صحیح نہیں ہوتا) ایک پانی وغیرہ مطہر چیز سے تمام محل فرض کو دھونا وغیرہ۔ دوسری یہ کہ محل فرض پر ناپاکی کی مانع اشیاء سے فارغ ہونا (کہ حیض ونفاس موم و میل سخت وغیرہ بھی ہو کہ یہ پانی کی سرایت کو مانع ہوتی ہے) اور اعضاء کا وہ دھونا معتبر و جائز ہوتا ہے جسمیں کم سے کم دو قطرے متواتر گریں ورنہ وضو وغیرہ جائز نہ ہوگا بوجہ قولہ تعالیٰ۔ فاغسلوا وجوھکم۔ الآیہ۔ کہ وضو کیلئے منہ ہاتھ پاؤں دھوؤ۔ اور دھونا جب صادق آتا ہے کہ اعضاء سے پانی کے چند قطرے متواتر گریں۔ عنایہ وغیرہ۔ احقر) اگر کسی عضو کو بدیں طور دھویا گیا کہ اس سے متواتر دو قطرے بھی نہ گرے تو اسپر دھونا نہ صادق آنیکے باعث وضو وغیرہ جائز نہ ہوگا۔ چونکہ وہ تو اعضاء کا پانی سے چپڑنا ہوا۔ اور فرض دھونا ہے۔ لہذا اچھی ہوئی برف سے وضو جائز نہیں جبتک کہ اس سے پانی نہ ٹپکے۔ ہر عضو مفروض الغسل کا پوری طور سے ایک بار دھونا بدلیل آیت مذکورہ بالا فرض ہے جسکے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی۔ اور تین بار دھونا تکمیل سنت کیلئے ہے جسکے بغیر نماز جائز ہوجاتی ہے مگر ترک سنت کا نقصان باقی رہتا ہے۔ اور وضو مذکورہ ذیل اقسام پر منقسم ہے۔ کہ نماز کیلئے وضو فرض ہے اور کعبہ شریف کے طواف کیلئے واجب ہے۔ اور صحیح تر قول میں قرآن شریف چھونے پکڑنے کیلئے بھی واجب ہے چونکہ آیت شریف (لا یمسہ الا المطھرون۔ الآیہ۔ کہ قرآن مجید کو پاک ہی چھوئیں) کے معنے میں اختلاف علماء ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے جس کا اسی مذکورہ آیت سے پہلے ذکر ہوا ہے کہ (انہ لقرآن کریم فی کتٰب مکنون) اور چھونے والے فرشتے ہیں جو پاک ہوتے ہیں اس بنا پر یہ معنے ہوا کہ قرآن کریم لوح محفوظ میں لکھا ہے جسے پاک فرشتے ہی چھوتے ہیں۔ لیکن اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ حکم انسانوں کیلئے ہے کہ طہارت بغیر قرآن مجید کو چھوئے تک نہیں چہ جائیکہ پکڑے مگر چونکہ اسمیں دوسرا احتمال مذکورہ بالا بھی ہے لہذا قرآن مجید کے چھونے کیلئے حکم طہارت فرض قطعی نہ رہا بلکہ فرض واجب عملی ہوگیا۔ اسی لئے اس وضو کی فرضیت کا منکر کافر نہیں۔ چونکہ فرض عملی وہ ہوتا ہے کہ جس کے ترک عمل فاسد و ناجائز ہوجاتا ہے۔ لیکن اس کا منکر کافر نہیں ہوتا کیونکہ فرض قطعی نہیں۔ لہذا احناف کے نزدیک نماز کے وضو کی فرضیت کا منکر کافر ہوگا۔ کہ وہ قطعی فرض ہے۔ اس وضو کے علاوہ اور کسی وضو کی فرضیت کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا کیونکہ وہ فرض عملی وغیرہ ہیں نہ قطعی۔ اور مذکورہ ذیل وضو بلا نماز مستحب ہیں۔ جیسے نیند سے جاگنے کے وقت۔ اور سونے کے وقت اور جھوٹ بولنے وغیبت کرنے کے بعد اور قہقہہ کرکے ہنسنے کے بعد (اگر رکوع سجود والی نماز میں ہنسے تو وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے) اور شعر مذموم و مکروہ پڑھنے کے بعد۔ اور اونٹ کا گوشت کھانیکے بعد (امام شافعیؒ کے نزدیک یہ گوشت کھانے سے پہلا وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے) اور ہر گناہ کے بعد وضو مستحب ہے۔ اور عضو تناسل و عورت کے بلا حائل چھونے کے بعد بھی مستحب ہے (امام شافعیؒ کے نزدیک انکے چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) اور وضو پر وضو تبدیل مجلس وغیرہ پر جیسے آگے اپنے محل پر مذکور ہوگا۔ اور میت کے غسل دینے کیلئے اور غسل دینے کے بعد وضو بلکہ غسل بھی مستحب ہے جیسے آئندہ بحث غسل میں آئیگا۔ اور جنازہ اٹھانیکے لئے اور ہر نماز کیلئے پہلا وضو ہوتے ہوئے اور غسل جنابت سے پہلے

اور جنبی کیلئے کھانے پینے سے پہلے قبل غسل کے اور وطی زوجہ دوبارہ ہی کیلئے۔ اور غصہ کے بعد۔ اور قرآن شریف حفظ یا بلا چھوئے پڑھنے کیلئے اور حدیث کی روایت کیلئے۔ اور علم دین کے درس۔ اور اذان و اقامت اور ہر خطبہ کیلئے خواہ خطبہ نکاح ہی ہو۔ اور حضور علیہ السلام کے روضہ (یا آپکی) زیارت کیلئے۔ اور عرفات پر کھڑا ہونے اور ٹھہرنے کیلئے اور سعی کرنے یعنی دو سبز نشانوں کے درمیان سات بار حج وغیرہ دوڑنے کیلئے اور شرعی کتابوں کے چھونے کیلئے اور اللہ تعالیٰ کی مطلق ذکر کیلئے اور ہر غسل کے شروع میں۔ اور اپنی بیوی کی خوبیاں دیکھنے کیلئے۔ اور وضو پر مداومت کیلئے وضو مستحب ہے۔ بعض مذکورہ بالا مواضع میں اختلاف سے بچنے کیلئے وضو مستحب ہے کہ شافعی کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے اور بلا حائل عضو تناسل یا عورت کے چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ بخلاف احناف کے کہ وہ وضو ٹوٹنے کے قائل نہیں مگر احتیاطاً اختلاف سے بچاؤ کیلئے وضو کر لینا بہتر ہے۔ اور مذکورہ بعض وضو تعظیم کیلئے مستحب ہیں جیسے ذکر اللہ وغیرہ جیسی صورتیں ہیں۔ اور بعض مذکورہ بالا صورتوں میں معافی و کمی گناہ کیلئے مستحب ہے جیسے جھوٹ۔ غیبت۔ قہقہہ وغیرہ کے بعد کہ کچھ وضو سے اور کچھ اپنی توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اور طہارت کا رکن اعضاء کا حدث و نجاست سے پاک کرنا اور مسح کرنا ہے۔ یعنی مرئی و غیر مرئی (دکھائی دینے والی) نجاست سے اعضا کا پاک کرنا۔ اور نجاست غیر مرئی جیسے شراب و پیشاب) اور جنابت و حیض و نفاس کی پاکی کیلئے صرف غسل ہے۔ اور طہارت وضو۔ اعضاء وضو کا دھونا اور سر کے مسح کا نام ہے۔ اور طہارت کا آلہ پانی و پاک مٹی اور ہر جاری پاک چیز جو نجاست دور کرے۔ اور طہارت کی دلیل یہ آیت شریفہ مذکورہ در سورہ مائدہ ع ۲ میں ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ۔ الآیہ۔ ۸۳ تا ۸۵۔ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پانچ وقت کی نماز نبوت کے بعد بالاتفاق معراج کی رات میں معتبر قول ہجرت سے ایک سال پہلے مع وضو و غسل کے فرض ہوئی ہے۔ اور معراج شریف سے پہلے حضور علیہ السلام اور آپکے صحابہ مذکورہ ذیل دو نمازیں پڑھتے تھے۔ قولہ تعالیٰ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا۔ الآیہ۔ کہ سورج چڑھنے اور چھپنے سے پہلے نماز پڑھو۔ یعنی نماز فجر اور نماز عصر۔ اور جب حضور علیہ السلام مع صحابہ قبل معراج نماز پڑھتے تھے اور نماز بے وضو ہوتی نہیں۔ لہٰذا آپ باوضو پڑھتے تھے کیونکہ جبرئیل وضو و نماز کی تعلیم دے گئے تھے۔ اور اصح قول میں معراج شریف ماہ رجب کی ستائیسویں تاریخ رات کے وقت ہوا جس پر تمام دنیا کے مسلمانوں کا تعامل ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک ہجرت سے ڈیڑھ سال قبل ہفتہ کی رات سترہ تاریخ رمضان شریف کو ہوا ہے۔ اور بعض کے نزدیک ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوا ہے۔ اور بعض ستائیس ربیع الاول اور بعض ربیع الآخر اور بعض ماہ شوال میں معراج ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن پہلا قول معتبر و اصح ہے۔ اور حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ حضور پر نور نے فرمایا ہے۔ ھٰذَا وُضُوْئِیْ وَوُضُوْءُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ۔ الحدیث۔ کہ میرا اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کا یہی اسی طرح کا وضو ہے۔ جب پہلے انبیاء بھی وضو سے عبادت کرتے تھے تو ضرور ہے کہ انکی امتیں بھی وضو سے عبادت کرتی ہونگی (لہٰذا وضو خاصہ امت محمدیہ نہ ہوا) جیسے حضرت سارہ زوجہ مطہرہ ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ دونوں شوہر بیوی سفر کر رہے تھے کہ ایک کافر بادشاہ نے بیوی صاحبہ کو پکڑا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جدا اپنے گھر لیجا کر بغرض فاسد ہاتھ لمبا کرنے لگا کہ بیوی صاحبہ نے وضو کر کے دست دعا بدرگاہ رب العلیٰ اٹھائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بچا۔ چنانچہ وہ کافر گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا جس پر کافر نے معافی مانگی تو پھر انہوں نے دعا کی اور زمین نے اُسے چھوڑ دیا۔ اسی طرح دو تین بار کافر عہد شکنی کرتا رہا پھر آخر روسیاہ مغلوب ہو کر اپنی باندی بیوی صاحبہ کی خدمت میں پیش کی جس کا نام ہاجرہ تھا۔ جو بعد میں بیوی صاحبہ نے اپنے شوہر ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی اور انہوں نے نکاح کر لیا جن سے حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ پیدا ہوئے۔ اسی طرح جریج راہب کا قصہ بھی مشہور ہے کہ وضو سے نماز پڑھتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ امت محمدیہ کیلئے وضو خاص نہیں بلکہ یہ پہلی امتوں کے لئے بھی تھا۔ لہٰذا اس امت کیلئے اعضاء وضو کا قیامت میں چمکنا خاصہ ہے جس سے یہ امت پہچانی جائیگی۔ ہر سورۃ کے مدنی یا مکی ہونے میں صحیح قول

کہ جو سورت ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہو خواہ کہیں نازل ہوئی ہو مکی کہلائیگی اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہو خواہ کسی جگہ نازل ہو مدنی کہلائیگی نا۔ اور جب آپ کا قبل و بعد نبوت اور قبل و بعد معراج شریف ہجرت سے پہلے نمازوں کا وضو سے پڑھنا پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ تو پھر سورہ مائدہ میں (جو یقیناً مدنی ہے اور معراج شریف کے بعد مدینہ شریف میں نازل ہوئی ہے) وضو و غسل کی آیت (یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ۔ آخر تک پ۶ المائدہ ع۲۔ اور بعض آیت اغنیاء ع میں بھی ہے) کا نزول چند حکمتوں و رحمتوں و احکام کی تفصیل کے باعث ہوا جنمیں سے بعض درج ذیل ہیں۔ ایک۱ یہ کہ جو وضو و غسل کا پہلے حکم تھا اس سے اور پختہ اور موکد ہوگیا۔ دوسرے۲ یہ کہ وضو نماز کے ارادہ کرنیکے بعد واجب ہوتا ہے۔ چونکہ۔ اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔ کا لفظی معنے یہ ہے۔ کہ جب تم نماز میں کھڑے ہو جاؤ اسکے بعد منہ ہاتھ وغیرہ دھو۔ اور یہ غلط ہے کہ نماز میں بلا وضو کھڑے ہوکر بعد ازاں وضو کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ لہذا لا محالہ آیت کا یہ مطلب ہے کہ جب تم بیوضو ہو اور نماز کی ادائگی کا ارادہ کرو تو پہلے منہ ہاتھ وغیرہ دھولو تو وضو کا وجوب ارادہ نماز کے بعد ہوگا اور پانی۳ کا بہانا واجب معلوم ہوا کیونکہ آیت میں (فاغسلوا) دہونا وارد ہے۔ لہذا پانی سے اعضا کو چپڑ دینا یا مسح کرنا (بلا مسح سر و کان و گردن کے) جائز نہیں۔ اور۴ یہ کہ وضو کے جواز کیلئے نیت اور اعضا کا ترتیب سے دہونا اور ملنا اور متواتر دہونا فرض نہیں (بخلاف شافعیؒ کہ وہ ان کو فرض کہتے ہیں اور آیات سے ثابت کرتے ہیں جسے احناف رد کرکے غیر معتبر قرار دیتے ہیں)۔ اور دیگر۵ یہ حکم نکلا کہ بعض سر کا مسح فرض ہے خواہ کسی طرف سے کیا جائے جس سے فرض ادا ہوکر وضو جائز ہو جائیگا (لیکن چوتھائی سر کا فرض عملی اور تمام سر کا مسح کرنا سنت ہے) اور یہ۶ بھی معلوم ہوا کہ اعضا کے دہونے اور مسح کرنے میں باہمی اجتماع باطل ہے یا مسح ہوگا یا دہونا اور یہ۷ کہ آیت کے رو سے موزوں کا مسح جائز ہے۔ اور۸ یہ کہ استنجا فرض نہیں کیونکہ آیت میں اسکا ذکر نہیں۔ اور یہ۹ کہ جنابت اور اس جیسی ناپاکی حیض و نفاس میں تمام بدن کا دہونا فرض ہے اور یہ۱۰ کہ بحالت جنابت منہ و ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے (فاطہروا کے مبالغہ کے باعث) اور یہ۱۱ کہ جو مریض یقیناً جانے کہ وضو سے مرض زیادہ ہو جائیگا اسے تیمم واجب ہوگا۔ اسکے۱۲ علاوہ پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہوتے تیمم ہر وقت جائز ہے۔ اور یہ۱۳ کہ پانی پر کوئی درندہ جانور یا دشمن وغیرہ جیسی چیز ہو تو پھر بھی تیمم جائز ہے۔ اور یہ۱۴ کہ جنبی کیلئے بھی ضرورت کے وقت تیمم جائز ہے۔ اور یہ۱۵ کہ تیمم والا نماز کے درمیان پانی کے استعمال پر قادر ہو جائے تو اس کی نماز ٹوٹ کر وضو لازم ہو جائیگا۔ اور یہ۱۶ کہ کھجور کے نچوڑ سے نماز جائز ہے۔ جسکے ساتھ تیمم بھی کیا جائے تاکہ اختلاف سے محفوظ ہو جائے۔ اور یہ۱۷ کہ شافعیؒ کے نزدیک عضو تناسل و عورت کے بلا حائل چھو دینے پر وضو ٹوٹ جاتا ہے (بخلاف ائمہ احناف کے) اور یہ۱۸ کہ سر کا مسح شافعیؒ کے نزدیک ایک بال پر بھی کافی ہو جاتا ہے۔ اور مالکؒ کے نزدیک تمام سر کا مسح فرض ہے۔ اور یہ۱۹ بھی معلوم ہوا کہ دو طہارتیں ہیں وضو و غسل (وضو میں پوری طور سے مطلقاً ایکبار اعضاء وضو کا دھونا فرض قطعی ہے۔ اسیطرح مطلق سر کا مسح کرنا بھی فرض قطعی ہے۔ لیکن سر کے چوتھائی کا مسح اور کہنیوں و ٹخنوں کا دہونا قوی قول پر فرض عملی ہے نہ قطعی کیونکہ زفرؒ کہنی و ٹخنہ کے دہونیکو فرض نہیں قرار دیتے اور مسح سر کی مقدار میں اختلاف ہے اسیطرح ڈاڑھی والے کو کان و ڈاڑھی کی درمیانی خالی جگہ کا دھونا فرض قطعی نہیں بلکہ عملی ہے کہ ابو یوسفؒ ایک روایت میں اس کی فرضیت کے قائل نہیں لہذا فرض عملی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ اور جو شخص بتاویل صحیح ان پر عمل نہ کرے تو اس کی نکو کاری میں کوئی فرق نہیں آتا اگر حقیر و ہلکا سمجھ کر ترک کریگا تو کفر ہے۔ اور خبر واحد و قیاس کا بلا تاویل تارک فاسق ہوتا ہے اگر اہانت کی نیت سے ترک نہ کرے ورنہ کافر ہو جائیگا۔ فرض عملی وہ ہوتا ہے جس کے ترک سے عمل جائز نہیں ہوتا لیکن اس کا (بلا قصد حقارت) منکر کافر نہیں ہوتا۔ بخلاف فرض قطعی کے کہ اسکا منکر مطلقاً کافر ہو جاتا ہے اور اسکے ترک پر عمل فاسد و ناجائز ہوتا ہے۔ جیسے نماز کے ارکان و شرائط پر فرض کا اطلاق آتا ہے۔ ایسے ہی غیر ارکان و شرائط پر بھی جیسے ہر رکعت میں غیر مکرر افعال کی ترتیب کو فرض کہا جاتا ہے جیسے کھڑا ہونیکے بعد قرءت پڑھنا اور قرءت کے بعد رکوع کرنا اسکے بعد سجدہ کرنا اسکے بعد قعدہ بیٹھنا فرض کہلاتا ہے۔ رکن وہ ہوتا ہے جو کسی شئے میں داخل ہو جیسے نماز میں قرءت

جیسے۔ اِذَا جَاءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَائِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ الایہ۔ رغائط کا ولمس بیان کرکے پہلے سے پیشاب پاخانہ مراد لیا۔ اور دوسرے سے جماع چونکہ غائط گڑھے کو کہتے ہیں جسمیں چھپکر عموماً انسان قضاء حاجت ... سے چھونے کو کہتے ہیں اور آیت میں جماع مراد ہے۔ اور کنایہ لغت میں کوئی کلام بولکر اسکے بعد وغیر موضوع له معنے مراد لینے کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

وغیرہ اور شرط وہ ہوتی ہے جو شئی سے خارج ہو۔ جیسے تکبیر تحریمہ وغیرہ جیسی اشیاء اور یہ بھی[30] معلوم ہوا کہ پاک کرنے والی دو چیزیں ہیں۔ پانی اور اس کے بعد پاک مٹی۔ اور دو حکم[31] ثابت ہوئے۔ دھونا یا مسح کرنا۔ اور تیمم[32] کو جائز کرنے والی دو چیزیں معلوم ہوئیں۔ ایک بیماری۔ دوسرا سفر۔ اور دو دلیلیں[33] معلوم ہوئیں ایک تفصیلی ہے جو وضو میں چار عضو پر صریح ہے اور دوسری اجمالی جو غسل میں مجمل ہے وان کنتم جنبا فاطهروا۔ الآیہ۔ کہ جنبی ہونے پر پوری پاکی کرو (جسکی مقدار میں مجتہدین کا خلاف ہے۔ اور دو کرامتیں[34] معلوم ہوئیں ایک صغائر گناہوں کی پاکی۔ دوسرے نعمتوں کی تکمیل اور سہولت امت محمدیہ۔ لقولہ تعالیٰ۔ لیطهركم به ولیتم نعمته علیکم۔ کہ تمہیں پاک کرکے اپنی نعمت تمام کردے۔ چونکہ حسب تفصیل ذیل اللہ تعالیٰ نے غسل و تیمم کو حدث کے بعد متفرع کیا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ غسل کے بعد غسل اور تیمم کے بعد تیمم بلا فصل غرض صحیح عبث ہوگا۔ بخلاف وضو کے کہ اسے حدث پر متفرع نہیں کیا گیا بلکہ ارادہ قیام نماز پر حسب ذیل آیات غسل و تیمم یہ ہیں جنمیں غسل و تیمم کو حدث پر متفرع کیا گیا ہے بدلیل آیۃ۔ ان کنتم جنبا فاطهروا۔ جنبی ہونے پر اچھی طرح غسل کرو۔ یعنی جنابت کے بعد۔ وان کنتم مرضى او على سفر او جاء احد منكم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوهكم وايديكم۔ [11] یعنی تمہیں بیمار یا مسافر ہونے یا بول و براز سے فارغ ہو جانے کے بعد پانی نہ ملنے یا ضرر کرنے پر پاک مٹی بقصد تیمم منہ و ہاتھوں پر ملنی چاہیے۔ گویا تیمم بھی حدث پر متفرع ہے لیکن بعض غسل سنت و مستحب بھی ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدث ہی پر متفرع نہیں اور نیز وضو بھی حدث پر متفرع نہیں بدلیل قولہ تعالیٰ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوهكم الآیہ۔ کہ ارادہ قیام نماز کے بعد وضو کرو (لیکن آیت میں نیا بر ذکر علماء حدث مراد ہے کہ بے وضو ہوتے ہوئے جب نماز کا ارادہ کرو تو وضو کرکے نماز پڑھو) لہذا وضو پر وضو ایکبار مکرر بلا فصل آئندہ معتبر قول پر جائز و مستحب ہے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ حدیث شریف۔ لولا ان اشق على امتی لامرتهم عند كل صلوة بوضوء۔ یعنی مجھے اگر امت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو ہر نماز کے لیے وضو ہوتے ہوئے دوسرے وضو کا حکم کرتا۔ نیز حدیث میں وارد ہے الوضوء على الوضوء نور۔ وضو ہوتے وضو کرنا نور ہے (لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے) نیز وارد ہے من توضأ على طهر كتب له عشر حسنات۔ وضو پر وضو کرنے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اگر کوئی شخص بلا تبدیل مجلس یا بلا ایسا کام کئے جس کیلئے وضو تجویز کیا جاتا ہے تیسری دفعہ وضو کرے گا تو پھر مکروہ ہوگا ورنہ نہیں۔ نیز ایک وضو کے تمام کر لینے کے بعد دوسرا وضو کیا جانا مستحب ہے اگر پہلا وضو ختم کئے بغیر اسی کے درمیان دوسرا شروع کر دیا جائے پھر بھی مکروہ ہے۔ نیز تین بار سے زیادہ تین بار ہی کو سنت جانتے ہوئے کوئی اطمینان قلب کیلئے اعضاء دھونے میں زیادتی کرے کہ چار بار دھو ڈالے یا پاؤں پنڈلی سمیت یا کہنیاں بازو سمیت تو کوئی کراہت نہیں بلکہ ثواب و مستحب ہے۔ نیز اصح قول میں ڈاڑھی والے کو کانوں و ڈاڑھی کی درمیانی خالی جگہ کا دھونا واجب ہے۔ کیونکہ یہ بھی۔ وجہ۔ یعنی منہ کی حد میں داخل ہے چونکہ وجہ۔ مواجہت۔ بمعنے روبروئی سے مشتق ہے یعنی چہرہ کے جس حصہ سے توجہ و مواجہت روبروئی ہو کر بات چیت کی جاتی ہے اس تمام کا دھونا فرض ہے وجہ کا مواجہت سے جو اشتقاق ہے یہ اشتقاق مجازی صغیر کہلاتا ہے۔ ورنہ حقیقی تو وہ ہے جو علم صرف میں دس چیزوں کے مصدر سے نکلنے پر اطلاق ہوتا ہے جیسے ماضی و مضارع وغیرہ الخ۔ اور وجہ کا مواجہت سے اشتقاق مجازی ہے۔ ایسے ہی رعد کا ارتعاد (بمعنے آسمان میں اضطراب پیدا کرنا یا بادلوں کو مضطرب کرنا) سے اور یمم کا تیمم (بمعنے قصد) سے اور جن کا اجتنان (بمعنے نظر سے پوشیدہ ہونیکے) سے اور برج کا تبرج (بمعنے ظاہر ہونیکے) سے۔ ص ٨٩ تا ٩٨ اور اشتقاق دراصل تین قسم ہے ایک یہ کہ مشتق و مشتق منہ میں معنوی ترکیبی مناسب ہوتے ہوئے تغایر صیغی کے باوجود ان میں حروف و ترتیب کا تناسب ہو۔ جیسے ضرب کا ضرب سے تو اسے اشتقاق صغیر کہتے ہیں۔ اگر صرف معنے و لفظ میں ہی تناسب ہو نہ ترتیب میں۔ جیسے جبذ کا جذب سے تو اشتقاق کبیر کہلاتا ہے۔ اگر تناسب حرف مخرج میں ہو نہ غیر میں۔ جیسے نعق کا نہق سے تو اشتقاق اکبر کہلاتا ہے۔ مذکورہ ناموں اشتقاق کے علاوہ اور نام بھی ہیں جو مع ترتیب مذکورہ اصغر۔ صغیر۔ اکبر۔ اور۔ اصغر۔ اوسط۔ اکبر۔ بھی کہلاتے

[1] ص ٣٤ غسل غین کے فتح سے پانی سے دھونیکو کہتے ہیں اور غین کے ضمہ سے تمام بدن کے دھونیکو اور اس پانی کو بھی کہتے ہیں جس سے غسل کیا جائیگا۔ اور غین کے کسرہ سے جس

ہیں - لیکن پہلے تمام مشہور ہیں ۔ عورت و لڑکے اور مرد بے ریش کو تمام چہرہ کا کانوں تک دھونا بالاتفاق فرض ہے ۔ آنکھوں و ناک و منہ کا اندر سے دھونا فرض نہیں ۔ اور منہ و ناک میں پانی ڈالنا بے وضو ہونیکی صورت میں سنت اور جنابت کی حالت میں واجب ہے اور آنکھوں کا دھونا دفع حرج کے باعث بالکل ساقط ہو گیا کہ جس کا دھونا سنت بلکہ مستحب تک بھی نہیں - لہذا اگر کوئی شخص ناپاک سرمہ لگائے تو آنکھوں کا دھونا ضروری نہیں بلکہ دھوئے بغیر نماز جائز ہو جائیگی - کہ انکا دھونا مضر ہے ۔ اور آنکھیں بند کرنیکے بعد اگر ناک کی دونوں طرفونکے آنکھ کے کناروں میں آنکھ دکھنے کے باعث سفید میل و آلائش جمع شدہ باہر دکھائی دے تو اس کا دھونا واجب ہے - اگر آنکھ بند کرنے پر اندر کو چھپ جائے تو دھونا واجب نہیں - اگر کوئی منہ دھوتے وقت سخت کر کے آنکھیں بند کر دے جب بھی ظاہر روایت کے بموجب معتبر قول پر وضو جائز ہے ۔ اور ہونٹ کا جو حصہ (سخت کر کے بند کئے بغیر) طبعی طور پر منہ بند کرنے پر کھلا رہتا ہے اس کا دھونا بھی فرض ہے لہذا منہ کے سخت بند کرنے پر اگر وہ حصہ اندر کو چھپ جائے اور دھوتے وقت نہ دھلے تو وضو نہ ہوگا کیونکہ اس بیرونی حصہ ہونٹ کا دھونا فرض تھا جو ادا نہیں ہوا - اور اس کے دھونے پر وضو جائز ہوگا ۔ اور وضو و غسل کی طہارت کو مکھی مچھر کی بیٹ مضر نہیں چونکہ نفوذ پانی کو مانع نہیں اور مفتے بہ قول پر قدرے مہندی کا بھی یہی حکم ہے - ایسے ہی میل دبنا مٹی و کیچڑ طہارت کو مانع نہیں اگر یقیناً معلوم ہو جائے کہ مذکورہ صورتوں میں سے کسی میں پانی نہیں پہنچا تو وضو نا جائز ہے ۔ اگر دونوں ہاتھ اکٹھے ہی دھوئے جائیں جب بھی جائز ہے - کیونکہ ہر ایک کا جداگانہ دھونا لازم نہیں - اگرچہ بعض کے نزدیک پہلے داہنا پھر بایاں دھونا لازم ہے مگر دونوں کا جداگانہ علے الترتیب دھونا بہتر ہے اگر اکٹھے ہی دھو لئے جائیں جب بھی جائز ہے کہ فرض قطعی دھونا ادا ہو گیا ہے - (احقر) اور دونوں ڈاڑھی و مونچھوں کی جڑ تک پانی پہنچانا تکلیف کے باعث فرض نہیں جسکے پہنچائے بغیر نماز ہو جائے گی - لیکن حتے الامکان دھونا مستحب و بہتر ہے ۔ ایک پاؤں اور ہاتھ کا دھونا ظاہری لفظ آیت سے بعبارت النص فرض ہے - اور دوسرا ہاتھ پاؤں دلالۃ النص سے جبکہ وہ زخمی و موزہ پہنے نہ ہوں ورنہ مسح فرض ہے) اور ٹخنوں و کہنیوں کا دھونا فرض عملی ہے کہ زفر کے نزدیک انکا دھونا فرض نہیں ۔ بعض ٹخنوں و کہنیوں کے دھونے کو اجماع سے بعض آیت ہی سے فرض قطعی ثابت کرتے ہیں - مگر معتبر قول پر فرض عملی ہے کہ انکا منکر کافر نہیں ہوتا ۔ پاؤں دھونے میں ٹخنہ سے صحیح قول پر وہی ابھری ہوئی ہڈی مراد ہے جو ایڑی کے اوپر واقع ہے نہ پاؤں کے درمیان کی گرہ احرام کے احکام کے متعلق معتبر ہے اور سر کا مسح صرف ایک یا دو انگلیوں سے سر پر رکھ لینے یا کھینچنے سے جائز نہیں ہوتا اگرچہ مقدار فرض مسح (یعنی چوتھائی سر) کو پہنچ جائے ۔ اگر تین تر انگلیاں سر پر بلا کھینچے رکھدے تو بعض کے نزدیک مسح جائز ہو جائیگا لیکن کھینچنے پر بالاتفاق جائز ہو جائیگا ۔ اگر کسی کے بال پاؤں تک ہوں تو صحیح قول پر غسل جنابت میں انکا دھونا واجب ہے ایسے ہی جو بال سلسلہ چہرہ پر لٹکے ہوئے ہوں انکا دھونا واجب ہے اگر ایک یا دو انگلیوں کو سبابہ (انگلی شہادت) اور انگوٹھے سے ملا کر مع درمیانی جگہ ہتھیلی کے سر پر کھینچکر مسح کیا جائے اگر مقدار فرض کو پہنچ جائے تو بالاتفاق مسح پر جائز ہے ۔ اگر نہ کھینچی جائیں لیکن مقدار فرض کو پہنچ جائیں تو بعض کے نزدیک مسح جائز ہے ۔ لیکن معتبر قول پر سر کے چوتھائی کا مسح فرض ہے انگلیوں کی تعداد کا اعتبار نہیں جس طرح یقیناً مقدار فرض کو پہنچ جائے معتبر ہے اگر کوئی ایک تر انگلی کو چاروں طرف سے یعنی اوپر نیچے اور دونوں پہلوؤں سے سر پر کھینچے جب بھی معتبر قول پر مسح ناجائز ہے ۔ واضح رہے کہ سر کا مسح کانوں کے اوپر کے حصہ سر پر ہی جائز ہوتا ہے لہذا اگر کوئی اتنی لمبی مینڈھیاں رکھے جنکو موڑ توڑ کر سر کی چوٹی پر باندھ دے اور وضو کرتے وقت ان مڑی ہوئی مینڈھیوں پر سر کا مسح کرے تو نا جائز ہے بلکہ ان بالوں پر جائز ہوگا جو کانوں سے بالائی حصہ سر پر موجود ہوں ۔ چونکہ وضو میں (نماز کے جواز کیلئے) نیت شرط نہیں لہذا اگر کوئی بلا نیت وضو پانی میں تیرنے لگے یا کوئیں وغیرہ کے پانی سے کوئی چیز نکالنے کی غرض سے غوطہ لگائے تو وضو ہو جائیگا یا بارش وغیرہ سے پاک پانی کسی کے سر پر بقدر فرض کو پہنچ جائے تو اس وضو و مسح سے نماز جائز ہو جائیگی کیونکہ اعضاء وضو کی فرضیت غسل و مسح ادا ہو گئی ہے باقی انکی نیت رہ گئی ہے جو سنت ہے اور اس سنت کا ہمیشگی تارک گنہگار ہوتا ہے جو ہمیشہ اسیطرح کر کے نماز پڑھ لیا

کرے ۔ اور سر کا مسح ہاتھوں کی باقی ماندہ تری سے بھی بنا بر قول مشہور جائز ہے لیکن بعض کے نزدیک صحیح قول میں ناجائز ہے کہ پہلا پانی مستعمل
ہو گیا ہے لہذا احتیاطاً جدید پانی لیکر مسح کیا جائے ۱۲۔ احقر) اور سر کا مسح ہاتھوں کی اس تری سے ناجائز ہے جو کسی دوسری چیز پر مسح کرنیکے بعد
بچے ـــ اگر ہاتھوں سے سر کے مسح کرتے وقت بوندیں ٹپک رہی ہوں تو پھر مسح جائز ہے ۔ اور کسی ڈھیلے یا مسح کئے ہوئے دوسرے عضو سے
پانی لیکر سر وغیرہ کا مسح کرنا جائز نہیں اگر بے وضو شخص بہ نیت مسح اپنا سر یا موزہ یا کھیچی یا پٹی باندھا ہوا عضو پانی میں ڈالدے جس سے مقدار فرض
کو پانی پہنچ جائے تو بنا بر قول صحیح پانی بھی مستعمل نہیں ہوتا ۔ اور مسح بھی جائز ہو جاتا ہے ۔ بخلاف محمدؒ کہ انکے نزدیک پانی مستعمل ہو جائیگا لیکن
مسح درست ہوگا ۔ اگر بلا نیت مسح کوئی شخص مذکورہ اعضاء کو پانی میں ڈالے تو بالاتفاق پانی نہ مستعمل ہوگا ۔ اور مسح بھی جائز ہو جائیگا اور مفتی بہ
صحیح قول پر تمام ڈاڑھی کے ان بالوں کا جو ظاہر ٹھوڑی پر ہوں ۔ اور جو چہرہ کے سامنے ملے ہوئے ہوں ان کا دھونا فرض عملی ہے (جیسے کسی کے
نئی ڈاڑھی نکل رہی ہو یا کوئی کترا کر چہرہ کے برابر کرے ۔ احقر ۱۲) اور جو چہرے سے ڈاڑھی کے ادھر ادھر سے نیچے وغیرہ کو لٹکے و چھٹے ہوئے
بال ہوں تو انکا دھونا فرض نہیں بلکہ مسح کرنا سنت ہے ۔ (مسح تری پہنچنے کا نام ہے جو ڈاڑھی دھوتے وقت پہنچ جاتی ہے مگر نیت پر سنت ادا ہوگی ۱۲)
وضو کر لینے کے بعد ڈاڑھی یا سر منڈا لینے سے وضو نہ لوٹایا جائے اور نہ ہی منہ کو دھویا اور سر کا مسح کیا جائے کیونکہ یہ دھونا اور مسح کسی کا بدل و خلیفہ
نہیں بخلاف موزہ کے مسح کے کہ وہ پاؤں دھونیکا بدل ہے ۱۲۔ اسیطرح مونچھیں اور ابرو و ناخن کٹوانے سے یا کسی عضو اعضاء وضو سے نرم چمڑا
چھل جانے سے خواہ اس سے درد ہو یا نہ تو اس سے نہ وضو دوبارہ لازم ہوتا ہے اور نہ ہی ان مواضع کا دھونا لازم ہوتا ہے ۔ اگر کسی کی ڈاڑھی
نئی ہو جس سے بائیں کرتے وقت چمڑا کھلکر دکھائی دے تو پھر تمام چہرے کے چمڑے کا دھونا بھی لازم ہوگا ۔ اگر کوئی شخص موزوں پر مسح کرنیکے
بعد موزوں کے اوپر محل مسح سے موزہ چھیل ڈالے تو مسح نہ لوٹایا جائیگا ۔ اگر کسی کے اعضاء وضو میں پھٹن یا زخم ہوں تو اگر دھو سکتا ہے تو
پہلے انہیں دھوئے اگر نہیں دھو سکتا تو مسح کرے اور اگر مسح بھی نہیں کر سکتا تو ان سے فرضیت طہارت ساقط ہو گئی ہے لہذا باقی وضو کر کے
نماز پڑھ لے ۔ اگر کسی کے ایک ہاتھ میں پھٹن یا زخم ہو اور دوسرے ہاتھ سے بھی کسی مانع کے باعث اعضاء وضو نہیں ہو سکتا اور سر و منہ کو
بھی کسی طرح پانی نہیں پہنچا سکتا تو تیمم کرے امام صاحبؒ کے نزدیک نماز پڑھ سکتا ہے بخلاف صاحبینؒ کے کہ اگر کوئی ایسا غیر شخص موجود ہو جو
اسے وضو کرادے ورنہ صاحبینؒ کے نزدیک بھی تیمم سے نماز جائز ہو جائیگی ۔ کیونکہ امام صاحبؒ نمازی کی اپنی ذاتی قدرت کا اعتبار کرتے ہیں
بلا غیر کی مدد کے بخلاف صاحبینؒ کے ۔ اگر کسی کے پاؤں میں پھٹن ہو اور اسمیں دوائی ڈالا ہے تو پھر اگر اس دوائی پر پانی بہانا مضر نہیں
تو پانی بہانا لازم اور مسح ناجائز ہے ورنہ مسح جائز ہے ۔ اگر وہ دوائی پھٹن اچھا ہونے کے باعث گر پڑے تو دونوں صورتوں جریان
پانی کے مضر ہونے یا نہ ہونے میں پاؤں کی پھٹن کا دوبارہ دھونا واجب ہوگا ۔ اگر کسی کے ہاتھ مع تمام کہنیوں کے اور پاؤں مع تمام
ٹخنوں کے کٹے ہوئے ہوں تو ان کا دھونا فرض نہیں ۔ اگر کہنی یا ٹخنے کا کوئی حصہ باقی رہ جائے تو اس کا دھونا فرض ہے ۔ وضو اور غسل
میں اصطلاحی واجبات نہیں ۔ کیونکہ وضو میں ٹخنے یا کہنی کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح فرض عملی ہے نہ قطعی ۔ اسی طرح غسل میں ناک منہ
میں پانی ڈالنا فرض عملی ہے جسکا منکر کافر نہیں ہوتا ۱۲۔ اگر کسی شخص کے ایک ہی طرف سے دو ہاتھ یا دو پاؤں ہوں ۔ پھر ان کا یہ حکم ہے کہ اگر دونوں
سے پکڑا جاتا یا چلتا ہے تو دونوں کا دھونا فرض ہے اگر دونوں میں سے ایک ہی سے پکڑا جاتا یا چلتا ہے تو پھر بھی خالی نہیں اگر دونوں پورے
و باہم متصل ہوں پھر بھی دونوں کا دھونا فرض ہے اگر دونوں منفصل و جدا ہوں تو جس سے پکڑا جاتا یا چلتا ہے اسی کا دھونا فرض ہے نہ
دوسرے کا ۔ زیادہ انگلی و ہتھیلی زائد کا بھی یہی حکم ہے اگر محل فرض دھونے میں پیدا ہوں ۔ ورنہ جو مقابل فرض محل کے ہوں سے دھویا
جائے اور جو مقابل نہ ہو اس کا دھونا ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے ۔ وہ نفس وضو و غسل ۔ بعض حالتوں میں فرض اور بعض میں واجب
اور بعض میں سنت اور بعض میں مستحب ہے ۔ جو کہ اپنے اپنے محل میں ذکر کیا گیا ہے اور سنت[۱] مؤکدہ وہ فعل ہے کہ بار بار ترک سے گناہ
اور بجا لانے پر ثواب ہوتا ہے ۔ جیسے کوئی وضو میں صرف ہاتھوں کے مکرر صہ کرر و ہونیکو عادتاً چھوڑ دے تو گنہگار ہوگا ۔ اگر بطور مسنون
دھوئیگا تو اس کا ثواب علیحدہ ہوگا ۔ اور ترتیب سے دھونیکا ثواب علیحدہ اور نیت وضو سے ثواب علیحدہ ہوگا اور سنت مؤکدہ وہ ہے جسپر

۱؎ مشروع احکام چار قسم ہیں فرض و واجب ۔ سنت ۔ نفل ۔ جسکی تفصیل اس طرح ہے کہ جو کام کرنا اچھا ہو کہ اس کا ترک منع ہو اگر وہ دلیل قطعی سے ثابت ہو تو فرض ہے اگر ظنی سے

حضور علیہ السلام نے دوام کیا ہو اگر ترک کیا ہو تو کسی عذر کے باعث اور نیز وہ سنت آپ سے خاص بھی نہ ہو۔ لہٰذا وضو کی سنتوں وغیرہ جیسی ہونگی ہیں اور جو آپ سے خاص ہوں جیسے نفل چاشت وتہجد وغیرہ کی مثل اگرچہ آپنے ان پر دوام کیا ہے۔ جن کا دائمی تارک بھی گنہگار نہیں ایسے ہی اعتکاف کا حکم ہے کیونکہ یہ آپکا خاصہ تھا۔ اور تراویح بھی سنت مؤکدہ ہیں کیونکہ کچھ دن پڑھ کر آپنے بخوف فرض ہو جانیکے ترک کر دی تھیں لہٰذا انکا دائمی تارک گناہ گار رہیگا۔ اور سنت غیر مؤکدہ وہ ہے جسے آپنے بلا عذر بھی ترک کر دیا ہو۔ تو اس کا دائمی تارک گنہگار نہیں۔ اور واجب وہ ہے کہ جس پر آپنے دوام کیا ہو اور اس کے تارک پر تنبیہ و سرزنش بھی کی ہو۔ چونکہ وضو بہ نیت وضو کرنا سنت مؤکدہ ہے لہٰذا اسکا دائمی تارک گناہ گار رہوگا جیسے کوئی شخص بغرض صفائی یا ٹھنڈک اعضاء وضو دھو کر نماز بھی پڑھ لے تو نماز جائز ہے کیونکہ جواز نماز کیلئے حدث کے وقت صرف اعضاء وضو کا دُھلا ہوا ہونا شرط ہے خواہ بہ نیت وضو ہو یا نہ۔ جیسے قریب ہی آئیگا۔ اور وضو کے فرائض میں سے کسی ایک کے دھونے پر وضو کا فرض ادا ہو جائے یہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ وضو کی فرضیت مجموعہ تین اعضاء کے دھونے اور سر کے مسح کرنیکا نام ہے۔ نہ یہ کہ ہر ایک ان میں کا مستقل فرض وضو ہے۔ جسکے ترک یا فعل پر فرض کا حکم متفرع ہو جائے۔ کہ ایک ہی کے دھونے پر وضو جائز ہو جائے۔ اور سب کے ترک پر وضو ناجائز ہو) کیونکہ ہر ایک عضو کے دھونیکی فرضیت ایک ایک کر کے آیت سے ثابت ہے چونکہ اسطرح حکم ہے کہ ہاتھ پاؤں دھو اور سر کا مسح کرو۔ اور ثواب و عذاب کا حکم سب اعضاء کے دھونے یا نہ دھونے پر متفرع ہوگا۔ اگر بعض کا دھونا ترک کرے تو دھوئے ہوئے اور مسح کئے ہوئے بھی عبث غیر معتبر ہو جائینگے۔ اگر تمام دھوئیگا تو وضو جائز ہو کر مستحق ثواب ہوگا۔ اگر ایک بھی ترک کر دیگا تو سب غیر معتبر ہو کر وضو ناجائز ہوگا۔ جس سے نماز ناجائز ہوگی۔ اور صحیح تر قول میں سنت مؤکدہ کا بلا عذر تارک مُصر گنہگار ہوتا ہے کہ اسپر ملامت کیجاتی ہے جیسے نماز کی جماعت اور پنجگانہ نماز اور وضو کی سُنن ترک کرنے پر ملامت ہے اسیطرح تراویح کے تارک کا حکم ہے۔ اور جو سنت زوائد اور حضور علیہ السلام سے خاص ہوں اُن کا تارک مُصر گنہگار نہیں۔ جیسے چاشت کے نفل۔ و اعتکاف۔ اور تہجد وغیرہ جیسی سنت عبادت۔

نیت کی اقسام۔ نیت۔ لغت میں کسی کام یا چیز کا دل سے ارادہ کرنیکا نام ہے۔ اور اصطلاح فقہا میں بندہ کے نیک فعل کو اپنے اوپر واجب کرتے میں طاعت اور تقرب الی اللہ کے قصد کرنیکا نام ہے۔ عزم۔ قصد۔ نیت۔ لغت میں نئے ارادہ کرنیکا نام ہے۔ جسکی یہ تفصیل ہے۔ کہ عزم فعل سے پہلے ہوتا ہے۔ اور قصد فعل کے متصل ہوتی ہے۔ اور نیت وہ ہوتی ہے جو فعل منوی (نیت کردہ) کے علم کے تحت داخل ہو کر اس سے متصل ہو۔ اور طاعت قربت عبادت میں مذکورہ ذیل فرق ہے۔ کہ عبادت وہ ہوتی ہے جو نیت پر موقوف ہو اور اسکے ادا کرنے سے ثواب حاصل ہو۔ اور طاعت وہ ہوتی ہے جسکے ادا کرنے پر ثواب ہوتا ہے اور نیت پر موقوف نہیں جسمیں متقرب کا لحاظ بھی مدنظر نہیں۔ اور قربت وہ ہوتی ہے جسسے اللہ تعالیٰ کی طرف متقرب (قریب ہونیوالا) جانکر ادا کرے اس سے بھی ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اُن تمام کی باہمی نسبت مندرجہ ذیل ہے لہٰذا روزہ اور حج و زکوٰۃ اور پانچ نمازیں وغیرہ جیسے اعمال جو نیت پر موقوف ہیں۔ قربت و طاعت و عبادت سب ہیں۔ اور تلاوت قرآن مجید اور وقف کرنا اور آزاد کرنا اور صدقہ وغیرہ جیسے اعمال جو نیت پر موقوف نہیں۔ قربت و طاعت ہیں نہ عبادت اور جو نظر اللہ تعالیٰ کی معرفت کے طرف مفضی ہو۔ طاعت ہے نہ قربت و نہ عبادت۔ اور وضو بلا نیت فی نفسہٖ عبادت نہیں جس پر ثواب حاصل ہو۔ اگرچہ نماز جائز ہو جاتی ہے کیونکہ نماز اعضاء وضو کے دُھلنے پر موقوف ہے اور وہ پایا گیا ہے بقولہ تعالیٰ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم الآیہ کہ نماز سے پہلے بے وضو ہونے پر ہاتھ منہ وغیرہ دھو یا کرو اور آیت میں نیت کا کہیں ذکر نہیں۔ اور بطور احتیاط وضو کی نیت استنجے سے پہلے کرنی مسنون ہے۔ اور اگر ہے کہ جھوٹے پانی سے وضو کرتے وقت نیت لازم ہے کہ اس کے مطہر (پاک کرنیوالا) ہونے میں شک ہے اور اس کے ساتھ پھر تیمم بھی کرنا ضروری ہے اگر اس کے بعد پاک پانی ملجائے تو پہلا وضو و تیمم ٹوٹ جائیگا۔ اسیطرح کھجوروں کے نچوڑ سے وضو کرتے ہوئے نیت ضروری ہے کہ اُسے مطلق پانی کا حکم نہیں۔ لہٰذا اسکے بعد پاک پانی ملجانے پر وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ صفحہ ٩٩ تا ١٠٨ اگر اعضاء وضو دھوتے وقت بالکل وضو کا خیال

وہم تک بھی نہ ہو بلکہ بغرض صفائی یا ٹھنڈک ہاتھ منہ پاؤں وسرد ہو لیا جائے یا بلا قصد وضو وٹھنڈک یا صفائی کیلئے غسل کرلے
تو اس سے بھی نماز پڑھنی جائز ہوگی اگرچہ ہمیشہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ بخلاف تیمم کے کہ اس میں نیت کا ہونا ضروری ہے کہ تیمم کی
نیت سے منہ ہاتھوں پر پاک مٹی یا خاک وغیرہ کی قسم سے مسح کرنا ضروری ہے۔ اگر کہیں سے کسی کے منہ یا ہاتھوں پر گرد آ پڑے تو جب تک
اسپر بقصد تیمم ہاتھ نہ ملیگا تیمم جائز نہ ہوگا اور جب تیمم نہ ہوا تو نماز ناجائز ہوگی۔ کیونکہ تیمم کا اصلی (لغوی) معنے ہی نیت و
قصد ہے۔ کہ جس میں پاک مٹی ہاتھوں و منہ پر ملنے کا قصد کیا جاتا ہے۔ اور نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں۔ اور عبادات
مقصودہ نماز روزہ حج وغیرہ جیسی عبادتوں میں تو دل کی نیت انکے جواز کیلئے شرط ہے کہ نیت کے بغیر تو جائز ہی نہ ہونگی مگر کہ
کوئی دلی نیت نہ کرسکے تو پھر اس وقت زبان سے نیت کے لفظ بھی کافی ہوجائینگے۔ جیسے کوئی تکلیف میں ہو یا شکی یا غم
وفکر اندیشہ کے باعث نیت کے لئے دل کو نہ حاضر کرسکے تو پھر نیت کے لفظ ہی زبان سے کہنے نماز کے جائز ہونے کے لئے کافی
ہوجاتے ہیں۔ اور سب اعمال میں الفاظ نیت[1] کے زبان سے ادا کرنیکے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں نیت کے الفاظ
زبان سے پڑھنے مسنون ہیں اور صاحب ہدایہ کہتے ہیں مستحب ہیں جو دل سے نیت نہ کرسکے۔ اور صاحب فتح القدیر وغیرہ کہتے
ہیں بدعت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آپکے صحابہ سے نیت کے تلفظ ضعیف حدیث وآثار میں بھی مروی نہیں اور
نہ ہی چاروں اماموں میں سے کسی سے روایت ہے۔ لیکن قول فیصل یہ ہے کہ زبان سے نیت مستحب ہے (چونکہ یہ درمیانہ قول
ہے کیونکہ منقول از مشائخ ہے کہ خیر الامور اوسطہا صـ۴۵۸ کہ درمیانہ امر بہتر ہوتا ہے) نیز شروع کتاب میں۔ لا تجمع
امتی علی الضلالۃ۔ کے حاشیہ میں اجماع امت اور بدعت کی اقسام مفصل ذکر کی گئی ہیں۔ جس بنا پر زبان سے نیت کے الفاظ
کا کہنا بدعت حسنہ ہے کہ ابن مسعود رضی سے مرفوعاً ثابت ہے کہ حضور نے فرمایا ہے۔ کہ ما راٰہ المسلمون حسناً فہو عند اللہ حسن
تو جب صاحب ہدایہ وغیرہ جیسے بڑے فقیہ عالم جسے مستحب قرار دیں تو وہ مستحب ہے۔ ۱۲ منہ احقر) (اور ہمارے زمانہ میں اکثر
جہال لوگوں کا یہ طریقہ ہے کہ پیش امام صاحب سورہ فاتحہ شروع کردیتے ہیں اور مقتدی زبان سے نیت کے لفظ پڑھتے
رہتے ہیں۔ حالانکہ اگر سبحانک اللہ (الی آخرہ) پڑھنے سے پہلے امام صاحب قرءت شروع کردیں تو سبحانک اللہ کو بھی
ضروری چھوڑنا پڑے گا کیونکہ قرآن مجید کا سننا اسپر فرض ہے اور سبحانک اللہ کا پڑھنا سنت ہے۔ لقولہ تعالےٰ۔ واذا
قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو تمہیں چپکے سننا ہوگا تاکہ تم مرحوم ہو
اور صحیح حدیثوں میں ہے واذا قرء فانصتوا۔ کہ امام کے قرءت پڑھتے چپکے رہو اور نیت کے الفاظ کا پڑھنا تو مستحب ہے یہ تو ضرور
ہی چھوڑنے پڑینگے۔ اگر امام قرءت پڑھتا ہے اور مقتدی نیت کے لفظ اور سبحانک اللہ پڑھنے میں مشغول رہے تو مقتدی کو ثواب
کی بجائے گناہ ہوگا۔ یہ مرض عام جہال لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے خوب سوچکر اس کو دور کریں۔ ورنہ ثواب کی نیکی بجائے الٹی تکلیف
اٹھانیکے بعد گناہ حاصل کریں گے۔ اسی طرح نفل وسنت وغیرہ کو اعتقاداً اپنے درجہ سے بڑھانے گھٹانے میں گناہ ہے۔ جیسے اکثر
جاہل لوگ بعض نمازوں کے اول یا آخر رسمی عادت کے بموجب علی الدوام ضروری سمجھکر نوافل پڑھتے ہیں اور جو نہ پڑھے اسپر
اعتراض کرتے ہیں۔ تو ان کا یہ عقیدہ اور یہ عمل ثواب کی بجائے گناہ کا موجب ہوتا ہے کہ نوافل کو سنت کا درجہ دینا وغیرہ اور اسی پر سنت
وغیرہ کو قیاس کیا جائے اور اپنے درجہ سے گھٹانا بھی اسیطرح ممنوع ہے۔ کیونکہ شامی صـ۷۳۱ پر لکھا ہے کہ جس جائز مباح یا
مستحب فعل کو کوئی واجب یا سنت جانے یا جائز فعل کو سنت یا واجب جانے تو یہ مکروہ تحریمہ ہے۔ غسل و تیمم اور وضو کرتے
ہوئے نمازی یہ نیت کرے کہ میں اپنی بیوضوئی کے دور کرنے کی نیت کرتا ہوں۔ یا ایسے کام کے ارادہ کے لئے وضو وغیرہ کرتا ہوں
جو وضو وغیرہ بغیر جائز نہیں ہوتا۔ اور بسم اللہ استنجے سے پہلے و بعد مسنون ہے۔ اسیطرح ہر ذکر الٰہی خواہ تکبیر ہو یا تہلیل
(یعنی لا الہ الخ) یا تسبیح ہوسکے پڑھنے سے بھی سنت تسمیہ ادا ہوجاتی ہے۔ لیکن ننگا ہونے یا ناپاک جگہ یا پاخانہ وغیرہ میں داخل ہو

[1] جیسے کہے کہ مثلاً میں نے ظہر کی نماز کی چار رکعت فرض وغیرہ یا وضو و غسل یا حج و زکوٰۃ و سجدہ تلاوت وغیرہ کی نیت کی ۱۲ منہ

جانیکے بعد اللہ تعالیٰ کا نام بے ادبی و ترک تعظیم کے باعث زبان سے لینا ناجائز ہے۔ لہٰذا دل ہی میں خیال کرلے ۔ اور شروع وضو میں اعوذ الخ کے بعد پوری بسم اللہ کے ساتھ ۔ بسم اللہ العظیم والحمد للہ علیٰ دین الاسلام کا پڑھنا مستحب ہے ۔ اور پاخانہ جاتے وقت دخول پاخانہ سے پہلے ۔ اللّٰھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث ۔ پڑھنا مستحب ہے ۔ جسکے یہ معنے ہیں کہ الٰہی ناپاکیوں سے پناہ مانگتا ہوں ۔ اگر متوضی وضو کے شروع میں بسم اللہ بھول کر درمیان وضو کے یاد آنے پر پڑھ لے ۔ تو بعض کے نزدیک سنت نہ ادا ہوگی کیونکہ شروع وضو میں سنت ہے لہٰذا اب وہ مستحب ہوجائیگی یعنی وہ ثواب نہ ہوگا جو شروع میں پڑھنے سے ملتا اور بعض کے نزدیک کھانے کے درمیان یاد آنیکی طرح بسم اللہ اولہ و آخرہ پڑھنے سے سنت ادا ہوجائیگی ۔ کیونکہ کھانے میں تو بلا شبہ ادا ہوجاتی ہے ۔ اور وضو میں کھانے پر قیاس کرکے سنت ادا ہونیکا حکم دیتے ہیں کہ جب کھانے میں جس کا ہر لقمہ جداگانہ فعل ہے درمیان میں تسمیہ جائز ہے تو وضو جو سب ارکان کے دھونیکا نام ہے بطریق اولیٰ جائز ہوگی چونکہ کھانیکا ہر لقمہ جداگانہ فعل ہے لہٰذا اگر کوئی قسم کھائے کہ میں نہ کھاؤں گا تو ہر لقمہ پر حانث ہوگا ۔ لیکن بنا بر قول مختار فقہاء احناف وضو کے شروع میں بسم اللہ الخ مستحب ہے نہ سنت یہی ظاہر روایت و راجح صاحب ہدایہ ہے اور فتح القدیر کا وجوب تسمیہ کو راجح قرار دینا بڑی تعجب کی بات ہے حالانکہ امام احمدؒ نے لکھا ہے کہ ابتداء وضو میں تسمیہ کے متعلق مجھے کوئی حدیث نہیں ملی ۔ لہٰذا صاحب درمختار و کثیر متاخرین کا بسم اللہ کو سنت قرار دینا اور صاحب طحاوی کا اسکو مختار کہنا ضعیف ہے ۔ اور صحیح تر قول میں استنجے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھوں کا پونچوں تک دھونا مطلقاً سنت ہے خواہ سوکر اٹھے یا نہ اور خواہ پانی میں داخل کرنے کی ضرورت ہو یا نہ ۔ اگر ہاتھونکے ناپاک ہونیکا شک ہو جیسے بلا استنجا کئے سو جائے وغیرہ جیسی صورتوں میں تو پھر ہاتھوں کا دھونا سنت مؤکدہ ہے ۔ اگر نجاست کا شک نہ ہو تو سنت غیر مؤکدہ ... یعنی مستحب ہے ۔ اگر کسی بڑے برتن میں پانی موجود ہو جسکے پاس کوئی چیز لوٹا وغیرہ پانی نکالنے کا آلہ و برتن موجود نہ ہو ۔ اور آدمی کے دونوں ہاتھ بھی ناپاک ہوں اور کوئی دوسرا آدمی بھی موجود نہیں جو اسکے ہاتھ دھلائے یا پانی نکالدے تو پھر اس شخص کے پاس اگر رومال وغیرہ کی قسم سے کوئی چیز ہو تو اسے ایک طرف سے پانی میں بھگونے کے بعد باہر نکالکر ہاتھوں پر اس سے پانی کی بوندیں و قطرے ٹپکا کر ہاتھ دھوئے ۔ اگر رومال بھی نہ ہو تو پھر منہ سے اگر پانی لے سکتا ہے تو پانی لیکر ہاتھوں کو دھوئے اور اس منہ کے پانی سے نجاست حقیقی دور ہوسکتی ہے نہ حکمی (یعنی وضو و غسل) کیونکہ صحیح قول میں منہ کا پانی مستعمل ہوگیا ہے اور مفتے بہ قول پر مستعمل پانی خود پاک ہوتا ہے اور نجاست حقیقی کو بھی پاک کردیتا ہے ۔ بخلاف نجاست حکمی کے کہ مستعمل پانی اسے پاک نہیں کرتا ۔ منہ کے پانی سے ہاتھوں کو دھوکر پھر وضو کی غرض سے دوبارہ ہاتھ دھوکر وضو شروع کرے کہ اسطرح مسنون ہے ۔ اگر منہ سے بھی پانی نہیں نکال سکتا تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور نماز جائز ہوجائیگی جس کا پھر لوٹانا بھی نہیں ۔ اگر ہاتھ ناپاک نہ ہوں یا یونہی شک سا ہو تو پھر بھی بطور احتیاط بایاں ہاتھ ڈالے بغیر پانی نکل سکے تو اس کی کوشش کی جائے ورنہ بائیں ہاتھ کی صرف انگلیاں ڈالکر پانی نکالنے کے بعد دونوں ہاتھوں کا اکٹھا دھونا ممکن ہو تو اکٹھا ہی دھوئے ورنہ جسطرح ہوسکے دھونے کے بعد ہاتھوں سے پانی نکالکر وضو کرے ۔ دونوں ہاتھوں کا اکٹھا دھونا اسلئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ بھی دونوں رخساروں اور ناک کے دونوں نتھنوں کے دھونیکی طرح ہے کہ جن میں داہنے کا پہلے اور بائیں کا بعد میں دھونا مستحب نہیں ۔ اسیطرح کانوں اور موزوں کے مسح کا حکم ہے ۔ کہ پہلے داہنے کا پھر بائیں کا مسح مستحب نہیں ۔ لیکن کسی عذر کے باعث یکبارگی دونوں کا دفعۃً دھونا یا مسح کرنا مشکل ہو تو پھر داہنی طرف سے کرنا مستحب ہوگا ۔ اگر کوئی بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی دھونیکی نیت سے پانی میں ڈالدے تو پھر صرف چلو والا پانی مستعمل ہوجائیگا ورنہ وہ بھی نہ جب ہتھیلی دھونیکی نیت نہ کرے ۔ جیسے کوئی بے وضو شخص مٹکے وغیرہ میں سے کسی گرے ہوئے لوٹے وغیرہ کو پاک ہاتھ کہنی تک ڈالکر نکال لے جسکی نیت صرف لوٹا وغیرہ نکالنے کی ہو نہ دھونیکی تو پانی مستعمل نہ ہوگا ورنہ ہوجائیگا ۔ اگر کوئی شخص رات کو استنجا کرکے سوئے اور سویرے اٹھتے ہوئے ہاتھوں پر نجاست نہ ہونے پر بلا دھوئے

ے مٹکے وغیرہ میں کسی وجہ سے ہاتھ ڈالدے تو مکروہ نہیں۔ اور نیز اس پانی سے وضو بھی جائز ہے کہ مستعمل نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک ہاتھوں کے ناپاک ہونیکا یقین نہ ہو پانی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ مسلمہ قاعدہ کی رُو سے شک یقین کو زائل نہیں کرسکتا کہ پانی یقیناً پاک اور ہاتھ شکی ہیں۔ (احقر) اور حدیث شریف میں جو مطلقاً نیند سے جاگنے والے کو بلا دھوئے ہاتھ ڈالنے کی ممانعت آئی ہے وہ مکروہ تنزیہی ہے کہ اگر ہاتھ پاک ہوں اور پانی والا برتن چھوٹا ہو جو اٹھایا جاسکے یا بڑا ہو مگر اس کے پاس لوٹا وغیرہ پانی نکالنے کا برتن موجود ہو تو پھر ہاتھ ڈالنے مکروہ تنزیہی ہیں یعنی ان کا دھوئے بغیر پانی میں ڈالنا مستحب ہے۔ اگر ڈالدے تو کوئی حرج و گناہ بھی نہیں۔ اور واضح رہے کہ پہلے پونچوں تک جو ہاتھ بہ نیت سنت دھوئے جاتے ہیں اس سے انکی دھونیکی فرضیت بھی معتبر قول کی بنا پر ساقط ہو جاتی ہے لیکن فرضیت کے دھونیکا ثواب نہیں ہوتا۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ پہلے شروع وضو میں بہ نیت سنت دھونیکے بعد باہیں دھوتے وقت بھی ہاتھوں کو بہ نیت فرض دھوئے تاکہ دھونیکی فرضیت کا ثواب بھی پائے۔ اور فقہی مسائل میں حنفیہ کے نزدیک مع شوافع الا ماشاء اللہ چند مسائل کے علاوہ مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔ مثلاً یجب الصلوٰۃ علی مکلف۔ یعنی ہر مکلف پر نماز فرض ہے جس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ غیر مکلف یعنی مسلم نابالغ اور پاگل اور غیر مسلم پر نماز فرض نہیں خواہ بالغ بھی ہوں۔ مفہوم مسئلہ یعنی تعرض نہ کردہ معنے پر لفظ کا دلالت کرنا مفہوم مسئلہ کہلاتا ہے۔ بخلاف منطوق کے کہ اسمیں تعرض کردہ معانی پر لفظ صراحۃً دلالت کرتا ہے۔ اور جو مفہوم منطوق کے مطابق ہو۔ وہ آیات و احادیث اور روایات ائمہ و صحابہؓ میں بالاتفاق معتبر ہے جیسے اس آیت میں۔ قولہ تعالیٰ۔ وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا۔ الآیہ۔ جسکا منطوق یہ ہے کہ والدین کو اُف تک بھی نہ کہو اور اس کا مفہوم موافق یہ ہے کہ کسی قسم کی تکلیف نہ دو اور نہ مارو۔ کیونکہ جب اُف تک منع ہوا تو مارنا بطریقِ اَولیٰ منع ہوگا۔ اور اکثر آیات و احادیث میں مفہوم مخالف معتبر نہیں۔ جیسے صفت اور شرط و غایت اور عدد و لقب میں۔ یعنی منطوق میں جو صفت وغیرہ ملحوظ ہو تو مفہوم مخالف میں اس کی ضد مراد ہو ایسا نہیں ہوتا۔ لیکن بالاتفاق اکثر روایات ائمہ اور نیز روایات صحابہؓ میں بھی اگر عقل سے معلوم ہوسکیں مفہوم مخالف معتبر ہے (اگر عقل سے نہ معلوم ہوسکیں تو مفہوم مخالف نہ معتبر ہوگا بلکہ بالاتفاق منطوق اور اس کا مفہوم موافق معتبر ہوگا۔ جیسے حیض کی کمتر مدت تین دن مقرر ہونا کہ یہ حضرت عمرؓ کا قول ہے جو عقل سے معلوم نہیں کیا جاسکتا تو معلوم ہوا۔ کہ یہ بھی آپنے حضرتؐ سے سُنا ہوگا اپنے عقل سے نہیں کہا ہے) اور حدیث میں مفہوم مخالف غیر معتبر ہے لہذا یہاں بھی غیر معتبر ہوا) وہ مفہوم مخالف معتبر ہے حتےٰ کہ شوافع بھی مذکورہ مفہوم مخالفوں میں سوائے لقب کے متفق ہیں۔ اور مفہوم مخالف جامد لفظ پر حکم معلق کرنیکا نام ہے جیسے قول قائل۔ صَلٰوۃُ الْجُمُعَۃِ عَلَی الرِّجَالِ الْاَحْرَارِ۔ کہ صرف آزاد مردوں پر جمعہ فرض ہے۔ کیونکہ رجال اور احرار۔ جامد لفظ ہیں جنپر جمعہ کی فرضیت کو معلق کیا گیا ہے جسکا مفہوم مخالف یہ ہے۔ کہ عورتوں اور غلام مردوں پر جمعہ فرض نہیں۔ یہ مفہوم شوافع کے نزدیک معتبر نہیں۔ اور بعض آیات کا مفہوم مخالف بھی معتبر ہے جیسے آیات عذاب مثلاً كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ الآیہ۔ پ۳۰۔ سورہ التطفیف۔ کہ کفار قیامت کے دن اپنے رب سے اوجھل ہونگے چونکہ یہ عذاب کا محل ہے لہذا معلوم ہوا کہ مومن اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہونگے جو جنت کی اعظم نعمتوں سے ہے۔ اور یہ آیت منجملہ ان دلیلوں کے ہے جو مومنوں کیلئے بہشت میں دیدار الٰہی کی مثبت ہیں۔

(بقیہ مضمون بر صفحہ ۴۳)

مسواک[1] کا استعمال کُلّی کرتے وقت (اور ایک ضعیف قول پر کُلّی سے پہلے) وضو کے لئے سنت ہے نہ نماز کے (لیکن ہر نماز کے لئے مستحب ہے) بخلاف شافعیؒ کے اور استعمال مسواک کا وضو ہی کیساتھ خاص نہیں بلکہ وضو کیلئے سنت اور مذکورہ ذیل کاموں کیلئے مستحب ہے جیسے قرآن مجید کی تلاوت کیلئے خواہ تین ہی آیات ہوں اور منہ کی بدبو اور زردی دور کرنے کے واسطے اور نیند سے جاگنے کے بعد اور گھر داخل ہونیکے لئے اور مجمع ومجالس میں جانیکے لئے ۔۔ اور مسواک سے دانتوں کی صفائی شرط ہے نہ تعداد مسواک ۔ لیکن تین دفعہ سے کم میں صفائی حاصل ہو جانے پر تین دفعہ کا پورا کرنا مستحب ہے اور ہر دفعہ پانی سے دھو کر داہنے ہاتھ سے مسواک کا پکڑنا مستحب ہے اور بائیں سے بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ امام مالکؒ سے مروی ہے چونکہ مسواک میں میل کا دور کرنا ہوتا ہے جسکے لئے بایاں ہاتھ مناسب ہے ۔۔ اور مسواک ایسی ہو جو دانتوں کو نہ دُکھائے اور میل خوب صاف کرے سختی نرمی میں درمیانی ہو اور گرہ اسمیں کم ہوں اور چھنگلی یا کسی دوسری انگلی کے برابر موٹی ہو اور شروع میں بالشت بھر لمبی ہو ۔ مسواک پکڑنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی چھنگلیا مسواک کی نیچے والی طرف کے نیچے رکھکر مسواک کے اوپر والی دوسری طرف کے نیچے انگوٹھا رکھ کر باقی تین انگلیاں مسواک کے اوپر رکھکر بطریق ذیل مسواک کیا جائے کہ مسواک کا استعمال بیٹھے ہوئے نہ لیٹ کر پہلے دانتوں کی اوپر کی داہنی جانب سے شروع کرکے اوپر کی بائیں جانب تک دانتوں کی چوڑان میں نہ لمبان میں کہ اسطرح مضر ہوتا ہے) کرکے پھر اسی طرح نیچے کی دائیں طرف سے شروع کرکے بائیں جانب تک مسواک کرنے کے بعد مسواک کو دھو کر کھڑا کرکے رکھا جائے ۔۔ اور مسواک کو بطریق مذکورہ مسنونہ پکڑ کر استعمال کیا جائے ورنہ اگر کوئی شخص تمام پنجے میں پکڑ کر استعمال کریگا تو مرض ناسور پیدا ہونیکا خطرہ ہے ۔۔ اور مسواک کا دانتوں کی چوڑان اور زبان کی لمبان میں استعمال کرنا مستحب ہے ۔۔ اور لیٹ کر مسواک نہ کیا جائے کہ اس سے مرض طحال (یعنی تلی بڑھنے) کا خطرہ ہے ۔۔ اور مسواک بالشت سے لمبا نہ ہونا چاہئے ۔ اگر بالشت سے لمبا ہوگا ۔ تو اسپر شیطان بیٹھے گا ۔۔ اور مسواک کر لینے کے بعد مسواک کو دھونا بھی چاہئے ورنہ اُسے شیطان استعمال کریگا ۔۔ اور مسواک استعمال کر لینے کے بعد زمین پر نہ ڈالا جائے بلکہ اسے اپنی جگہ پر کھڑا کرنا چاہئے ۔ اگر زمین پر ڈالا جائیگا تو متوضی کے دیوانہ ہونیکا ڈر ہے ۔۔ اور کسی ایسی چیز سے مسواک کرنا بہتر ہے جو دانتوں اور ڈاڑھوں کے اندر باہر اور ان کے سروں و جڑوں کی صفائی کرے ۔۔ اور مسواک کا چوسنا منع ہے کہ اس سے اندھا ہونیکا خطرہ ہے ۔۔ اگر مسواک نہ ہو تو جونسے ہاتھ کی جونسی انگلی سے مسواک کرے جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کے سبابوں (انگوٹھے کے پاس کی انگلیوں) سے بدیں طور کرے کہ شروع بائیں سبابہ سے بطریقہ مذکورہ بالا کرے پھر داہنے سبابہ سے اور داہنے انگوٹھے و سبابہ سے مسواک بدیں طور کیا جاسکتا ہے کہ داہنی جانب کے اوپر نیچے کے دانتوں کا انگوٹھے سے کرو اور اسیطرح بائیں جانب والوں کا سبابہ سے ۔۔ اگر دانت نہ ہوں تو صرف انگلی یا سخت کپڑے سے استعمال مسواک کیا جائے ۔ کیونکہ اصلی مسواک ضرر دیگا ۔ اور عورت کو مسواک ہوتے ہوئے وضو کرتے بہ نیت مسواک دنداسہ وغیرہ ملنا بھی ثواب میں مسواک کے قائم مقام ہو سکتا ہے ۔ لیکن ہمیشہ اسی کا مسواک مضر ہوتا ہے لہذا مسواک کا استعمال مستحب ہے ۔۔ کلی کے علاوہ بھی عورت کو دنداسہ کا استعمال صفائی دانتوں کے لئے جائز ہے اور زہریلی لکڑی وغیرہ کی مسواک کا استعمال ہر ایک کیلئے حرام ہے ۔۔ اور ضرر دینے والی لکڑی کی مکروہ ۔ جیسے انار و بیت بانس جیسی اشیا سے انکے علاوہ ہر لکڑی کی مسواک جائز ہے ۔ لیکن جہاڑ کی بعد ازاں زیتون کی مسواک

[1] یعنی نفس مسواک سنت نہیں کیونکہ انگلی وغیرہ سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے اگرچہ مسواک میں زیادہ ثواب ہے ۔۔ منہ ۔ ش ۔

افضل ہے۔ مذکورہ ذیل فوائد مسواک میں پائے جاتے ہیں۔ یہ کہ مسواک کرنا بحکم اللہ جوانی قائم رکھتا اور نظر تیز کرتا اور موت کے
علاوہ تمام امراض کا علاج ہے اور اپنے عامل کو پلصراط سے تیز گذارنے کا باعث ہے اور صفائی منہ۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا
کا موجب ہے، اور ملائک کی خوشی کہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ دانتوں کو سفید کرتا۔ مسوڑھوں کو پختہ بناتا۔ اور ہاضم طعام ہے۔ اور بلغم کو
قطع کرتا ہے۔ اور درد دانت کو مفید۔ اور موت کی آسانی کا باعث۔ اور آخر وقت کلمہ شہادت کی تلقین کا موجب ہوتا ہے۔ اور
با مسواک وضو سے نماز پڑھنی افضل ہوتی ہے ۔ ف ۱۰۸ تا ۱۱۱ استنشاق (ناک میں پانی ڈالنا) میں ناک کی نرم جگہ تک بالاتفاق
اور سخت تک امام زفرؒ کے علاوہ سبکے نزدیک وضو میں پانی پہنچانا۔ اور کلی میں غرغرہ یعنی مبالغہ کرنا غیر روزہ دار متوضی کیلئے
مستحب ہے، اور روزہ دار کے لئے منع کیونکہ اسمیں پانی کے اندر چلے جانیکا ڈر ہے ۔ اگر کسی شخص کے پاس صرف اتنا پانی ہو کہ
اگر منہ وناک میں ایک ایک ہی دفعہ پانی ڈالے تو باقی اعضاء ہاتھ و منہ ایکدفعہ ہی دہونے کیلئے بچتا ہے۔ تو اس صورت میں
ایک دفعہ کلی وناک میں پانی ڈالنے کو نہ چھوڑا جائے بلکہ انکو دہوکر باقی اعضاء ایک ایک ہی دفعہ دہونے مستحسن ہیں ۔ اگر
ہاتھ میں ایک بار پانی لیکر اس بعض پانی سے کلی کی اور باقی پانی سے استنشاق تو دونوں جائز ہوجائینگے۔ اگرچہ خلاف
سنت ہے ۔ بخلاف اس صورت کے کہ پہلے بعض پانی کو ناک میں ڈالے چونکہ یہ فوراً ہی ناک سے گر کر ہاتھ کے بعض باقی
ماندہ پانی کو بھی مستعمل کردیگا جس سے کلی ناجائز ہوگی۔ اور پہلے ناک جو دہویا گیا ہے وہ جائز ہوگیا ہے۔ لیکن سنت کے خلاف
ہے ۔ کیونکہ سنت بدیں طور ہے کہ پہلے داہنے ہاتھ سے نیا پانی تین بار لیکر جداگانہ کلی کیجائے۔ اسی طرح اس کے بعد استنشاق
یعنی ناک میں پانی ڈالا جائے اور مذکورہ بالا ترتیب سنت مؤکدہ ہے اگر بلا وجہ عادتاً اس کو ترک کیا جائیگا تو گناہ لازم آئیگا۔
اگر کوئی منہ بھر کر پانی پی لے تو صحیح تر قول میں کلی ہو کر سنت ادا ہوجائیگی۔ لیکن پانی چوسنے سے سنت کلی ادا نہ ہوگی ۔ کلی اور
استنشاق کے وضو سے پہلے کرنے میں یہ بھید مخفی ہے کہ شروع وضو ہی سے پانی کی پاکی ناپاکی معلوم ہوجائے۔ کیونکہ پانی کی طہارت
کیلئے تین شرائط ہیں۔ ایک رنگ کی صفائی جو آنکھ سے ہاتھ پر ڈالتے ہی معلوم ہوجاتی ہے۔ دوسری پانی کے مزے اور
لذت کا درست ہونا جو منہ سے معلوم ہوتا ہے تیسری یہ کہ بدبودار سڑا ہوا نہ ہو جو ناک میں ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے ۔
مضمضہ (کلی) و استنشاق کرتے ہوئے منہ وناک میں انگلی ڈالکر منہ سے مسواک کے ریزوں اور ناک کی آلایش کو بائیں ہاتھ
. . . . سے دور کرنا مستحب ہے، اور ناک میں بائیں ہاتھ کی انگلی ڈالی جائے کیونکہ میلے ویلے کاموں میں بائیں ہاتھ سے کام
لیا جاتا ہے ۔ اور صحیح قول میں گنجان ڈاڑھی والے غیر محرم کو اگر غیر محرم پتلی ڈاڑھی والا ہو تو چمڑے پر پانی پہنچانا فرض ہے،
اور محرم کو مطلقاً ڈاڑھی کا خلال مکروہ ہے) تین دفعہ منہ دہو لینے کے بعد ڈاڑھی کا زیرین طرف سے بدیں طور خلال مسنون ہے،
کہ داہنی ہتھیلی میں پانی لیکر یا ہتھیلی تر کرکے حلق کی طرف سے کف اندر کو رکھکر ہاتھ کی پیٹھ باہر کی طرف کرکے ڈاڑھی کے نیچے
سے اوپر کو انگلیاں نکالی جائیں ۔ اگر ہتھیلی سابقہ تری ہی سے تر شدہ کو باہر کی طرف نکالکر ہاتھ کی پیٹھ حلق کی طرف کرکے
ڈاڑھی کے نیچے سے اوپر کو انگلیاں نکالی جائیں جب بھی جائز ہے۔ مگر مسنون طریقہ اول ہے ۔ اور دونوں ہاتھوں کی
انگلیوں سے ڈاڑھی کا خلال کرنا خلاف مسنون ہے کیونکہ ایک ہی ہاتھ سے سنت ہے ۔ اور ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال بدیں طور
مسنون ہے کہ بایں تین دفعہ دہو چکنے کے بعد قوی قول پر ہاتھوں کی انگلیاں تر کرکے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ
کی انگلیوں میں . . . . ہاتھ کی پیٹھ کی طرف سے داخل کرکے خلال کرے اور اندر ہی سے دونوں ہتھیلیوں کی
طرف سے ایک ہاتھ کی انگلیوں کا دوسرے میں ڈال کر خلال کرنا ضعیف ہے کیونکہ یہ کھیل کے مشابہ ہے ۔ اور کھڑے پانی
میں انگلیاں داخل کردینے سے بھی ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال ہو کر سنت ادا ہوجاتی ہے ۔ اور پاؤں کی انگلیوں میں پانی داخل
ہوجانے پر تین دفعہ پاؤں دہو لینے کے بعد بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے کیونکہ چھوٹی انگلی بآسانی داخل ہوسکتی ہے۔ نیز بایاں

۱۵ چونکہ غسل ناپاکی میں بطور مبالغہ منہ ناک میں پانی پہنچانا واجب ہے کہ آیت میں یہ صیغہ مبالغہ وارد ہے فاطّہروا۔ کہ خوب پاکی کرو ۱۲ - ۱۲ - ۱۴
ش

ہاتھ میلے کاموں کیلئے خاص ہے) داہنے پاؤں کی چھنگلیا سے بطریق افضل اوپر سے داخل کرکے پھراوپر کو نکال کر بالترتیب
اسی طرح دائیں پاؤں کی تمام انگلیوں کا خلال کرکے پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے آخر تک خلال کرنا مسنون ہے۔ اگر پاؤں کی انگلیوں کے
خلال میں نیچے ہی سے انگل ڈالکر اوپر کو نکالی جائے جبھی خلال ہوجاتا ہے ٭ اگر پاؤں کی انگلیاں جڑی ہوئی ہوں جنہیں دہوتے
وقت پانی نہیں پہنچ سکتا تو پھر انہیں بطریق خلال پانی پہنچانا فرض ہے ٭ اور ہر عضو (واجب الغسل) کا جسکا دہونا ضروری ہو
دو اور تین بار بالاستیعاب (بتمامہ) دہونا صحیح قول میں دو سنت ہیں۔ ایک سنت دو دفعہ دہونا۔ دوسری سنت تین دفعہ ہونا جو اکمل
ہے ٭ اور ہر عضو دہونے کیلئے تین چلو اور تین بار پانی لینے کا اعتبار نہیں۔ بلکہ تین ہی دفعہ عضو کا پورا دُھلنا سنت میں معتبر ہے
اگر پہلی دفعہ دہونے سے کوئی جگہ باقی رہ جائے جو دوسری دفعہ کے دہونے میں دُھلے۔ تو یہ ایک ہی دفعہ سنت دہونے سے معتبر ہوگا۔
اور تیسری دفعہ بالاستیعاب پورا دہونے پر۔ عضو کا دو دفعہ ہی مسنون دُھلنا شمار ہوگا۔ جو دو دفعہ کی نیت میں داخل ہوجائیگا۔ پھر
پوری طور سے تیسری دفعہ دہونے پر تین دفعہ دہونیکی سنت پر عمل ہوگا ٭ اگر کوئی عضو تیسری بار پورا دُھلے تو معتبر قول کے بموجب
یہ ایک ہی دفعہ مسنون کا دُھلنا شمار ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک عضو کی صرف باقی ماندہ جگہ کو دوبارہ سہ بارہ تر کر دینے پر سنیت
سے کافی ہوجائیگا۔ مگر یہ ضعیف ہے ٭ اگر کوئی تین بار اعضاء دہونے کو سنت جانتے ہوئے بلا عذر ایکبار دہونیکی عادت اختیار کر
لے تو مکروہ تحریمی ہو جسپر گناہ لازم آئیگا کیونکہ سنت مؤکدہ کا دائمی ترک لازم آگیا ہے ٭ اگر کوئی تین بار دہونے کو سنت نہ جانکر بلا
عذر کسی ایک وقت ہی ایک دفعہ کوئی عضو دہو کر اسی پر اکتفا کرے۔ جب بھی گناہ گار ہوگا کیونکہ یہ شخص بھی تارک سنت کے حکم میں ہے ٭
اگر تین بار کو سنت جانتے ہوئے بلا عذر کوئی ایک دو دفعہ (بلا عادت اختیار کئے) ایک بار دہونے پر اکتفا کرے تو کوئی حرج نہیں
اگر پانی کی کمی یا سردی یا کسی اور عذر کے باعث تین بار کو سنت جانتے ہوئے ایکبار دہونے پر کئی دن اکتفا کیا جائے جب بھی کوئی
مضائقہ نہیں اور نہ ہی گناہ ہوتا ہے کہ عذر کے باعث ہے ٭ اسیطرح عضو کا تین بار سے زیادہ بغرض اطمینان دہونا یا پہلے وضو
سے فارغ ہوکر بلا فصل (اپنے مملوکہ یا جاری پانی سے) صرف دوسرا وضو کرنا مکروہ نہیں بلکہ بذریعہ حدیث ہذا مستحب ہے۔ مَنْ تَوَضَّأَ عَلٰى طُهْرٍ
كُتِبَ لَهٗ عَشْرُ حَسَنَاتٍ۔ کہ وضو پر وضو دس نیکیوں کے ثواب کا باعث ہے۔ اور جو یہ حدیث ہے کہ مَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا اَوْ نَقَصَ فَقَدْ
تَعَدّٰى وَظَلَمَ۔ جسنے وضو میں تین بار سے کمی بیشی کی وہ اپنے پر تعدی اور ظلم کرنیوالا ہے۔ یہ حدیث صحیح قول پر (صہ[1]) اعتقاد سنیت
زائد از تین یا کم از تین کی بنا پر تعدی وظلم کا مصداق ہے اگر تین بار کو سنت جانتے ہوئے بیشی اطمینان یا وضو علی الوضو کے
غرض سے بعد اختتام وضو اول کرے تو مستحب ہے یا کمی کسی عذر کے باعث کرے جیسے پانی کم ہو وغیرہ تو مکروہ نہیں اور ٹخنہ یا کہنیوں
سے زائد مقدار بڑھا کر دہونیکو (اس حدیث کے ذریعہ کسی کا منع کرنا بذریعہ حدیث آئندہ صہ[121]) مردود ہے کہ آپنے فرمایا ہے
مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُطِيْلَ غُرَّتَهٗ فَلْيُطِلْ۔ کہ تم سے جو کوئی اعضاء وضو بروز قیامت زیادہ چمکانا چاہے تو حدود سے بڑھا کر دہونا
لہذا معلوم ہوا کہ جس حدیث میں کمی بیشی کی ممانعت ہے وہ بدیں خیال کہ جو کوئی تین بار سے کم یا زیادہ دہونیکو سنت جانے اُسے گناہ
ہے ورنہ نہیں ٭ اگر کسی غیر شکی کو اثناء وضو میں کسی عضو کے تین بار دہونے میں شک واقع ہوجائے تو جسے پھر اطمینان کیلئے
دہونا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا۔ مگر وضو تمام کرکے صرف دفعیہ شک کیلئے وضو نہ لوٹانا چاہیئے۔ اگر بغرض وضو علی الوضو لوٹائے
تو جائز ہے ٭ اور جو شکی آدمی ہو تو اُسے اثناء وضو میں بھی شک پڑ جانیکی صورت میں دوبارہ دہونیکا حکم نہیں۔ کیونکہ اُسے شک دور کرنیکا
حکم ہے ٭ اگر کوئی شخص ایک وضو کے فارغ ہونے سے قبل دوسرا وضو شروع کرے تو مکروہ ہے بلکہ پہلا وضو تمام کرکے بلا فصل و
تبدیل مجلس صرف دوسرا وضو بغرض ثواب مستحب ہے۔ اگرچہ پہلے وضو سے کوئی اُن کاموں سے نہ کیا گیا ہو جنکے لئے وضو مشروع ہوا ہے
(جیسے کوئی نماز ادا کئے بغیر یا بلا سجدہ تلاوت کئے۔ یا بلا چھوئے قرآن مجید وغیرہ کی قسم سے) اگر کوئی تیسری یا چوتھی بار (بلا تبدیل
مجلس یا بلا اداء مذکورہ اعمال موجب مشروعیت وضو) وضو کریگا تو مکروہ تنزیہی ہے۔ کیونکہ بنا بر قول معتبر نہر جاری پر بھی بلا وجہ اسراف

کرے تو محض اسراف ہوکر مکروہ تنزیہی ہوگا صہ[111] تا صہ[123] ۔ ۱۲ ۔ ش

متحقق ہوتا ہے جو مکروہ تنزیہی ہے ۔ لہٰذا عذر کی کمی بیشی کے جائز و مکروہ ہونیکا یہ ماحصل ہوا ۔ کہ اگر کوئی تین بار کو سنت جانتے
ہوئے ایکبار بلا غرض صحیح و بلا عذر (کمی پانی یا سردی وغیرہ) کی کمی بیشی کرے تو کوئی مضائقہ نہیں اور نہ مکروہ ہے ۔ لیکن بلا عذر بغیر غرض
صحیح تین بار کو سنت جانتے ہوئے کمی بیشی کی عادت ٹھیرالینا بھی مکروہ ہے ۔ ص ۱۱۲ تا ۱۱۹ اور تمام سر کا پوری طور سے بطریق ذیل
ایک ہی پانی سے تین بار (دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے مع انگلیوں کے) مسح کرنا ازروئے حدیث معتبر قول پر مسنون ہے اگر ایک
ہی بار پوری طور سے مسح کرے جب بھی سنت ادا ہو جائیگا تمام سر کا مسح کرنیکی معتبر قول پر یہ صورت ہے کہ دونوں ہتھیلیوں کو
انگلیوں سمیت ایک بار پانی سے تر کرکے ۔ سر کی اگلی جانب پر رکھکر دونوں کف و انگلیاں پچھلی طرف کو کھینچے اور کوئی انگلی یا ہتھیلی
جدا نہ رکھے دوسری بار پیچھے سے آگے کو تیسری بار پہلے کی طرح مسح کرنے سے سنت و استحباب کا درجہ ادا ہو جائیگا ۔ اور مسح سر کی
مشہور مذکورہ ذیل صورت ضعیف بدلیل بے اصل ہے ۔ وہ یہ کہ تمام سر کا مسح کرنیکے لئے دونوں سبابوں اور انگوٹھوں کو مع دونوں کفوں کے
جدا رکھکر باقی تین انگلیوں کو سر کی اگلی طرف پر رکھکر پچھلی طرف کو کھینچے اور پھر پچھلی طرف سے صرف دونوں ہتھیلیوں کو سر کی دونوں طرف
رکھکر آگے کو کھینچے ۔ اور دونوں سبابوں و انگوٹھوں سے جو سر سے نہیں چھوئے کانوں کا مسح کرے ۔ اور یہ تمام تکلف اسلئے کیا جاتا
ہے کہ اگر اس طرح نہ کیا گیا تو مستعمل تری دوبارہ استعمال کیجائیگی اور یہ خیال غلط ہے ۔ کیونکہ جب تک ہاتھوں میں تری رہتی ہے سر پر
آگے پیچھے کھینچنے سے ہرگز مستعمل نہیں ہوتی ۔ اگر کوئی شخص بلا عذر عادتاً تمام سر کا مسح ترک کردے تو گنہگار ہوگا کیونکہ تمام سر کا مسح
سنت مؤکدہ ہے ۔ اور تین پانیوں سے تین بار سر کا مسح کرنا مکروہ ہے ۔ اگر کوئی شخص باہیں دھونیکے بعد پگڑی کو ہاتھ سے بدیں
طور چھودے کہ اسکے ہاتھونکی تری بالکل اڑجائے تو پھر سر کے مسح کیلئے دوبارہ پانی لینا ضروری ہوگا ورنہ اسی تری سے مسح جائز ہے
اور دونوں کانونکا اکٹھے ہی (نہ یہ کہ پہلے داہنے کا پھر بائیں کا) ہاتھونکی سر ہی کی باقی ماندہ تری سے بدیں طور مسح مسنون ہے ۔ کہ
سبابوں کے اندر سے کانوں کے اندر کا اور انگوٹھونکے اندر سے کانوں کے باہر کا مسح کیا جائے اور کانونکے مسح کیلئے نیا پانی نہ لیا جائے
ورنہ خلاف مسنون ہوگا ۔ لیکن انگلیوں پر تری ختم ہو جانیکے بعد نیا پانی لیکر مسح کرنا سنت ہوگا ۔ اور کانوں کے مسح کا تکرار خلاف سنت ہے
اسیطرح پہلے داہنے کان اور پھر بائیں کا مسح خلاف سنت ہے لیکن عذر کی باعث مکروہ نہیں جبکہ ایک ہی ہاتھ ہو یا دونوں اصل مگر دوسرے سے مسح ہو سکے تو پھر پہلے داہنے کا اسکا بعد بائیں کا مسح کیا
جائے اور اعضاء وضو کے دھونے میں قرآن مجید کی ترتیب لفظی کا خیال کرنا (یعنی پہلے منہ پھر ہاتھ پھر پاؤں پھر سر کا مسح کرنا) مسنون ہے بخلاف شافعی کے وہ فرض قرار دیتے ہیں جنکی کوئی دلیل قاطع نہیں
وضو و غسل میں اعضاء فرض الغسل کا متواتر دھونا اور تیمم میں مسح بطریق متواتر مسنون ہے کہ دوسرے عضو کے دھونے یا مسح کرنے سے قبل
پہلا عضو نہ سوکھے یا اتنا وقت نہ گذرے جسمیں عضو سوکھ جائے ورنہ خلاف سنت ہوگا ۔ لہٰذا تیمم میں منہ کے مسح کے بعد ہاتھوں کے
مسح تک اتنی دیر کیجائے کہ اگر منہ دھلا ہوا ہوتا ہوتا سو وقت تک سوکھ جاتا تو یہ تیمم خلاف مسنون ہوگا ۔ اگر وضو یا غسل یا تیمم میں پانی ختم
ہو جانے یا کسی اور جائز عذر کے باعث اعضاء پے در پے نہ دھوئے جاسکیں تو صحیح قول پر کوئی حرج نہیں ۔ اور ہاتھوں و پاؤں کا
انگلیوں سے اور منہ کا سر سے شروع کرکے دھونا مسنون ہے ۔ اور گردن کا مسح انگلیوں کی پیٹھ کی سابقہ تری سے صحیح قول میں مستحب
اور حلقوم کا مسح بدعت ہے ۔ اور اعضاء ملنا سنت یا مستحب ہے ۔ اسیطرح پانی میں بلا غرض صحیح اسراف نہ کرنا مسنون اور بلا غرض صحیح مکروہ
ہے ۔ اور منہ پر زور سے پانی کا مارنا مکروہ تنزیہی ہے ۔ اور دونوں کانوں کے مسح اور رخساروں کے دھونے میں داہنی جانب سے
شروع کرنا مستحب نہیں (اسی طرح دونوں موزوں کے مسح کا حکم ہے) لہٰذا دونوں کانوں کا مسح اور دونوں رخساروں کا دھونا اکٹھا ہونا
چاہیئے ۔ مگر کہ کوئی عذر ہو کہ ایک ہاتھ ہو یا دوسرا معذور ہو تو پھر پہلے داہنے کا بعد میں بائیں کا مسح و بائیں رخسار کا دھونا ہوگا اور کانوں کا مسح کرتے
ہوئے چھنگلیونکا کانوں کے سوراخ میں ڈالنا بھی مستحب ہے اور تیمم و کھپچی و پٹی پر مسح کرنیکی صورت میں داہنی طرف سے مسح مسنون ہے
بخلاف موزوں کے مسح کے کہ ان پر اکٹھا ہی مسح مسنون ہے اور مرد و عورت کو استنجا میں بیرونی جانب دُبر و فرج کا دھونا بھی مسنون
ہے ۔ واضح رہے ۔ کہ مندوب و مستحب و فضیلت و نفل و تطوع ۔ درحقیقت ایک چیز ہے جو متفرق اعتبارات درج ذیل کی
[illegible]

رُو سے متغایر ہے یہ کہ اس کام کو شارع کیطرف سے محبوب ہونیکے باعث مستحب کہتے ہیں اور مندوب اسلئے کہ اسکی فضیلت و ثواب
کو بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے میت کے نُدبہ (یعنی بیان کرنے ہیں) میں میت کی نیکیوں بھلائیوں کو بیان کیا جاتا ہے۔ اور نفل اسلئے
کہا جاتا ہے کہ فرائض اور واجبات اعمال کے علاوہ زائد عمل ہے۔ کہ اس کے باعث ثواب میں اور زیادتی و اضافہ ہو جاتا ہے۔
اور تطوع اس لئے کہتے ہیں چونکہ عامل اُسے تبرعاً ادا کرتا ہے۔ اور فضیلت اسلئے کہتے ہیں کہ اس کام کا کرنا نہ کرنے سے افضل ہے۔
خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی بعض کے نزدیک مترادف (ہم معنے) ہے اور بعض کے نزدیک ہم معنے نہیں بلکہ متغایر ہے جو یہی ظاہر
تر ہے کیونکہ نفل نماز و روزہ ادا کرنے پر قدرت رکھتے ہوئے اُن کا ادا کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے۔ لیکن ترک کرنے پر مکروہ تنزیہی
بھی نہیں چونکہ کراہت محتاج دلیل ہے اور دلیل کراہت کوئی نہیں۔ اعضاء مفروض الغسل (جنکا دھونا فرض ہو) کا بدینطور دھونا
فرض ہے کہ اُن سے پے در پے کم از کم دو بوندیں جاری ہو کر ٹپکیں ورنہ وہ وضو و غسل وغیرہ ناجائز ہوگا چونکہ ارشاد باری ہے اذا
قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم۔ الآیہ۔ اور غسل عُرف عرب میں ایسے دھونیکو کہتے ہیں جس سے پانی بھی جاری ہو ورنہ
چپڑنا ہوگا نہ دھونا۔ جب وضو وغیرہ ناجائز ہوا تو نماز بھی ناجائز ہوگی۔ بوقت وضو وغیرہ مذکورہ ذیل کام مستحب ہیں ہاتھوں پاؤں کے
دھوتے یا بعذر مسح کرتے وقت پہلے داہنے پھر بائیں کا دھونا وغیرہ مستحب ہے۔ استنجا کرنے کے بعد جلد ہی ستر گاہ ڈھانکنا
مستحب ہے۔ جس انگشتری وغیرہ پر اسماء الٰہیہ یا اسماء حضور علیہ السلام وغیرہ متبرک کلام میں سے کوئی کلمہ یا نام کھدا یا لکھا ہوا ہو استنجا کے
وقت اسکا اتار دینا مستحب ہے (تو پاخانہ جاتے وقت اتارنا زیادہ مؤکد ہے) کہ بلا جدا غلاف ہمراہ لیجانا مکروہ تحریمہ ہے
جس کا آگے ذکر آئیگا۔ (احقر) مٹی کے لوٹے میں پانی لینا مستحب ہے۔ لوٹیکی دستی پر ہاتھ رکھنا مستحب ہے نہ سر پر۔ اور
لوٹے کا بائیں طرف رکھنا مستحب ہے۔ اگر کسی برتن میں سے ہاتھ ڈالکر وضو غسل کرنا ہو تو اُسے داہنی طرف رکھنا مستحب ہے
اور لوٹیکی دستی کو پہلے تین دفعہ دھونا۔ اور اپنے آپ پانی لینا اور مہیا کرنا۔ اور ہر عضو دھوتے وقت نیت وضو کرنا۔ اور شہادتین
(اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ) پڑھنا اور ناک کو بائیں ہاتھ سے صاف کرنا۔ اور
آرام سے وضو کرنا مستحب ہے۔ اسیطرح پاک جگہ میں وضو کرنا۔ وضو کے پانی کے باحرمت ہونے کے باعث مستحب ہے اور
اونچی جگہ بیٹھ کر وضو کرنا (کہ مستعمل چھینٹیں کپڑوں پر نہ پڑیں) بوجہ کراہت تنزیہی مستحب ہے۔ اگرچہ مفتے بہ قول پر مستعمل
پانی پاک اور نجاست حقیقی (پیشاب پاخانہ وغیرہ جیسی) کو پاک کر دیتا ہے لیکن نجاست حکمی بے وضوئی جنابت وغیرہ جیسی
کو نہیں پاک کرتا۔ مستعمل پانی سے آٹا گوندھنا اور .. پینا کراہت طبع کے باعث مکروہ ہے۔ پاخانہ میں سر ڈھانک
کر جانا مستحب ہے۔ ایسی ہی دھوپ کے گرم شدہ پانی سے وضو کرنا (مخالفت طبی وغیرہ کے باعث بخوف ضرر) مستحب ہے۔
اور کسی برتن کا اپنے لئے خاص نہ کرنا۔ اور وضو کے لئے وقت سے پہلے ہی لوٹے میں پانی ڈال کر رکھ دینا مستحب ہے احناف
کے نزدیک پانی پر قدرت نہ ہونے وقت نماز سے پہلے تیمم کر لینا بھی مستحب ہے۔ اور جس رومال سے محل استنجا کو پونچھا
جائے اس سے اعضاء وضو یا غسل کو نہ پونچھنا مستحب ہے اور بوقت استنجا وغیرہ اپنے ستر کو نہ دیکھنا۔ اور تھوک
و سنک پانی میں نہ ڈالنا اور ایک سیر پانی سے کم نہ ہونا۔ اور وضو ہوتے وضو کرنا اور منہ و ناک میں داہنے ہاتھ سے پانی
ڈالنا اور منہ دھوتے پانی میں نہ پھونکنا۔ اور استنجا کرتے ہوئے باتیں نہ کرنا۔ اور پاخانہ میں قبلہ کی طرف منہ و پیٹھ نہ کرنا
اور استنجا کرتے وقت قبلہ اور سورج و چاند کی طرف منہ و پیٹھ نہ کرنا مستحب ہے۔ اور بائیں ہاتھ سے استنجا کرنا۔ پھر بائیں
ہاتھ کو مٹی سے ملکر دھونا اور سترگاہ پر پانی چھڑکنا۔ اور اسی محل شلوار یا پاجامہ یا تہ بند پر بعد وضو پانی چھڑکنا بھی
مستحب ہے۔ اور عام جگہ سے (جہاں سے سب کرتے ہوں) وضو کرنا۔ اور داہنے ہاتھ سے پانی ڈالنا۔ اور وضو کے وقت
قبلہ کی طرف ممکن ہونے پر منہ کرنا۔ اور ابرو و مونچھوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا مستحب ہے۔ اور وضو کرتے وقت بلا ضرورت دینوی

باتوں سے پرہیز کرنا۔ اور ہر [۳۳] عضو دہوتے اور مسح کرتے وقت بسم اللہ شریف کا پڑھنا مستحب ہے۔ نیز [۳۴] دل کی نیت کے ہمراہ زبان سے نیت کے الفاظ بھی پڑھ لینے معتبر قول پر مستحب ہیں۔ کشادہ [۳۵] انگوٹھی و بالی کا دہوتے وقت ہلانا مستحب ہے۔ اسیطرح [۳۶] ایسی تنگ انگوٹھی دیغرہ کا ہلانا جسمیں بلا ہلائے پانی پہنچ جائے) مستحب ہے۔ (اگر اس انگوٹھی یا بالی میں بغیر ہلائے پانی نہ پہنچے تو پھر ان کو ہلا کر پانی پہنچانا فرض ہے)۔ دوسرے شخص سے اسکی بطیب خاطر ہونے پر پانی منگوا کر اعضاء وضو پر ڈلوانا مکروہ نہیں لیکن تاہم بلا عذر دوسرے سے اعضا کا دھلوانا اور مسح کرانا اچھا نہیں بلکہ یہ کام خود کرنے مستحب ہیں۔ (عید الضحیٰ کے دن نماز عید سے پہلے نہ کھانا مستحب ہے۔ اگر کھالے تو مختار قول پر مکروہ نہیں ہے) اور ہر [۳۷] عضو دہوتے وقت مرویۂ حدیث دعائیں مذکورہ ذیل پڑھنی مستحب ہیں اگرچہ ضعیف حدیث سے ثابت ہیں (کیونکہ یہ حدیث رواۃ کے جھوٹا یا فاسق ہونیکے باعث ضعیف نہیں کہ ناقابل عمل ہو۔ بلکہ اور وجہ سے ضعیف ہے ورنہ اس پر علماء و فقہا بالکل عمل نہ کرتے) تاہم اکثر محدثین نے اس حدیث کو متعدد طریقوں سے ثابت کیا ہے جسپر فضائل اعمال میں عمل کرنا جائز ہے نہ مکروہ (بخلاف حدیث موضوع کے کہ اسپر فضائل اعمال میں بھی قطعاً عمل حرام ہے اگر اس کا مضمون قواعد شرعیہ کے تحت میں نہ آتا ہو یا آتا ہو مگر اسے حدیث سمجھکر عمل کریں تو حرام ہے بعض کے نزدیک موضوع حدیث کا صحیح جاننے والا کافر ہو جاتا ہے اور فضائل اعمال میں ضعیف روایت پر (جو متعدد طرق سے ثابت ہو کر قواعد شرعیہ کے تحت میں بھی داخل ہو) سنت اعتقاد کر کے عمل کرنا جائز ہے بلکہ مستحب و محتاط خیال کر کے عمل کرنا جائز ہے۔ اگر کبھی موضوع حدیث کا مضمون کسی قاعدہ شرعیہ یا کسی دوسری صحیح حدیث کے تحت میں آسکے تو پھر اس حدیث کے مضمون کی مؤید دوسری صحیح حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے عمل کرنا جائز ہے (اس موضوع حدیث کے لحاظ سے۔ اور موضوع حدیث کو اسکی موضوعیت کے بغیر روایت کرنا بھی ممنوع و گناہ ہے لیکن ضعیف غیر موضوع حدیث کی روایت اسکے ضعف کے اظہار کے علاوہ دوسری نیت سے بھی بہ الفاظ مشکوک مندرجہ ذیل روایت کرنا جائز ہے جیسے یوں کہا گیا ہے یا بیان کیا گیا ہے یا مروی یا منقول ہے اور یکی طور سے نہ کہا جائے کہ حضور علیہ السلام سے مروی ہے وغیرہ وغیرہ جیسے الفاظ سے) ہر عضو کے دہوتے وقت مندرجہ ذیل دعائیں پڑھنی حدیث شریف میں بدینطور مذکور ہیں۔ کہ کلی کرتے وقت بعد بسم اللہ شریف اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَىٰ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔ اور ناک میں پانی ڈالتے وقت اللّٰهُمَّ أَرِحْنِي رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِي رَائِحَةَ النَّارِ۔ اور منہ دہوتے وقت اللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِي يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ۔ اور داہنا ہاتھ یا ہاتھ کہنیوں سمیت دہوتے وقت اللّٰهُمَّ أَعْطِنِي كِتَابِي بِيَمِينِي وَحَاسِبْنِي حِسَابًا يَسِيرًا۔ اور بایاں ہاتھ یا ہاتھ دہوتے اللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِي كِتَابِي بِشِمَالِي وَلَا مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي۔ اور سر کے مسح کے وقت اللّٰهُمَّ أَظِلَّنِي تَحْتَ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ۔ اور کانوں کا مسح کرتے وقت۔ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ۔ اور بوقت مسح گردن۔ اللّٰهُمَّ أَعْتِقْ رَقَبَتِي مِنَ النَّارِ۔ اور داہنا پاؤں دہوتے وقت۔ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَيَّ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ الْأَقْدَامُ۔ اور بایاں پاؤں دہوتے وقت۔ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِي مَغْفُوْرًا وَسَعْيِي مَشْكُوْرًا وَتِجَارَتِي لَنْ تَبُوْرَ۔ پڑھنا مستحب ہے اور ہر [۳۸] عضو دہوتے و مسح کرتے وقت بسم اللہ شریف کا مع منقولہ بالا دعاؤں یا مع کلمہ شہادت یا درود شریف کے پڑھنا مستحب ہے اور وضو [۳۹] ختم کرنے کے بعد مع شہادتین مندرجہ ذیل دعا پڑھنی مستحب ہے۔ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ وَاجْعَلْنِي مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ صـ ۱۱۹-۱۲۵ اور ناک کی طرف

[illegible]

والوں سے کر کے انکی اتباع کی توفیق مرحمت فرما۔ الٰہی میری گردن (یعنی ذات) دوزخ کی آگ سے بچا و آزاد کر۔ الٰہی جسدن (یعنی بیوم قیامت) لوگوں کے قدم پل صراط سے پھسلیں

سے دونوں آنکھوں کے کناروں میں بکوشش پانی پہنچانا مستحب ہے جبکہ وہاں پر میل اندر ہو ورنہ فرض ہے۔ اسیطرح ٹخنوں اور ان کے اوپر کے پٹھوں اور پاؤں کے تلوؤں کی گہرائی۔ دہونے میں کوشش کرنی مستحب ہے اور دونوں پاؤں کا بائیں ہاتھ سے بطریق ذیل دہونا مستحب ہے کہ داہنے ہاتھ سے پانی ڈالا جائے اور بائیں سے پاؤں کو ملا کر دہویا جائے۔ اور اعضاء وضو کا سردی کے موسم میں دہونے سے پہلے اچھی طرح پر بھگونا تاکہ اعضا پوری طور سے دُھل جائیں مستحب ہے۔ نیز کہنی و ٹخنہ سے اوپر کو بلا تعیین حد اسطرح دہونا کہ آدہے بازو یا آدھی پنڈلی تک یا مونڈھوں یا گھٹنوں تک ہو جائے تو بوجہ احادیث مندرجہ ذیل مستحب ہے جو یہی اقوال شافعی کے ہیں۔ مگر ایک فتاوی میں صرف نصف بازو و نصف پنڈلی تک دہونا مستحب لکھا ہے وہ حدیث مثبت استحباب یہ ہے۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَہٗ فَلْیَفْعَلْ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ فَلْیُطِلْ غُرَّتَہٗ وَتَحْجِیْلَہٗ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میری اُمت قیامت کے دن اعضاء وضو کی چمک کی شناخت پر بلائی جائیگی جو چاہے چمک زیادہ کرے اور غُرّہ و تحجیل بڑھائے۔ اطالت غرّہ حدود مقررہ سے حسب ماسبق زیادہ دہونا مراد ہے اسیطرح تحجیل سے ہاتھوں پاؤں کی حدود مفروضہ (فرض) سے حسب ماسبق (نصف بازو و نصف پنڈلی وغیرہ تک) بڑھا کر دہونا مراد ہے۔ اور جو آئندہ حدیث بظاہر اس مذکورہ حدیث کے مخالف ہے کہ (فَمَنْ زَادَ عَلَیْہِ اَوْ نَقَصَ فَقَدْ تَعَدّٰی وَظَلَمَ۔ الحدیث کہ جو کوئی عدد معینہ تین وغیرہ سے یا اعضاء وضو میں کمی بیشی کرے وہ اپنے اوپر ظلم کرنیوالا ہے) اس حدیث شریف کا یہ مطلب ہے کہ جو کوئی تین بار دہونیکو سنت نہ جانتے ہوئے بیشی کمی عدد دہونے میں کریگا وہ صاحب تعدی و ظالم ہوگا نہ یہ کہ حدود سے بڑھ کر دہونیوالا۔ سوائے چند مسائل کے از روئے قاعدہ صحیح قول پر نوافل سے فرائض اور واجب افضل ہیں۔ ان چند مسائل میں بھی نوافل فرائض و واجبات سے فرضیت اور وجوب کی حیثیت کے علاوہ دوسری حیثیت سے افضل ہیں بلکہ ان نوافل میں فرض اور وجوب کی حیثیت بھی پائی جاتی ہے لہذا مجموعہ فرض مع نفل اور واجب مع نفل تنہا فرض یا واجب پر افضل ہوگا۔ نہ صرف نفل افضل ہے جیسے مثلاً دفعیہ تکلیف کے لئے مُفلس قرضدار کو مہلت دینی واجب ہے۔ اور بالکل معاف کردینا نفل و مستحب ہے۔ اور بالکل معاف کردینا اسلئے افضل ہے کہ اسکے ضمن میں دائمی مہلت (جو واجب ہے) بھی پائی گئی جسپر مقروض کا بری الذمہ ہو جانا اصل واجب پر ایک زائد چیز ہے گویا اس میں فرض مع زیادتی کے متحقق ہوا۔ اسیطرح پہلے سلام دینا مسلمانونکے باہمی موانست والفت ومحبت کے بنا پر سلام کے جواب (وعلیکم السلام) سے افضل ہے۔ اور سلام کا جواب فرض کفایہ ہے جو یہ بھی باہمی موانست ومحبت کا باعث ہے۔ لیکن چونکہ سلام کے جواب کے ترک باہمی دشمنی وبغض کا ڈر تھا لہذا فرض کفایہ ہوا اور سلام جواب سلام سے مقدم ہونے کی زیادتی وغیرہ کے باعث سلام کے جواب سے افضل ہوا چونکہ سلام سلام ہر دونوں میں باہمی مسلمانوں کے محبت وموانست کا اظہار ہوتا ہے۔ اور سلام مقدم ہونیکی وجہ سے مع اشتمال بر جواب سلام افضل ہوا۔ ایسے ہی تندرست غیر معذور کے لئے وقت نماز سے پہلے وضو کرنا افضل اور بعد دخول وقت کے فرض ہے اور پہلا وضو مع اشتمال بر وضو فرض مقدم ہونیکی وجہ سے افضل ہے۔ لہذا بخوبی معلوم ہوگیا کہ یہ کلیہ قاعدہ کہ فرض نفل سے مطلقاً افضل ہے مذکورہ بالا مسائل میں بھی نہیں ٹوٹتا کیونکہ صرف تنہا نفلوں کی فرائض پر فضیلت نہیں متحقق ہوتی بلکہ نوافل میں ایک زیادتی مع اشتمال بر فرض متحقق ہونے کے باعث افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ جو پانی پینے کیلئے رکھا ہو اس سے وضو جائز نہیں اگر زیادہ ہو تو پھر وضو جائز ہے۔ اور جو پانی وضو کیلئے رکھا ہو اس سے پینا جائز ہے بعض مذکورہ بالا صورتوں کے برخلاف کہتے ہیں کہ جو پانی وضو کیلئے رکھا ہو اسکا پینا ناجائز اور جو پینے کیلئے رکھا ہو اس سے وضو جائز ہے۔ اس دوسرے قول کی بنا پر بھی وضو کا بچا ہوا پانی بھی تابع وضو ہونیکے باعث پینا جائز ہے اور پہلے قول پر تو بلا شبہ جائز ہے مع [illegible] خواہ بقیہ وضو یا زمزم کا پانی ہو اسکے کھڑے ہو کر پینے کی کراہت وغیرہ کے متعلق کتابوں میں متعدد اقوال منقول ہیں جو مذکورہ ذیل [illegible]

معتبر ہیں۔ ایک یہ کہ مطلقاً پانی خواہ کوئی سا ہو (خواہ ماء زمزم یا بقیہ وضو وغیرہ) کھڑے ہوئے پینا مکروہ تنزیہی ہے۔ جبکہ بیٹھکر پینے میں ثواب
ہے اور کھڑے ہوئے ثواب نہیں لیکن گناہ بھی نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ کہ کھڑے ہوئے مطلقاً ہر پانی کا پینا جائز ہے اگر مضر پڑنیکا
خطرہ نہ ہو۔ یعنی جو ممانعت حدیث میں وارد ہے وہ طبی لحاظ سے ہے نہ شرعی ہے۔ لہذا اس قول کی بنا پر بیٹھکر پینے سے ثواب بھی نہ ہوگا
اور پانی بقیۂ وضو و زمزم کے کھڑا ہوکر پینے کے جواز میں صحیح احادیث مروی ہیں۔ لہذا علامہ شامی دلائل کراہت وغیرہ کراہت پر غور کرتے ہوئے
یہ قول فیصل لکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا دو خاص پانیوں کے کھڑے ہوکر پینے میں بھی کراہت تنزیہی کا نہ ہونا محل کلام ہے چہ جائیکہ
اُنکا کھڑے ہوئے پینا مستحب ہو۔ لیکن اگر ہم استحباب کے قائل نہ ہوں۔ جب بھی ان دو پانیوں کا کھڑے ہوئے پینا مکروہ تنزیہی
نہیں کیونکہ ان پانیوں کا شفائے امراض کے باعث کھڑے ہوکر پینا بعض مشائخ کے عمل سے مجرب ثابت ہوا ہے۔ (خلاصہ کلام
یہ ہوا کہ ہر پانی بلا ضرورت کھڑے ہوئے پینا خلاف اولیٰ ہے۔ احقر) اور مسافر کو بوجہ عذر چلتے ہوئے کھانا پینا مکروہ نہیں۔ لیکن
مقیمی کو مکروہ ہے اور راستہ میں کھانا پینا مکروہ ہے۔ اسیطرح لیٹے ہوئے بھی کھانا مکروہ ہے۔ اور مقیمی کو کھڑے ہوئے کھانا پینیکا وہی
حکم ہے جو بالتفصیل پانی پینے میں گذرا۔ یہ کہ یا مکروہ تنزیہی ہے۔ یا نہیں۔ یا بلا ضرورت خلاف اولیٰ ہے۔ وضو و غسل کے بعد اعضا
کو دھل استنجا پونچھنے والے رومال سے) پونچھنا مکروہ تنزیہی ہے انکے علاوہ رومال ہو تو صحیح قول پر اعضاء وضو وغیرہ کا پونچھنا بلا کراہت جائز ہے لیکن
یہ بہتر ہے کہ ہلکا سا پونچھے اور بالکل خشک نہ کردے تاکہ اعضاء پر وضو کا اثر باقی رہے۔ اور بعد اختتام وضو سورہ قدر کا پڑھنا جو مشہور ہے
کسی قولی یا فعلی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ لیکن اکثر علماء ضعیف حدیث کی روایت اور اس سے فضائل اعمال میں عمل کرنے پر نہایت
تساہل و بے پرواہی سے کام لیتے ہیں (جب کسی حدیث سے ثابت نہیں تو اسکا پڑھنا مستحب کہاں ہوگا۔ احقر) اور وضو و غسل کے بعد
اعضاء کا جھاڑنا صحیح قول پر بلا کراہت جائز ہے جسکی دلیل صحیح بخاری و مسلم میں ثبت ہے اور اسکا خلاف ضعیف ہے کہ حدیث ضعیف پر
مبنی ہے اور بانی اعضا پر زور سے پانی مارنا مستعمل پانی کی بوندیں کپڑوں پر پڑتے اور خلاف وقار ہونیکے باعث مکروہ تنزیہی ہے اور اعضا
کو ایسا خفیف سا دھونا کہ پانی تین بار پوری طرح نہ جاری ہو مکروہ تنزیہی ہے۔ اور دو رکعت شکرانہ وضو کا غیر اوقات مکروہہ میں ادا کرنا
حدیث کی رو سے مستحب ہے کہ اس کا بہ پابندی قواعد و اخلاص دلی پڑھنے والا جنتی ہے (شرح تحفۂ نصائح فارسی میں ہے کہ ان نفلوں کے
بعد بشرائط مذکورہ بالا بر حاشیہ دعا مقبول ہوتی ہے جسے احقر نے مجرب پایا ہے) اور اُس مٹی یا پانی سے وضو نہ کرنا مستحب ہے جسپر غضب الٰہی

نازل ہوا جیسے قوم ثمود کے کوئیں رزمین وغیرہ جیسی ہے۔ اور مملوکہ پانی یا ندیا و نہر وغیرہ کثیر الجریان پانیوں سے دبلاغرض صحیح یعنی بارکو سنت جانتے ہوئے) طہارت میں بہ اسراف یعنی حاجت شرعیہ سے زائد پانی خرچ کرنا بنا بر قول معتبر مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر زیادتی تعداد ہونے کو سنت جانتے ہوئے اسراف کیا جائیگا تو مکروہ تحریمہ ہے۔ اسراف ضرورت سے زیادہ مال وغیرہ خرچ کرنے یا گناہ کے کام یا مال کے صرف کرنیکو کہتے ہیں۔ لیکن جو غیر جاری پانی کسی گروہ کیلئے وقف ہو تو اس سے انہی لوگوں کو صرف ضرورت شرعیہ کے موافق ہی خرچ کرنا جائز ہے اور اسراف حرام کیونکہ انہیں صرف ضروری خرچ کی اجازت ہے۔ اگر وقف کردہ پانی جاری ہو تو اسکا نہر جاری جیسا حکم مباح ہے۔ اگر درد و بیماری کے باعث آنکھ سے پانی یا خون جاری ہو کر اندر ہی رک جائے تو وضو نہ ٹوٹیگا کیونکہ آنکھ کے اندرونی حصہ کا ضرر کے خوف کے باعث دھونا ضروری نہیں۔ اسیطرح اس زخم کے پیپ یا خون وغیرہ نکلنے کا حکم ہے جسے دھونا مضر ہو اگر وہ نکلکر اسی زخم پر جاری ہو جائے تو وضو ٹوٹیگا جب تک پیپ وغیرہ جاری ہو کر تندرست بدن غیر مجروح پر نہ چل جائے۔ اسیطرح عضو تناسل کے اندر ہی پیشاب اگر رک جائے پر وضو نہ ٹوٹیگا جب تک دکھائی نہ دے ورنہ بلا جریان صرف دکھائی دینے پر وضو ٹوٹ جائیگا۔ کسی ایسے زخم سے جسکا دھونا مضر نہ ہو پیپ خون وغیرہ یا نکلکر اسی پر جاری ہو جانا اگرچہ حصہ تندرست بدن پر جاری ہو کر نہ پہنچے وضو کو توڑ دیتا ہے۔ اگر میت کو بوجہ غلاظت سے غسل دیتے ہوئے وضو کرانیکے بعد پھر نجاست نکل آئے تو وضو نہ لوٹایا جائیگا بلکہ نجاست کے محل ہی کو دھو جائیگا اور عورت کے غسل کے بچے ہوئے پانی سے وضو و غسل کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اس بچے ہوئے پانی سے وضو و غسل نہ کرنا اختلاف سے بچنے کی احتیاط کے باعث مستحب ہے کہ شافعی کے نزدیک اس سے طہارت مکروہ تحریمہ اور مالک کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور مسجد کی حد میں دضو کرنا مکروہ ہے مگر کہ مسجد میں کوئی برتن وغیرہ رکھکر وضو کیا جائے۔ یا مسجد میں وضو کیلئے کوئی جگہ بنی ہوئی ہو تو مکروہ نہیں۔ اور ناپاک جگہ بے ادبی کے باعث وضو کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اسیطرح پانی میں تھوکنا و سنکنا مکروہ ہے۔ جونک اور بڑے مچھر کے اتنی مقدار انسان سے پیٹ بھر کر خون چوسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ کہ انکے مارنے پر ان سے خون بہ نکلے کیونکہ یہ بھی جاری خون کے حکم میں ہے کہ بدن سے نکلکر دوسری طرف چلا گیا ہے۔ فرج و دبر اور ذکر سے کیڑا کنکری نکلنے پر وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ ان پر غالباً نجاست ہوتی ہے بخلاف مالک کے کہ انکے نزدیک صرف پیشاب و پاخانہ ہی کے نکلنے پر وضو ٹوٹتا ہے۔ اگر زخم سے کیڑا یا کنکری نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس پر نجاست نہیں ہوتی۔ اور ائمہ احناف کے نزدیک نجاست کے دونوں اگلے پچھلے راستوں سے ناپاکی کے نکلنے یا جاری ہوئے بغیر صرف ظاہر ہی ہو جانا وضو کو توڑ دیتا ہے لہذا ذکر اور فرج کے سر پر پیشاب کے ظاہر ہو جانے سے ہی وضو ٹوٹ جائیگا اگرچہ جاری نہ ہو۔ اسیطرح سے دبر کی نجاست کے ظاہر ہونے کا حکم ہے۔ ص ۱۲۷ تا ۱۳۳ اگر نجاست دبر یا ذکر یا فرج ہی میں رک جائے اور ظاہر نہ ہوئے تو وضو نہ ٹوٹیگا۔ لیکن غیر مختون کے (قلفہ) یعنی (سر ذکر کے زائد چمڑے) میں پیشاب وغیرہ اگر رک جائے اور ظاہر نہ ہو جب بھی وضو ٹوٹ جائیگا۔ کیونکہ وہ خارج کے حکم میں ہے۔ مگر منی نکلنے کی صورت میں دفع حرج کے باعث غسل فرض نہ ہوگا۔ لہذا جب تک غیر مختون کے قلفہ سے منی باہر نہ نکلے گی غسل واجب نہ ہوگا اگرچہ قلفہ میں آ کر رک جائے۔ اور نجاست کے اگلے پچھلے معینہ دو راستوں کے علاوہ پیپ خون وغیرہ ناپاکیوں کا باقی بدن سے نکلکر جاری ہو جانا بھی احناف کے نزدیک وضو کو توڑ دیتا ہے بخلاف شافعی کہ انکے نزدیک نجاست کی دو راستوں کے علاوہ باقی بدن سے بہکر خون پیپ وغیرہ کا نکلنا وضو کو نہیں توڑتا۔ اگر منہ یا ناک یا کان یا زخم سے کیڑا نکلے تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ اگر وضو والے شخص کے بدن سے گوشت وغیرہ کا کچھ ٹکڑا کٹکر گر جائے اور خون جاری نہ ہو تو وضو نہ ٹوٹیگا۔ لیکن زندہ آدمی یا حلال

جانوروں کے بدن سے گوشت کا ٹکڑا جدا کیا جائے تو وہ مردار کے حکم میں ہے لہذا اگر اس سے مقدار مانع مثقال وغیرہ تک کوئی
نمازی پاس رکھے ہوئے نماز پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ لیکن اپنے بدن کے گوشت کا کٹا ہوا ٹکڑا نماز میں اٹھائے رکھنے سے
نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اگر بدن کی کسی جگہ سے کچھ ایسا خون ظاہر ہوا جسے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو جاری نہ ہوتا۔ لیکن اسے نچوڑ کر
نکالا اور جاری کیا گیا تو مفتیٰ بہ قول پر اس سے بھی وضو ٹوٹ جائیگا۔ کیونکہ خون کا جاری ہونا پایا گیا ہے۔ اور جس زخم کا دہانہ کشادہ بھی ہو
اس میں سے خون نکلنے کے بعد منہ پر اگر ٹھہر جائے اور جاری نہ ہو تو صحیح قول پر وضو نہ ٹوٹیگا اور جاری ہو جانے پر ٹوٹ جائیگا۔ یہی حکم
ہے باقی بدن سے خون نکلنے کا کہ منہ پر آکر ٹھہر جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور جاری ہو جانے پر ٹوٹ جاتا ہے۔ اور نیز جو خون بدن سے
نکلکر ایسی طرف جاری ہو جائے جس طرف کا دھونا یا مسح کرنا وضو یا غسل میں واجب یا مستحب ہو۔ تو پھر وضو ٹوٹ جائیگا ورنہ نہ ٹوٹیگا لہذا
سر کی جانب سے خون بہے پھر وغیرہ جیسی چیزیں اوپر سے اتر کر کے ناک کی سخت ہڈی تک پہنچ آئے تو صحیح قول میں وضو ٹوٹ جائیگا
کیونکہ جنبی غیر روزہ دار کو ناک میں پانی کا مبالغہ سخت ہڈی ناک تک مستحب اور نرم جگہ تک واجب ہے اور خون وغیرہ ناپاک چیزیں ناک
کی نرم جگہ تک پہنچ جانے میں بالاتفاق وضو ٹوٹ جائیگا کیونکہ اس جگہ تک غیر روزہ دار کو غسل جنابت میں پانی پہنچانا بالاتفاق واجب ہے
اور سنگی سے خون نکالنے پر بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور چھوٹی جونک چچڑا کے خون چوسنے سے جو اتنا خون نہ چوس سکے کہ اگر
نکالنے پر جاری ہو جائے تو وضو ٹوٹیگا۔ اسیطرح انسان کے بدن سے مچھر و مکھی کے خون چوسنے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر زخم وغیرہ کے
منہ سے خون نکلتے ہی پونچھ لیا جائے یا اس پر مٹی راکھ وغیرہ مانع خون کی قسم سے ڈالا جائے یا روئی کے پھوئے کو اوپر رکھا جائے
جس سے خون جاری نہ ہو سکے۔ تو اس کا یہ حکم ہے کہ اگر ایک مجلس میں اتنا خون پونچھا یا سکھایا گیا ہے کہ اگر پونچھا یا سکھایا نہ جاتا
تو جاری ہو جاتا تو اس صورت میں وضو ٹوٹ جائیگا۔ اگر وہی خون کئی جگہوں میں پونچھا یا سوکھایا جائے تو پھر وضو کو نہ توڑیگا
اگرچہ ایسا کرنے پر جاری ہو جاتا کیونکہ اسمیں اختلاف سبب نہ پائے جانے کی باعث جاری ہونے میں صرف مجلس واحد کا اعتبار ہے
بخلاف قے کے۔ منہ بھری یہ کہ بلا تکلف ضبط ہونے والی قے اشبہ و مختار قول پر وضو کو توڑ دیتی ہے بعض کہتے ہیں جو بالتکلف بھی
روکنی ممکن نہ ہو وہ صحیح و معتبر قول پر وضو کو توڑتی ہے۔ لیکن پہلا قول اشبہ و مختار ہے (جسکی تفصیل حسب ذیل ہے کہ ایسی قے یا پانی ہوگی
پیٹ سے آئیگی یا سر سے یا جمے جلے ہوئے سودا کے پارچے ہونگے یا بہنے والی ہوگی۔ پھر جو سر سے اترے اور پارچے ہو خواہ
کم ہو یا بیش بالاتفاق وضو کو نہیں توڑتی۔ اگر بہنے والی ہو تو پھر بالاتفاق وضو کو توڑ دیتی ہے خواہ کم ہو یا بیش۔ اور جو پیٹ
سے چڑھے اگر پارچے ہوں تو جب تک منہ بھر کر نہ آئے بالاتفاق وضو کو نہیں توڑتی۔ اگر بہنے والی ہو تو شیخین کے نزدیک مطلقاً
توڑ دیتی ہے خواہ کم ہو یا منہ بھر کر یہی قول صحیح تر ہے لیکن امام محمدؒ کے نزدیک صحیح قول میں تھوڑی قے نہیں توڑتی (شیخین کے قول
میں احتیاط اور محمدؒ کے قول میں سہولت ہے احقر) اور طعام یا پانی وغیرہ جیسی چیز معدہ تک پہنچکر پیٹ میں ٹھہرنے سے پہلے منہ
بھر کر لوٹ آئے تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ اور مذکورہ وضو توڑنے والی قے صحیح معتبر قول میں نجاست مغلظہ (یعنی سخت ناپاکی) ہے لہذا
پاک کپڑے بدن پانی وغیرہ کو لگکر ناپاک کردیگی۔ ایسے ہی شیر خوار بچہ کی منہ بھری قے ہر چیز کے ناپاک کر دینے میں نجاست مغلظہ کا
حکم رکھتی ہے۔ لیکن بچہ کے پالنے والی عورت کے کپڑوں کو جب تک مقدار درہم سے کافی بڑھ کر کثیر نہ ہو جائے ناپاک نہیں کرتی چونکہ
اس میں حرج ہے جب کثیر فاحش لگجائے گی تو ناپاک کردیگی۔ اگر طعام یا پانی کی قے معدہ تک پہنچنے سے قبل ہی لوٹ آئے تو
بالاتفاق وضو نہیں توڑتی۔ اور نہ ہی ناپاک ہے لیکن منہ بھری ہو تو نجس ہونیکے قول پر وضو ٹوٹنا مناسب معلوم ہوتا ہے
اور دریائی بڑے چھوٹے سانپ کی قے یا خشکی کے ایسے بہت چھوٹے سانپ کی قے جس میں خون نہ ہو اور بہت سے کیڑوں کی
قے اگرچہ بہت ہو ناپاک نہیں ہوتی لہذا کسی پاک چیز کو لگ جانے سے ناپاک نہ کریگی اور خشکی کے بڑے سانپ کا پانی میں مرنا
اور قے کرنا پانی وغیرہ کو ناپاک کر دیتا ہے کیونکہ سانپ اور اس کی قے ناپاک ہے۔ اور سوئے ہوئے شخص کے منہ کا پانی خواہ سر

یا پیٹ سے نکلے اور خواہ زرد بدبوناک ہو یا مفتی بہ قول پر ناپاک نہیں کہ جس سے پاک چیز ناپاک ہو جائے ۔ بخلاف میت کے منہ کے پانی کے کہ وہ ناپاک ہے جیسے عین پیشاب و شراب کی قے جسے کوئی قبل معدہ تک پہنچنے پیتے ہی قے کردے تو مطلقاً خواہ منہ بھر کر ہو یا نہ ذاتی ناپاکی کے باعث ناپاک ہی ہوتی ہے جس سے پاک چیز ناپاک ہو جائیگی۔ لیکن وضو کو نہ توڑے گی کیونکہ معدہ تک پہنچنے سے قبل لوٹ آئی ہے ۔ اگر کسی کا ایسا زخم ہو جسے دھونا یا مسح کرنا مضر ہو تو اس سے خون یا پیپ نکلکر جب تک زخم سے باہر نہ جاری ہو جائے وضو نہیں ٹوٹتا چونکہ وہ زخمی جگہ دھونے یا مسح سے ضرر کے باعث معاف و ساقط ہے۔ اگر وہ خون یا پیپ زخم سے نکلکر باہر جاری ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائیگا ۔ ایسے ہی اگر داغ دئے ہوئے عضو یا کسی پھوڑے یا زخم پر (مٹی راکھ کپڑا یا پٹی وغیرہ) خون جذب کرنیوالی چیز رکھی یا ڈالی جائے یا خون پونچھا جائے تو خالی نہیں اگر مریض کا غالب گمان یہ ہو کہ پھوڑا پھنسی داغ و زخم وغیرہ اگر بحال خود رہتا اور اسپر کچھ ڈالا نہ جاتا اور نہ پونچھا جاتا تو اس مجلس میں جاری ہو جاتا۔ تو اس صورت میں وضو ٹوٹ جائیگا ورنہ نہیں ۔ اور متعدد مجالس میں پونچھنے یا سکھانے وغیرہ سے مطلقاً وضو نہیں ٹوٹتا خواہ نہ پونچھنے وغیرہ پر جاری ہی ہو جاتا ۔ اگر کسی زخم یا چیچک و خارش کے دانوں سے خالص پانی جاری ہو تو وہ بھی صحیح قول پر خون ہی کے حکم میں ہے لہٰذا وضو کو توڑ دیگا۔ لیکن ضرورت کے وقت وضو نہ ٹوٹنے کے متعلق ضعیف قول پر بھی عمل کر لینا جائز ہے جیسے مقدمہ میں ذکر ہو چکا ہے ۔ اگر کسی کی آنکھ میں بیماری ہو جس کی وجہ سے آنسو نکلکر اندر ہی رکے رہیں تو وضو نہ ٹوٹیگا۔ کیونکہ اندر کا دھونا معاف ہے۔ اگر باہر نکل آئیں تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ اگر بیماری کے علاوہ اور کسی وجہ سے مرچیں یا گرم کھانا یا دھوئیں وغیرہ جیسی چیزوں سے باہر نکل پڑیں تو وضو نہ ٹوٹیگا ۔ اور صحیح قول میں مطلق پسینے کا نکلنا خواہ دائمی شرابخور وغیرہ کے بدن سے نکلے وضو کو نہیں توڑتا ہے۔ اور وہ تھوڑی تھوڑی قے جسکا سبب (یعنی جی کا متلانا) ایک ہو اگرچہ مجالس مختلف ہوں جمع کرنے پر منہ بھر دینے والی ثابت ہو تو مفتی بہ قول پر وضو کو توڑ دیگی۔ اگر سبب ایک نہ ہو تو تھوڑی تھوڑی ایک مجلس میں بھی معتبر قول پر جمع نہ کیجائیگی اور نہ ہی وضو کو توڑیگی ۔ اور صرف خالص بلغم کی منہ بھری قے معتبر قول پر وضو کو نہیں توڑتی ۔ اگر بلغم و طعام کی قے ملی جلی ہو تو پھر اگر طعام سے بلغمی قے غالب و منہ بھری ہو کہ بلغمی سے منہ بھر جائے تو معتبر قول پر وضو نہیں ٹوٹتا ۔ اگر طعام کی قے منہ بھری و غالب ہو تو بالاتفاق وضو توڑ دیگی ۔ اگر دونوں برابر منہ بھری ہوں تو طعام کی قے کے باعث بالاتفاق وضو ٹوٹ جائیگا ۔ اگر ہر ایک ان میں سے پوری منہ سے کم ہو جب بھی بالاتفاق وضو نہ ٹوٹیگا کیونکہ دونوں کے مجموعہ کو ملا کر منہ بھرنیکا اعتبار نہیں ۔ منہ یا پیٹ سے جاری خون و تھوک ملی ہوئی قے آئے تو اگر خون غالب ہو کہ قے سرخی مائل ہو تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ اگر دونوں برابر ہوں جب بھی احتیاطاً وضو ٹوٹ جائیگا۔ اگر تھوک غالب ہو کہ قے زردی مائل ہو تو پھر وضو نہ ٹوٹیگا ۔ اور پیپ کا نکلنا خون ہی کے حکم میں ہے مگر اس میں غلبے نہ غلبے کی علامت کے متعلق کوئی روایت دستیاب نہیں ہوئی ۔ اور جاری خون کے سنک (یعنی ایسی رینٹ ناک) کے ساتھ ملکر نکلنے میں۔ خون و تھوک ملنے جیسا حکم ہے جو بہ تفصیل پہلے گذر چکا ہے ۔ اور سنک بلا آمیزش ناپاکی خون و پیپ وغیرہ کے صحیح قول میں پاک ہے جس سے پاک چیزیں ناپاک نہیں ہوتیں۔ مگر تاہم سنک پونچھنے کے رومال پر نماز کا نہ پڑھنا (ادب و تعظیم نماز کے باعث) بہتر ہے ۔ اگر ناک سے جمے ہوئے خون کا کتلہ نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا ۔ واضح رہے کہ جو چیز خون و پیپ و قے وغیرہ جیسی وضو کو نہیں توڑتی وہ دفع حرج کے باعث ناپاک بھی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر سخت (دبیز کپڑے وغیرہ جیسی) پاک چیز کو بھی لگ جائے تو اسے ناپاک نہ کرے گی اگرچہ مقدار درہم سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو جائے اسی پر فتوٰی ہے ۔ لہٰذا جب ناپاک نہیں تو خواہ زخمی کے کپڑے وغیرہ ہوں یا کسی غیر کے ...... (تو مذکورہ خون پیپ قے وغیرہ سے لتھڑ جانے پر بھی ناپاک نہ ہونگے) مثلاً کوئی زخمی کے پاس نماز پڑھ رہا ہو اور زخمی کے زخم غیر جاری (چونکہ یہاں یہی مراد ہے) .. خون سے اس کا کپڑا مقدار درہم سے زیادہ ناپاک ہو جائے تو اس سے نہ نماز ٹوٹیگی نہ کپڑا ناپاک ہوگا۔ بلکہ کپڑا پاک ہی رہیگا

جس کے باعث نماز بھی درست ہوگی۔ اگر یہی مذکورہ چیزیں جو وضو کو نہ توڑنے کے باعث پاک شمار کی گئی ہیں۔ اگر زخم جاری بہنے والی (پانی دودھ۔ شربت وغیرہ جیسی) چیزوں میں ملجائینگی یا پڑجائینگی تو مفتی بہ قول پر انہیں ناپاک کردیگی۔ عورت و مرد کی دبر سے گوز و ہوا کا نکلنا وضو کو توڑ دیتا ہے۔ لیکن وہ ہوا خود ناپاک نہیں ہوتی۔ لہذا گیلے پاجامے یا گیلے سرین و ران کو پاس سے گذرتے ہوئے ناپاک نہ کریگی۔ اگر بلا دھوئے پرہیزگاری کیوجہ سے نماز نہ پڑھے تو بہتر ہے اور یہ تقوی کا محل ہے۔ اور جس عورت کا محل فرج و دبر درمیان سے فاصلہ وحائل (کسی وجہ سے) دور ہوجانے کے باعث باہمی ملجائے تو اس عورت کو اگر بو دار گوز و ہوا آئیگی تو وضو ٹوٹ جائیگا کیونکہ وہ دبر سے نکلی ہے۔ اگر اس ہوا میں بدبو نہ ہوئی تو وضو نہ ٹوٹیگا۔ کیونکہ اسکے دبر کی ہوا ہونے میں شک ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا کہ دبر کی ہوا بدبوناک ہوتی ہے لیکن پھر بھی وضو کا احتیاطاً لوٹانا مستحب ہوگا کیونکہ دونوں محل اکٹھے ہوگئے ہوئے ہیں۔ اور ایسی عورت کا حلالہ جب تک دوسرے شوہر سے حاملہ نہ ہوجائے پہلے خاوند کیلئے (دبر میں وطی کے احتمال پر) ناجائز ہے؛ در مجوزۂ حلالہ صرف وطی فرج ہو نیز اس عورت سے شوہر کو وطی جب حلال ہے کہ فرج ہی میں دخول ہو ورنہ ناجائز ہے اگر دبر کے کچھ حصہ میں بھی دخول ہوتا ہو۔ اور جس عورت کا راستہ وطی و پیشاب ملجائے تو اس صورت میں وطی کا جائز ہونا ظاہر و مناسب ہے کیونکہ پیشاب کے راستہ میں وطی ناممکن ہوتی ہے اور اس فرج کی ہوا ظاہر و مناسب قول پر وضو کو بھی نہ توڑیگی کیونکہ صحیح قول میں فرج کی ہوا وضو نہیں توڑتی۔ اور جو ہوا مرد کے ذکر اور عورت کی فرج سے نکلے وہ مطلقاً وضو کو نہیں توڑتی۔ چونکہ وہ اختلاج ہوتا ہے۔ معتبر قول پر دبر سے نکلی ہوئی وہی ہوا وضو کو توڑیگی جسکا پیٹ سے آنا ظن غالب ہو یا آواز دے یا بدبوناک ہو۔ اگر مشتبہ و مشکوک ہو تو وضو کو نہ توڑیگی اگرچہ وضو کا لوٹانا بوجہ اختلاف مشائخ و روایت دَعْ مَا یُرِیبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیبُکَ مستحب ہے۔ (حقر) اگر کوئی شخص سرین (چوتڑ۔ بونڈ) زمین سے چپٹا کر دونوں پاؤں ایک طرف نکالے ہوئے سوجائے یا سرینوں پر بیٹھکر دونوں پنڈلیوں کو ہاتھوں سے پکڑے ہوئے یا ہاتھوں کو پیٹھ کے ساتھ کسی کپڑے وغیرہ سے باندھے ہوئے سوجائے تو وضو نہ ٹوٹیگا۔ اگر کوئی سرینوں کو پاؤں کی ایڑیوں پر رکھکر پیٹ رانوں سے ملاکر سوجائے۔ یا چار زانو بیٹھے ہوئے رانوں پر سر رکھکر سوجائے تو معتبر قول میں (زمین سے مقعد زائل ہو جانے کے باعث) وضو ٹوٹ جائیگا۔ اگر کوئی کجاوے میں بیٹھے ہوئے (لیٹے بغیر) سوجائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر لیٹ کر سوئیگا تو ٹوٹ جائیگا۔ اگر کوئی وضو والا بیٹھا ہوا سوئے ہوئے نیچے کو جھک جھک پڑے اگر وہ شخص زمین پر گرتے ہی بیدار ہوجائے تو انسب و اولی مفتی بہ قول پر وضو نہ ٹوٹے گا۔ اگر گرنے کے بعد کچھ دیر ٹھہر کے جاگے تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ اگر گرنے سے پہلے یا گرتے ہوئے بیدار ہوجائے تو بطریق اولی نہ ٹوٹیگا۔ اگر وضو والا اپنا نہ بیٹھا ہوا ایسا اونگھ رہا ہو کہ اپنے پاس والوں کی اکثر باتیں سنتا سمجھتا ہو تو اسکا وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔ لیکن انسان کو اپنے اوپر دھوکہ نہ کھانا چاہیے کہ اسے سخت نیند گھیرے ہوتی ہے جیسے اونگھ سمجھتا ہے۔ اگر کوئی نمازی پہلو یا ایک سرین یا پیٹھ یا منہ کے بل سوجائے تو (قوت ماسکہ (ہوا روکنے والی) کے زائل ہوجانیکے باعث) وضو ٹوٹ جائیگا۔ اگر قوت ماسکہ زائل نہ ہو تو بنا بر قول مختار نماز اور وضو دونوں نہ ٹوٹینگے۔ جیسے نماز میں کوئی عمداً کھڑے یا بحالت رکوع یا بیٹھے یا مسنون سجدہ ہی کئے ہوئے سوجائے نماز بھی نہ ٹوٹیگی اگر کوئی نماز کے علاوہ عمداً کھڑے ہوئے یا رکوع کی طرح جھکے ہوئے یا مسنون سجدہ کی صورت میں سوجائے تو قوت ماسکہ موجود ہونے پر معتبر قول میں وضو نہ ٹوٹیگا۔ اور جو وضو والا اپنا تکیہ بیٹھے ہوئے سوجائے تو زمین پر اسکے گرتے ہی مقعد نہ زائل ہو تو وضو نہ ٹوٹیگا ورنہ ٹوٹ جائیگا۔ با وضو والا کسی ایسی چیز پر تکیہ لگائے سوجائے جسکے گرنے سے آدمی بھی گرجائے تو جب تک اس شخص کا مقعد (سرین) گرتے ہوئے زمین سے نہ زائل ہو وضو نہ ٹوٹیگا۔ اور جب زائل ہوجائیگا وضو ٹوٹ جائیگا۔ جو بیمار صرف کروٹ پر بہ اشارہ نماز پڑھ سکتا ہو اور کروٹ پر نماز نہ پڑھتے سوجائے تو صحیح قول میں اسکا وضو ٹوٹ جائیگا۔ اور صحیح تر قول میں صرف نیند وضو کو نہیں توڑتی۔ بلکہ وہ ہوا توڑتی جو دبر سے نکلتی ہے۔ لہذا جس شخص کو ہوا سرنے کی مرض ہو تو صحیح تر قول میں مطلق نیند اسکے وضو کو نہ توڑے گی جب تک اس کی

۵۲ مرد کے حق میں مسنون سجدہ اس طرح ہے کہ پیٹ رانوں سے اور بازو پہلوؤں سے جدا کئے ہوئے ہو بخلاف عورت کے ۱۲ - ش

سُرین اور قوت ماسکہ (تندرستوں کی طرح) زمین سے نہ زائل ہو ۔ اگر کوئی شخص سجدہ شکر وتلاوت یا سجدہ سہوہ میں عمداً ہی سو جائے تو نماز کے مسنون سجدہ کی طرح ہی انکا حکم ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا ۔ اور معتوہ یعنی مختل العقل آدمی جسکے دماغ میں خلل واقع ہو کر کلام وبات چیت میں خلط ملط کرے اور اس کی تدابیر بھی فاسد ہوں لیکن کسی کو مارے پیٹے نہیں (اگر مارے پیٹے گا تو وضو ٹوٹ جائیگا اور انکی عبادات بھی طہارت نہ ہونیکے باعث صحیح نہ ہونگی) تو بالاتفاق ایسے شخص کی عبادت صحیح ہے اور عبادت کا صحیح ہونا وضو کی موجودگی پر موقوف ہے ۔ لہذا یہ بیماری وضو کو نہیں توڑتی کیونکہ مختل العقل فقہا کے نزدیک مکلف اور بعض کے نزدیک سمجھدار نابالغ کے حکم میں ہے اور مکلف کی عبادت تو صحیح ہے لیکن نابالغ سمجھدار کی عبادت بھی بلا شبہ جائز ہے ۔ اور تمام انبیا کا وضو ہر اس چیز سے جس سے امت کا وضو ٹوٹتا ہے ٹوٹ جاتا ہے ۔ چونکہ جب اجماعاً ہمارے پیغمبر خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کا وضو بھی سب چیزوں سے سوائے نیند کے ٹوٹ جانا ثابت ہے ۔ اور نیند میں بھی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وضو نہ ٹوٹنا بخلاف اور انبیا کے آپ کا ہی خاصہ ہے انبیا کو بھوک وغیرہ جیسی چیزوں سے بے ہوشی وغشی (جس سے عقل مغلوب ہو جاتی ہے) پیش آجانے پر بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے ۔ خواہ بے ہوشی کم ہو یا بہت ۔ (معلوم ہوا کہ انبیا کو بے ہوشی وغشی عارض ہونا ممکن ہے ۔ بخلاف جنون وغیرہ جیسی امراض کے جن سے عقل بالکل زائل ہو جائے ۔ احقر) اور امت کے لوگونکی بے ہوشی وغشی بھی خواہ کم ہو یا بہت وضو کو توڑ دیتی ہے ۔ اسیطرح متوحش کا جنون (جس سے بالکل عقل زائل ہو جائے) خواہ کم ہو یا بہت وضو کو توڑ دیتا ہے ۔ اور شراب بھنگ ۔ چرس اور گھاس بوٹیوں وغیرہ نشہ دینے والی چیزوں کے نشہ[۱] سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ۔ اور نشہ والے کی طلاق زجراً احناف کے نزدیک واقع ہو جاتی ہے ۔ بخلاف شافعی کے ۔ ص ۱۳۳ تا ۱۳۷ اور جس شخص کی بے ہودہ وصحیح باتیں برابر ہوں تو اس کا مذکورہ بالا حکم نہیں ۔ یعنی اسے نشئی ۔ نشہ والا نہ کہا جائیگا اور نہ ہی اس پر وہ احکام مرتب ہونگے ۔ جس شخص کو وضو کے بعد مرگی کا عارضہ لاحق ہو جائے تو اسکا وضو ہی ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اعضاء بدن ڈھیلے ہو کر بے ہوش ہو جانے پر ہوا وغیرہ نکلنے کا غالب گمان ہوتا ہے ۔ اور رکوع سجود والی نماز میں (یعنی جسکا حق رکوع وسجود سے پڑھنا ہو اگرچہ بعذر اشارہ سے پڑھی جائے) قہقہہ ہنسی (بالغ مرد یا عورت کی جاگتے ہوئے عمداً اور اگرچہ بھول کر سہواً یا نسیاناً نا ہی ہو تو راجح قول میں) ہر نماز کے حق میں زجراً حدثاً (کیونکہ ہنسی بھی کلام اور رونیکی طرح ایک آواز ہے اور بیدار بالغ ہی کا وضو توڑتی ہے نہ نابالغ یا سوئے ہوئے کا اگر حدث واقعی ہوتی تو باقی حدثوں کی طرح سب کا وضو توڑ دیتی[۲]) وضو کو بھی توڑ دیتی ہے ۔ یعنی مذکورہ صورت میں قہقہہ ہنسی بذاتہ حدث نہیں جس سے وضو ٹوٹ جائے بلکہ شارع کی طرف سے ایک سزا کی صورت میں بحرمتی نماز پر وضو کے ٹوٹنے کا حکم کیا گیا ہے لہذا اس وضو سے بالکل (جیسے شارع نے زجراً ٹوٹ جانیکا حکم دیا ہے) نہ یہ نماز اور نہ ہی کوئی اور نماز نوافل واجب اور فرض وغیرہ سے جائز ہے جب تک دوبارہ وضو کر کے نہ ادا کرے ۔ اور یہ بات نہیں کہ اسی وضو سے وہ نماز ادا کرلے جو حرام طور پر جائز ہو کر بعد ازاں ضرور لوٹانیکے بعد پھر جائز ہو جائیگی ۔ بلکہ اس نماز میں شروع ہی صحیح نہیں ہوتا ۔ اور اس صورت میں جب وضو ٹوٹ جاتا ہے تو نماز (جو وضو پر مبنی ہے) بطریق اولیٰ ٹوٹ جاتی ہے ۔ اور راجح قول پر جبکہ ہنسی قہقہہ حدث نہیں ۔ لہذا اسی وضو سے وہ شخص قرآن مجید کو چھو اور لکھ سکتا ہے وغیرہ وغیرہ سوائے ادائیگی کسی نماز کے (بااس فعل کے جو بطور مشکوک ہی نماز کے ملحق ہو) جیسے طواف کعبہ چونکہ بعض احادیث سے اس کا ملحق بہ نماز ہونا معلوم ہوتا ہے ۔ تو الحاق کے لحاظ سے اسی پہلے وضو سے طواف ناجائز ٹھیرتا ہے اور نہ ملحق ہونیکی صورت میں کہ بظاہر بالکل مغائر نماز ہے اس کا اسی وضو سے ادا کرنا جائز معلوم ہوتا ہے ۔ لہذا طواف کعبہ کے متعلق اس وضو سے تردد ہے (احتیاط اس میں ہے کہ وضو کر کے طواف کیا جائے ۔ احقر) اور اس ہنسی کے مفتے بہ قول میں حدث نہ ہونیکی بنا پر ۔ نابالغ یا سوئے ہوئے بالغ کا نماز میں ہنسنا صرف نماز توڑیگا نہ وضو کو کیونکہ ان پر کوئی زجر و سزا نہیں ۔ اگر بالغ مکلف حکمی نماز میں ہو جب بھی راجح قول پر اخوط ہونیکے لحاظ سے ہنسی قہقہہ سے اسکا وضو ٹوٹ جائیگا ۔ جیسے

[۱] جیسے قریب ہی آگے مذکور ہے کہ نماز میں نابالغ بیدار اور بالغ سوئے ہوئے کا ہنسنا صرف نماز کو توڑتا ہے نہ وضو کو ۱۲ منہ

[۲] ... ۱۲ منہ

نماز میں کسی کا قہقہ کے علاوہ اور کسی وجہ سے وضو اپنے آپ ٹوٹ جائے جس پر وہ صف سے بہ نیت بناء نماز وضو کیلئے باہر نکل کر وضو کرنیکے بعد کسی وجہ سے ہنس پڑے تو اس کا یہ وضو بھی ٹوٹ جائیگا کیونکہ وہ حکماً نماز ہی میں تھا لہذا پھر دوبارہ اُسے وضو کرنا پڑیگا۔ اگر وہ شخص وضو ٹوٹنے پر بلا غرض بناء نماز۔ نماز کو توڑ کر نئے سرے سے نماز پڑھنے اور شروع کرنیکا ارادہ کرکے وضو کرنیکے بعد ہنس پڑے تو پھر وضو نہ ٹوٹیگا کیونکہ یہ اب حکمی نماز میں بھی نہیں ہے۔ نیز صحیح و راجح قول پر وہ وضو بھی نماز میں قہقہ سے ٹوٹ جاتا ہے جو غسل کے ضمن میں متحقق ہو۔ یہ بات نہیں کہ جو وضو صرف تنہا مستقل طور پر کیا جائے وہ ٹوٹتا ہے دوسرا نہیں ٹوٹتا۔ واضح رہے کہ مذکورہ بالا صورتوں میں آخری قعدہ کے (عبدہٗ و رسولہٗ) پڑھنے سے پہلے قہقہ کی ہنسی وضو اور نماز دونوں کو توڑ دیتی ہے کیونکہ نماز کے درمیان قبل تکمیل نماز وضو ٹوٹ گیا ہے اور نماز بلا وضو ناجائز ہے لہذا نماز بھی ٹوٹ گئی۔ اسلئے اثناءِ نماز میں (درمیان) ہنسی نماز غیر مکمل کو مع وضو توڑ دیتی ہے۔ اگر کوئی بالغ آخری قعدہ کے (عبدہٗ و رسولہٗ) کے بعد سلام پھیرنے سے قبل خواہ سجدہ سہو ہی میں ہی ہنس پڑے۔ تو معتبر قول پر اس کی نماز مکمل ہو جانے کے باعث درست ہوکر وضو ٹوٹ جائیگا کیونکہ ہنسی عین نماز میں واقع ہوئی ہے اگرچہ بعد تکمیل نماز اور چونکہ نماز مکمل ہو جانیکے بعد ہنسی واقع ہوئی ہے اسلئے نماز نہ ٹوٹیگی اور وضو ٹوٹ جائیگا کیونکہ ہنسی نماز میں واقع ہوئی ہے نہ خارج نماز میں اور نماز کی تکمیل ارکان فریضہ کے ادا کرنے پر موقوف ہے جو ادا ہو چکے ہیں اگرچہ سنت مستحب وغیرہ رہ گئے ہیں لیکن ترک سلام واجب کے باعث نماز کا لوٹانا واجب ہے۔ اور امام زفرؒ کے نزدیک اس صورت میں وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔ اور جو نماز در اصل رکوع و سجود والی نہ ہو اس میں ... بالغ کا عمداً قہقہ بھی سوائے نماز کے وضو کو نہیں توڑتا۔ جیسے نماز جنازہ کہ اس میں ہنس جانے پر صرف نماز ٹوٹیگی نہ وضو۔ اسیطرح خارج نماز میں اگر کوئی سجدہ تلاوت کرتے ہنس پڑے تو وضو نہ ٹوٹیگا اور سجدہ تلاوت باطل ہو جائیگا۔ جسکا لوٹانا واجب ہوگا۔ اگر کوئی نماز میں سجدہ تلاوت کرتے قہقہ سے ہنس پڑے تو پھر وضو و نماز و سجدہ تمام باطل ہو جائینگے کہ نماز میں ہنسی واقع ہوگئی ہے۔ اور اسی وجہ سے امام صاحبؒ کے نزدیک جو شخص شہر یا گاؤں میں سوار ہوکر نفل وغیرہ نماز بہ اشارہ پڑھتے ہوئے ہنس پڑے تو اس کا وضو نہ ٹوٹیگا کیونکہ شہر یا گاؤں میں سوار ہوکر امام صاحب کے نزدیک اُسے نماز کا شروع کرنا ہی جائز نہیں جب نماز ہی ناجائز ہوئی تو گویا خارج نماز میں ہنس پڑا اور ہنسی خارج نماز وضو کو نہیں توڑتی۔ بخلاف ابو یوسفؒ کے کہ انکے نزدیک اس صورت میں نماز نفل جائز ہوتی ہے تو اسکے نماز میں ہنس جانے پر انکے نزدیک وضو مع نماز ٹوٹ جائیگا۔ اگر مقتدی[1] یا مسبوق کا امام آخری التحیات میں عبدہٗ و رسولہٗ پڑھنے کے بعد قہقہ کرکے ہنس پڑے یا عمداً بے وضو ہو جائے۔ پھر اس کے بعد مقتدی یا مسبوق بھی ہنس پڑے تو پہلے امام کا وضو ٹوٹ کر مقتدی و مسبوق کا وضو امام صاحبؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا کیونکہ امام کی ہنسی سے اس کی نماز ٹوٹ جانے پر تمام مقتدیوں مسبوق وغیرہ کی نماز ٹوٹ گئی اس کے بعد مقتدی و مسبوق کا ہنسنا خارج نماز میں واقع ہونیکے باعث انکا وضو نہیں توڑتا مگر مسبوق کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بخلاف صاحبینؒ کے مسبوق کے بارہ میں۔ کہ انکے نزدیک امام کی نماز کے باطل ہونے سے مسبوق کی نماز (جبکہ خود کسی وجہ سے نہ باطل کرے) باطل نہیں ہوتی اور مسبوق اٹھکر باقی نماز ادا کر سکتا ہے۔ لہذا اگر مسبوق امام کے بعد بھی ہنس پڑے تو اپنی نماز میں ہنسا ہے اور نماز میں ہنسنا وضو مع نماز کو توڑ دیتا ہے لہذا صاحبینؒ کے نزدیک اسکا وضو بھی ٹوٹ جائیگا۔ ان تمام مذکورہ بالا صورتوں میں (جنمیں امام قعدہ آخری کے تشہد پڑھنے کے بعد عمداً نماز کے باطل کرنیوالے عمل کا ارتکاب کرے) امام کی نماز مع مقتدیوں کے صحیح و مکمل ہو جائیگی کیونکہ نماز باطل ہونے سے پہلے نماز کے فرض ارکان مکمل ہو چکے ہیں۔ یہی حکم اکیلی نماز پڑھنے والے کا ہے۔ اور مذکورہ صورت میں امام کے علاوہ مقتدی یا مسبوق کا وضو ہنس پڑنیسے امام صاحبؒ کے نزدیک اسلئے نہیں ٹوٹتا کہ انکی ہنسی نماز سے باہر بعد بطلان (باطل ہونے) نماز واقع ہوئی ہے کیونکہ امام کے قہقہ سے امام کی نماز کے بطلان کے ضمن میں ان کی نماز بھی باطل ہوگئی ہے۔ اور امام کا وضو بھی ٹوٹ جائیگا کہ نماز میں ہنس پڑا۔

[1] مقتدی امام کے ہمراہ پوری نماز پانے والے اور مسبوق امام کے ہمراہ آخری حصہ نماز پانے والے کو کہتے ہیں۔ جیسے مسئلہ میں بالتفصیل

ہے جو نماز کی بے ادبی کا باعث ہے ۔۔ اور جب مذکورہ بالا مقتدی و مسبوق کا وضو نہ ٹوٹا تو اس وضو سے نماز بھی دوسرا وضو کئے بغیر پڑھ سکتے ہیں۔ بخلاف صاحبینؒ کے مسبوق کے بارہ میں جیسے گذر چکا۔ کہ وضو بھی اسکا ٹوٹ جاتا ہے لہذا بلا وضو کئے نماز نہیں پڑھ سکتا ۔۔ اور مذکورہ ہی صورت میں امام کے بعد تشہد قعدہ آخری ہنس پڑنیکے بعد لاحق[سلہ] کے نماز میں ہنس پڑنے پر امام صاحبؒ کے نزدیک لاحق کے وضو ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے میں دو روایات ہیں ۔۔ اگر مقتدی و مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ یا امام سے پہلے ہنس پڑے تو ان سب کا وضو ٹوٹ جائیگا۔ کیونکہ ان کی نماز میں قہقہہ پایا گیا ہے ۔۔ اور امام و مقتدی وغیرہ جس کی نماز کے ارکان پورے ہو گئے ہیں ہنسی سے ان کی نماز نہ باطل ہو گی کیونکہ اتمام نماز کے بعد ہنسی واقع ہوئی ہے اگر قبل پورا ہونے ارکان کے (جیسے آخری قعدہ کے عبدہ و رسولہ پڑھنے کی مقدار بیٹھنے سے پہلے) ہنس پڑے تو نماز بھی باطل ہو جاتی ہے ۔۔ اگر مقتدی و لاحق یا مسبوق (مذکورہ صورت آخری تشہد امام کے بعد) امام کے عمداً کلام کرنے یا سلام پھیر دینے کے بعد ہنس پڑے تو صحیح تر قول میں انکا وضو بھی ٹوٹ جائیگا۔ کیونکہ امام کا عمداً کلام کرنا یا سلام پھیر دینا نماز کا باطل کرنے والا نہیں۔ بلکہ نماز کا قاطع و متمم (پورا کرنے والا) ہوتا ہے تو گویا وہ اشخاص اپنی نماز میں ہنس پڑے ہیں اور نماز میں ہنسنا وضو کو توڑ دیتا ہے ۔۔ اگر کوئی شخص نماز میں وضو ٹوٹ جانے پر بہ نیت بناء نماز پھر وضو کرنیکو نکل کر وضو کرلے مگر وضو کے اعضاء میں سے کسی کا دہونا یا مسح خواہ مسح موزہ یا پھیچی یا پٹی وغیرہ کا۔ کرنا بھول جائے اور کسی وجہ سے نماز میں کھڑا ہونے سے پہلے ہنس پڑے تو اسکا وضو ٹوٹ جائیگا کیونکہ وہ حکماً نماز میں ہے بخلاف اسکے کہ باقی ماندہ عضو کے دہونے یا مسح کے یاد ہوتے ہوئے نماز میں کھڑا ہو جائے تو پھر اس کی نماز ہی بےوضوئی کی حالت میں شروع کرنے پر ٹوٹ جائیگی لہذا اس نماز میں کھڑا ہونیکے بعد اگر کوئی ہنس پڑے تو اس کا وضو نہ ٹوٹیگا۔ کیونکہ یہ قہقہہ نماز میں نہیں واقع ہوا بلکہ خارج نماز میں چونکہ نماز تو پہلے ہی ٹوٹ گئی ہے ۔۔ اسی لئے اس مسئلہ میں امتحاناً پوچھا جاتا ہے کہ وہ کونسی ہنسی ہے جو حقیقتاً نماز میں شروع ہو جانیکے بعد وضو کو نہیں توڑتی اور قبل شروع نماز وضو کو توڑ دیتی ہے ۔۔ اور مباشرت فاحشہ[سلہ] مذکورہ ذیل بالغ مرد و عورت سے شیخینؒ کے نزدیک ہر ایک کا وضو توڑ دیتی ہے خواہ مذی نہ نکلے۔ بخلاف محمدؒ کے انکے نزدیک بلا خروج مذی وضو نہ ٹوٹیگا ۔۔ اکثر فقہا نے شیخینؒ کے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور کئی نے امام محمدؒ کے قول کو۔ علامہ شامی نے اسی کو ترجیح دی ہے (خلاصہ مطلب یہ کہ شیخین کا قول اکثر و اغلب خروج مذی پر مبنی ہے کہ اس صورت میں غالباً مذی نکل جاتی ہے۔ اور امام محمدؒ کا قول یقینی خروج (مذی پر مبنی ہے لہذا مذی کے خروج و عدم خروج کے احتمال و شک یا یقینی خروج میں شیخین کے قول پر وضو واجب ہے۔ ورنہ معتبر قول پر وضو نہیں ٹوٹتا لیکن تاہم احتیاط کیلئے وضو کر لیا جائے ۱۲) اگر مرد کی آلت منتشر نہ ہو تو مرد کا وضو نہ ٹوٹیگا مگر عورت کا ٹوٹ جائیگا۔ اگر دونوں شرمگاہ ننگی ہو کر نہ ٹکریں تو بلا خروج مذی معتبر قول پر وضو نہیں ٹوٹتا ۔۔ اگر ان دو شخصوں میں سے ایک یا دونوں نابالغ غیر مشتہات ہوں تو پھر بلا خروج مذی بالاتفاق مع شیخینؒ وضو نہیں ٹوٹتا۔ جیسے کہ بعض صورتوں میں بلا انزال وطی کرنے پر غسل بھی واجب نہیں ہوتا۔ جیسے باوضو بالغ مرد بجید نابالغ لڑکی سے وطی کرے تو جب تک انزال نہ ہو غسل اور وضو دونوں لازم نہیں آتے جب مذی نہ نکلے لیکن مذی نکلجانے پر وضو لازم ہو گا نہ غسل۔ مگر صرف صاحبینؒ کے نزدیک فرج داخل کی تری کے ناپاک ہونیکے باعث آلت کو دہو کر ہی نماز پڑھ سکتا ہے جبکہ مذی نہ نکلے ورنہ وضو بھی لازم ہو گا اور امام صاحبؒ کے نزدیک بلا دہوئے بھی نماز پڑھ سکتا ہے کہ امام صاحبؒ تری فرج داخل کو ناپاک نہیں قرار دیتے اگر مذی کی تری نہ ہو ورنہ دہونا اور وضو دونوں لازم ہونگے ۔۔ اگر دو شخصوں کے درمیان دخول حشفہ واقع ہو جائے تو نابالغ کے علاوہ ہر بالغ فاعل و مفعول بہ پر خواہ مرد ہو یا عورت بلا انزال غسل واجب ہو جائیگا۔ اور نابالغ پر کسی حالت میں بھی غسل واجب نہیں خواہ بالغ کا انزال ہو یا نہ لیکن عادتاً اس نابالغ کو غسل کا حکم کیا جائیگا۔ اگر فاعل یا مفعول بہ میں سے ایک بہت نابالغ ہو تو پھر بالغ پر بلا انزال غسل واجب نہیں اور بعض فقہا نے ننگے معانقہ کر کے شرمگاہیں ٹکرا نیکو مباشرت فاحشہ کہا ہے ۔۔ اور ذکر کو بلا حائل ہاتھ لگ جانے اور اسی طرح

[سلہ] ... (عضو مرد بلا دخول حرف باہم ٹکرانے کو کہتے ہیں ۱۲ ش

عورت و بے ریش لڑکے کے بدن کو صرف چھونے و پکڑنے سے احناف کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا بخلاف شافعیؒ کے کہ انکے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے) لیکن تاہم ذکر کو ہاتھ لگانے کے بعد ہاتھ کا دھونا احناف کے نزدیک مستحب ہے ،، اسی طرح تمام اختلافی باتوں سے بچنا مستحب ہے، لہذا عورت و لڑکے کے بدن کو چھونے کے بعد بھی وضو مستحب ہے ،، خصوصاً پیش امام کو دوسرے مذاہب کی اختلافی باتوں سے بچنا بہت انسب و بہتر ہے کہ دوسرے مذہب کے پیرو بھی کبھی اسکے پیچھے اقتدا کر لیتے ہیں ،، لیکن دوسرے مذہب کے اختلافات سے پیش امام یا منفرد کو بچکر انکی رعایت جب مستحب ہوگی کہ اس سے اسکے اپنے مذہب میں کراہت تنزیہی کا ارتکاب نہ ہوتا ہو ورنہ وہ رعایت مستحب نہوگی - جیسے شافعیؒ کے نزدیک بعد طلوع فجر اندھیرے ہی میں نماز فجر کا ادا کرنا سنت ہے - اور احناف کے نزدیک سفیدی کرکے نماز پڑھنا افضل ہے - ایسے ہی احناف کے نزدیک شک کے دن مسائل شرعیہ کے واقف کار کو یقینی طور پر بہ نیت نفل روزہ رکھنا افضل ہے اور شافعیؒ کے نزدیک حرام ،، ایسا ہی احناف کے نزدیک ہر رکعت کے بعد استراحت کیلئے بیٹھنا اور نماز میں تکیہ کر کے کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے اور شافعیؒ کے نزدیک سنت لہذا مذکورہ بالا صورتوں جیسی میں دوسرے مذہب کے اختلاف کی رعایت (اپنے مذہب کی کراہت تنزیہی کے مستلزم ہونیکے باعث) نہ کرنی بہتر اور اپنے مذہب کی رعایت مستحب و افضل ہے ،، اور آنکھ ناک کان و ناف اور پستان سے پیپ و ریم کا نکلنا اگرچہ کسی مرض و درد سے نہ ہو معتبر قول پر وضو کو توڑ دیتا ہے ،، اگر تمام مذکورہ مواضع آنکھ ... وغیرہ یا زخم و آبلہ جیسے وغیرہ سے کسی بیماری یا درد کے باعث خالص پانی ہی نکل کر جاری ہو جائے تو اصح قول پر وضو ٹوٹ جائیگا ورنہ نہ ٹوٹیگا اگر خالص پانی بلا درد و بیماری کے نکلے حالانکہ لوگ اس سے سخت غافل ہیں ،، اگر کسی کے بدن سے مذکورہ پانیوں میں سے کوئی سا ہمیشہ جاری ہو جائے تو معذوروں کے احکام کے مطابق معذور ٹھہر لیگا ،، اور پیشاب کے بے ختنہ آدمی کے قلفہ (یعنی سر ذکر کے زائد چمڑا میں) اور عورت کے فرج خارج میں تجاوز کر آنے پر وضو ٹوٹ جائیگا ،، اگرچہ فرج خارج یا قلفہ سے باہر نہ نکلے ،، حمت ۱۳۸ تا ۱۴۱ لہذا اگر کوئی عضو تناسل کے سوراخ میں بدیں طور روئی بھرے کہ روئی سوراخ سے اوپر یا برابر ہے تو جب تک روئی کی خارجی طرف تری نہ آئیگی وضو نہ ٹوٹیگا - جب تری باہر دکھائی دینے لگے گی تو وضو ٹوٹ جائیگا ،، اور ذکر میں روئی کے اندر والی طرف کے تر ہو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ،، یہی حکم دبر و فرج داخل کا ہے کہ بیرونی طرف تری نکل آنے پر وضو ٹوٹیگا - ورنہ نہیں یعنی اندرونی طرف ہی صرف تر ہونے پر نہ ٹوٹیگا ،، اگر کوئی آدمی اپنے عضو تناسل یا دبر یا فرج داخل کے بالکل اندر روئی بھر دے کہ باہر سے دکھائی نہ دے تو اس صورت میں خواہ تمام روئی تر ہو جائے وضو نہ ٹوٹیگا جب تک تری کا اثر اس سے باہر نہ دکھائی دے - جب تری باہر آجائیگی تو وضو ٹوٹ جائیگا ،، اور فرج خارج میں روئی رکھنے سے اگر روئی کی صرف اندر ہی والی طرف تر ہو جائے اور باہر کو تری نہ نکلے جب بھی وضو ٹوٹ جائیگا کیونکہ فرج خارج غیر مختون[1] کی (قلفہ) زائد چمڑے کی طرح خارج بدن کا حکم رکھتی ہے ،، اگر عضو تناسل یا فرج داخل میں روئی رکھی ہوئی باہر نکل آئے اور وہ کچھ بھی تر یا ملوث ہو تو وضو ٹوٹ جائیگا کیونکہ ذرا بھر نجاست کا نکلنا بھی وضو کو توڑ دیتا ہے ،، اگر روئی بالکل خشک و صاف غیر ملوث نکلے تو پھر وضو نہ ٹوٹیگا ،، اگر کوئی عضو تناسل کے سوراخ میں تیل وغیرہ ڈالدے جو اندر نہ جائے اور پھر واپس باہر نکل آئے تو اس سے وضو نہ ٹوٹیگا - اگر دبر وغیرہ جیسے محل میں انگلی یا لکڑی یا روئی وغیرہ ڈالا (دخول ذکر کا اسکا حکم مباشرت فاحشہ میں مفصل ذکر ہو چکا ہے) غائب ہو کر باہر نکلے یا نکالی جلے تو وضو بہرحال ٹوٹ جائیگا اگرچہ اس انگلی لکڑی و روئی وغیرہ پر کوئی تری و ناپاکی یا بو نہ ہو - کیونکہ وہ ناپاکی سے ملکر آئی ہے اور بعض (یعنی جسکی ایک طرف باہر بھی ہو اور پوری نہ داخل ہو) انگلی یا لکڑی وغیرہ کے دبر میں داخل ہو کر باہر نکلنے یا نکالنے پر اگر اس میں بدبو یا ناپاکی کا اثر ظاہر ہو تو ضرور وضو ٹوٹ جائیگا اگر اثر و بو نہ ہو تو صحیح قول پر وضو نہ ٹوٹیگا یہی حکم ہے محقنہ (پچکاری) وغیرہ (غیر ذکر) شے کے داخل ہونے پر جسکی دوسری طرف دبر وغیرہ سے باہر ہو لیکن وضو کرنیکا اعتبار ہے اگرچہ صحیح قول یہ نہیں سا اگر کوئی دبر میں تیل وغیرہ سے حقنہ کرائے پھر تیل وغیرہ نکل آئے تو وضو روزہ کی طرح بالاتفاق ٹوٹ جائیگا - یعنی روزہ تیل کے اندر چلا جانے اور وضو اسکے باہر نکلنے کے باعث ،، واضح رہے کہ روزہ کسی خشک

[1] غیر مختون وہ ہوتا ہے کہ جسکی ختنہ نہ کی گئی ہو اور قلفہ وہ زائد چمڑا ہوتا ہے جو عضو تناسل سے آگے ختنہ کے وقت کاٹا جاتا ہے قلفہ [2] سوائے حشفہ کے حد و قلفہ بھی مروی ہے اور غلفہ بھی ہم معنی ہے ۱۲ - ش

روزہ توڑنے والی چیز (مثلاً ذکر) کے پیٹ میں منہ یا دبر وغیرہ کی راہ سے بالکل داخل ہونے پر ٹوٹتا ہے اور وضو اس چیز کے خارج ہونے سے مطلقاً ٹوٹ جاتا ہے خواہ اسپر تری یا بو نہ ہو چونکہ پیٹ کی نجاست سے ٹکر آتی ہے لہذا خشک انگل یا لکڑی وغیرہ جیسی چیز (کیلئے) دخول کا حکم ذکر جو پہلے ذکر ہو چکا ہے، دُبر وغیرہ میں بدیں طور داخل کیجائے یا ہوجائے کہ بالکل اندر کو غائب ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر بالکل اندر غائب ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائیگا اور وضو اس چیز کے مطلقاً باہر نکلنے پر ٹوٹ جائیگا۔ اگر کوئی شخص پانی وغیرہ سے تر شدہ انگل یا تر شدہ لکڑی وغیرہ دبر میں داخل کرے۔ اگرچہ وہ اندر غائب نہ ہو جب بھی پیٹ میں تری پہنچ جانیکے باعث روزہ ٹوٹ جائیگا۔ اور مختار قول پر دبر میں مطلقاً پانی وغیرہ سے تر شدہ انگل کا دخول روزہ کو توڑ دیتا ہے۔ اور استنجا کرتے وقت دُبر میں انگلی کا دخول روزہ اور بظاہر وضو کو بھی توڑ دیتا ہے کہ اندر کو تری پہنچ جاتی اور باہر اثر نجاست نکل آتا ہے۔ جسے ذکر کی تری نکلنے کا شک رہتا ہو اُسے سوراخ آلہ میں روئی کا پھویا رکھنا مستحب ہے۔ اگر تری کا جریان یقینی ہو جو روکے بغیر بند نہ ہو سکے تو وضو کرنے سے پہلے حتی الامکان اس کا روئی وغیرہ پیشاب بند کرنیوالی چیزوں سے بند کرنا[۵] واجب ہے۔ سب عذروں اور عارضوں کے بند کرنیکا ممکن ہوتے یہی حکم ہے۔ جس بواسیری مریض کو اپنی دُبر (ڈھوڈی) کے باہر نکل کر اپنے آپ اندر چلا جانیکا صرف گمان ہو تو اس سے وضو نہ ٹوٹیگا۔ اگر یقیناً باہر نکلکر پھر خود ہی اندر داخل ہو جائے تو معتبر قول پر وضو ٹوٹ جائیگا کہ نجاست باہر نکلکر ظاہر ہو گئی تھی اور نجاست کا صرف ظاہر ہو جانا وضو کو توڑ دیتا ہے۔ اگر ڈھوڈی دُبر کے باہر نکل آنے پر آدمی ہاتھ یا کپڑے وغیرہ سے اندر داخل کر دے تو بالاتفاق وضو ٹوٹ جائیگا کہ اسکے نکلنے کی وجہ نجاست ہو کر داخل کی چیز بھی ملوث ہو جاتی ہے یہی حکم بالتفصیل بعض حصہ کپڑے کے دُبر وغیرہ سے نکلنے کا ہے کہ اگر بعض حصہ کپڑے کا نکلکر اپنے آپ داخل ہو جائے تو وضو نہ ٹوٹیگا۔ اگر کسی چیز سے داخل کیا جائے تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ کہ غالباً وہ چیز نجاست سے ملوث ہو جاتی ہے جسپر مطلق خروج نجاست ناقض وضو متحقق ہو جاتا ہے۔ اگر تمام کپڑا یقیناً نکلکر اپنے آپ داخل ہو جائے جب بھی وضو ٹوٹ جائیگا کہ ملوث بہ نجاست تھا کہ نکل کر پھر داخل ہو گیا۔ جس شخص کے ذکر کے سر میں زخم ہو کر دو سوراخ ہو گئے ہوں تو جس سے پیشاب آتا ہے اسپر پیشاب کی تری کا صرف چڑھ آنا وضو کو توڑ دیتا ہے اور دوسرے سوراخ کا حکم زخم جیسا ہے کہ تری کے اوپر آکر جاری ہو جانے سے وضو ٹوٹیگا اگر جاری نہ ہو تو فقط اوپر چڑھ آنے سے زخم کے خون وغیرہ کیطرح وضو کو نہ توڑیگا۔ اور خنثے غیر مشکل کی دوسری فرج معتبر قول پر زخم کیطرح ہے کہ اس سے تری جاری ہو جانے پر وضو ٹوٹیگا نہ صرف ظاہر ہونے سے۔ لیکن خنثے مشکل کی دونوں فرجیں ایک ہی کے حکم میں ہیں یعنی ان میں سے کسی ایک کے سرے تک تری وغیرہ آجائے اگرچہ جاری نہ ہو وضو ٹوٹ جائیگا۔ صرف نماز کے وضو کی فرضیت کا منکر کافر ہے کیونکہ یہ فرضیت آیت و اجماع سے ثابت ہے جسکا انکار کفر ہے بخلاف انکار وضو چھونے قرآن مجید کے کہ یہ اختلافی ہے لہذا واجب و ظنی ہو گیا اور ظنی کا منکر کافر نہیں بلکہ سخت عاصی و گنہگار ہو گا۔ اگر متوضی (وضو کرنیوالے) غیر وسواسی کو وضو کے درمیان کسی عضو کے نہ دھونے کا شک ہو تو اُسے دوبارہ دھولے اگر وضو سے فارغ ہو جانیکے بعد شک واقع ہوا ہو اگرچہ یہ پہلی ہی بار کیوں نہ ہو دوبارہ نہ دھویا جائے اور نہ ہی وضو لوٹایا جائے۔

اور وسواسی متوضی کو خواہ وضو کے درمیان ہی کسی عضو کے دھلنے کا شک ہو یا بعد فراغت وضو شک واقع ہو تو وسوسہ کے دفعیہ کیلئے دونوں صورتوں میں نہ دوبارہ دھوئے اور نہ وضو لوٹائے۔ کیونکہ اُسے شک دور کرنیکا حکم ہے۔ اگر کسی شخص کو وضو سے فارغ ہو جانیکے بعد کسی عضو (فرض الغسل) کے نہ دھونے میں یقین ہو لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کونسا عضو ہے تو اس صورت میں آخیر عضو وضو کا دھونا جواز وضو سے کافی ہو جائیگا جیسے مثلاً فراغت وضو کے بعد یہ صورت پیش آجائے تو بایاں پاؤں دھونے پر وضو ہو جائیگا۔ اگر وضو کے درمیان یہ معاملہ پیش آجائے تو جس عضو کے دھوتے وقت (یا پہلے دھونیکے) پیش آئے اس سے پہلے عضو کا دھونا (اگر دھلنے والا ہو) یا مسح کرنا (اگر مسح والا ہو) وضو کے جواز کے لئے کافی ہو جائیگا جیسے کوئی متوضی پاؤں دھوتے ہوئے یا انکے دھونے سے پہلے کسی سابقہ فرض الغسل عضو کے نہ دھلنے کا یقین کرے مگر وہ عضو معین معلوم نہ ہو۔ تو پاؤں سے پہلے سر کا

۵ یہ مسئلہ درمختار غیر محتاط ہے جسکی تشریح آگے سابقہ ہی مذکور ہے ۱۲ منہ

مسح ہے لہذا سر کا مسح کر لینا کافی ہو گا جسکے بعد پاؤں دہونے پر وضو مکمل ہو جائیگا۔ (واضح ہو کہ مذکورہ صورت میں کہ غیر معلوم عضو یقیناً نہ
دھلا یا نہ مسح کیا گیا ہو تو اسکے لیے یاد آتے وقت سے پہلے عضو کا دہونا یا مسح وضو کے جواز کیلئے کافی ہوگا یہ مسئلہ مندرجہ ذیل مسئلہ کیطرح
بظاہر غیر محتاط معلوم ہوتا ہے۔ (جیسے صـ ۳۰۱ و ۲۰۲ ج ۱ درمختار میں مذکور ہے کہ بدن یا کپڑے وغیرہ پر کسی طرف یقیناً نجاست لگ کر
جگہ بھول جائے تو بلا سوچے کوئی سی جگہ دہو لینے سے اسے پاکی کا حکم دیا جائیگا اور وہ پاک ہو جائیگا۔ وہاں پر علامہ شامیؒ نے واضح کیا ہے
کہ یہ غیر محتاط ہی اور محتاط مختار قول پر تمام بدن و کپڑے کا دہونا ضروری ہے کہ یقینی ناپاک کی بجائے دوسرے عضو کا دھونا ترجیح
بلا مرجح خلاف معتبر نقل و عقل ہے) لہذا اس صورت مذکورہ میں بھی بروایت دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيبُكَ وغیرہ تمام
وضو کا لوٹانا احتیاطاً ضروری معلوم ہوتا ہے۔ احقر) اور وضو و جنابت وغیرہ جیسے حالات میں اعضا کا صرف ایک بار دہونا قرآن مجید سے
فرض ہے وہ بھی جب کہ زخمی وغیرہ نہ ہوں۔ ورنہ اگر زخمی وغیرہ ہوں تو انکا مسح فرض ہے۔ اعضاء طہارت کا ایک بار دہونا فرض اور
تین بار سنت۔ اور بلا عذر ترک فرض سے وضو و غسل وغیرہ اعمال نا جائز ہوتے ہیں اور غسل اور وضو وغیرہ اعمال گناہ ہے لیکن ایسے ترک سنت سے بلا دائمی
ترک) مکروہ نہیں ہوتے اور عادتاً یا لا اصرار ترک سنت پر مکروہ ہیں جن پر تارک کو زجر ہو گی۔ اگر کسی کو وضو و طہارت کا یقین ہو اور
حدث حقیقی (پیشاب پاخانہ ہوا وغیرہ) یا حکمی (یعنی نیند) میں شک ہو کہ کیا سویا تھا یا نہیں۔ اگر سویا ہے تو کسطرح کا سونا جو
وضو کو توڑتا ہے یا نہ یا اسے ایک سرین زمین سے ہٹی ہوئی ہونے پر بعد بیداری شک ہو کہ جاگنے سے پہلے ہٹی تھی یا بعد میں ہٹی ہے
یا حدث کا یقین اور طہارت میں شک ہو تو وضو کے یقینی ہونے پر وضو کا ہونا اور حدث کے یقینی ہونے پر (حدث کا ہونا) معتبر ہوگا
اگر دوسری مقابل بات (حدث یا وضو) کی کسی وجہ سے تائید نہ ہوتی ہو ورنہ احتیاطاً پچھلی بات معتبر ہوگی کیونکہ پہلی بات کے یقین میں
کمی واقع ہو گئی ہے۔ جیسے یقینی طہارت کے گمان کے بعد پاخانہ میں جانیکا یقین ہو لیکن بول براز پھرنے پھرنے میں شک ہو تو
اس کا پہلا وضو ٹوٹ جائیگا کیونکہ دخول پاخانہ وضو کے ٹوٹنے کی وجہ جانب مخالف طہارت ہی کی تائید کرتا ہے۔ ایسی طرح یقینی حدث
والا جس کو طہارت میں شک ہو یقینی حدث کے بعد وضو کے برتن کو وضو کے لیے لیکر بیٹھنے کا یقین کرتا ہو لیکن وضو کرنے نہ کرنے
میں اسے شک ہو تو اب وہ یقینی حدث والا باوضو شمار ہوگا کہ وضو کیلئے لوٹا وغیرہ لیکر بیٹھنا وضو کرنیکی تائید کرتا ہے۔ اگر دونوں
میں یقین ہو کر پہلا اُن میں کا مشکوک ہو کہ حدث پہلے ہوا ہے یا وضو۔ پھر اسے سوچنے کا حکم کیا جائیگا۔ کہ سوچے کہ پہلا کونسا واقع
ہوا اگر پہلے وضو معلوم ہو تو پھر پچھلا حدث یقینی ہے۔ اگر پہلے حدث کا ہونا معلوم ہو۔ تو وضو جو پچھلا ہے یقیناً معتبر ہوگا۔
اگر سوچنے پر کچھ نہ معلوم ہو تو طہارت کا حکم ہے۔ اور تیمم والے کو بھی جیسے تیمم حدث میں شک یا یقین وغیرہ ہو تو بہ تفصیل مذکورہ مقدم
و موخر کے شک و یقین وغیرہ میں وضو و غسل والے جیسا حکم ہے۔ مذکورہ ذیل چیزوں میں سے کوئی بھی ناپاک نہیں ہوتی جبتک
اسمیں نجاست کا یقین نہ ہو۔ جیسے برتن۔ کپڑا۔ بدن۔ کنواں۔ حوض اور پانی کے وہ مٹکے جو ہاتھوں میں رکھے ہوتے ہیں
جن سے مسلم۔ کافر۔ چھوٹے بڑے و بچے پانی پیتے ہیں۔ اور ایسے ہی اُن کھانے پینے کی چیزوں کا حکم ہے جنہیں کافر بنائیں کہ
بلا یقین نجاست ناپاک نہیں ہوتیں لیکن بہتر یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیز کفار کی بنائی ہوئی اگرچہ انہیں نجاست کا یقین نہ ہو
نہ لی جائے کیونکہ اغلب ناپاکی سے محتاط نہ ہونیکے علاوہ مشروعہ پاکی ناپاکی کی تمیز بھی نہیں رکھتے علاوہ ازیں ذیل کی آیات و حدیث
از روئے تقویٰ مانع ہے کہ دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيبُكَ۔ کہ شکی باتوں سے مسلم کو بچنا چاہیے نیز قرآن مجید میں مذکور ہے۔ كُلُوا
مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ۔ الآیہ۔ پ ۱۔ البقرہ۔ ع ۲۔ کہ پاکیزہ رزق کھاؤ اور فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا۔ الآیہ۔ تم پاکیزہ حلال
کھاؤ پ ۱۴ النحل۔ ع ۵۔ وغیرہ نیز متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ احقر) اور ایسے ہی جاہل از طہارت وغیرہ مسلمانوں کے
ہاتھ کی بنی ہوئی چیزوں پنیر۔ روٹی۔ طعام۔ سالن وغیرہ کا حکم ہے مگر کفار کے مقابلہ میں انہیں شرعی تمیز پاکی ناپاکی یقیناً معلوم ہوتی
ہے اور کرتے ہیں لہذا اگر کسی پاکیزہ متقی مسلمان سے یہ چیزیں ملیں تو اس جاہل کی بہ نسبت اُس سے لینی بہتر ہیں تاکہ اسے عبرت ہو۔

۵۱ جیسے عرق النسا پاؤں میں موزہ پہن رکھے ہوں اگرچہ زخمی نہیں مگر موزوں پر مسح مشروع کرنے سے وضو جائز ہو جائیگا۔ ۱۲ ش ۵۲ اس مسئلہ کی مسلسل عبارت اگلی شرح

[illegible] ۱۲ صفحہ

یہ بھی پاکیزگی اور اتقاء حاصل کرے اگر کوئی متقی نہایت پاکیزہ مسلمان دکاندار نہ ملے تو پھر کفار کے مقابلہ میں اس جاہل مسلمان سے لینا بہرحال اسلامی مفاد کی غرض سے بہتر ہے۔ احقر) ایسے ہی کفار یا جاہل مسلمانوں کے کپڑے وغیرہ جیسی اشیا بنانیکا حکم ہے کہ جب تک ان میں ناپاکی کا یقین نہ ہو ناپاک نہیں ہوتی۔ اگر کسی کو عورت کی طلاق یا آزادی غلام باندی میں شک ہو تو شک غیر معتبر ہے یقین پر حکم ہوگا۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص جنبی وغیرہ پیشاب کرنے کے بعد وضو یا غسل کرلے بعد ازاں اسے نماز میں ذکر کی تری یعنی پیشاب نکلنے کا شک واقع ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نماز پوری کرے۔ اگر خارج نماز میں صورت پیش آئے تو احتیاطاً وضو کو لوٹائے (وہم کے علاوہ بہمال ظن غالب ہو یعنی ظن غالب پر حکم ہوگا۔ اگر پیشاب نکل آنیکا غالب ظن ہو تو وضو ٹوٹ جائیگا ورنہ نہیں۔

اور فرض غسل جنابت وحیض ونفاس میں منہ ناک میں پانی ڈالنا فرض عملی ہے (بوجہ اختلاف شافعی کے کہ وہ سنت کہتے ہیں) جسکا منکر کافر نہیں ہوتا لیکن اسکے ترک سے غسل جائز نہیں ہوتا۔ اگر کوئی ناپاک جنبی وغیرہ شخص کلی سے پہلے منہ بھر کر پانی پی جائے تو غسل جنابت کی کلی سے معتبر قول پر جائز ہوجائیگا۔ لیکن کلی کا پانی نیچے گرا دینا اختلاف سے بچاؤ کیلئے اَولیٰ ہے اور اس کا پینا مکروہ ہے (کہ بعض ائمہ کے نزدیک اسطرح سے کلی جائز نہیں ہوئی) اور ناک میں نرم جگہ تک پانی پہنچانا واجب ہے۔ حتیٰ کہ ناک کی سوکھی ہوئی میل کا دہونا بھی بالاتفاق واجب ہے (اور تر میل کے دہونیکے واجب ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے) اور سوکھی ہوئی میل کا نہ دھلنا دانتوں میں سخت چبائی چپکی ہوئی روٹی یا اعضاء طہارت پر گوندھے ہوئے آٹے کے لگ جانے کیطرح غسل کو مانع ہے کہ انکے نیچے پانی نہیں پہنچ سکتا یعنی جب تک ان تینوں مواضع کو نہ دہویا جائیگا غسل جائز نہ ہوگا۔ اور مرد وعورت پر منہ ناک اور ان اعضاء کے علاوہ جنکے دہونے میں تکلیف ہو (جیسے آنکھ) باقی بدن کا دہونا فرض قطعی ہے جسکا منکر کافر ہے۔ اور کانوں ناف و مونچھیں وابروؤں کا مع چمڑہ کے دہونا معتبر قول پر فرض ہے۔ نیز ڈاڑہی کے بالوں کا درمیان سے دہونا اور ایسے ہی فرج خارج کا دہونا فرض قطعی ہے بخلاف فرج داخل کہ اس کا دہونا فرض نہیں اور مفتے بہ مختار قول پر غسل کے وقت فرج میں انگلی کا داخل کرنا واجب وغیرہ نہیں بلکہ صرف بخوبی دہولینا کافی ہے۔ اور جن اعضاء کو دہونا مضر پڑے جیسے آنکھ تو اس کا دہونا باوجود حلول جنابت دفع حرج کے باعث ساقط ہوگیا ہے یہی حکم اندھے کا ہے کہ اسے بھی آنکھوں میں پانی مضر ہے۔ لہٰذا جو شخص ناپاک سرمہ لگادے تو اس پر آنکھ کا دہونا فرض نہیں کیونکہ اسکا دہونا ضرر رساں ہونیکے باعث ساقط ہے۔ یہی حکم اس کان کے جڑے ہوئے سوراخ کا ہے جس سے بالی نکلی ہوئی ہو اور بہ احتیاط پانی بہانے سے تر ہو جائے یعنی بہ تکلف پانی پہنچانا ضروری نہیں اگر سرسری طور سے تر نہ ہو تو پھر اچھی طرح پانی بہاکر دہونا (سوراخ میں تنکا وغیرہ پھیرے بغیر) ضروری ہے۔ غسل میں بدن کا ملنا احناف کے نزدیک مستحب ہے۔ بخلاف مالک کے کہ وہ فرض کہتے ہیں۔ اگر کوئی جنبی مرد علوی یا ترکی ہو جس نے سر کے بال خوب گوندھ رکھے ہوں تو اسے عورتوں کی طرح صرف میڈھیوں کا تر کرنا جائز نہیں بلکہ صحیح قول کی بنا پر اسے میڈھیاں کھولکر دہونی فرض ہیں کیونکہ اسے منڈانا ممکن ہے۔ بخلاف عورتوں کے کہ انہیں سر منڈوانا شرعاً ممنوع ہے تو بہ مجبوری ہے نہ علوی ترکی پہ۔ اور ڈاڑھی وغیرہ بدن اور مونچھوں وابروؤں کے بال مع چمڑہ کے اگرچہ گھنے ہوں بالاجماع دہونے فرض ہیں۔ اور مرد پر سر کے جمائے ہوئے بالوں کا کھول کر دہونا فرض ہے عورتوں کی طرح صرف ان کا تر کر دینا کافی وجائز نہیں۔ اور مختار قول پر فرج خارج میں (صفائی دیا پانی پہنچانیکے لئے) انگلی داخل کئے بغیر بھی غسل جائز ہو جاتا ہے۔ لیکن انگلی کا داخل کرنا ازروئے احتیاط مستحب ہے۔ اور بے ختنہ شخص کو آلت کے سرے کے زائد چمڑے میں صحیح ومعتبر قول پر حرج کے باعث (کہ بیدائشی ہے اور اسے داخل بدن کا حکم ہے) پانی پہنچانا واجب نہیں۔ بلکہ مستحب ہے۔ اگر اس چمڑے کو بلا تکلیف الٹا جاسکتا ہو تو الٹ کر اسکا دہونا فرض ہے ورنہ نہیں۔ اگر اس زائد چمڑے کا دور کرنا ممکن ہو تو کاٹ دیا جائے ورنہ معذور ہوگا جیسے کسی کمزور بوڑھے کے اسلام لانیکے بعد اسے ختنہ کی طاقت نہ ہو۔ اور عورت کو حرج کیوا سطے گوندی ہوئی میڈھیوں کی جڑ ہوں ہی کا صحیح قول میں تر کرنا ضروری ہے نہ باقی بالوں کا۔ اگر کھلی ہوئی ہوں تو راجح قول میں سب بالوں کی جڑ ہوں اور لٹکے ہوئے بالوں سمیت دہونا

فرض ہے ۔۔ اگر عورت کے سر کے بال سخت گوندے یا جمائے ہوئے ہوں ۔ جن پر پانی بہانے سے بالوں کی جڑ میں تر نہیں ہو سکتیں تو پھر انہیں کھولکر تمام کا دھونا فرض ہے خواہ اسمیں حرج ہو یا نہ ۔۔ اور صحیح قول میں کھلے یا گوندے ہوئے بالوں کا غسل کے بعد تین دفعہ نچوڑنا کوئی ضروری نہیں ۔۔ اگر جنبی وغیرہ عورت کو سر کا دھونا مضر ہو تو دھونا ترک کردے ۔ اور کہا گیا ہے ۔ کہ مسح کرلے ۔۔ اور عورت اپنے خاوند کو حرج غسل کے باعث وطی سے نہیں منع کرسکتی ۔ کیونکہ یہ مرد کا حق ہے نہ عورت کا اور عورت کو سر کا دھونا معاف ہو گیا ہے جسکی تفصیل آخر باب تیمم میں آئیگی ۔۔ اور جو پہلے ذکر ہو چکا ہے ۔ کہ جنبی حیض نفاس والی کو تمام ظاہر بدن کا ایکبار دھونا فرض ہے وہ شرعی بدن کا دھونا فرض ہے نہ لغوی کا کیونکہ لغت ۵ میں بدن کا اطلاق صرف مونڈھوں سے سرین تک کے اعضا یا سر کے بغیر باقی جسم پر ہوتا ہے لہذا اسکے علاوہ باقی بدن غسل کی فرضیت میں بوجہ حکم شرع داخل ہے ۔۔ اور جو بال گوندے بغیر اپنے آپ گرہ بنجائیں خواہ مرد ہی کے ہوں تو انکا کھولکر دھونا تکلیف کے باعث فرض نہیں ۔۔ اور جو بال نہیں دھوئے گئے وہ اگر اکھیڑ وغیرہ دئے جائیں تو بظاہر انکی جگہ کا دھونا (انتقال حکم بطرف محل کے باعث) واجب ہوگا ۔۔ اعضاء وضو و غسل پر مکھی یا مچھر کی بیٹھ کا ہونا اگرچہ دھونے سے اسکے نیچے پانی نہ پہنچے تاہم بھی دفع حرج کے باعث طہارت کو مانع نہیں ۔ اسیطرح مفتیٰ بہ قول پر ان اعضاء پر مہندی کے ہونیکا بھی حکم ہے اگر پانی یقیناً نہ پہنچے تو دھونا فرض ہوگا ۔۔ اور میل بدنی و کیچڑ اور مٹی کی موجودگی اعضاء بدن پر طہارت کو مانع نہیں چونکہ اس کے نیچے پانی پہنچ جاتا ہے اور دفع حرج کی ضرورت بھی ہے ۔۔ اگر پانی نہ پہنچنے کا یقین ہو تو پھر دھونا فرض ہے ۔۔ تیل وغیرہ جیسی نرم چکنی چیز اور چکناہٹ کا بھی یہی حکم ہے کہ انکا اعضا طہارت پر موجود ہونا مانع طہارت نہیں ۔ اگرچہ چکنا عضو دھوتے وقت پانی کو نہ قبول کرے کیونکہ پانی بہانا فرض ہے نہ اس کی تاثیر لہذا فرضیت ادا ہوجاتی ہے ۔۔ بخلاف جمی ہوئی چربی و گوند و موم و مچھلی کے چھلکے اور جمے ہوئے گھی وغیرہ کے اگر یہ اعضاء طہارت میں سے کسی پر لگے ہوں تو جب تک انکے نیچے پانی نہ پہنچے طہارت جائز نہیں کیونکہ یہ پانی کے نفوذ کو مانع ہیں ۔۔ اگر میل کیچڑ مٹی یا گوندھا ہوا آٹا کسی دیہاتی یا شہری کے ناخن میں پھنسا ہو تو صحیح تر قول میں طہارت کو مانع نہیں کیونکہ اسکے نیچے پانی چلا جاتا ہے اگر پانی نہ پہنچنے کا یقین ہو تو دھونا فرض ہے ۔۔ بخلاف گوند و موم و مچھلی کے چھلکے اور روٹی کے عمدہ چبائے ہوئے چپکدار ریزے کے اگر یہ ناخن میں پھنسے ہوں تو طہارت ناجائز ہے کہ انکے نیچے پانی نہیں سرایت کرسکتا ۔۔ اور جو رنگ رنگساز کے ناخن پر ہو مانع طہارت نہیں ۔۔ نیز جو طعام دانتوں میں رہ جائے یا کسی کھوکھلے دانت میں گھس جائے تو مفتیٰ بہ قول پر پانی کے سرایت کرجانیکے باعث طہارت ہوجاتی ہے ۔۔ اگر اسکے سخت ہونیکے سبب سے پانی یقیناً نہ پہنچے تو پھر صحیح و معتبر قول پر طہارت کو مانع ہے ۔۔ تنگ بالی یا انگوٹھی وغیرہ کا پانی پہنچانیکے لئے اتارنا یا ہلانا واجب ہے ۔۔ اگر سوراخ (کان میں بالی نہ ہو اور وہ بند ہوا ہو تو کانوں پر پانی بہانے سے اسمیں پانی داخل ہو جائے تو سوراخ کے سرسری دھونیکی طرح جائز ہوجائیگا ورنہ صرف انگلی سے (سوائے تکلف لکڑی وغیرہ کے داخل کرنیکے) پانی کا داخل کرنا فرض ہوگا ۔۔ اگر جنبی وغیرہ کی قسم سے کوئی مرد یا عورت کلی کرنی یا کوئی اور جزء بدن کا دھونا بھولکر نماز نفل پڑھ لے تو اسکا لوٹانا لازم نہیں کیونکہ نفلوں کا شروع ہی صحیح نہیں ۔ اور نوافل کی قضا جب لازم ہے کہ انہیں قصداً صحیح طور پر شروع کیا جائے یہ اگرچہ قصداً ہیں مگر صحیح طریقہ پر نہیں لہذا اس نماز میں ہنسنے سے وضو نہ ٹوٹیگا اور اگر اس حالت میں کوئی نماز فرض یا واجب ادا کردے تو بعد یاد کی کاملہ اسکا لوٹانا فرض ہے کہ کلی یا کسی اور جزء بدن کے نہ دھلنے پر طہارت نہیں حاصل ہوئی ۔۔ اگر کوئی جنبی مرد ہو جسے تنہا غسل کی کوئی جگہ نہیں ملتی اور جو نہانیکی جگہ ہے وہاں پر صرف خنثے یا مرد و عورتیں سب ہیں یا غیرہ وغیرہ یا عورت جنبی حیض و نفاس والی کو یہی صورت پیش آئے تو یہ سب عقلی اکیس ۲۱ صورتیں ہیں ۔ جیسے کہ مرد کو غسل کی کوئی جگہ نہیں ملتی مگر وہاں یا مرد یا عورت یا خنثے میں سے کوئی ایک یا دونوں یا تینوں جمع ہیں اسیطرح عورت کی صورتیں ہیں پھر اسیطرح خنثے ۶ مشکل کی صورتیں ۔ جیسے خنثے کے سامنے فقط عورت یا مرد یا خنثے ہو یا دونوں مجموعہ مرد عورت ۔ یا مرد خنثے یا عورت و خنثے یا تینوں مجموعہ ہوں ۔ جیسے مرد و عورت و خنثے تو ان مذکورہ اکیس ۲۱ صورتوں میں سے صرف ان مذکورہ ذیل دو صورتوں میں کہ

۵ چنانچہ کتاب مغرب مؤلفہ امام مطرزی (شاگرد علامہ زمخشری معتزلی مؤلف تفسیر کشاف وغیرہ) میں مذکور ہے حسب مطالب "فقہیہ الفاظ کی تشریح ہے ۔ نیز [illegible]

مرد صرف مردوں کے سامنے۔ اور عورت صرف عورتوں کے سامنے) بعض علماء فقہا کے نزدیک غسل کرکے نماز پڑھے کیونکہ ہمجنس کی نظر بہ نسبت غیر جنس کے ضرورتاً ختنہ کی صورت کی طرح مباح ہے۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ بعض دوسرے علما فقہا کے نزدیک ہمجنس کی نظر بھی ناجائز ہے۔ جو یہی معتبر ہے کیونکہ بے حیائی شرعاً ممنوع اور جنابت وغیرہ کا غسل مامور بہ ہے تو قاعدہ یہ ہے کہ امر مُبیح و محرّم دونوں باہمی متعارض کے جمع ہو جانے پر از روئے احتیاط محرّم کو ترجیح ہوتی ہے (چونکہ غسل اور وضو کرنیکا حکم ہے اور شرمگاہ کا ننگا کرنا منع ہے لہٰذا مامور بہ متروک ہو کر منہی عنہ پر عمل کا حکم ہے۔ علاوہ ازیں غسل کا خلیفہ تیمم ہے۔ اسی قاعدہ کی بنا پر امام بقالی نے کہا ہے کہ جبکی شرمگاہ پر نجاست مانع نماز ہو اور بدن ننگا کئے بغیر نہ دھل سکے اور کوئی پوشیدہ جگہ نہ ہو کہ دھو لے۔ تو اسے مع نجاست نماز کا پڑھنا جائز ہے۔ اور ختنہ میں ضرورت ناممکنہ کے باعث ننگا کرنا اور حجام کا دیکھنا جائز ہے اور جب معتبر قول غسل کسی ایک صورت میں بھی جائز نہ ہوا تو مذکورہ آدمیوں کو غسل کی بجائے تیمم کرکے غسل ممکن ہونے تک نمازیں پڑھنی جائز ہونگی۔ جنہیں معتبر قول پر لوٹانیکا حکم بھی نہیں اگر لوٹا دے تو بہتر ہے۔ اگر کسی کی شرمگاہ پر قدر درہم سے نجاست کم ہو تو پھر بالاتفاق ہمجنس کے روبرو بھی بدن کا ننگا کرنا حرام ہے کیونکہ مقدار درہم سے کم حقیقی ناپاکی بدن یا کپڑے پر موجود ہوتے نماز جائز ہے اگرچہ اسکا دھونا سنت ہے۔ اور حکمی (جنابت وحیض ونفاس وغیرہ) ناپاکی ہوتے کسی وقت نماز جائز نہیں علاوہ ازاں غسل فرض ہے اور درہم سے کم مقدار نجاست ہوتے استنجی سنت ہے۔ اگر کسی کی شرمگاہ پر مقدار درہم سے زائد یعنی مانع نماز ناپاکی لگی ہو اور دھونے کی کوئی تنہا جگہ نہ ملے تو اسکا غسل ہی کیطرح حکم ہے کہ دو صورتیں اختلافی باقی اتفاقی۔ اور معتبر قول ہے بلا نجاست دھوئے نماز پڑھ کر احتیاطاً نماز کا لوٹانا بہتر ہے۔ یہی حکم ہے ان مذکورہ نمازوں کا جو غسل کی بجائے تیمم کرکے پڑھی گئی ہیں کہ انکا لوٹانا اشبہ وانسب ہے نہ واجب۔ کیونکہ مانع غسل شارع کیطرف سے عارض ہوا ہے۔ جیسے اس حدیث وغیرہ میں ذکر ہے۔ اَلْحَیَاءُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ۔ کہ حیا آدھا ایمان ہے۔ اگر وضو یا غسل وغیرہ کا مانع بندہ ہو تو پھر تیمم سے نماز ادا کرنے کے بعد نماز لوٹانی واجب ہوگی۔ جیسے مثلاً کوئی قیدی شہر میں تیمم سے نماز پڑھے تو اس کا لوٹانا واجب ہوگا کیونکہ بندہ کی طرف سے اُسے باہر جا کر وضو وغسل کی ممانعت ہے۔ لیکن جب قیدی سفر میں ایسی جگہ ہو جہاں پانی نہیں مل سکتا تو یہ عذر پانی نہ ملنا شارع کی طرف سے عارض ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب تیمم سے نماز پڑھ لینے کے بعد دوبارہ لوٹانی ضروری نہیں غسل کے شروع میں ہاتھ اور شرمگاہ (آلت۔ دُبُر۔ فرج) کا دھونا اگرچہ اُس پر کوئی ناپاکی نہ ہو حدیث کی رُو سے سُنّت ہے۔ اگر شرمگاہ پر نجاست ہو خواہ کم ہی مقدار تو پھر داہنے ہاتھ سے پانی ڈالکر بائیں سے دھونا ضروری ہے کہ دھوئے بغیر اسکے پیچھے کا حدث زایل نہیں ہوتا۔ شرمگاہ دھونیکے بعد بدن پر کی نجاست کا دھونا اگر ہو ضروری ہے۔ اس کے بعد کُلّی سے شروع کرکے تا مسح سر کے پاؤں دھونے سنت ہیں (یعنی کامل وضو کرنا مسنون ہے) تمام وضو مع پاؤں دھونیکے اسلئے مسنون ہے کہ معتبر قول پر مستعمل پانی پاک ہے نیز عضو سے جدا ہوئے بغیر پانی مستعمل بھی نہیں ہوتا اور پاؤں پانی سے اٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور غسل میں تمام بدن ایک عضو کا حکم رکھتا ہے۔ لہٰذا پاؤں دھونے کی تاخیر صحیح قول کی بنا پر جب افضل ہے کہ غسل خانہ میں پانی جمع ہو جاتا ہو۔ ورنہ وضو بالترتیب مع دھونے پاؤں کے مستحب ہے۔ اور پاؤں کے غسل خانہ میں دھونے نہ دھونے کے متعلق جو اختلاف ہے وہ افضلیت میں ہے ورنہ پاؤں دھو لینے پر بالاتفاق دھل جاتے ہیں اور یہ دھلنا جائز ہو جاتا ہے جبکہ مستعمل پانی میں نجاست کا دھوون نہ ہو۔ اگر بدن پر کوئی نجاست حقیقی ہو تو وہ ضرور غسل میں دُھل کر پاؤں میں چلی جائے گی اگر پاؤں میں پانی جمع ہو جاتا ہو تو پھر بالاتفاق غسل خانہ سے نکل کر دوبارہ پاؤں کا دھونا ضروری ولازم ہے کیونکہ اسکے پاؤں نجس پانی سے ناپاک ہو گئے ہیں۔ اور پھر غسل کرنیکے بعد دوبارہ وضو اگر بعد تبدیل مجلس یعنی جگہ کی بدلنے یا کوئی سی نماز خواہ نفل ادا کر لیتے وغیرہ وغیرہ مذکورہ در بحث وضو کے بعد ہو تو مستحب ہے ورنہ مکروہ

۔۔ اگر کوئی غسل کرتے ہوئے بے وضو ہو جائے تو دوبارہ وضو کرنا مستحب ہے ورنہ غسل میں دو وضو ڈالکا کرنا بالاتفاق مستحب نہیں ۔۔
۔ب تک جنبی وغیرہ جیسے اشخاص کا تمام بدن نہ دھلیں ۔ صحیح قول پر حرف حرف کرکے قرآن مجید ﷺ کا حفظ بھی پڑھنا خواہ ایک
لفظ ہی ہو اور اسیطرح صرف ہاتھ دہو کر قرآن مجید کا چھونا بھی حرام ہے ۔ کیونکہ صحیح قول پر طہارت متجزی نہیں ۔۔ اور بدن پر تین بار
پوری طور پانی بہانا سنت ہے ۔ جنمیں سے پہلی ایک بار فرض باقی دو بار سنت ۔۔ وضو و غسل کے واسطے پانی کا جو وزن ظاہر
روایت میں معین ہے وہ کافی پانی کا کمتر درجہ ہے ۔ کہ غسل کیلئے چار سیر اور وضو کے لئے ایک سیر ہو اسیطرح صحیح بخاری و مسلم
میں ہے سنت کے ادنیٰ درجہ مقدار کا بیان ہے ورنہ بالاجماع جتنی مقدار سے کامل وضو و غسل ہو جائے وہی معتبر ہے خواہ مقدار
معین سے کم ہو یا زیادہ کیونکہ لوگوں کے طبائع اور حالات مختلف ہوتے ہیں ۔ ص ۱۴۵ تا ۱۵۵ اور غسل میں بعد وضو تمام بدن بدیں
طور دہونا مسنون ہے کہ صحیح تر قول و ظاہر روایت و احادیث متعددہ کی بنا پر پہلے سر کو تین بار دہو کر داہنا مونڈھا پھر بایاں
پھر تمام بدن پر تین بار پانی ڈال کر دہویا جائے ۔ بخلاف قول ضعیف بعض فقہا کے کہ پہلے داہنا مونڈھا پھر بایاں پھر سر
دھو کر باقی بدن دہوئے ۔۔ اور پہلی بار بدن کا ملنا راجح قول میں مسنون ہے ۔ بخلاف امام مالکؒ کے کہ وہ فرض کہتے ہیں ۔ ص ۱۴۵
غسل کے سنن مستحب وہی ہیں جو وضو کے ہیں سوائے ترتیب وضو و بسم اللہ اور دعاؤں اور قبلہ رو ہونیکے کیونکہ غسل غالباً ننگے
ہو کر ایسی جگہ کیا جاتا ہے جو غالباً غلیظ ہوتی ہے ۔۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو غسل کرتے ہوئے باتیں مروی ہیں
وہ آپکی حالت حیاو اخلاقی تہذیب کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت کے تہ بند باندھے ہوئے ہونے پر محمول ہیں یا بیان
جواز کیلئے یا بلا مصلحت باتوں کا ترک مسنون ہے ۔ نیز دنیوی باتیں بھی ننگے بدن ہوتے مکروہ تنزیہی ہیں ۔۔ (لہذا معلوم ہوا
کہ پردے کی تنہا جگہ ننگے بدن بلا کراہت غسل جائز ہے ۔۔ احقر ۔) چونکہ ننگے بدن غلیظ جگہ مذکورہ اقوال افعال سے بچنا
ہے ۔ اگر کوئی تہ بند باندھے پاک جگہ مذکورہ دعائیں وغیرہ بجالائے تو مکروہ نہیں ۔ جیسے بسم اللہ و دعائیں و قبلہ رو اور دنیوی باتیں وغیرہ
وغیرہ ۔۔ اور بہتے پانی یا بارش میں بمقدار ضرورت ٹھیرنے پر بدن کے ہلائے بغیر غسل مسنون (مع وضو بر تقدیر کلی و استنشاق
کرلینے پر مع سنت ترتیب و تین بار دہونے کے) ادا ہو جائیگا ۔۔ اور گھڑے ہوئے پانی میں خواہ وہ دہ در دہ ہو بلا بدن
ہلائے یا بلا آگے پیچھے چلنے ہٹنے کے غسل مسنون نہ ادا ہوگا ۔ لیکن بعض کے نزدیک کھڑے پانی میں بدن پر تین بار پانی ڈالے بغیر
ہلنے یا چلنے سے غسل مسنون نہ ہوگا بخلاف جاری پانی کے کہ اس کا جریان ڈالنے کے حکم میں ہے ۔۔ اور غسل میں ایک عضو کے ٹپکتے پانی
سے دوسرے کو دہو لینا جائز ہے چونکہ غسل میں تمام بدن عضو واحد کے حکم میں ہے جس سے پانی مستعمل نہیں ہوتا ۔
لہذا جنبی حیض و نفاس والی اوپر نیچے پاؤں رکھکر اوپر سے پانی ڈالے اور نیچے والا پاؤں اسی سے دھلے تو جائز ہو جائیگا ۔
بخلاف وضو کے وہاں ہر ایک عضو جدا گانہ حکم رکھتا ہے ۔ لہذا وضو میں ایک عضو کے ٹپکتے پانی سے دوسرے عضو کا دہونا
ناجائز ہے کیونکہ وہ پانی مستعمل ہوجاتا ہے ۔ لیکن اسی ایک عضو کی تری سے اسی عضو کے بعض حصہ کو دہونا جائز ہے ۔۔
اور مشہور قول کی بنا پر جو وضو کی بقایا ہاتھ کی تری سے سر کا مسح (باوجودیکہ دوسرا عضو ہے) جائز قرار دیا گیا ہے وہ اسلئے کہ اسپر تری لینے
کا اطلاق نہیں آتا جو دوسرے اعضاء پر آتا ہے کیونکہ انمیں دھلے ہوئے سے تری لیکر دوسرے کا دہونا ہوتا ہے بخلاف مسح
کے ۔ لہذا اگر کسی عضو یا چیز کے مسح کرنیکے بعد بقایا تری سے دوسرے عضو وغیرہ پر مسح کیا جائے تو یہ ناجائز ہوگا کہ اس صورت میں پہلے
عضو وغیرہ سے تری لینے کا اطلاق ہوتا ہے ۔۔ اور مرد کی پیٹھ اور عورت کے سینہ کی ہڈی سے منی کے بہ شہوت نکلنے کے بعد
مرد کے ذکر اور عورت کی فرج داخل سے خارج ہو جانے پر (غسل) فرض ہوتا ہے اگر منی ذکر یا فرج داخل سے نہ خارج تو پھر کسی پر
غسل فرض نہیں ۔۔ اگر منی اپنے محل سے بہ شہوت نکل کر خصیہ کے زخم سے خارج ہو جائے جب بھی غسل فرض ہے ۔۔ اور جو
لڑکا لڑکی احتلام سے بالغ ہوئے اس احتلام پر بھی غسل فرض ہوگا ۔۔ مرد کی منی سفید گاڑھی اور عورت کی پتلی زرد ہوتی ہے

لہٰذا ایسی علامت پر عورت کے غسل کے بعد اس کی فرج سے مرد کی منی نکلے تو معتبر قول پر نماز و غسل نہ لوٹایگی۔ اگر عورت کی بطور یقین اپنی ہی منی نکلے تو پھر غسل کا لوٹانا عورت پر فرض ہوگا۔ اور نماز کا لوٹانا بالاتفاق عورت پر فرض نہیں خواہ اسکی فرج سے اپنی منی نکلے یا مرد کی اگر عورت کو اپنی منی ہونے میں شک ہو تو جب بھی اُسے احتیاطاً غسل کا لوٹانا اولیٰ ہے۔ اگر مرد کی آلت سے بعض منی (قبل پیشاب یا نیند یا کافی مسافت مقدار چالیس قدم طے کرنیکے) غسل کے بعد نکلے تو غسل کو لوٹایا جائیگا نہ نماز کو۔ اور منی کے اپنے محل سے بہ لذّت (حقیقی جماع یا حکمی جیسے احتلام میں) خارج ہو کر ذکر یا فرج داخل سے بلا لذّت و بلا اچھلے نکلنے پر بھی طرفینؒ کے نزدیک غسل فرض ہے بخلاف ابو یوسفؒ کے کہ انکے نزدیک آلت وغیرہ سے بھی منی کا اچھلکر بہ لذّت نکلنا غسل کی فرضیت کی شرط ہے۔ لہٰذا جو کوئی انزال کے وقت ذکر کی ڈنڈی پکڑ کر شہوت ٹھیر جانے پر چھوڑے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل فرض نہ ہوگا اور طرفینؒ کے نزدیک فرض ہوگا۔ اسیطرح بعد غسل قبل پیشاب یا نیند یا کافی مسافت چلنے کے ذکر سے منی نکل آئے تو اسکے بلا شہوت و بلا کودے نکلنے پر ابو یوسف کے نزدیک غسل فرض نہیں بخلاف طرفینؒ کے کہ وہ فرض قرار دیتے ہیں۔ لیکن بعد پیشاب یا نیند یا کافی چلنے پر غسل کرنیکے بعد مرد کی منی بلا کودے نکلے اور آلہ کھڑا نہ ہو تو بالاتفاق غسل فرض نہیں کیونکہ اس منی کا خروج اپنے محل سے بلا شہوت کسی چوٹ یا صدمہ یا بھاری چیز و بوجھ اٹھانیکے باعث سے ہوا ہے اگر پیشاب کے بعد بحالت انتشار ذکر سے منی نکلے تو منی کے خروج بہ شہوت کے باعث غسل واجب ہے بنا بر اختلاف طرفین و ابو یوسفؒ۔ اور مواضع ضرورت سفر یا سردی یا تہمت وغیرہ کے علاوہ احوط ہونیکے لحاظ سے طرفین کے قول پر فتویٰ ہے۔ اور مذکورہ ضرورتیں پیش آنے پر ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے کہ آلت سے بلا شہوت منی نکلنے پر غسل فرض نہیں۔ اور نیز ابو یوسف کے قول کے عامل کو سابقہ نمازوں کے ادا ہو جانیکے متعلق امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے کہ پہلی نمازیں نہ لوٹائے۔ اگر اس سابقہ مختلف فیہ جنابت سے کسی عذر وغیرہ کے باعث غسل نہ کیا گیا ہو تو ضرورت دور ہو جانے پر طرفینؒ کے نزدیک غسل کرکے ہی نماز پڑھنی جائز ہوگی ورنہ نہیں۔ وہ مواضع ضرورت جنہیں ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے یہ ہیں۔ جیسے کوئی مہمان احتلام ہو جانے پر اپنا ذکر پکڑ لے جب شہوت ٹھیر جائے چھوڑ دے اور اُسے غسل سے تہمت کا ڈر ہو یا غسل کرتے شرمائے یا مسافر پانی نہ ملنے یا سردی کے باعث ایسا کرے۔ تو ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہوگا۔ اگر ذکر کی ڈنڈی پکڑتے کچھ مقدار منی کو دکر نکل جائے تو ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی غسل فرض ہو جائیگا۔ لہٰذا اگر ایسی صورت جنابت جسمیں بالاتفاق غسل فرض ہو محل تہمت میں واقع ہو جائے تو نہائے بغیر (بلا تیمم ہی کیونکہ پانی ملتے تیمم ناجائز ہے) بلا نیت نماز و بلا قرأت و بلا تکبیر تحریمہ ہاتھ اٹھا کر بہ رکوع و سجود وہ جنبی شخص نمازیوں سے تشبہ کرے اس کے بعد جب غسل پر قادر ہو تو غسل کرکے سابقہ نمازوں کا لوٹانا اسپر لازم ہوگا۔ کیونکہ یہ مانع آدمیوں کی طرف سے پیش آیا ہے نہ غائبی آسمانی جو معاف ہو۔ زندہ آدمی مرد عاقل بالغ کے کسی دوسرے ایسی ہی صفات کے مرد یا عورت آدمی کے دُبر یا فرج میں صرف پورا حشفہ (یعنی سرِ ذکر کی اگلی موٹی گرہ) داخل کر دینے پر دونوں (یعنی فاعل و مفعول پر) بلا انزال بالاجماع غسل فرض ہو جاتا ہے۔ اور حدیث اِنَّمَا الْمَاءُ بِالْمَاءِ (کہ غسل صرف خروج منی پر واجب ہے) بالاجماع منسوخ ہے۔ اور جس کی دُبر میں حشفہ داخل کیا جائے اُسے عورت پر قیاس کرنے کے باعث غسل واجب ہے کہ جیسے عورت کی فرج میں دخول موجب غسل ہے اسیطرح یہ بھی۔ اگر کسی آدمی بالغہ عورت سے اپنی صورت میں جن مرد یا مرد آدمی جنیہ عورت کے جنی صورت میں ہوتے خواب یا بیداری میں جماع کرے اگرچہ ہر دو لذّت پائیں جب تک انزال نہ ہوگا ان پر غسل واجب نہیں ہے۔ اگر کوئی جن مرد۔ آدمی کی صورت میں آکر کسی بالغہ عورت آدمیہ سے جماع کرے یا کوئی مرد آدمی جنی عورت سے جو آدمی کی صورت میں اسکے سامنے آئے وطی کرے تو ان صورتوں میں اگر آدمی مرد و عورت ان جنوں کو قبل وطی جانتے ہوں تو انسب قول پر بلا انزال صرف وطی سے غسل واجب نہیں

انزال ہونے پر واجب ہوجاتا ہے۔ چونکہ درحقیقت وہ مُبایَن چیزیں ہیں۔ اسی بنا پر بعض فقہا نے آدمیوں اور جنوں کے درمیان مناکحت ونکاح باہمی حرام قرار دیا ہے۔ اگر آدمی وطی سے قبل جنوں کو نہ معلوم کرسکیں اور انسان سمجھ کر وطی کرلیں پھر بعد از وطی ان کا جن ہونا معلوم ہو تو اس صورت میں اس آدمی مرد عورت جنوں سے جماع کرنے کرانیوالوں پر بلا انزال صرف وطی سے ہی غسل واجب ہوجائیگا۔ اگر دخول حشفہ میت آدمی (خواہ عورت یا لڑکا وغیرہ ہو) یا چارپایہ کی دُبر یا فرج میں ہو تو محل شہوت نہ ہونیکے باعث بلا انزال دخول کرنے والے پر غسل فرض نہیں اور مفعول پر کہ وہ تو غیر مکلف ہے۔ اسی طرح نابالغ لڑکی لڑکے کے دُبر وفرج میں مرد بالغ حشفہ داخل کرنیوالے پر بلا انزال غسل واجب نہیں اور مفعول پر تو خود ہی نہیں۔ ایسے ہی بالغ (دیوانہ مرد یا عورت) کی فرج یا دُبر میں دخول حشفہ بلا انزال فاعل عاقل بالغ پر غسل نہیں اور مفعول پر تو دیوانہ ہے۔ اور دیوانہ مرد عورت و نابالغ لڑکی لڑکے۔ مفعول پر تو کسی حال میں غسل واجب نہیں خواہ فاعل کو انزال ہو یا نہ۔ اور دخول حشفہ کی صورت میں دونوں میں سے کسی ایک کے مکلف (عاقل بالغ) ہونے پر صرف مکلف ہی پر بطور مذکور غسل ہے لیکن عورت مکلف پر نابالغ غیر مشتہات لڑکے کے دخول حشفہ سے اسی لڑکے کی طرح غسل واجب نہیں۔ اگر لڑکا قریبُ البلوغ مشتہات ہو تو پھر عورت پر دخول حشفہ سے غسل واجب ہوگا اور لڑکے پر واجب تو نہ ہوگا مگر اُسے عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم کیا جائیگا اگر فاعل یا مفعول پر لڑکی لڑکے میں سے ایک یا دونوں قریبُ البلوغ مشتہات ہوں تو ان پر اگرچہ غسل فرض نہیں مگر انہیں طہارت غسل وضو و نماز پر عادت ڈالنے کیلئے مارا پیٹا جائے حتےٰ کہ جب تک غسل نہ کرلیں نماز سے منع کیا جائے۔ اور دس سال کے لڑکے لڑکی کو عادت ڈالنے کیلئے نماز و غسل و طہارت کا حکم کیا جائے۔ اگر مکلف ہو نابالغ قابل الجماع میں حشفہ داخل کردی تو مرد پر غسل واجب ہے نہ ان مراہقین پر مگر انھیں غسل نماز و طہارت کا مار کر جبراً حکم کیا جائیگا۔ اگرچہ بعض فقہا کے قول سے استحباب غسل وغیرہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر کسی کا پورا حشفہ کٹا ہوا ہو تو پھر باقی ماندہ ذکر (آلہ) سے حشفہ کی مقدار کے دخول پر بھی نفس حشفہ کے دخول جیسے تمام احکام مرتب و متفرع ہونگے۔ اگر حشفے کا بعض حصہ کٹا ہوا ہو تو صرف اسی باقی کے دخول یا کٹے ہوئے کے عوض باقی ذکر سے حشفہ کی مقدار پوری کرنے پر دخول فرج یا دبر میں فقہا کے نزدیک دخول حشفہ کا حکم ثابت ہوگا یا نہ جیسیر علامہ شامی کہتے ہیں کہ اس کا حکم میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ اگر اتنا اکثر حصہ ذکر کٹا ہوا ہو کہ باقی ماندہ ذکر حشفہ کی مقدار سے کم رہے تو اس کے دخول فرج و دبر میں۔ دخول حشفہ کا حکم نہ ثابت ہوگا اور اس کے متعلق مسئلہ پوچھے جانے پر عدم وجوب غسل پر فتویٰ دیا جائیگا کہ چونکہ مقدار حشفہ سے کم ہے اور احکام مقدار حشفہ پر مترتب ہیں۔ لہٰذا غسل واجب نہ ہوگا۔ اگر کوئی مرد اپنے دبر میں (نعوذ باللہ) اپنا ذکر داخل کرے تو راجح قول پر محل شہوت نہ ہونیکے باعث بلا انزال غسل واجب نہ ہوگا۔ یہی حکم ہے مرد کے اپنے دبر میں اور عورت کے اپنی فرج یا دُبر میں انگلی داخل کرنیکا کہ جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں۔ اور اسیطرح خنثےٰ مشکل پر اپنے دُبر یا فرج میں اپنے ذکر کے دخول سے بلا انزال غسل واجب نہیں کیونکہ درحقیقت عورت ہونے پر ذکر انگلی کا حکم رکھتا ہے اور مرد ہونے پر فرج زخم کا حکم رکھتی ہے۔ اور ذکر و فرج دونوں شکی ہیں اور شکی پر حکم نہیں متفرع ہوتا۔ اگر کوئی مرد خنثےٰ مشکل کی فرج میں وطی کرے تو بلا انزال مرد پر بھی خنثےٰ کی طرح غسل واجب نہیں۔ (بلکہ مستحب ہے) کیونکہ اس فرج کا حقیقی فرج ہونا شکی ہے۔ لیکن خنثےٰ کے دُبر میں دخول حشفہ سے بلا انزال مرد پر غسل واجب ہوگا اور بالغ خنثےٰ پر بھی اور خنثےٰ پر مذکورہ ذیل صورت میں غسل واجب ہے جیسے مثلاً اُس صورت میں کہ خنثےٰ مشکل کسی عورت سے جماع کرے اور پھر ساتھ ہی کسی مرد سے جماع کرائے تو اس صورت میں ضرور جنبی ہوجائیگا (اور جنبی پر غسل واجب ہے) کیونکہ اگر خنثےٰ مرد ہے تو اس نے خود بھی جماع کیا ہے اگر عورت ہے تو اس نے جماع کرایا ہے۔ (واضح رہے کہ فقہ میں مسائل کی صورتیں احکام کے بیان کیلئے قطع نظر اس سے کہ جائز ہوں یا نہ لکھی جاتی ہیں تاکہ ضرورت کے وقت مفتی فتویٰ دیدے۔ لہٰذا ان کے ذکر سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ شرعاً درست بھی ہیں۔ بلکہ ناجائز صورتیں بھی ذکر ہوتی ہیں (جیسے خنثےٰ کے جماع کرنے کرانے اور دخول دبر کے متعلق وغیرہ اس جیسی ممنوع صورتیں جنکے وقوع پر شرعی سزا دہی کے علاوہ مفتی کو اسپر (دوسرے فعل کے متعلق)

سلہ اگر انگلی کا دخول بہ حصول لذت نہ ہو۔ ورنہ بلا انزال بھی غسل فرض ہوگا۔ مزید صفحہ ۶۷ دیکھو ۱۲- منہ

حکم دینے کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ جیسے مذکورہ مثال خنثے مشکل جب شرعاً یہ کام ناجائز ہیں۔ جن پر بر تقدیر قدرت سزا کے علاوہ غسل کے وجوب کا بھی حکم متفرع ہوگا۔ احقر) اگر خنثے مشکل اپنے ذکر کو کسی عاقل بالغ مرد کے پیچھے یا عورت کی فرج میں داخل کرے تو بلا انزال کسی پر فاعل و مفعول ہر میں سے غسل واجب نہ ہوگا کیونکہ اس کا ذکر شکی ہے جو انگلی کے حکم میں ہے۔ انزال ہو جانیکی صورت میں فاعل و مکلف مفعول بہ ہر دونوں پر غسل واجب ہوگا۔ کہ اس کا ذکر ہونا یقینی معلوم ہوگیا۔ اگر خنثے مشکل عورتوں کی صف میں بلا حائل برابر کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو اسے مرد ہونیکے وہم سے نماز کا لوٹانا صرف مستحب ہے۔ اسیطرح اگر مردوں کی صف میں کھڑا ہو تو اس کی داہنی و بائیں و پیچھے والی جانب کے مردوں کو نماز کا لوٹانا خنثے کے عورت ہونیکے وہم پر مستحب ہے۔ اگر کوئی آدمی خواہ مرد ہو یا عورت جاگنے کے بعد اپنے ران یا کپڑوں وغیرہ پر تری پائے۔ تو خالی نہیں یا اُسے منی سمجھے گا یا مذی یا ودی۔ یا منی و مذی یا منی و ودی یا مذی اور ودی یا تینوں میں شک کرے گا۔ پھر ہر ایک صورت میں ان صورتوں سے احتلام[۱] یاد ہوگا یا نہ۔ تو چودہ صورتیں ہوتی ہیں۔ تو ان میں سے ان سات میں بالاتفاق غسل واجب ہوتا ہے ہیں کہ احتلام یاد ہوتے اُسے مذی سمجھے یا منی اور مذی یا منی اور ودی یا مذی اور ودی یا تینوں میں شک ہو یا مطلقاً منی سمجھے اور ان پہلی صورتوں میں بالاتفاق غسل واجب نہیں ہوتا۔ یہ کہ اُسے مطلقاً ودی سمجھے۔ یا اُسے مذی جانے یا مذی اور ودی میں شک ہو اور احتلام بھی یاد نہ ہو۔ اور طرفین کے نزدیک احتلام نہ یاد ہوتے منی اور مذی یا منی اور ودی یا تینوں میں شک ہونیکی صورت میں احتیاطاً غسل واجب ہو جاتا ہے۔ بخلاف ابو یوسفؒ کے انکے نزدیک واجب نہیں ہوتا کہ غسل کے موجب میں شک ہے اور ودی کے یقینی ہونے میں خواہ احتلام یاد ہو بالاتفاق غسل واجب نہیں چونکہ وہ پیشاب کے وقت سفید سا پانی نکلتا ہے اسیطرح جس کا ذکر نیند سے قبل کھڑا ہوا ہو اور جاگنے پر کچھ تری دیکھے۔ اگر اُسے منی ہونیکا غالب گمان نہ ہو یا احتلام یاد نہ ہو تو اسپر غسل فرض نہیں ورنہ فرض ہے۔ لیکن بعض صاحب جو کہتے ہیں کہ لیٹے ہوئے نہ سویا ہو بلکہ بیٹھے یا کھڑے ہوئے تو غسل لازم نہیں ورنہ فرض ہے (یعنی لیٹے ہوئے سو جائے تو غسل فرض ہوگا) یہ غیر ظاہر ہے اس لئے کہ کھڑے یا بیٹھے یا لیٹے کے سونے میں بظاہر کوئی فرق نہیں۔ اور نشے یا غشی بے ہوشی والا ہوش پانے پر اپنے ران یا کپڑوں پر مذی پائے تو غسل واجب نہیں اگر منی ہو تو واجب ہے۔ اگر کسی کو خواب کا احتلام مع لذت و انزال یاد ہو لیکن اس کے ذکر کا سر بالکل خشک و صاف ہو کر اس پر کسی قسم کی نجاست کا نشان تک نہ ہو تو بالاجماع اسپر غسل واجب نہیں۔ اگر عورت کو احتلام ہو کر منی خارج فرج تک نہ پہنچے تو مفتی بہ قول پر غسل واجب ہوگا۔ اگر دو آدمی (خواہ خاوند بیوی یا دونوں مرد یا دونوں عورتیں یا دو اجنبی مرد و عورت ایک بستر پر بلا اختلاط و بلا دخول سو جائیں اور ان سے پہلے بھی اس بستر پر کوئی نہ سویا ہو پھر ان کے جاگنے کے بعد بستر پر تری پائی جائے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی احتلام یاد نہ ہو اور نہ ہی اس منی میں تمیز کی جا سکتی ہے کہ مرد کی ہے یا عورت کی تو دونوں پر غسل واجب ہے۔ اگر کسی ایک یا دونوں کو ان میں سے احتلام یاد ہو تو صرف احتلام یاد آنیوالے پر ضرور غسل واجب ہوگا اگر احتلام نہ یاد ہو مگر منی کی بدیں طور تمیز کی جا سکے کہ سفید گاڑھی مرد کی اور زرد پتلی عورت کی ہوتی ہے تو جس کی معلوم ہو اسپر غسل واجب ہے مگر پھر بھی صحیح تر قول میں مرد و عورت دونوں پر احتیاطاً غسل واجب ہوگا اس واسطے کہ منی کے امتیاز کا معیار غیر یقینی ہے اسلئے کہ مزاج و غذا کے اختلاف کے باعث عورت و مرد کی منی میں مذکورہ علامات سے تغیر بھی متحقق ہو جاتا ہے۔ اگر ان سے پہلے اس بستر پر کوئی اور سویا ہو بعد ازاں وہ ہو گئے ہوں اور جاگنے کے بعد اس بستر پر خشک منی پائیں۔ تو بظاہر ان دو میں سے کسی ایک پر بھی غسل واجب نہ ہوگا کہ وہ پہلے کی ہی ہے جو خشک ہو گئی ہے۔ جو شخص ذکر کے حشفہ یا حشفہ کٹے ہوئے یا نہ ہونیکی بنا پر باقی ذکر سے حشفہ کی مقدار کسی سخت یا نرم کپڑے لپیٹ کر فرج میں داخل کر دینے سے خواہ لذت پائے یا گرمی فرج کی پائے یا نہ بلا انزال اخوط قول پر غسل واجب ہو جائیگا اس سے معلوم ہوا کہ سخت کپڑا لپیٹ کر دخول کرنے سے کہ جس ...

---

[۱] احتلام۔ حلم سے ہے جس کا معنے نیند میں کسی خیال و خواب کا دیکھنا۔ مگر بعد میں جماع کی خواب و حالت کے دیکھنے میں غالب استعمال ہو گیا ہے۔ ص ۱۱

لذت وگرمی فرج نہ محسوس ہو اختلاف ہے کہ بعض احناف کے نزدیک اس دخول کے باعث غسل واجب اور بعض کے نزدیک اس دخول کے
غیر معتبر ہونے پر غسل واجب نہیں یہی صحیح تر ہے لیکن تاہم احتیاطاً اس صورت میں بھی احناف کے نزدیک غسل واجب ہے جو کہ
باقی تینوں اماموں کا قول وعمل بظاہر حدیث ذیل ہے اِذَا الْتَقَی الْخِتَانَانِ وَغَابَتِ الْحَشَفَۃُ وَجَبَ الْغُسْلُ یعنی دونوں شرمگاہیں مل کر حشفہ
اندر چلا جائے تو غسل واجب ہو جائیگا۔ اور نیز حیض ونفاس کے یقینی بند ہو جانیکی صورت پر بھی غسل واجب ہوتا ہے۔
ماحصل مطلب یہ ہے کہ تمام مذکورہ واجب الغسل اعمال کہ جن پر وجوب غسل کو مرتب کیا گیا ہے (جیسے انزال واحتلام ودخول حشفہ
وحیض ونفاس) وہ شرائط وجوب ہیں نہ سبب وجوب اور سبب وجوب غسل وقت تنگ ہونے پر اس عمل نماز کا بندے پر واجب
ہونا ہے جو بلا طہارت ناجائز ہو۔ اور کافی وقت ہونے پر ایسے عمل کا ارادہ کرنا جسکی ادائے گی طہارت پر موقوف ہو اور مذی وودی
نکلنے سے صرف وضو واجب ہوتا ہے نہ غسل۔ مذی۔ ذال کے سکون وتخفیف یاء سے افصح ہے۔ اور ذال کے کسرہ اور یاء کی
تخفیف وتشدید سے بھی آیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ دونوں آواز بڑھانے گھٹانے کیلئے مستعمل ہیں۔ اور مذی (عورت
مرد وغیرہ کے باہمی کھیلنے یا کسی خوبصورت سے چھونے چھانے کھیل وغیرہ سے شہوت کے وقت (نہ شہوت سے ورنہ منی ہوگی)
مرد یا عورت کے اعضاء مخصوصہ سے سفید نرم چپچپا نکلنے والے پانی کا نام ہے۔ اور مذی کا عارضہ عورتوں کو اکثر ہوتا ہے۔
اور جمہور کے نزدیک ودی۔ دال کے سکون ویاء کی تخفیف سے ہے۔ بعض نے دال کے کسرہ اور یاء کی تشدید سے لکھا ہے
جسے بعض غلط اور بعض اسی کو صحیح کہا ہے۔ اور ودی اس گاڑھے سفیدی مائل پانی کا نام ہے جو پیشاب یا غسل جنابت کے بعد
اعضاء مخصوصہ مرد یا عورت سے نکلے۔ جو ودی پیشاب[۵] کے بعد نکلے تو اس کے بعد جو وضو کیا جائیگا دونوں سے ہی شمار ہوگا۔
جیسے کوئی قسم کھائے کہ نکسیر سے وضو نہ کروں گا اسکے بعد پیشاب کر لینے پر وضو کر لے تو حانث ہو جائیگا۔ اسیطرح اسکے برعکس
کیونکہ یہ وضو دونوں ہی سے ہو جاتا ہی۔ ایسے ہی اگر کوئی حائض عورت قسم کھائے کہ جنابت سے نہ نہاؤنگی اسکے بعد حیض کے بند ہو جانے
پر نہالے تو حانث ہو جائیگی کہ یہ غسل دونوں سے واقع ہوا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ پیشاب کے علاوہ ودی سے بھی وضو واجب ہے
لیکن تداخل کی وجہ سے ایک ہی وضو دونوں سے کافی ہو جاتا ہے۔ اور مذکورہ برحاشیہ اعتراض جب وارد ہوتا ہے کہ ودی
کو پیشاب کے بعد ہی نکلنے پر منحصر کیا جائے ورنہ نہیں۔ بعض کے نزدیک ودی اس سفید گاڑھے پانی کا نام ہے جو غسل جنابت کے بعد مرد
یا عورت کی شرمگاہ سے نکلے۔ لیکن معتبر وقابل قبول قول پر وضو پہلے ہی حدث کے سبب سے واجب ہوتا ہے (اگر دونوں دفعۃً
نہ عارض ہو جائیں ورنہ دونوں کی وجہ سے جیسے نکسیر وپیشاب ایک ہی وقت عارض ہو جائیں) اور دوسرا حدث تحصیل حاصل کی باعث
وضو کا موجب نہیں کیونکہ پہلے حدث سے وضو ہو چکا۔ اور قسم کی مذکورہ صورتوں میں حنث اور حدث میں کوئی منافات نہیں
کیونکہ وضو صرف حدث اول ہی سے ہے لیکن حنث عرف کی بناء پر ہے کہ عرف میں دونوں سے وضو اور غسل کہا جاتا ہے۔
انگلی یا ذکر غیر آدمی کا (جیسے جن۔ ریچھ۔ بندر یا گدھے کا) یا خنثیٰ مشکل کا ذکر یا میت آدمی کا یا لڑکے نابالغ غیر مشتہات کا کسی مکلف
کے دبر یا فرج میں داخل کرنے کرانے سے آلہ شہوت نہ ہونیکے باعث بلا انزال مکلف مختار قول میں اس مکلف پر غسل فرض نہیں ہوتا
ایسے ہی اگر روزہ دار مرد وغیرہ خشک انگلی اپنے دبر میں داخل کرے تو مختار قول پر نہ غسل واجب ہوگا نہ ہی روزہ ٹوٹیگا۔ لیکن انگلی پہ
تری اور نجاست نکلنے پر وضو ٹوٹ جائیگا۔ بخلاف عورت کے بقصد حصول لذت اپنی فرج میں انگلی داخل کرنے کے کہ اس صورت
میں مختار قول پر بلا انزال اس پر غسل واجب ہو جائیگا۔ کہ اس میں شہوت کا غلبہ ہوتا ہے کہ سبب مسبب کے قائم مقام ہو گیا بخلاف
دبر کے کہ وہ محل شہوت نہیں۔ اگر بقصد حصول لذت نہ ہو تو پھر غسل واجب نہیں۔ لکڑی وغیرہ سے ذکر کی شکل پر کوئی آلہ بنا کر
فرج یا دبر میں داخل کرنیکا وہی مذکورہ حکم ہے کہ بلا انزال غسل واجب نہیں۔ اور چارپایہ و مردہ آدمی سے اور ایسی چھوٹی لڑکی
سے وطی کرنا کہ جس سے وطی کرنے پر دونوں راستے دبر وفرج رل مل جائیں اگرچہ حشفہ غائب ہو جائے محل شہوت نہ ہونے کی

[۵] یہ اس اعتراض کا جواب ہے۔ جو فقہا پر وارد ہوتا ہے کہ جب ودی پر وضو واجب ہے اور ودی بعد پیشاب آتی ہے تو یہ وضو پیشاب سے واجب ہوا

وجہ سے بلا انزال نہ ہی غسل واجب ہوتا ہے اور وضو ہونے پر بلا خروج مذی نہ ہی وضو ٹوٹتا ہے۔ لیکن حشفہ کے فرج داخل
چلے جانے پر صاحبینؒ کے نزدیک صرف ذکر کو دہو با دہو کر نماز پڑھنی جائز ہے ہوگی۔ بخلاف امام صاحبؒ کے کہ انکے نزدیک فرج داخل
کی تری پاک ہی ہو بلا ذکر دہوئے نماز جائز ہے اگر مذی سے ملوث نہ ہو ورنہ وضو بھی ٹوٹ جائیگا۔ اور آلت کا دہونا بھی فرض ہوگا۔ اور
فرج خارج کی تری بالاتفاق پاک ہے۔ اور فرض غسل جنابت وغیرہ جیسے کے علاوہ بغرض صفائی وٹھنڈک وغیرہ جیسے غسل کے مرد
عورت کو خارج میں ناپاکی نہ ہونے پر استنجا سنت ہے اور غسل بسفر وحضر میں واجب ہے۔ اور صحیح قول میں ایسی چھوٹی لڑکی سے جماع
بلا انزال موجب غسل ہے جسکی فرج میں ذکر کا دخول ممکن ہو یعنی جس سے اسکے دونوں راستے بھی نہ ملجائیں یعنی قابل جماع ہو اور بکر بھی
ٹوٹ جائے تو پھر بالغ عاقل فاعل پر غسل واجب ہے نہ مفعول پہ پر لیکن عادت ڈالنے کیلئے اُسے بھی غسل کا کہا جائے گا۔ اور مطلق
چار پائے سے جماع کرنیکی صورت میں جماع کرنے والیکو شرعی سزا دیجائے گی۔ اور چار پایہ کو ذبح کر کے جلا دینا مستحب ہے۔ اور
جماع کے باعث اس چار پایہ کا گوشت کھانا ممنوع وحرام۔۔۔ نہیں ہوجاتا۔ بلکہ نہ کھانا بہتر ومستحب ہے۔ اور از حد بوڑھی عورت کی
فرج میں جوان کیطرح صرف دخول حشفہ بلا انزال فاعل ومفعول پہ دونوں پر موجب غسل ہے۔ اسیطرح بوڑھی عورت، جوان عورت
کیطرح نماز میں مرد کے برابر بلا حائل کھڑا ہونے پر پچھلے ودائیں بائیں کے مردوں کی نماز کو باطل کر دیتی ہے۔ اور بکر لڑکی سے وطی کرنے
پر اگر اسکا بکرہ نہ ٹوٹے تو دخول نہ ہونیکی بنا پر غسل واجب نہیں مگر کہ وہ لڑکی حاملہ ہوجائے تو پھر جماع کرنے والے پر غسل فرض ہوگا کہ
بلا انزال حمل نہیں ہوسکتا اگرچہ پہلے اُسے انزال کا پتہ نہیں چلا۔ لہٰذا مرد کو وہ تمام نمازیں جو قبل غسل پڑھی ہیں لوٹانی لازم ہونگی
اور نابالغ لڑکی پر مختار وصحیح تر قول کی بنا پر غسل واجب نہیں کیونکہ جب تک عورت کی منی فرج داخل میں نہ پہنچے اصح مفتٰی بہ قول
پر غسل واجب نہیں۔ اور مسلم میت غیر خنثٰے مشکل کا غسل زندوں پر بالاجماع فرض کفایہ ہے کہ بعض کے غسل کرا دینے سے سب
سے ساقط ہوجاتا ہے اور کسی کے غسل نہ کرانے سے جب کوئی غسل نہ دے تو سب جاننے والے جنہیں یہ معلوم ہو گناہگار ہونگے۔ بعض
فقہا کے نزدیک فرض کفایہ کی ادائیگی کیلئے میت کا بہ نیت غسل نہلانا شرط ہے اور بعض کے نزدیک شرط نہیں خواہ بلا
نیت ہی اُسے غسل ہوجائے جیسے دریا میں غرق ہو کر بہتا آئے تو قول اول پر میت کو بہ نیت غسل پانی میں ہلانا ضروری ہے
اور دوسرے قول پر نہیں (اور الظاہر یہی حسب روش علامہ شامی راجح معلوم ہوتا ہے۔ احقر) اگر کوئی کافر میت ہو جس کا
مسلم کے بغیر کوئی کافر وارث نہیں تو وہ مسلمان وارث اُسے ناپاک چیتھڑے کی طرح بلا لحاظ غسل سنت پانی بہا کر ایک گڑھے
میں دفن کر دے۔ اور مردہ خنثٰے مشکل کو اولیٰ قول کے بموجب تیمم کرا کے دفن کیا جائے۔ کیونکہ نہ ہی اُسے مرد غسل دے سکتا ہے
نہ ہی عورت چونکہ اس کے مرد وعورت ہونے میں شک ہے۔ ص ۱۵۷ تا ۱۶۲ جنبی کافر مرد وعورت پر بحالت جنابت اسلام لانے میں
غسل واجب ہے۔ اسیطرح حیض ونفاس والی کافر عورت کو اسلام لانیکے بعد پاک ہونے پر بالاتفاق غسل فرض ہے اور
قبل اسلام لانیکے پاک ہونے پر بھی اصح قول میں غسل فرض ہے۔ کیونکہ حیض ونفاس کا بند ہونا جو بحالت کفر ہوا ہے غسل کی شرط
ہے۔ نہ سبب۔ اور محقق قول پر سبب وجوب غسل نماز وغیرہ جیسے اعمال کا واجب ہونا یا ارادہ کرنا ہے جو بلا طہارت ناجائز ہوں۔ اور
وہ اسلام لانیکے بعد متحقق ہوتے ہیں۔ لہٰذا جنابت کیطرح حیض ونفاس کی ناپاکی بھی پیچھے تک باقی رہتی ہے۔ اسی بنا پر جو حیض
یا نفاس والی مسلم عورت سفر میں پاک ہوجائے اور پانی نہ ملے تو اُسے تیمم کر کے حیض ونفاس سے پاک ہو کر نمازیں وغیرہ ادا کرنی
پڑیں گی اور پاکوں کی طرح اُسے سب مشروع کام جائز ہونگے۔ مگر جس وقت اُسے غسل پر قدرت ہوجائیگی تو اس کا تیمم حیض ونفاس
وغیرہ کا باطل ہو کر پانی سے غسل واجب ہوجائیگا۔ جو لڑکا کہ لڑکی سالوں کے لحاظ سے بالغ نہ ہو بلکہ انزال ہوجانیکے باعث تو اس
پر بھی غسل فرض ہے۔ اسیطرح لڑکی اگر حیض سے بالغ ہو جب بھی حیض بند ہونے پر اُسے غسل فرض ہے۔ اسیطرح جو لڑکی
بچہ جننے سے بالغ ثابت ہو اگرچہ جننے پر خون نہ دیکھے تو اصح ومختار قول میں اس پر غسل واجب ہے جو یہی امام صاحبؒ کا قول ہے

بخلاف صاحبینؒ کے کہ انکے نزدیک جب تک خون نہ دیکھے غسل فرض نہیں ۔۔ نیز جس شخص کے تمام بدن کو ناپاکی لگجائے تو اُسے
بھی غسل فرض ہے ۔۔ اگر کپڑے یا بدن کی کسی طرف مانع نماز ناپاکی لگ کر وہ طرف بھول جائے اور معلوم نہ ہو سکے کہ کدھر لگی ہے
تو احتیاطاً مختار قول پر تمام کپڑے و بدن کا دھونا ضروری ہے کیونکہ ناپاکی سے کپڑے و بدن کی ایک طرف یقیناً ناپاک ہے تو جب
تک تمام کپڑا یا بدن نہ دھویا جائیگا اس ناپاکی کا ازالہ متحقق نہیں ہو سکتا اور اگر کسی ایک طرف کو دھو لیا جائے تو اس سے پاکی کا حکم
نہیں آسکتا (کیونکہ اس طرف کے دھونے میں یقیناً ناپاکی کا ازالہ ثابت نہیں - ممکن ہے وہ ناپاکی دوسری طرف ہو) ورنہ ترجیح بلا مرجح
لازم آئے گی جو خلاف عقل و خلاف معتبر نقل ہے ۔۔ اور وہ قول (کہ بلا سوچے مذکورہ ناپاک کپڑے یا بدن کی کسی ایک طرف کے دھو
لینے سے تمام کپڑا یا بدن پاک ہو جائیگا۔ اور یہ دھونا اصل ناپاک جزو کے دھونے سے کافی ہو جائیگا) غیر محتاط ہے - بلکہ سوچ کر بھی
مشکوک ناپاک طرف کے دھونے سے پاکی کا حکم نہ ہوگا جب تک تمام نہ دھویا جائے کیونکہ یقینی نجاست کا ازالہ یقینی امر کے بغیر ناممکن ہے
اور دراصل مذکورہ بالا مشہور مسئلے کی یہ صورت ہے - کہ کوئی شخص ناپاک کپڑے یا بدن کے دھونے کے بعد کسی جزو کے نہ دھلنے کا
شک کرے کہ کوئی جزو دھونی بھول گئی ہے تو اس صورت میں بلا سوچے سمجھے کپڑے یا بدن کی کسی طرف کے دھو لینے پر بھی مختار قول میں
پاکی کا حکم دیا جائیگا - کیونکہ اس شکی ناپاکی میں دوسرا اور شک واقع ہو گیا ہے چونکہ ممکن ہے کہ وہ طرف بھی ہو جو دھل گئی ہے اور کپڑے
وغیرہ کی پاکی یقینی اور ناپاکی شکی ہو گئی جس سے یقینی پاکی پر کوئی اثر واقع نہ ہو کر پاکی برقرار رہی ۔۔ اور جو شخص نماز پڑھ چکنے کے بعد اپنے
کپڑے یا عضو پر نجاست مانع نماز دیکھے تو اس میں بہت اقوال ہیں جن میں سے مختار قول پر جو امام صاحبؒ کا قول ہے صرف وہی
نماز جو ابھی پڑھی گئی ہے کپڑا و بدن دھو کر لوٹائی جائے نہ پہلی نمازیں ۔۔ جو شخص بحالت دیوانگی جنبی ہو جائے تو ہوش آنے پر
اُسے اصح قول میں غسل فرض ہے ۔۔ یہی حکم نشئی اور غشی اور بے ہوش مغلوب العقل کا ہے کہ جب احتلام ہو کر یقینی منی نکلے تو انکے
با ہوش ہو جانے پر انہیں غسل فرض ہے ۔۔ اور جو کافر مرد و عورت جنابت و حیض و نفاس سے غسل کر کے پاک ہونے کے بعد اسلام لائیں
تو ان پر بعد اسلام غسل فرض نہیں بلکہ مستحب ہے ۔۔ اگر کافر بالغ مرد یا عورت بلا غسل اسلام لائے تو اس پر بعد اسلام نہانا فرض ہوگا - کیونکہ وہ
اغلب طور پر ناپاک ہوتے ہیں - کہ انہیں جنابت وغیرہ کی ناپاکی و پاکی کے احکام شرعی سے تمیز و خبر نہیں ہوتی - اگر کوئی نابالغ کافر اسلام
لے آئے تو اس پر بہرحال غسل واجب نہیں نہ ہی اسلام لانے سے پہلے نہ ہی بعد میں جب تک پھر کوئی موجب غسل نہ پایا جائے
اور جو لڑکا و لڑکی سالوں سے بلا انزال بالغ ہوا ہو اس پر بعد بلوغت غسل فرض نہیں بلکہ مستحب ہے ۔۔ اور مفتٰی بہ قول پر لڑکے و لڑکی
کی عمر بلوغت پندرہ سال ہے ۔۔ صحیح قول میں جمعہ و عید کا غسل نماز کیلئے مستحب ہے نہ دن کیواسطے - لہٰذا جہاں جمعہ و عید واجب
نہ ہو یا جس شخص پر واجب نہ رہا ہو جو غسل کے بعد قبل ادائیگی نماز بے وضو ہو جائے تو اس صورت میں غسل عید یا جمعہ مستحب طور پر ادا نہ ہوگا
کیونکہ اسی غسل سے نماز کا پڑھنا مستحب تھا - بخلاف دوسرے قول کے جو دن جمعہ و عید کیلئے غسل مستحب قرار دیتے ہیں خواہ جمعہ و
عید نہ واجب ہو اور نہ پڑھی جائے - لیکن اس قول پر بھی نماز جمعہ و عید کے بعد غسل مستحب نہیں ۔۔ مگر علامہ شامی نے یہ قول فیصل
نکالا ہے کہ غسل نماز ہی کیلئے مستحب ہے نہ دن کے اگرچہ درمیان میں بے وضوئی عارض ہو جائے جو پہلے غسل مستحب کو مضر
نہیں کہ اس سے اور زیادہ نظافت و طہارت حاصل ہو جاتی اور عمدہ وضو سے بخوبی نماز پڑھ سکتا ہے کہ وضو کو بہ تکلف بند کر رکھنے
کے بعد نماز کا پڑھنا حرام ہے ۔۔ چونکہ غسل کا استحباب مجمع عام میں صاف و ستھرا ہو کر جانے کیلئے ہے - کہ لوگ ایک دوسرے کے
بدن کی بدبو سے تکلیف نہ اٹھائیں - اور جہاں اور جسے عید و جمعہ ہی پڑھنا نہیں اُسے نہ مجمع میں جانا ہو نہ کچھ تو اُسے غسل مستحب نہیں -
اور بعض نے غسل جمعہ کو سنت قرار دیا ہے ۔۔ اور غسل جمعہ و عید و احرام حج و عمرہ اسی شخص کیلئے مستحب ہے جو جمعہ و عید
کیلئے مسجد و عیدگاہ میں جائے یا حج و عمرہ کا ارادہ ہو کر احرام باندھ لیا - کیونکہ ان کو مجمع عام میں جانا ہے تاکہ انکے بدن کی بو سے دوسرے
تکلیف نہ اٹھائیں ۔۔ اگر غسل عید و جمعہ اور غسل جنابت اور غسل صلوٰۃ کسوف و استسقا ایک ہی دن جمع ہو جائیں کہ جمعہ کے دن

له جو روایت، دع ما یریبک الی ما لا یریبک - وغیرہ کے بھی خلاف ہے اور ترجیح بلا مرجح بھی لازم آتی ہے ۔۔ احقر ۱۲

عید آجائے اور اس دن جنبی بھی ہو جائے اور استسقاء و سورج گرہن کی نماز کا پڑھنا بھی اسی دن پیش آجائے تو سب کی نیت سے ایک غسل کافی ہو کر سب کا ثواب حاصل ہو جائیگا۔ اگر سب کی نیت نہ کی تو جس کی نیت ہو گی اسکا ثواب حاصل ہو گا باقی کا نہیں مگر وہ غسل سب کی طرف سے کافی ہو جائیگا۔ جیسے جنابت کی حالت میں حیض یا نفاس پیش آجائے یا اس کے برعکس تو ایک ہی غسل دونوں سے کافی ہو جائیگا۔ کیونکہ چند فریضہ غسلوں سے ایک ہی غسل بلا نیت کافی ہو جاتا ہے۔ اور غسل صرف احرام (حج یا عمرہ یا دونوں) کیلئے مستحب ہے نہ دن احرام و حج کیلئے کہ یہ کسی کا قول نہیں۔ اسیطرح صرف عرفہ پہاڑی پر بعد زوال کھڑا ہونیکے لئے غسل مستحب ہے نہ عرفہ کے دن اور عرفات میں داخل ہونیکے لئے۔ اور عرفہ کا دن۔ جمعہ کے دن سے بوجہ معتبر دلائل کے افضل ہے۔ اور بعض نے جمعہ کو افضل کہا ہے جو ضعیف اور خلاف نقل ہے۔ لہذا مثلاً جو شخص کہے کہ سال کے افضل ایام میں میری عورت وغیرہ کو طلاق وغیرہ ہو تو عرفہ کے دن واقع ہو گی۔ اگر دیوانہ و بے ہوش یا نشہ وغیرہ جب شخص ہوش میں آجائے اور اُسے احتلام نہ ہوا ہو تو پھر غسل مستحب ہے ورنہ واجب۔ اور پچھنے لگانے کے بعد بھی اختلاف سے بچاؤ کیلئے (کہ دوسرے بعض اماموں کے نزدیک غسل سنت وغیرہ ہے) غسل مستحب ہے۔ اور شعبان کی پندرھویں تاریخ چاند کو رات کے وقت اور عرفہ کی رات میں حج کرنیوالے اور نہ کرنیوالے سب کیلئے غسل مستحب ہے۔ اور ایسے ہی لیلۃ القدر کی رات کو بھی غسل مستحب ہے۔ اور حاجی شخص کیلئے عید بقر کی صبح کو مزدلفہ پر کھڑا ہونیکے لئے غسل مستحب ہے۔ نیز منے میں داخل ہوتے اور جمرہ دن (یعنی ریت و پتھر کے ٹیلوں پر) پر کنکریاں پھینکنے کیلئے بھی غسل مستحب ہے۔ ایسے ہی بلا احرام صرف دخول مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کیلئے بھی بوجہ تعظیم غسل مستحب ہے، اور طواف کعبۃ اللہ تعالیٰ کیلئے بھی غسل مستحب ہے۔ اگر تمام مذکورہ غسلوں کی نیت سے ایک ہی غسل کر دیا جائیگا تو سب کی طرف سے کافی ہو کر سب کا ثواب حاصل ہو جائیگا۔ ایسے ہی کسوف و خسوف (سورج گرہن و چاند گرہن) اور استسقاء (یعنی دعا یا نماز نزول باران کیلئے) اور دن میں اندھیرا چھانے یا سخت آندھی چلنے وغیرہ کے باعث نوافل پڑھنے و دعا کرنیکے لئے غسل مستحب ہے۔ نیز نئے کپڑے پہننے سے پہلے اور میت کو غسل دینے کے بعد اختلاف سے بچنے کیلئے (کہ بعض اماموں کے نزدیک غسل میت کے بعد غسل کرنا سنت وغیرہ ہے) غسل مستحب ہے۔ نیز اُسے بھی غسل مستحب ہے جسکے قتل کا ارادہ کیا جائے اور بفضل اللہ محفوظ رہے۔ اور گناہ سے توبہ کرنیوالے اور سفر سے واپس آنے والے کو بھی غسل مستحب ہے۔ ایسے ہی مستحاضہ عورت کے خون بند ہونے پر بھی غسل مستحب ہے۔ ایسے ہی احتلام ہونیوالے کو قبل غسل اسیوقت اپنی بیوی سے جماع کرنیکے لئے غسل مستحب ہے۔ مطلق عورت کیلئے خواہ غنی ہو یا محتاج حیض و نفاس و جنابت کے غسل کے پانی کی قیمت۔ پینے کے پانی کی طرح شوہر پر لازم ہے چونکہ یہ بھی نان و نفقہ و اخراجات کی طرح ضروریات منکوحہ میں سے ہے۔ اگر عورت اپنے آپ صرف صفائی ستھرائی و ٹھنڈک وغیرہ کی غرض سے غسل کیلئے پانی خریدے تو اس کی قیمت شوہر پر لازم نہیں۔ مگر جبکہ شوہر کے حکم سے مذکورہ غسل کیا جائے تو پھر شوہر پر قیمت لازم ہو گی۔ جنبی اور حیض و نفاس والے اشخاص کو بلا ضرورت مسجد میں سے داخل ہو کر گذرنا حرام ہے۔ بخلاف شافعی کے وہ جائز کہتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کا جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا و ٹھیرنا آپکے خواص میں سے تھا۔ جو باقی اہل بیت کے لئے ناجائز ہے۔ ایسے ہی اہل بیت کے مردوں کو ریشمی لباس بھی حرام ہے۔ جو یہ منقول ہے (تمام اہل بیت کو جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا ٹھیرنا اور اہل بیت کے مردوں کو بھی ریشمی لباس پہننا جائز ہے) یہ شیعہ لوگوں کی گھڑی ہوئی بے اصل باتیں ہیں جو ناقابل الاعتبار ہیں۔ اور مذکورہ بالا ناپاک آدمیوں کو (یعنی جنبی حائضہ و صاحب نفاس وغیرہ جیسے اور کتاب ہذا میں ہر جگہ ناپاک آدمیوں سے یہی مراد ہے) عید گاہ و جنازہ گاہ اور صوفیوں کی خانقاہ یعنی عبادت گاہ اور مدرسوں اور مساجد کے گرداگرد حدود مسجد سے باہر کی جگہ و فرش میں داخل ہونا منع نہیں چونکہ درحقیقت یہ مساجد نہیں ہیں۔ اور عید گاہ و جنازگاہ صرف صفوں کے حد اور دور ہونے پر اقتداء کے جواز صحیح ہونیکے متعلق مسجد کا حکم

ابہ۔ کہ تم اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو کہ اللہ تعالیٰ غفار ہے اور تم پر موسلادھار بارش برسائیگا اور حاجتیں کے نماز استسقاء پڑھی جاتی ہے ایسے ہی باقی الموکے نزدیک جب احادیث...

باب ۱۰۰۔ ۱۲۔ احمر ۔ حیض خواہ دس دن یا اس سے کم پر بند ہو ۱۲۔ ش

رکھتی ہیں ۔۔ اور جن مساجد میں مذکورہ ناپاک اشخاص کا دخول منع ہے وہ وہ مسجدیں ہیں جو محلوں وگاؤں وشہروں یا مدرسوں واحاطوں وسرائوں میں ہوں جن میں لوگوں کو نماز پڑھنے سے روکا نہ جائے اور عام اجازت ہو۔ اگر کسی وقت ضرورت کے باعث مسجد کے احاطہ وغیرہ کا دروازہ بند کر دیا جائے تو پھر بھی اندر رہنے والوں کی جماعت ہو جاتی ہو تو اسے بھی مسجد کا حکم ہے۔ اگر جماعت نہ ہوتی یا نہ ہو سکتی ہو تو پھر مسجد کا حکم اسے نہ ہوگا اگرچہ اس میں نماز کی عام اجازت ہو اور کسی کو نہ روکا جائے ۔۔ اور جس شخص کو مسجد سے گذرے بغیر چارہ نہ ہو کہ اسکا دروازہ مسجد سے دوسری طرف نہیں نکل سکتا۔ نیز اسے اسکے علاوہ اور کوئی مکان بھی رہنے وبود وباش کیلئے نہیں ملتا یا کوئی مسافر شخص ناپاک ہو گیا اور پانی مسجد ہی سے مل سکتا ہے تو اب عذر معقول کیوجہ سے پہلے وجوباً تیمم کر کے ان اشخاص کو ناپاکی کی حالت میں مسجد سے گذرنا جائز ہے ۔۔ اگر کسی شخص کو مسجد میں سوئے ہوئے احتلام ہو جائے اور وہ اسی وقت باہر غسل کیلئے نکل سکتا ہے تو اسے استحباباً تیمم کر کے فوراً نکل جانا چاہیئے (اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں سونا جائز ہے) اور اگر وہ محتلم کسی ڈر وغیرہ کے باعث اسیوقت باہر نہیں نکل سکتا تو پھر اسے مسجد میں ٹھہرنے کیلئے تیمم کرنا واجب ہوگا۔ مگر اس تیمم سے نماز وقرآن مجید کی آیات پڑھنی ناجائز ہیں چونکہ وہ تیمم بہ نیت عبادت مقصودہ جو بلا طہارت ناجائز ہو نہیں کیا گیا ۔۔ اگر کوئی بے وضو مسجد میں داخل ہو تو مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ اور باوضو داخل ہونے میں ثواب واستحباب ہے ۔۔ اگر کسی کے بدن پر کچھ نجاست ہو تو اسے بھی مسجد میں داخل ہونا مکروہ تنزیہی ہے ۔۔ لیکن طواف کعبۃ اللہ شریف کا بلا وضو مکروہ تحریمہ ہے ۔۔ بعض کے نزدیک مسجد میں انسانی طبعی (وضو توڑنے والی) ہوا نکالنی کوئی حرج ومضائقہ نہیں رکھتی۔ لیکن تاہم اصح قول پر اس وقت مسجد سے باہر نکل جانا چاہیئے (اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں صرف باختیار خود ہوا طبعی کا نکالنا مکروہ تنزیہی ہے۔ احقر) اور مذکورہ ناپاک آدمیوں کا صحیح قول پر کلی کرنیکے بعد بھی بہ غرض تلاوت مرکب طور پر قرآن مجید کی آیت سے کم مقدار کا پڑھنا بھی مختار قول پر حرام ہے خواہ وہ آیت منسوخ التلاوت ہی کیوں نہ ہو کیونکہ درحقیقت وہ قرآن مجید ہی ہے ۔۔ واضح رہے کہ پوری چھوٹی آیت کا بھی مرکب کر کے بغرض تلاوت ناپاک اشخاص کو پڑھنا بالاتفاق حرام ہے۔ لیکن آیت سے کم مقدار کے پڑھنے میں اختلاف ہے کہ بعض اسے بھی حرام کہتے ہیں اور بعض جائز اور دونوں قول صحیح ہیں لیکن حرمت کا قول احتیاط کے لحاظ سے مختار ہے ۔۔ اور قرآنی آیت کی تلاوت کے حرمت کے مختار قول کی بنا پر حیض ونفاس والی کو اسیطرح مختار قول پر جنبی کو بھی بغرض تعلیم ہجا کر کے قرآن مجید کے ایک ایک مفرد کلمہ کلمہ کا پڑھنا و پڑھانا جائز ہے جسمیں ہر کلمے کو دوسرے سے جدا وقطع کرے ۔۔ اور جو آیت ایک حرف کی ہو جیسے ۔ ص ۔ ق وغیرہ تو ناپاک اشخاص کیلئے انکا پڑھنا مناسب قول پہ جائز ہے ۔۔ اور مدھامتان وغیرہ جیسی آیات کا نہ جائز ہونا مناسب ہے ۔۔ مذکورہ ناپاک آدمیوں کو صرف فاتحہ وغیرہ جیسی دعائیہ وثنائیہ (جو ثنا الٰہی پر مشتمل ہوں) آیات کا بغرض دعا وثنا ہی مرکب طور پہ پڑھنا مختار قول پر جائز ہے ورنہ ناجائز اگر بغرض تلاوت پڑھی جائیں۔ یا وہ آیات ہوں جو دعا وثنا پر مشتمل نہ ہوں اگرچہ بغرض ثنا ودعا پڑھی جائیں ۔۔ مذکورہ اشخاص کو کسی کام کے شروع میں تبرکاً بسم اللہ شریف کا پڑھنا بھی جائز ہے ۔۔ اگر کوئی شخص سورہ فاتحہ (الحمد کو) رکوع سجود والی نماز (یعنی جنازہ کے علاوہ کسی دوسری نماز میں) میں واجب جانے بغیر صرف دعا کی نیت سے پڑھے جب بھی وہ پڑھی فاتحہ سے کافی ہو کر نماز جائز ہو جائیگی کیونکہ کسی چیز کے بامحل واقع ہو جانے پر تغیر ارادہ سے اسکا حکم نہیں بدلتا ۔۔ اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں الحمد شریف بقصد دعا وثنا پڑھے تو مکروہ نہیں ۔۔ ہر بالغ مرد وعورت کو بے وضوئی یا جنابت وحیض ونفاس کی حالت میں بلا جدا غلاف وغیرہ جیسی چیز کے مجلد قرآن مجید کو بھی (کیونکہ قرآن مجید کے ساتھ متصل وسلی ہوئی چیز قرآن مجید ہی کے تابع ہوتی ہے) اس چیز سے جو چھونے والے کے بدن کے تابع ہو (جیسے پہنے ہوئے بعض کپڑے یا آستین ودامن وغیرہ سے) قرآن مجید کا پکڑنا وچھونا بھی مفتٰی بہ قول پر مکروہ تحریمہ ہے۔ لہٰذا مذکورہ اشخاص کو اس رومال سے بھی چھونا تک منع ہے جو مونڈھوں پر رکھا ہو جسکی ایک طرف ہلانے سے دوسری ہلے کیونکہ یہ تابع

بدن ہے اگر دوسری طرف نہ ہلے تو جائز ہے ۔۔ یہی حکم پگڑی کے شملہ کا ہے جو تابع بدن ہو اس سے چھونا جائز درنہ جائز
جیسے کسی نمازی کی پگڑی کے شملہ میں نجاست مانع نماز لگی ہو اگر پگڑی کے ہلانے سے شملہ ہل جائے تو بدن کے تابع ہو کر نماز جائز
نہ ہو گی۔ اگر نہ ہلے تو جائز ہو گی ۔۔ اگر کوئی جدا اگانہ ہاتھ کے رومال وغیرہ سے خواہ چھوٹا ہی ہو مونڈھے سے اتار کر اس سے قرآن
مجید پکڑے یا چھوئے تو اتاری ہوئی قمیص وغیرہ جیسے کپڑے سے تابع بدن نہ ہونیکے باعث جائز ہے ۔۔ (اوڑھے ہوئے اوپر اوڑھے
ہوئے کپڑے چادر کمبل۔ لوئی وغیرہ کا حکم مونڈھے پر ڈالے ہوئے رومال اور پگڑی کے شملہ کی طرح ہونا ظاہر معلوم ہوتا ہے ۔۔) اعتر
قرآن مجید کے چھونے و پکڑنے کی طرح اس روپے پیسے وغیرہ جیسی چیز کے چھونے و پکڑنے کا حکم ہے جسپر قرآن مجید کی آیت
یا کم ہی آیت سے موجود ہو کہ جدا تھیلی ہمیانی وغیرہ جیسی چیز بغیر جو تابع روپے پیسہ وغیرہ نہ ہو اور تابع بدن نہ ہو کہ تابع درہم و بدل
چیز سے چھونا تک حرام ہے اگر تابع نہ ہو تو چھونا و پکڑنا جائز ہے ۔۔ اگر کسی دیوار یا تختی وغیرہ جیسی چیز پر خواہ آیت سے کم ہی مقدار
موجود ہو تو خاص اس جگہ کا بیوضو کو بھی چھونا ناجائز ہے چہ جائیکہ ناپاک اشخاص کو۔ بخلاف دیوار تختی وغیرہ کی دوسری جگہ کے کہ جسپر
الفاظ قرآن مجید نہیں) جنبی وغیرہ جیسے ناپاک اشخاص کو بھی اس کا چھونا و پکڑنا جائز ہے ۔۔ اور کم مقدار آیت کے چھونے وغیرہ کے
متعلق بھی ناپاک اشخاص کے پڑھنے کیطرح مذکورہ اختلاف و تفصیل جاری ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔۔ اور طواف کعبہ شریف
بیوضو کو بھی مکروہ تحریمہ ہے چہ جائیکہ ناپاک اشخاص کو کہ انہیں تو بطریق اولیٰ حرام ہے چونکہ وضو و طہارت صرف طواف کے لئے
بھی واجب ہے اگرچہ محل طواف مسجد نہ ہی ہو ۔۔ مُصحف یعنی قرآن مجید کی منسوخ التلاوت کم از مقدار آیت کا بھی ناپاک
اشخاص کیلئے پڑھنا حرام ہے ۔۔ ایسے ہی چھونا بیوضو کیلئے بھی حرام ہے چہ جائیکہ ناپاکوں کو کہ وہ بطریق اولیٰ حرام ہے ۔۔
ایسے ہی باقی کتب آسمانی توراۃ۔ انجیل۔ زبور وغیرہ غیر متبدل کو (اگر بدلی ہوئی ہوں تو اس خاص یقینی بدلی ہوئی جگہ کا
پڑھنا و چھونا ناپاک و بیوضو اشخاص میں سے کسی کو حرام نہیں) قرآن مجید کی طرح بیوضو و ناپاک اشخاص کو چھونا و پڑھنا وجوب
تعظیم کے باعث حرام ہے ۔۔ جن کتب تفاسیر میں آیات قرآنی بھی لکھی ہوں انکا چھونا بھی مذکورہ اشخاص کو مکروہ تحریمہ ہے ۔۔
قرآن مجید وغیرہ کتب معظمہ کے اوراق تنکے لکڑی وغیرہ جیسی چیز سے الٹنا و کھولنا بیوضو و ناپاک اشخاص میں سے ہر ایک
کو بلا کراہت جائز ہے ۔۔ اور بیوضو شخص کا قرآن مجید وغیرہ کتب آسمانی کو غیر اعضاء طہارت (ہاتھ پاؤں چہرے کے علاوہ)
پیٹ و پہلو وغیرہ سے چھونا معتبر قول پر مکروہ نہیں بخلاف جنبی کے کہ اسکے تمام اعضا ناپاک ہوتے ہیں ۔۔ اگر بیوضو شخص وضو
کئے بغیر صرف ہاتھ دہو کر قرآن مجید چھوئے یا جنبی غسل کئے بغیر صرف کلی کر کے قرآن مجید پڑھنے لگ جائے . . . . . تو
اس میں اختلاف ہے کہ بعض کے نزدیک نماز کے علاوہ باقی اعمال میں طہارت متجزی ہو سکتی ہے تو انکے نزدیک بیوضو کو
ہاتھ دہو کر چھونا اور جنبی کو کلی کر کے قرآن مجید کا پڑھنا جائز ہے اور بعض کے نزدیک کسی عمل میں بھی طہارت متجزی
نہیں ہوتی تو انکے نزدیک ہاتھ منہ دہو کر اور کلی کر کے بھی قرآن مجید کا چھونا و پکڑنا ناجائز ہے جو یہی معتبر ہے (لیکن تاہم
متعدد مواضع بیان علامہ شامی سے واضح ہوتا ہے کہ بیوضو کیلئے ہاتھ دہو کر چھونے میں جنبی کے لحاظ سے کراہت کم ہے ۱۲ مترجم
لہذا جنبی کو کلی کرنیکے بعد بھی صحیح قول پر قرآن مجید کا پڑھنا حرام ہے کہ صرف کلی سے جنابت نہیں دور ہوتی جب تک تمام
غسل نہ ہو ۔۔ اور قرآن مجید وغیرہ جیسی معظمہ کتابوں کو ، بیوضو و جنبی وغیرہ جیسے ناپاکوں کا دیکھنا مکروہ نہیں کیونکہ اس پر چھونا
صادق نہیں آتا۔ اگرچہ معتبر صحیح قول پر آنکھوں میں بیوضوئی جنابت وغیرہ حلول کر جاتی ہے جسکا دہونا حرج کے باعث ساقط
ہو کر معاف ہو گیا ہے ۔۔ قرآن مجید کے علاوہ اور دعائیں کا ناپاک شخصوں کو پڑھنا مکروہ تحریمہ نہیں۔ بلکہ ان دعاؤں اور
اور ہر ذکر اللہ کیلئے وضو مستحب ہے نہ واجب ۔۔ اور باوضو معلم وغیرہ شخص کا بیوضو نابالغ کو قرآن مجید یا سیپارہ پڑھنے
کیلئے دینا یا کسی ضرورت کے باعث بیوضو نابالغ سے مانگنا موجب گناہ نہیں چونکہ بچپن ہی میں قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا

مصحف۔ میم کی "زبر" و "زیر" و "پیش" تینوں سے پڑھا جاتا ہے۔ مگر "پیش" مشہور ہے اور چونکہ قرآن مجید میں بہت سے صحیفے جمع ہیں اسلئے اسے "مصحف" بھی کہا جاتا ہے ۱۲ ق

غالباً مفید ثابت ہوتا ہے اور بچپن میں قرآن مجید کا لینا دینا مجبوری ہوتا ہے اور بچوں کو وضو کا حکم کرنے پر حرج و مانع تعلّم و تعلیم ہے تو ضرور وہ مکلف بھی نہیں اگر والی معلّم بچوں کو قرآن مجید کے چھونے سے نہ روکیں تو انہیں کوئی گناہ نہیں کہ روکنے سے نہیں پڑھائی سے محروم کرنا ہوتا ہے۔ بخلاف شراب وغیرہ منع شدہ چیزوں کے کھانے پینے وغیرہ کے استعمال کے کہ جب والی اور صاحب اختیار شخص دیکھ رہا ہو اور اس کا ماتحت اور بچہ حرام چیزوں کا استعمال کرے اور وہ اسے نہ روکیں تو بچہ غیر مکلف نابالغ ہونیکی وجہ سے گنہگار نہ ہوگا اور والی و متولی گنہگار ہوگا۔ ص ۱۶۴ تا ۱۶۵ کاغذ وغیرہ جیسی چیزوں کو کسی علیحدہ جگہ رکھکر بلا چھوئے بے وضو شخص کو آیت کا لکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اسیطرح بے وضو شخص کو کاغذ وغیرہ جیسی چیز پر کوئی چیز ہاتھ و کاغذ کے درمیان حائل رکھکر قرآن مجید لکھنا جائز ہے ورنہ مکروہ تحریمہ۔ اور مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں وضو سے لکھنا مستحب ہے ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔ بخلاف تختی وغیرہ جیسی چیز پر قرآن مجید لکھنے کی جائز ہے کیونکہ اُن پر صرف لکھی ہوئی آیت کا چھونا حرام ہے اور غیر لکھی ہوئی جگہ کا چھونا حرام نہیں۔ جنبی حیض نفاس والی کو سابقہ کتب سماوی توراۃ و انجیل و زبور وغیرہ کا چھونا کلام اللہ ہونیکے باعث حرام ہے چونکہ جو بدلی اور تحریف شدہ ہیں وہ غیر معین ہیں۔ اور معین خاص بدلی ہوئی آیت و جگہ کا چھونا جائز ہے ورنہ حرام۔ جیسے توراۃ کی اس یقینی بدلی ہوئی جگہ کا چھونا جائز ہو جسے سب سے اول ابن راوندی نے یہود کے لئے توریت میں (اُن کے دین کے دوامی اثبات کیلئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوی کے مقابلہ میں) گھڑ کر لکھا ہے ہٰذِہٖ شَرِیْعَۃٌ مُؤَبَّدَۃٌ مَّادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ۔ یعنی یہ شریعت موسوی قیامت تک ہمیشہ رہیگی۔ بعض شافعیہ نے جو کتب سماویہ سابقہ سے استنجا کرنیکا جواز لکھا ہے وہ بڑی بے احتیاطی ہے کیونکہ تمام کے بدلنے کی خبر اللہ تعالیٰ نے نہیں دی اور بعض کم تر غیر معین کی تبدیلی (کہ مبیح اور محرم جمع ہو جائیں تو احتیاطاً محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔ نیز روایت۔ دَعْ مَا يَرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يَرِيْبُكَ۔ کہ شکی بات کو چھوڑ کر یقینی پر عمل درآمد کرو) چھونے کی حرمت کو زائل نہیں کرتی اور انکا منسوخ ہونا قرآنی آیات کے منسوخ ہونے کی طرح) کلام اللہ سے خارج نہیں کرتا۔ اور جنبی وغیرہ جیسے کو دعاء قنوت کا بلا پاکی پڑھنا مفتیٰ بہ قول پر مکروہ نہیں چونکہ بالاجماع یقیناً یہ قرآن مجید نہیں جس نے اسے قرآن سمجھا ہے اسے وہم ہوا ہے۔ لیکن وضو ہر ذکر اللہ کیلئے مستحب ہے۔ اور جنبی کو قبل غسل ہاتھ منہ دھو کر کھانا پینا مستحب ہے ورنہ مکروہ تنزیہی ہوگا کیونکہ کلی کئے بغیر جو پانی منہ میں ڈالا جائیگا وہ مستعمل ہو جائیگا تو پھر اسی کو پیا جائیگا تو گویا مستعمل پانی اگرچہ پاک ہے لیکن تاہم اسکا پینا مکروہ تنزیہی ہے۔ اسیطرح بلا ہاتھ دھوئے کھانیکا حکم ہے کہ غالباً جنبی کے ہاتھ نجاست سے ملوث ہوتے ہیں۔ بعض کے نزدیک حیض و نفاس والی کا بھی یہی حکم ہے کہ کھاتے پیتے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اُسے مستحب ہے اور بعض کے نزدیک مستحب نہیں کیونکہ اس سے حیض کی نجاست نہیں نکلتی جب تک حیض بند نہ ہو۔ عورت سے جماع کرنے کے بعد قبل وضو یا قبل غسل مرد کو پھر عورت سے جماع کرنا جائز ہے۔ لیکن دوبارہ جماع کرنے سے پہلے مرد کا وضو یا غسل کرنا مستحب ہے۔ بالکل یہی حکم احتلام کے بعد عورت سے جماع کرنیکا ہے کیونکہ اس مسئلہ احتلام کے متعلق کوئی حدیث نہ قولی ثابت ہے نہ ہی فعلی (کیونکہ یہ تو محال ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام احتلام کے عارضہ سے پاک ہیں) بلکہ احتلام کو جنابت پر قیاس کیا گیا ہے۔ یہی قول معتبر ہے۔ کہ احتلام کے بعد وضو یا غسل سے قبل اپنی عورت سے وطی جائز ہے لیکن مذکورہ صورتوں میں جماع سے قبل مرد کو وضو یا غسل مستحب ہے۔ معلوم ہوا کہ عورت کیلئے وضو یا غسل مستحب نہیں۔ احقر ظاہر و محتاط تر قول میں بے وضو یا جنبی وغیرہ جیسے آدمیوں کو صرف اس تفسیر کا چھونا مکروہ تحریمہ ہے جسمیں تفسیر کی مقدار وغیرہ عبارت سے زیادہ یا برابر قرآن مجید لکھا ہو ورنہ نہیں۔ جیسے کسی تفسیر میں مطلق قرآن مجید ہی نہ لکھا ہو فقط تشریح آیات ہو۔ یا لکھا ہو مگر تفسیر اس سے زیادہ ہو۔ کتب حدیث وفقہ وغیرہ شرعی کتابوں کا بے وضو وغیرہ کو چھونا مکروہ نہیں لیکن تاہم ان کے چھونے و پکڑنے کیلئے وضو مستحب ہے۔ جو قرآن مجید پڑھنے کے قابل نہ رہے بوسیدہ وغیرہ ہو جائے تو اسے پاک کپڑے میں لپیٹ کر مسلمان میت کی طرح محفوظ غیر پائمال جگہ میں قبر لحد یا قبر شق بناکر دفن کرنا بہتر ہے۔ اگر یونہی مذکورہ محفوظ جگہ میں

ف۵ لیکن منی و مذی پیشاب وغیرہ جیسی نجاست سے بلا مرض جریان بول وغیرہ آلت کے ملوث ہونے پر دھو کر پھر جماع کرنا چاہئے ورنہ مکروہ ہے اگر عورت کی فرج ان مذکورہ

بلا قبر مذکورہ کھود کر دفن کر دے جب بھی جائز ہے ۔ قرآن مجید کے علاوہ باقی کتب تفاسیر و احادیث ۔ فقہ وغیرہ شرعیہ کے ناقابل خواندہ ہو جانے پر (ان سے اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جمیع ملائک کے نام محو کر کے) ان کو جلادیا جائے ۔ اگر بلا محو اسماء معظمہ اسی اصلی حالت سے بوجہ باندھکر پانی میں ڈالدی جائیں ۔ جب بھی کوئی حرج نہیں لیکن انکا بھی دفن کرنا اچھا ہے ۔ اور مطلق کافر خواہ نصرانی ہو یا یہودی یا کافر حربی یا ذمی وغیرہ کو اگرچہ غسل کے بعد ہی کیوں نہ ہو شیخین کے نزدیک قرآن مجید کے چھونے سے منع کیا جائے ۔ بخلاف محمدؒ کہ غسل کرنیکے بعد جائز ہے اور نصرانی وغیرہ کو قرآن مجید فقہ وغیرہ شرعی کتابوں کے پڑھانے میں کوئی حرج نہیں شاید کے ہدایت پا جائے (اس سے معلوم ہوا کہ کفار کا بعد غسل بلا چھوئے قرآن مجید کو پڑھنا بالاتفاق جائز ہے ۔ احقر) اور بلا ضرورت قرآن مجید و احادیث و تفاسیر وغیرہ کتب شرعیہ کا سر کے نیچے رکھنا مکروہ ہے ۔ اگر حفاظت کی غرض سے رکھے تو مکروہ نہیں ۔ ایسے ہی بلا ضرورت علاوہ قرآن مجید کے کتب شرعیہ پر دوات رکھکر لکھنا بضرورت جائز ورنہ مکروہ ہے ۔ . . . . . اور بعض شافعیہ نے کسی انسان یا جانور کے بھوک پیاس سے مرنیکے خطرہ سے بضرورت کہ اور کوئی چیز نہ ہو جس سے کام لیا جائے اور کھانے پینے کی چیز اونچی جگہ ہو تو مصحف شریف سے کام لیکر وہ کھانے پینے کی چیز اتار کر انسان یا حیوان کی روح بچانا جائز کہا ہے کہ بغرض احراھمؒ (بلا شائبہ عدم احترام) ملحوظ ہے (یہ عقلی صورتیں ہیں جو مشاہدات میں متحقق الوجود کم ہوتی ہیں تاہم حتے الامکان حرمت ملحوظ نظر رہے ۔ احقر) ایسے ہی کشتی غرق ہوتے وقت دریا میں قرآن مجید ڈالنے کی ضرورت پڑ جائے تو جانیں بچانیکے لئے قرآن مجید کا دریا میں ڈالنا جائز ہے ۔ ایسے ہی جان کے قتل خطرہ سے بچنے بظاہر بت کو سجدہ کرنا جائز ہے نہ دل و عقیدہ سے کہ وہ کفر ہے ۔ اور مذکورہ ذیل متفرق کتابوں کا بطریق ذیل . . . . اوپر نیچے رکھنا مستحب ہے کہ پہلے علم صرف نحو و لغت کی کتابیں رکھکر ان پر معتبر خواب نامے (مصنفہ ابن سیرین و ابن شاھین وغیرہ چونکہ نیک خواب بھی نبوۃ کی اجزاء میں سے ایک جزء ہے) پھر ان پر علم کلام کی کتابیں ۔ پھر ان پر علم فقہ کی وہ کتابیں جنمیں آیات و احادیث کا ذکر زیادہ ہو پھر ان پر وہ وعظ کی کتابیں جنمیں کچھ آیات بھی لکھی ہوں پھر ان پر احادیث کی کتابیں پھر ان پر علم قرءت کی پھر ان پر وہ کتب تفاسیر رکھی جائیں جنمیں آیات بھی لکھی ہوں پھر ان کے اوپر قرآن مجید ۔ جس روپے پیسے وغیرہ جیسی چیز پر آیت لکھی ہو بلا توڑے اسکا پگھلانا مکروہ تحریمہ ہے اور توڑنے کے بعد کلمات کے متفرق ہو جانے پر چھونے کی طرح پگھلانا بھی جائز ہے ۔ اور جن بلا غلاف تعویذوں میں آیت لکھی ہو انکا بیوضو ناپاک شخص کو چھونا اور پاخانہ میں لیجانا مکروہ تحریمہ ہے اگر ان پر کوئی جدا غلاف موم یا صیبتلیا ٹری یا چاندی یا کپڑے وغیرہ جیسی چیز کا چڑھا ہوا ہو تو پھر اس کا چھونا اور پاس رکھنا ناپاک شخص کو بھی جائز ہے ایسے ہی اس صورت پر پاخانہ میں لیجانا بھی جائز ہے مگر نہ لیجانا بہتر ہے ۔ لہذا معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی آیات کا بغرض دعا و ثنا لکھنا قرآن ہونے سے خارج نہیں کرتا کیونکہ بیوضو ناپاک کو انکا چھونا وغیرہ بھی ناجائز ہے اور وہ آیات بہ نیت دعا و ثنا ناپاک اشخاص کو بھی پڑھنی جائز ہیں ۔ تو نیت ثنا و دعا آیات کے پڑھنے میں جواز کا تغیر پیدا کر دیتی ہے کہ وہ دعائی و ثنائی آیات ناپاکوں کو پڑھنی جائز ہو جاتی ہیں ۔ لیکن لکھنے و چھونے میں وہ نیت تغیر نہیں پیدا کرتی لہذا انکا لکھنا و چھونا ناپاک کو ناجائز ہے ۔ اور جس قلم سے قابل تعظیم کلمات وغیرہ اسما لکھے جائیں اس کا برادہ چاقو وغیرہ سے چھیل کر پائمال و بے ادبی کی جگہ پر نہ ڈالا جائے کیونکہ وہ قابل احترام ہے علاوہ ازیں نفس حروف ہجا (حروف ہجا قرآن مجید کے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اترے ہیں جنہیں قرآن کہا گیا ہے لہٰی قابل احترام ہیں) ۔ لہذا کلام الناس لکھنے والی قلم کا برادہ نیز کلام الناس کا رقعہ بھی بے ادبی کی جگہ پائمال جگہ پر پھینکنا احترام حروف ہجا کے باعث ٹھیک نہیں بخلاف نئی قلم کے برادہ کے کہ اس کا نیچے ڈالدینا بلا کراہت جائز ہے اور مسجد کا خس و خاشاک و کوڑا کرکٹ بھی بے ادبی و پائمال جگہ پر ڈالنا مکروہ تنزیہی ہے

کیونکہ یہ بھی قابلِ تعظیم ہے ۔۔ فقہ کی کتاب کے کاغذ کی پڑیا بنانی ناجائز ہے۔ اور کُتبِ طب کے کاغذ کی پڑیا جائز ہے۔ اگر اس میں اسمائے قابلِ تعظیم نہ ہوں ورنہ انہیں محو کرکے (خواہ کھُرچ کر یا اُن پر سیاہی سے قلم مار کر) پڑیا بنانی جائز ہے ۔۔ اور قرآن شریف کے کلمات اور اسماء الٰہی کے علاوہ باقی کُتبِ شرعیہ کے کلمات کا تھوک سے بجھانا جائز ہے۔ اور کلماتِ قرآنیہ و اسماء الٰہی کا تھوک سے بجھانا (ترکِ تعظیم کے باعث) مکروہ ہے لیکن زبان سے اس کا چاٹنا یا کاغذ ہی کا نگل جانا ۔۔ جائز ہے ۔۔ اور جس مکان میں کھلا قرآن مجید (طاق و ٹانڈ اور کارنس وغیرہ پر (کہ ٹرنک و الماری وغیرہ میں بند نہ ہو) رکھا ہو معتبر قول پر اس مکان میں بھی عورت سے جماع جائز ہے کہ غالباً مسلمانوں کے گھر اس سے خالی نہیں ہوتے اور اس کے منع پر حرج ہے ۔۔ جس بستر وغیرہ جیسی چیز پر آیات وغیرہ کے قابلِ تعظیم اسماء یا کلمات لکھے ہوں اُسکا بچھانا اور استعمال حرام ہے۔ جس بستر وغیرہ پر الملک للہ وغیرہ جیسے الفاظ تحریر ہوں اُنکا بچھانا اور استعمال کرنا مکروہ تحریمہ ہے۔ لیکن پردوں وغیرہ پر تبرک یا زینت کیلئے لکھنا (الغرض جسمیں بے ادبی نہ ہو) مکروہ نہیں۔ اسیطرح کلام الناس (بغیر اسماء و کلمات معظمہ) جن چیزوں پر لکھی ہو ان چیزوں کا استعمال احسن اور اوسع قول کے بموجب بلا کراہت جائز ہے لیکن تاہم بے ادبی سے بچانا بہتر ہے کہ نفس حروف بھی قابلِ تعظیم ہیں ۔۔ اشرفی روپوں پیسوں اور محرابوں اور مساجد کی دیواروں اور پنکھوں وغیرہ پر قرآن مجید و اسماء اللہ تعالیٰ کا لکھنا بعض کے نزدیک بوجہ احتمال بے ادبی مکروہ اور بعض کے نزدیک محلِ تعظیم نہ ہونے پر مکروہ نہیں (لہٰذا نہ لکھنا بہتر ہے کہ حروف کے گر جانے وغیرہ سے بے ادبی کا احتمال ہوتا ہے ۔۔ احقر) ۔۔

یہ باب پانیوں کے احکام کے بیان میں ہے (ص ۱۶۵ تا ۱۷۴)

باب۔ لغت میں اس چیز کو کہا جاتا ہے کہ جس سے کسی شیٔ وغیرہ کیطرف رسائی حاصل ہو اور دروازے کو بھی "باب" اسلئے کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے مکان وغیرہ کے اندر رسائی حاصل ہوتی ہے (احقر) اور اصطلاح علماء میں علم کے ایک ایسے مخصوص جملہ مسائل کے مجموعہ کا نام ہے جو غالباً متفرق مسائل اور فصول پر مشتمل ہوتا ہے۔ پانی ایک لطیف جسم بہنے والی چیز کا نام ہے جو بالطبع حیوانات و نباتات کے بڑھاؤ و پرورش کا سبب ہے ۔۔ اگرچہ بعارض نہ ہو جیسے گرم یا نمکین پانی وغیرہ کہ گرمائی و نمکینی کے عارض ہونیکے باعث مانع نمو ہے ۔۔ جنابت و حیض و نفاس و بے وضوئی کی ناپاکی مطلق پاک پانی (یعنی بارش اور ندی و نہر (یعنی کنٹھا) چشموں و کنوؤں و دریاؤں کے پانی) سے دور و دفع ہو جاتی ہے۔ جنمیں پگھلی ہوئی برف و یخ اور ژالہ (اولے) کا پانی بھی شامل ہے کہ اس سے طہارت جائز ہے اگر برف وغیرہ مذکورہ چیزیں پگھلی ہوئی نہ ہوں تو طرفین کے صحیح تر قول میں طہارت وضو وغیرہ ناجائز ہے اور شبنم سے وضو کیا جائے تو یقیناً جائز ہے کیونکہ صحیح قول میں یہ پانی ہے دوسرا قول کہ کسی جانور کے سانس کی تری سے ہے غیر معتبر ہے لیکن حیوان کی طرح کی صورت سے جو برف وغیرہ جیسی اشیاء میں پائی جاتی ہے اور اس سے جو پانی وغیرہ نکلے تو جب تک اسکا خونی حیوان ہونا ثابت نہ ہو پانی ناپاک نہیں ہوتا لیکن اس پانی وغیرہ سے نجاست حکمی کا دور کرنا جائز نہیں اگرچہ وہ غیر خونی ہی حیوان ہو ۔۔ اور جنبی حیض نفاس والی کو زمزم کے پانی سے نہانا بلا کراہت جائز ہے بخلاف امام احمدؒ کہ وہ مکروہ کہتے ہیں لیکن نجاستِ حقیقی ظاہری کا اس سے دھونا بے ادبی کے احتمال کے باعث مکروہ ہے جیسے ماءِ زمزم سے استنجا کرنا یا بدن و کپڑے وغیرہ سے ناپاکی کا دھونا ۔۔ اور سورج کے گرم شدہ پانی سے احناف و شوافع کے نزدیک طہارت وضو وغیرہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ بخلاف مالکؒ و احمدؒ کے کہ انکے نزدیک مکروہ نہیں۔ مکروہ اسلئے ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے پانی کے استعمال سے مرض برص کے خطرہ کے باعث منع فرمایا ہے ۔۔ اور امام احمدؒ کے نزدیک نجاست غلیظہ کے گرم کردہ پانی سے وضو وغیرہ مکروہ ہے ۔۔ اور نمک کے پانی سے صحیح قول پر مطلقاً طہارت وضو وغیرہ ناجائز ہے خواہ وہ پانی جم کر نمک بننے کے بعد پگھلے یا نہ یہی صحیح ہے ۔۔ اور مطلق پودوں (کہ تنہ دار ہوں یا بیلدار) اور میووں (جیسے کیلا خربوزہ تربوزہ انگور وغیرہ) کے پانی سے خواہ

خود بخود بلا نچوڑے نکلے اس سے بھی معتبر راجح قول پر نجاست حکمی کا دہونا دور کرنا ناجائز ہے یعنی اس سے پاکی نہیں آتی۔ اگر مذکورہ پودوں میووں سے کوئی اپنے آپ عرق بخوڑ کر نجاست حکمی دور کرے یعنی وضو وغسل وغیرہ کرے تو بالاتفاق ناجائز ہے۔ لیکن بدن کپڑے وغیرہ سے نجاست حقیقی کا دہونا اس پانی سے بلا کراہت جائز ہے اگر پانی نہ ہو ورنہ اسراف ہونیکے باعث مکروہ ہوگا۔ احقرؔ) مطلق پانی (جو پہلے گذر چکا ہے) سے بالاتفاق حدث حکمی بیوضوئی وغسل جنابت حیض ونفاس اور نجاست حقیقی بھی دور ہو سکتی ہے۔ اور پانی مقید یعنی درختوں میووں کے پانی سے بالاتفاق حدث حکمی وضو وغسل جنابت وحیض ونفاس ناجائز اور نجاست حقیقی کا ازالہ (دور کرنا) جائز ہے۔ حدث حکمی یعنی بیوضوئی وجنابت حیض ونفاس اس پانی سے بھی دور نہیں ہو سکتی جس پانی میں پاک چیز صرف ملجانے یا پکائے جانے سے (جس چیز سے صفائی مقصود نہ ہو جیسے شوربا و لوبیا کا پکایا ہوا پانی) پانی مغلوب ہو کر اپنے نام (پانی) سے خارج ہو جائے کیونکہ مختار قول پر وہ پانی مقید ہو جاتا ہے خواہ کوئی صفت نہ متغیر ہو اور جریان بھی ہو اگر پانی میں اُشنان (میل کاٹنے والی گھاس) یا صابون وغیرہ میل دور کرنیوالی اشیاء ملائی جائیں تو جب تک پانی میں جریان رہے اس سے نجاست حکمی وحقیقی سب زائل ہو جاتی ہیں۔ اگر وہ پانی بالکل گاڑھا ہو جائے تو پھر اس سے کسی نجاست کا ازالہ جائز نہیں خواہ حقیقی ہو یا حکمی۔ اگر پانی کسی پاک چیز کے ملجانے سے گاڑھا ہو جائے جیسے کھجور وغیرہ ڈالنے پر اگر اس پانی میں جریان باقی نہ رہے اور پانی کا نام بدل جائے تو اس سے نجاست حکمی بیوضوئی جنابت وغیرہ کا ازالہ جائز نہیں۔ اسیطرح جب پانی میں اس قدر زعفران پھٹکڑی یا مازو ملجائے کہ زعفران سے رنگ چڑھ سکے اور دوسری چیزوں کے پانی سے نقش بن سکیں تو اس پانی سے بھی بوجہ مقید ہو جانے و تبدیلی نام وضو وغسل ناجائز ہوگا اگرچہ اس کا جریان باقی رہے حاصل کلام یہ کہ اگر پانی میں پانی کی طرح پاک سیال بہنے والی چیز ملجائے۔ تو وہ چیز خالی نہ ہوگی یا پانی سے تمام صفات میں جدا ہوگی یا نہ اگر جدا ہوئی تو اس کی مثال سرکہ ہے کہ لذت رنگ بو سب میں پانی سے جدا ہے۔ اگر سرکہ پانی میں ملجائے تو اکثر اوصاف پانی کے تغیر سے وضو وغسل ناجائز ہوگا ورنہ نہیں یعنی دو صفات متغیر ہونے پر مقید پانی کا اطلاق ہو کر حدث حکمی کی پاکی ناجائز ہوگی۔ اگر وہ ملی ہوئی چیز پانی کے بالکل مغائر نہ ہو بلکہ بو نہ ہونے میں پانی کے موافق ہو اور باقی دو صفتوں میں مخالف جیسے دودھ تو اس پانی کے ایک وصف رنگ یا مزا کی تبدیلی سے بھی طہارت حکمی ناجائز ہے۔ اور یہی حکم ہے ایک قسم کے خربوزہ کے پانی کا کہ وہ بو و رنگ نہ رکھنے میں پانی کے مشابہ اور مزہ میں مخالف ہے تو اس صورت میں پانی کے مزہ بدلجانے پر طہارت حکمی ناجائز ہوگی۔ اگر پانی میں ملنے والی دوسری شئی بالکل پانی کے مماثل ہو جیسے مستعمل پانی تو جونسا پانی اجزاء زیادہ ہوگا اس کا اعتبار ہوگا اگر غیر مستعمل پانی اجزاء زیادہ ہے تو طہارت حکمی جائز ہوگی ورنہ ناجائز یعنی اگرچہ غیر مستعمل پانی مستعمل کے برابر بھی ہو جب بھی ازالہ بیوضوئی وجنابت وغیرہ ناجائز ہے۔ یہی حکم حلال چارپائے کی (جگالی) منہ سے ٹپکتے پانی اور پھولوں کے غیر خوشبودار پانی کا ہے کہ اگر پاک پانی میں ملجانے پر یہ کم ہوں اور دوسرا پانی اجزاء زیادہ ہو تو ازالہ حدث جائز اگر برابر ہی ہو نا جائز۔ اور چھینے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے جس سے نماز پڑھی جا سکتی ہے (کیونکہ نماز کا جواز اعضاء طہارت کے دُھلنے پر موقوف ہے جو متحقق ہو گیا ہے) اگرچہ ایسا کام کرنا حلال نہیں بلکہ منع ہے (فعل حرام کے ارتکاب کے باعث اس نماز کو جائز پانی سے وضو کر کے لوٹانا چاہیئے۔ احقرؔ) مذکورہ مسئلہ پانی میں مستعمل مماثل پانی کے غیر مستعمل پانی میں ملجائے پر پاک پانی کے اجزاء کثیر ہونے پر جواز وضو وغیرہ کا حکم دیا جانا معتبر قول میں مذکورہ ذیل دونوں صورتوں پر شامل ہے۔ ایک یہ کہ مستعمل پانی پاک پانی میں باہر سے ملے دوسرے یہ کہ قلیل کم از دہ در دہ وغیرہ پانی کے اندر ہی کوئی وضو یا غسل کرے۔ گویا جب تک یقیناً پاک پانی اجزاء مستعمل پانی سے زیادہ ہوگا اس سے وضو وغیرہ جائز ہے خواہ دہ دردہ وغیرہ سے پانی قلیل ہو۔ لیکن تاہم دوسری صورت میں وضو وغیرہ کے جائز و ناجائز ہونے میں اختلاف پائے جانے کے سبب سے ازروئے

جاری کے حکم میں ہے۔ احقر۔ یعنی خواہ جس پانی میں غسل یا وضو کیا جا رہا ہے دہ دردہ وغیرہ حد سے (جو جاری پانی کے حکم میں ہوتا ہے) کم ہو تا بھی غیر مستعمل پانی کے زیادہ ہونے پر وضو وغیرہ جائز ہے اگرچہ بہتر یہ ہے کہ پانی باہر نکال کر غسل اور وضو کیا جائے ۱۲ منہ

احتیاطاً وضو وغسل حوض سے باہر کرکے مستعمل پانی باہر ہی ڈالنا بہتر ہے۔ کیونکہ جو حضرات ناجائز کہتے ہیں وہ
کہتے ہیں کہ قلیل پانی میں مستعمل پانی پڑ جانے سے سب پانی مستعمل ناقابل طہارت وضو وغیرہ ہو جاتا ہے۔ دوسرے کہتے ہیں کہ جب تک
یقیناً پانی مستعمل ہو کر اجزاء برابر نہ ہو جائے وضو وغیرہ جائز ہے جو بھی دفع حرج کے باعث معتبر و قوی ہے۔ لہٰذا جن
مساجد کے حوض دہ در دہ یا رائے مکلف سے چھوٹے ہوں اور ان سے پانی بند ہو گیا ہو تو اس حالت میں یہ بہتر ہے کہ حوض سے
پانی لیکر باہر غسل اور وضو کیا جائے کہ مستعمل پانی باہر نکل جائے۔ اگر کھڑے کم مقدار پاک پانی میں خشکی کے وہ جانور مرجائیں جنمیں
خون نہیں۔ یا خون ہے لیکن جاری نہیں ہوتا (جیسے عام مکھی اور شہد کی مکھی اور بھڑ و مچھر و بچھو اور جوں و پسو اور چھوٹی
چھپکلی۔ کھٹمل وغیرہ) تو پانی ناپاک نہیں ہوتا جس سے وضو وغیرہ و بدن کپڑا دھونا جائز ہے۔ اور خون والے جانوروں کا قلیل
پانی میں مرنا جیسا خون کے باعث پانی کو ناپاک کر دیتا ہے۔ اور ریشم کے کیڑے کا قلیل پانی میں مرجانا ناپاک نہیں کرتا۔ اسی طرح
اگر ریشم کا کیڑا کچلا جا کر بدن یا کپڑوں پہ لگ جائے یا پانی میں پڑ جائے تو ناپاک نہ کرے گا اسیطرح اسکے انڈے و بیٹ بھی
ناپاک نہیں اگر قلیل پانی میں پڑ جائے یا کپڑوں و بدن پر لگ جائے تو ناپاک نہ کریگی۔ لیکن بیٹ کے پاک ہونے میں اختلاف
ہے۔ اگر نجاست سے پیدا شدہ کیڑا قلیل پانی میں (اس پر سے ظاہری نجاست دھو لینے کے بعد) مرجائے تو بالاتفاق
پانی کو ناپاک نہ کریگا۔ لیکن دھوئے بغیر اگر صرف پانی میں گر ہی جائے جب بھی معتبر قول پر ناپاک کر دے گا اگرچہ نہ مرے اور
معتبر قول پر مقعد (دبر) سے مطلق کیڑا لیگا پورا نکلنا خواہ اسپر نجاست دکھائی دے یا نہ وضو کو توڑ دیتا ہے۔ کیونکہ اغلب
اوقات اس پر نجاست ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ کیڑا دھوئے بغیر قلیل پانی میں صرف گرتے ہی اسے ناپاک کر دیگا۔ اگر قلیل پانی میں پانی کا
پیدائشی جانور مرجائے تو بالاجماع پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ جیسے دریائی کتا و خنزیر اور ہر قسم کی مچھلی و کیکڑا اور مینڈک اور پانی
کا سانپ وغیرہ قلیل پانی میں مرجائیں تو صحیح قول پر پانی ناپاک نہ ہوگا۔ غرض پانی کے پیدائشی جانور کا مطلقاً قلیل پانی میں مرجانا
خون نہ ہونے کے باعث پانی کو ناپاک نہیں کرتا خواہ وہ جانور پانی سے نکالے جانے پر فی الفور مرجائے یا نہ جیسے پانی کا کیکڑا
و مینڈک کہ یہ فی الفور نہیں مرتے۔ اور جو جانور خشکی پر پیدا ہو کر پانی میں رہیں۔ جیسے بطخ و مرغابی وغیرہ تو ان کا قلیل پانی
میں مرجانا اصح قول پر ناپاک کر دیگا کیونکہ ان میں خون ہے اور خشکی کے جانور ہیں۔ لیکن انکا قلیل پانی کے علاوہ گھی و تیل
و دودھ و سرکہ وغیرہ سیال (بہنے والی) اشیاء میں مرجانا بالاتفاق ناپاک کر دیتا ہے۔ اور خشکی کی خوندار چیزوں سے جیسے بڑی چھپکلی
و مینڈک (جس کی انگلیوں میں جھلی نہیں ہوتی۔) اور سانپ وغیرہ کا قلیل پانی میں مرجانا پانی کو ناپاک کر دیتا ہے۔ اگر خشکی
کی غیر خونی اور پانی کی پیدائشی اشیاء مطلقاً (خواہ خوندار ہوں یا نہ) خشکی پر مرجانے کے بعد انہیں قلیل پانی میں پھینکدیا جائے وغیرہ
و پانی کو مطلقاً ناپاک نہیں کرتیں اگر وہ مذکورہ چیزیں پانی میں پھٹ پھول جائیں یا باہر سے ایسی حالت میں ڈالی جائیں
تو پھر وہ اگر مینڈک وغیرہ کی طرح ہوں تو اس پانی سے صرف پینا کھانا انکے گوشت کی حرمت کے باعث مکروہ تحریمہ ہے
مگر وضو و غسل و کپڑے و بدن کا دھونا جائز ہے۔ اور تمام پاک سیال چیزوں کا حکم بنا بر قول اصح کمی بیشی اور پاک رہنے
اور ناپاک ہو جانے میں پانی جیسا ہے کہ جس چیز سے جس قدر پانی ناپاک ہو جاتا ہے وہ بھی ناپاک ہو جاتی ہیں جس سے جسقدر پانی
ناپاک نہیں ہوتا یہ بھی ناپاک نہیں ہوتیں۔ جیسے انگور وغیرہ کا نچوڑ و شیرہ دہ در دہ وغیرہ کی مقدار ہو تو اس میں نجاست
پیشاب وغیرہ کا پڑنا مطلقاً ناپاک نہیں کرتا جب تک اس نجاست کا اثر نہ معلوم و محسوس ہو۔ ایسے ہی انگور وغیرہ کے
پاؤں وغیرہ سے مسلے ہوئے خون نکل کر اس کے نچوڑ میں ملجانیکا حکم ہے کہ جب تک اثر خون نہ ظاہر ہو مطلقاً ناپاک نہیں ہوتا۔
علاوہ اس پانی وغیرہ سیال چیزوں کے کہ جنمیں آبی یا بے خونی مینڈک وغیرہ کی طرح کی چیزیں پھول پھٹ جائیں کہ ان کا استعمال
صرف کھانے پینے میں اجزاء مینڈک وغیرہ کے دکھائی دینے اور انکے گوشت کی حرمت کے باعث مکروہ تحریمہ ہے بخلاف

۵ خواہ اس کا اپنا ذاتی خون ہو جیسے بڑا مچھر بڑا کھٹمل وغیرہ یا کسی دوسری چیز سے چوس لے جیسے بڑی جونک ۲ خواہ اس میں خون ہو یا نہ کیونکہ ان میں جو خون ہے
۵ لیکن خشکی کی ان اشیاء کا جن میں خون نہیں ہوتا قلیل پانی میں مرنا پانی کو ناپاک نہیں کرتا

خون و پیشاب وغیرہ کے انگور وغیرہ کے شیرہ میں کہ خون وغیرہ اس میں غائب معدوم و لاشے ہو جاتا ہے ٭ کثیر پانی یعنی دہ در دہ
ویرانے مکلّف وغیرہ جو جاری پانی کے حکم میں ہے۔ اگر کسی ناپاک چیز کے پڑ جانے سے اس کی تین صفتوں سے ایک
ہی صفت بدل جائے تو جاری پانی کی طرح بالاجماع ناپاک ہو جائے گا ٭ لیکن قلیل پانی صرف ناپاک چیز کے پڑ جانے ہی سے
بلا تغیر کسی وصف کے ناپاک ہو جاتا ہے بخلاف مالکؒ کے کہ وہ اسے بھی تغیر صفت پر ناپاک کہتے ہیں (اور امام شافعیؒ کے نزدیک
جو پانی چھ سو سیر کی مقدار ہو وہ کثیر کہلاتا ہے جو کسی نجاست سے بلا اثر نجاست ناپاک نہیں ہوتا۔ اور اس مقدار سے کم پانی قلیل ہونیکے
باعث نجاست سے ناپاک ہو جاتا ہے) جو پانی صرف بہت مدت ٹھہرا رہنے کے باعث بلا وقوع ناپاکی بدبو ناک ہو جائیگا تو وہ
پاک ہے جس سے وضو غسل وغیرہ جائز ہے ٭ اگر غالب گمان سے معلوم ہو جائے کہ یہ بدبو کسی ناپاک چیز کے پڑنے سے پیدا ہوئی
ہے تو پھر ناپاک ہو جائیگا۔ ایسے ہی حوض ناپاکی کے شک سے ناپاک نہیں ہو جاتا جب تک یقین یا غالب گمان ناپاکی کا نہ ہو۔ اور
نہر کی موجودگی میں حوض سے وضو کرنا (معتزلہ کی غلطی کے اظہار کے باعث) افضل ہے۔ کہ انکے نزدیک بڑا حوض بھی وضو
غسل سے ناپاک ہو جاتا ہے جب مستعمل پانی پھر اسی میں چلا جائے اور قول معتزلہ خلاف ادلہ قویہ ہے اور اہل سنت والجماعت
نزدیک وہ حوض ناپاک نہیں ہوتا۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ حوض کے پاک پانی کی ہر جزو میں مستعمل ناپاک پانی کی جزو ملکر سب کو ناپاک کر دیتی
ہے۔ اور اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک اس طرح نہیں ہوتا کہ یہ خلاف عقل و نقل ہے لہٰذا جب تک مستعمل پانی اجزاء غیر مستعمل
پانی کے برابر یا زائد نہ ہو جائے تب تک وہ حوض وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا۔ اور بعض حضرات نے حوض سے بہ نسبت نہر وضو کی جو
افضلیت معتزلہ کے نزدیک جزء لایتجزیٰ کے نہ موجود ہونے اور اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک جزء لایتجزیٰ کے موجود ہونے
پر بطریق ذیل بیان کی ہے کہ معتزلہ کے نزدیک مستعمل پانی کی جدا جدا جزء نہ موجود ہونیکے باعث۔ وہ مستعمل پانی دوسرے پاک
پانی میں ملکر تمام کو ناپاک کر دیتا ہے۔ اور اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک جزء لایتجزیٰ موجود ہے لہٰذا مستعمل کی جزء فی نفسہ موجود ہے
تو جب تک مستعمل پانی اجزاءً برابر یا زائد نہ ہو جائے وضو وغیرہ اس سے جائز ہے) وہ مورد اعتراض ہے یہ کہ اہل سنت والجماعۃ
کے نزدیک جزء لایتجزیٰ موجود ہونے پر دہ در دہ سے کم پانی بھی ناپاک نہ ہو جب تک مستعمل پانی غیر مستعمل پاک پانی کے
برابر یا زائد نہ ہو۔ نیز معتبر قول پر مستعمل پانی پاک ہے لیکن وضو و غسل حدث حکمی کو پاک و دور نہیں کرتا بلکہ جزء لایتجزیٰ میں
مسلمانوں اور کفار فلاسفہ کے مابین اختلاف ہے کہ فلاسفہ کفار جزء لایتجزیٰ کو دلائل سے معدوم ثابت کر کے اس کے نہ موجود
ہونے پر۔ جہاں کے قدیم اور مردوں کے دوبارہ پیدا نہ ہونے وغیرہ وغیرہ جیسی کفریات کا اثبات کرتے ہیں۔ اور مسلمان متکلمین
جزء لایتجزیٰ کے وجود پر دلائل پیش کر کے اُسے موجود قرار دیکر کفار کے اباطیل کی بنیاد بدیں طور اکھیڑتے ہیں کہ ہر چیز کی جزء لایتجزیٰ
انقسام جزء کی طرف متناہی ہوتی ہے اور جب متناہی ہوئی تو وہ حادث ہوئی اور حادث موجد کا محتاج ہے جو اللہ تعالیٰ ہے
لہٰذا معتزلہ کیطرف عدم جزو کی نسبت ٹھیک نہیں کیونکہ وہ مطلقاً اہل سنت والجماعۃ کے مخالف نہیں ورنہ قطعاً کافر ہوتے علاوہ
ازینکہ وہ ہمارے اہل قبلہ سے ہیں اور فروعات میں ہمارے مذہب کے مقلد ہیں۔ لہٰذا جب تک انکے کفر کی تصدیق نہ ہو جائے
کافر کہنا گناہ ہے ٭ پانی میں بلا پکائے مطلق پاک چیز کے ملنے پر خواہ وہ جنس زمین سے ہو جیسے مٹی وغیرہ۔ یا صفائی زیادہ
کرنے والی ہو۔ جیسے اشنان گھاس و صابون وغیرہ۔ یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز زعفران وغیرہ سے ہو۔ تو جب تک ان کے
ملنے سے پانی کا نام نہ بدلے ازالہ حدث یعنی وضو و غسل وغیرہ جائز ہے اگر صابون و اشنان سے پانی گاڑھا ہو کر قابل جریان
نہ رہے یا زعفران ملا ہوا پانی رنگ دینے لگے تو اس پانی سے وضو و غسل ناجائز ہے کیونکہ یہ پانی نہیں رہا کہ اسکا نام بدل گیا ہے
اور جریان نہ رہنے پر تو بالکل دھونے کے قابل ہی نہیں رہا ٭ اسیطرح کھجوروں کے نچوڑ سے بھی وضو و غسل ناجائز ہے کہ اسے پانی
نہیں کہا جاتا بلکہ شیرہ انگور جس پانی میں پاک چیز مل جیسے درختوں کے پتے وغیرہ میوہ جات پڑ کر پانی کے تینوں صفات

(تبدیل دیں لیکن اس کا جریان باقی ہو اور پانی بھی کہلائے تو صحیح تر قول یہی اس سے وضو غسل وغیرہ جائز ہے چونکہ فقہا و مشائخ
نے ایسے پانی سے وضو و غسل وغیرہ کیا ہے۔ اور جاری پانی میں جاری وہ ہے جو عرفاً جاری سمجھا جائے۔ یا کوڑا کرکٹ بہا لیجائے
اول تعریف اصحّ و اظہر۔ اور دوسری مشہور تر ہے خواہ برابر جاری رہے یا پیچھے سے بند کر دیا جائے وغیرہ ادھر آگے سے جاری ہو
یہ بھی اصح قول پر جاری ہے) نجاست دکھائی دینے والی (جیسے مردار وغیرہ) یا نہ دکھائی دینے والی (جیسے شراب و انسان
و حرام جانوروں کا پیشاب) کا پڑ جانا مفتٰی بہ مختار قول پر پانی کی پاکی کو مانع نہیں (اگر کوئی نیچے سے وضو وغیرہ کر رہا ہو اور اوپر
سے پانی میں نجاست واقع ہو تو وضو وغیرہ جائز ہے) جب تک اس نجاست کا اثر کسی ایک صفت میں، تین اوصاف پانی میں سے
ظاہر نہ ہو (جب ظاہر ہو جائے ناپاک ہو جائیگا) خواہ تمام پانی مردار سے ٹکر کر جائے یہ قول ابو یوسف رح کا ہے جو یہ بھی
صحیح ہے بخلاف طرفین رح کے کہ انکے نزدیک آدھا یا اکثر پانی مردار سے ٹکرا نیکی صورت میں بھی اگرچہ پانی کی کوئی صفت نہ بدلے
وضو وغیرہ ناجائز ہے۔ یہ قول صحیح اَحْوَط ہے جس پر غیر ضروری مواقع میں عمل کرنا چاہیے اگر آدھے سے کم مقدار پانی مردار سے ٹکرائے تو
بالاتفاق ناپاک نہیں ہوتا۔ اگر ایک برتن سے ناپاک اور دوسرے سے پاک پانی اونچی جگہ سے ایسے طرح گرائے جائیں کہ درمیان
میں آ کر وہ باہم مل جائیں تو جاری کے حکم میں ہو کر سب پانی پاک کہلائیگا اگر نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو۔ اسیطرح اگر ناپاک
زمین پر اس قدر پاک پانی گرایا جائے یا بارش ہو جائے کہ تین ہاتھ تک پانی جاری ہو جائے تو وہ زمین اور پانی۔ جاری ہونیکے
باعث دونوں پاک ہو جائیں گے ورنہ کوئی چیز پاک نہ ہوگی۔ اگر پرنالے سے دور چھت پر نجاست ہو اور بارش کے برسنے سے
پرنالہ جاری ہو جائے تو یہ پانی بالاتفاق پاک ہوگا جب تک اثر نجاست نہ ظاہر ہو یا آدھا پانی نجاست سے ٹکر کر نہ آئے
اگر آدھا یا اس سے زیادہ پانی نجاست سے ٹکرا کر آئیگا تو طرفین رح کے مختار قول پر اگرچہ اثر نجاست نہ معلوم ہو ناپاک شمار ہوگا۔
یہی حکم ہے پرنالے کے قریب کی نجاست کے موجود ہونیکا کہ ابو یوسف رح کے نزدیک بلا اثر نجاست ناپاک نہ ہوگا خواہ تمام پانی
نجاست سے ٹکر آئے۔ بخلاف طرفین رح کے کہ انکے نزدیک نصف پانی بھی ٹکرے گا تو احتیاطاً ناپاک ہوگا۔ اگر کوئی شخص
کسی حوض سے نالی بنا کر پانی جاری کر کے اس پانی سے وضو کر کے اسی نالی میں ڈالدے کہ پھر وہ پانی آگے تھوڑی دور جا کر
ایک جگہ جمع ہو جائے۔ پھر وہاں سے کوئی نالی بنا کر اسیطرح کوئی وضو کرے تو وضو جائز ہوگا اسیطرح علیٰ ہذا القیاس جتنے آدمی
وضو کریں پانی مستعمل نہیں ہوتا۔ کیونکہ جاری کے حکم میں ہے بشرطیکہ مستعمل پانی نالی ہی میں گر کر جاری ہو۔ ایسے ہی اگر کوئی
شخص پرنالے کی اوپر کی طرف سے بجرائے پانی میں چلو سے پانی ڈال رہا ہو اور اس جاری پانی سے کوئی شخص وضو کرکے
مستعمل پانی وہاں ہی مجرائے پانی میں ڈالتا جائے اور وہ پانی گر کر نیچے ایک برتن میں جمع ہو جائے تو اس پانی سے وضو وغیرہ
جائز ہے کہ جاری کے حکم میں ہے لیکن واضح رہے کہ مذکورہ بالا جیسے مسائل میں بلا ضرورت بحدیث دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ
احتیاط بہر حال بہتر ہے علاوہ ازیں اس کی نجاست مرویہ از امام صاحب رح کو بعض فقہا نے قوی قرار دیا ہے۔ احقر
اگر کسی نہر وغیرہ پانی کے مجرائے کا پیٹ سطح ناپاک ہو تو اس میں اتنی مقدار پانی کا جاری ہونا جس سے وہ سطح چھپ جائے تو
بالاتفاق وہ پانی پاک شمار ہوگا اگر نہر وغیرہ کا پیٹ یا دو سطح چھپے تو بعض کے نزدیک ناپاک نہ ہوگا۔ بخلاف بعض کے کہ وہ نفس جریان پانی
سے پاکی کا حکم دیتے ہیں اگر اثر نجاست نہ پایا جائے۔ دہ در دہ سے کم چھوٹے حوض جو چھوٹا ہو وغیرہ سے جس کی ایک طرف سے
پانی داخل ہو کر دوسری طرف پے در پے نکلتا جائے۔ خواہ اپنے آپ۔ یا کسی کے سمیں غسل کرنے کے باعث۔ تو مفتٰی بہ اصح
مختار قول پر اس کی ہر طرف سے (بشرط عدم ظہور اثر نجاست و کثرت پانی غیر مستعمل) وضو وغیرہ بھی جائز ہے۔ خواہ اسمیں
نجاست حقیقی یا حکمی واقع ہو کیونکہ جریان کے باعث مستعمل وغیرہ پانی خارج ہو جاتا ہے۔ اور جاری چشمے کا بھی
چھوٹے حوض جیسا حکم ہے۔ لیکن جس حوض سے پانی آہستہ نکلتا ہو اس میں سے بہ آرام وضو کرنا مستحب ہے تاکہ

ف یعنی جاری پانی مفتٰی بہ مختار قول پر دکھائی یا نہ دکھائی دینے والی نجاست کے پڑ جانے سے قبل ظہور اثر نجاست ناپاک نہیں ہوتا ۱۲ منہ ف کیونکہ
حدیث یہ حدیث امام صاحب سے بھی مروی ہے۔ اور مشکوٰۃ باب الکسب میں از حسن ابن علی رضی اللہ عنہ بروایت احمد و ترمذی و نسائی و دارمی مذکور ہے ۱۲ منہ

پہلا مستعمل پانی نکل جائے ما۔ راستہ و سڑک وغیرہ کے غالب ناپاک کیچڑ کی چھینٹوں سے اگر اثر نجاست نہ ظاہر ہو ضرورت کے باعث بدن و کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔ (مذکورہ مسئلہ کیچڑ او مستعمل پانی وغیرہ کی پاکی سے جو بوجہ ضرورت تسلیم کی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ جن بعض دیہاتوں میں صاف پاک پانی دور دراز ہونے پر دفع حرج و ضرورت کے باعث مذکورہ ذیل جوہڑوں[سلہ] کے پانی کے (جنہیں حلال جانور مویشی کے دخول و آمد و رفت پر) تمام اوصاف بدل جائیں وضو غسل وغیرہ جائز ہے چونکہ بعض گاؤں میں بڑے بڑے جوہڑ بارانی یا نہری وغیرہ پانی سے بھرے ہوتے ہیں جنمیں دہ در دہ سے کئی گنا پانی زیادہ ہوتا ہے ان سے حلال جانور مویشی وغیرہ پانی پیتے اور ان میں داخل ہوتے اور بیٹھتے و پیشاب وغیرہ بھی کر دیتے ہیں جس کے باعث پانی کے تمام اوصاف بدل جاتے ہیں۔ تو اشد ضرورت کے باعث (امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے قول پر کہ بنابر ضرورت وغیرہ حلال جانوروں کے پیشاب گوبر کو پاک قرار دیتے ہیں) اس پانی کو پاک قرار دینے میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا بخلاف شیخینؒ کے کہ انکے نزدیک حلال جانوروں کا گوبر نجاست مغلظہ اور پیشاب نجاست خفیفہ ہے۔ اور غیر محل ضرورت میں شیخینؒ کا قول معتبر ہے ص ۱۷۲ تا ۱۷۵ و ۲۹۲ تا ۲۹۴

احسن ص ۱۷۵ تا ۱۸۹ حمام وغیرہ کا حوض پانی جاری ہونیکی صورت میں دہ در دہ سے کم ہونیکی حالت میں بھی نجاست واقع ہو کر اسکے اثر ظاہر نہ ہونے تک پاکی کا حکم رکھتا ہے جبکہ وضو و غسل کرنے والا پے در پے چلو بھر کر اعضا پر ڈال رہا ہو اور پانی متواتر باہر نکل رہا ہو یہ حوض کے اوپر سے پانی داخل ہونے اور نیچے سے کسی سوراخ کے ذریعہ سے نکلنے کو جاری ہونا نہیں کہا جاتا چونکہ شرعاً حوض کی لمبائی چوڑائی کا اعتبار ہے نہ گہرائی کا لہذا نیچے سے پانی خارج ہونے پر معتبر قول میں نجس حوض پاک نہ ہوگا۔ بخلاف بعض کے کہ وہ پاک قرار دیدیتے ہیں۔ اور مختار صحیح و معتبر قول پر ناپاک حوض وغیرہ صرف نفس جاری ہوجانے سے بعد وقوع نجاست پاک ہوجاتا ہے خواہ اس سے تھوڑا سا ہی پانی نکلے جبکہ نجاست یا اثر نجاست اس میں باقی نہ رہے اور جاری شدہ پانی بھی پاک ہوگا اگر اثر نجاست نہ معلوم ہو کیونکہ وہ جاری کے حکم میں ہے جسکا استعمال جائز ہے۔ لیکن احتیاطاً اسکا استعمال نہ کرنا بہتر ہے۔ کھڑے ہوئے کثیر پانی (یعنی دہ در دہ یا جسے سمجھدار مکلف کثیر جانے) یا اس سے زیادہ میں (مرئی) دکھائی دینے والی نجاست (جیسے مردار و پاخانہ وغیرہ) یا (غیر مرئی) نہ دکھائی دینے والی (جیسے پیشاب و شراب وغیرہ) واقع ہو جائے۔ خواہ بہت ہو جب تک پانی کی کوئی صفت نجاست کے باعث نہ بدلے نفس محل وقوع نجاست مرئی سے بھی وضو وغیرہ جائز ہے۔ چہ جائیکہ محل غیر مرئی سے جو نکہ یہ پانی جاری کے حکم میں ہے اسی پر ضرورت کے وقت فتویٰ دیا گیا ہے جیسے قلیل پانی کے جوہڑ وغیرہ میں بوقت ضرورت محل استنجا کے پانی سے اس کے ہلائے بغیر وضو جائز ہوتا ہے۔ بعض غیر ضروری مواضع میں وقوع محل نجاست مرئی سے بھی بلا ظہور اثر نجاست جاری کے حکم میں ٹھہرا کر وضو وغیرہ کی اجازت دیدیتے ہیں یہ بھی جائز ہے مگر غیر محتاط ہے۔ لیکن محتاط معتبر قول پر محل وقوع نجاست مرئی کا پانی مطلقاً بالاجماع ناپاک ہوجاتا ہے لہذا اصح قول پر اس سے اتنی دور وضو وغیرہ جائز ہے۔ کہ جہاں تک غالب گمان پر نجاست نہ پہنچی ہو ورنہ ناجائز ہے اور نجاست غیر مرئی کے محل وقوع کے پانی میں اختلاف ہے بعض ناپاک اور بعض پاک کہتے ہیں جو یہی معتبر ہے اگر اثر نجاست نہ معلوم ہو۔ کیونکہ نجاست غیر مرئی اسی جگہ مستقر نہیں رہتی بلکہ پانی کے ذریعہ ادھر ادھر گھوم جاتی ہے اور اس کا کسی خاص جگہ موجود ہونا یقینی نہیں ہوتا بلکہ شکی جسکا اعتبار نہیں۔ اگر دہ در دہ و زائد بڑے حوض میں حوض کے پانی سے زیادہ ناپاک پانی داخل ہوجائے۔ جب بھی وہ حوض ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ ناپاک پانی کے حوض کے پانی کے ساتھ ملنے کی صورت میں حوض کا پانی غالب رہتا ہے۔ کھڑے ہوئے کثیر پانی کی مقدار جو جاری کے حکم میں ہے دہ معمول بہ معتبر ظاہر روایت کے لحاظ سے از روئے مذہب اصح قول امام صاحبؒ (جو آپ کا پہلے ہی سے وہی قول ہے) و امام محمدؒ پر کہ محمدؒ بھی دہ در دہ کے قول سے رجوع کرکے امام صاحبؒ سے متفق ہوگئے ہیں یعنی طرفینؒ کے اصح قول پر کثیر پانی دہ در دہ نہیں کہ یہ غیر معتبر ہے۔ بلکہ کثیر پانی وہ ہوتا ہے جسے

سلہ جیسے بعض ملکوں میں تالاب بعض میں جھیر اور بعض میں بنڈ وغیرہ کہتے ہیں ۱۲ منہ

سلہ جبکہ وہ پانی دو تین ہاتھ تک بہ جائے اور اثر نجاست بھی نہ ظاہر ہو۔ ۱۲ منہ۔

دیدہ ور مکلف سمجھدار شخص کثیر سمجھے۔ بایں طور کہ اس کی ایک طرف کی نجاست کا اثر اسکے غالب گمان میں دوسری طرف نہ پہنچ سکتا ہو تو وہ کثیر ہے خواہ دہ دردہ سے کم یا برابر ہو ورنہ قلیل ہوگا۔ ناسمجھ اور کوئی رائے نہ رکھنے والے شخص کیلئے ضرورت کے باعث مفتیٰ بہ قول پر (جسپر متون فقہ و فتاویٰ متاخرین ثبت ہے) دہ دردہ کثیر کا حکم رکھیگا + چونکہ عوام لوگ مختلف العقل والرائے ہوتے ہیں اسلئے انکے حق میں مقدار دہ دردہ بہ تفصیل ذیل مذکور ہے اگر حوض مربع ہو تو اسکی ہر طرف دس ہاتھ ہو۔ اگر گول ہو تو اسکی گولائی کی مقدار چھتیس ۳۶ ہاتھ اور قطر کی مقدار گیارہ ہاتھ پانچویں حصہ ہاتھ کے اگر مثلث ہو تو اس کی ہر طرف پندرہ ہاتھ مع پنجم حصہ ہاتھ ہو۔ تو ایسے حوض وغیرہ کا حکم جاری پانی جیسا ہے۔ اور مفتیٰ بہ قول پر ہاتھ سات قبضوں کا اور قبضہ فقط ملی ہوئی چار انگل کو کہتے ہیں۔ اور حوض کی گہرائی کی کوئی مقدار کتب ظاہر روائت میں مذکور نہیں جو امام صاحب رح کے قاعدہ کے بموجب یہی انسب ہے کہ مکلف کی صحیح رائے پر موقوف ہے۔ لیکن صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ اتنی گہرائی ہو کہ چلو بھرنے سے زمین نہ کھلے۔ عوام الناس کی رائے سلیم نہ ہونیکے باعث اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر کسی ناپاک حوض وغیرہ کا صرف طول ہو اور عرض بہت کم ہو لیکن اسکا رقبہ دہ دردہ کی مقدار کو پہنچ جائے تو ضرورت کے سبب سے اُسے پانی جاری کا حکم دیا جائیگا۔ ورنہ نہیں کیونکہ نجاست و مستعمل پانی وغیرہ کافی عرض حوض میں ورنہ منتقل ہو سکتا ہے نہ کم میں۔ جیسے کسی حوض کا طول پچاس ہاتھ اور عرض دو ہاتھ ہو تو اسمیں نجاست واقع ہو جانے سے بلا ظہور اثر نجاست پاک متصور ہوگا۔ اسیطرح جو حوض فقط کافی گہرا ہو اور طول و عرض نہ رکھے تو اسمیں نجاست پڑ جانے پر قبل ظہور اثر ... نجاست کے اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک وضو وغیرہ طہارت ناجائز ہے۔ جو یہی انسب ہے۔ اور بعض کے نزدیک رفع حرج کے باعث وضو وغیرہ جائز ہے جسپر بوقت ضرورت عمل کیا جائے۔ اور جس بھرے ہوئے حوض کا بالائی حصہ دہ دردہ اور زیرین کم ہو تو اس اوپر کے حصہ میں اگر نجاست پڑ جائے تو جب تک نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو وضو وغیرہ جائز ہے۔ اگر وہ پانی کم ہو کر زیریں حصہ تک پہنچ جائے تو اگر نجاست مرئی ہے جو نہیں نکالی گئی تو زیریں حصہ کا پانی ناپاک ہوگا۔ اگر غیر مرئی ہو یا مرئی مگر خارج کر دی گئی ہو تو پھر زیریں حصہ کا پانی ناپاک نہ ہوگا کیونکہ شروع ہی سے پاک ہے اور اسمیں کوئی نجاست بھی واقع نہیں ہوئی۔ اور ایسا ہی حکم ہے کہ اگر اوپر کے دہ دردہ حصہ میں ناپاکی نہیں واقع ہوئی بلکہ جب پانی کم ہو کر زیریں قلیل رقبہ میں آگیا تو پھر اس میں ناپاکی پڑ گئی تو اب یہ ناپاک ہو جائیگا اسکے بعد اگر حوض پانی سے بھر جائے تو ظاہر قول پر ناپاک ہی ہوگا جب تک جاری نہ ہو جائے چونکہ پانی کے نجاست سے ملاقی ہونیکے وقت پانی کے قلیل و کثیر ہونیکا اعتبار ہے۔ اگر اتصال نجاست کیوقت قلیل ہو پھر بہت ہو جائے جب بھی ناپاک شمار ہوگا۔ اسیطرح اگر اتصال نجاست کے وقت کثیر ہو پھر کم ہو جائے تو بلا ظہور اثر نجاست کے ناپاک نہ ہوگا۔ اگر قلیل مقدار پاک پانی کے حوض وغیرہ سے وضو وغیرہ کیا جائے تو بہتر یہ ہے کہ مستعمل پانی باہر ڈالا جائے کہ بعض کے نزدیک مستعمل پانی نجس ہونیکی روایت پر وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور قلیل مقدار پانی نجاست کے واقع ہونیکے بعد ناپاک ہو کر کثیر کی حد تک پہنچ جانے پر بلا جاری ہوئے مختار قول پر پاک نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی پانی نجاست واقع ہوتے وقت کثیر مقدار ہو تو بعد میں اسکی کمی پاکی کو مضر نہیں چونکہ اتصال نجاست کے وقت پانی کی قلت و کثرت کا اعتبار ہے خواہ نجاست پانی میں واقع ہو یا نصف سے کم مقدار پانی نجاست سے ٹکر کر آئے۔ لہٰذا اگر نصف تک بھی پاک پانی ناپاک جگہ سے داخل ہو یا نجاست سے ٹکر کر آئے تو مختار قول پر ناپاک ہوگا۔ اگر پاک جگہ وغیرہ سے تھوڑا تھوڑا داخل ہو کر دہ دردہ یعنی کثیر ہو جائے تو یہ پانی نجاست پڑنے پر بلا ظہور اثر نجاست ناپاک نہ ہوگا۔ اگر کوئی ایسا حوض پانی سے پُر ہو جسکا بالائی رقبہ دہ دردہ سے کم ہو (اگرچہ اسمیں پانی دہ دردہ سے بھی زیادہ ہو کہ شرعاً رقبہ کا اعتبار ہے) اور زیریں حصہ کثیر یعنی

دہ دردہ وغیرہ ہو۔ تو بالائی حصہ کے پانی میں نجاست پڑنے سے بلا ظہور اثر نجاست بھی وضو وغیرہ ناجائز ہے کیونکہ یہ قلیل کے حکم میں ہے اور قلیل پانی بلا ظہور اثر نجاست ناپاک ہو جاتا ہے۔ جب وہی ناپاک پانی کم ہو کر زیریں حصہ کثیر مقدار رقبہ میں آجائے گا تو پھر اس پانی سے قبل ظہور اثر نجاست وضو وغیرہ جائز ہوگا چونکہ یہ پانی کثیر ہے جو جاری کے حکم میں ہے اور حوض کا بالائی حصہ جدا اور زیریں حصہ کثیر دہ دردہ ہونیکے باعث جدا حوض کا حکم رکھتا ہے اگر پھر یہی اترا ہوا حوض بالائی حصہ کے اطراف خشک ہو جانیکے بعد بھر جائے تو تمام پانی پاک شمار ہوگا کیونکہ بالائی حصہ کی اطراف کی خشکی طہارت کی موجب ہو گئی ہے۔ اگر خشک ہونے سے پہلے بھر جائے تو پھر پانی ناپاک ہو جائیگا۔ اسیطرح اگر مرئی نجاست زیریں حصہ میں موجود ہو پھر بھر جائے جب بھی تمام پانی اوپر کا ناپاک ہو جائیگا۔ اگر نجاست غیر مرئی یا مرئی ہو جو خارج کر دیگئی ہے تو پھر اوپر کا پانی بر تقدیر خشکی اطراف حوض بالا کے ناپاک ہوگا۔ چونکہ پہلا پانی نجس نہ تھا۔ اب بھی کوئی نجاست واقع نہیں ہوئی۔ اگر شروع ہی سے مذکورہ حوض کے فقط زیریں حصہ ہی میں پانی بھرا ہو تو نجاست واقع ہو جانے پر بلا ظہور اثر نجاست ناپاک نہ ہوگا۔ واضح رہے کہ مذکورہ مسئلہ ایک چیستان ومعمہ کے طور پر پوچھا جاتا ہے۔ کہ وہ کونسا پانی ہے جب بہت ہو تو ناپاک اور کم ہونے پر پاک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مذکورہ حوض بھرا ہوا ہونیکی صورت میں (جسمیں نجاست کے باعث اوپر کا قلیل مقدار حصہ ناپاک ہو جاتا ہے) بہت پانی رکھتا ہے بہ نسبت اسکے کہ پانی کم ہو کر زیریں حصہ کے بڑے رقبہ میں آجائے جسمیں پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ اگر کثیر پانی کے حوض وغیرہ پر برف و یخ وغیرہ جمکر پانی کا منہ بند ہو جائے تو اس یخ کے بعض طرف حوض سے توڑنے پر قلیل مقدار پانی کی ظاہر ہو جائے اگر یخ و پانی ملکر یکجان نہ ہوں تو اس پانی کے اندر ہی وضو وغیرہ جائز ہے کیونکہ وہ چھتے ہوئے پانی کی طرح ہے کہ نیچے سے پانی چلتا پھرتا رہتا ہے۔ اگر دونوں یکجان ہوں تو اوسع قول میں ہر بار ہلانے پر اسی سے وضو وغیرہ جائز ہے۔ لیکن احوط قول میں ناجائز ہے کیونکہ یہ سب پانی جما ہوا ہے اور مستعمل پانی نیچے سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتا تو بار بار اسی مستعمل پانی کا استعمال لازم آئیگا۔ لیکن ایسی صورت میں بدیں طور وضو و غسل جائز ہے کہ پانی لیکر استعمال کرنیکے بعد حوض سے باہر ڈالا جائے کہ اس صورت میں مستعمل پانی کا استعمال لازم نہیں آتا۔ واضح رہے کہ جہاں مذکورہ یا آئندہ صورتوں میں مستعمل پانی سے پرہیز کیا جاتا ہے از روئے احتیاط اسکے ناپاک ہونیکے قول پر مبنی ہے۔ اگر حوض سے مذکورہ قلیل کھلے ہوئے پانی میں کتا منہ ڈالدے تو بھرے ہوئے بڑے پیالہ کی طرح صرف وہ کھلا ہوا پانی ناپاک ہو جائیگا۔ کیونکہ قلیل پانی تھوڑی سی ہی نجاست حقیقی یا حکمی کے واقع ہونے پر بھی بلا ظہور اثر نجاست ناپاک ہو جاتا ہے۔ نہ باقی پانی جو یخ کے نیچے ہے کیونکہ وہ کثیر مقدار میں ہے۔ جس کا جاری پانی جیسا حکم ہے۔ لہذا اگر دوسری جگہ سے سوراخ کرکے پانی استعمال کیا جائے تو بہر طور جائز ہے۔ اگر کوئی حیوان جس کے پانی میں صرف مرنے سے ہی قلیل پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کا جھوٹا پانی ناپاک بھی نہیں اس یخ سے کھلے ہوئے پانی میں بنا بر یقین یا غالب ظن مر جائے تو وہ پانی ناپاک ہو جائیگا۔ کہ قلیل ہے ورنہ وہ پانی ناپاک نہ ہوگا۔ اگر مر کر اس سے نیچے چلا جائے تو نیچے کا پانی کثیر ہونیکے باعث ناپاک نہ ہوگا۔ اگر مذکورہ حیوان ظاہری نجاست سے پاک اوپر والے حصہ میں نہ مرے بلکہ نیچے اگر تو اوپر والا پانی بھی ناپاک نہ ہوگا کہ اس میں موت نہیں واقع ہوئی۔ اور نیچے والا پانی بھی کثیر ہونے کے باعث پاک ہی رہیگا۔ اگر مذکورہ حیوان پر کوئی ظاہری نجاست لگی ہوئی ہو تو اگرچہ نیچے اترکر مرے اوپر کا پانی اس نجاست کے باعث ناپاک ہو جائیگا۔ اور نیچے کا پانی قبل ظہور اثر نجاست بہرحال بوجہ کثرت پاک ہی شمار ہوگا۔ اگر وہ حیوان ناپاک جھوٹے والا ہو جیسے کتا وغیرہ اگرچہ اس کے بدن پر کوئی نجاست نہ ہو اور اوپر والے حصہ میں نہ مرے بلکہ اسکے منہ یا ناک میں پانی چلا جائے جب بھی اوپر کا قلیل پانی ناپاک ہو جائیگا کیونکہ کتے کے منہ و ناک کی تری ناپاک ہے۔ اگر یہ غالب ظن معلوم ہو کہ

پانی کو اسکے منہ ناک کی تری نہیں پہنچی اور نیچے جاکر مرا ہے تو پھر اوپر والا پانی بھی ناپاک نہ ہوگا اور نیچے کا بھی کیونکہ ہو سکے
باعث ناپاک نہیں۔ لیکن جو حضرات (یعنی صاحبینؒ و امام شافعیؒ) کتے کو نجس عین قرار دیتے ہیں (یہ غیر مفتی بہ ہے اور
فتوے امام صاحبؒ کے قول نجس عین نہ ہونے پر ہے) تو خنزیر اتفاقی نجس عین کیطرح صرف بھیگنے سے بھی پانی ناپاک ہو جائیگا
کیونکہ اتفاقی نجس عین کے خشک بال بھی ناپاک ہیں۔ کہ ان سے پانی چھوتے ناپاک ہو جاتا ہے۔ اگر چھوٹے حوض یا کوئیں یا
بڑے برتن وغیرہ کا پانی ناپاک ہو جائے تو اثر نجاست نہ رہنے پر فقط اوپر جاری ہو کر نکل جانے یا برتن سے پے درپے چلو بھر کر
باہر ڈالنے سے خواہ تھوڑا سا ہی پانی نکلے جسپر جاری ہونیکا اطلاق ہو جائے مختار قول پر وہ ناپاک حوض وغیرہ پاک ہو جاتے
ہیں بلکہ وہ خارج شدہ پانی بھی دو تین ہاتھ تک بہ کر جاری ہو جانے پر پاک شمار ہوگا۔ جس سے وضو وغیرہ بھی جائز ہے مگر احتیاط
اسی میں ہے کہ بلا ضرورت نہ استعمال کیا جائے ۔ اسیطرح اگر ڈول یا بڑے پیالے یا لوٹے وغیرہ جیسی چیزیں پانی وغیرہ
.... ناپاک ہو جائے تو اوپر سے پانی وغیرہ ڈال کر جاری کر دینے سے جبکہ اثر نجاست باقی نہ رہے پاک
ہو جائیگا ۔ اور اصح قول میں تمام سیال چیزیں پانی کیطرح ہیں کہ ان سیال چیزوں میں وہی سیال چیزیں یا پانی ڈالکر
بطریق مخصوص جاری کر دینے پر پاک ہو جاتی ہیں۔ جیسے کسی برتن میں دودھ وغیرہ رکھا ہو جو نجاست پڑنے سے ناپاک
ہو جائے تو اس پر اور دودھ یا پانی ڈالنے سے وہ ناپاک دودھ وغیرہ جاری ہو کر اوپر سے بہ جائے تو وہ دودھ وغیرہ
پاک ہو جائیگا۔ ایسے ہی اگر تیل و گھی وغیرہ ناپاک ہو جائے تو اس میں اتنا ہی پانی بھر کر ہلانیکے بعد چھوڑ دیا جائے
کہ تیل گھی وغیرہ اوپر چڑھ آئے تو اسے اتار کر نیچے سے پانی گرا دینے کے بعد تین بار اسطرح کرنے سے پاک ہو جائیگا
یا تیل گھی وغیرہ پانی پر چڑھ جانیکے بعد برتن کے نیچے سے سوراخ کھولدیا جائے کہ تمام پانی نکل جائے پھر بند کرکے پانی
ڈال کر ہلانیکے بعد چھوڑ دیا جائے۔ کہ اوپر چڑھ جائے پھر نیچے سے کھولدیا جائے اسیطرح تین بار کرنے سے بھی پاک ہو جاتا
ہے۔ نیز اس طرح سے بھی پاک کرتے ہیں کہ تیل گھی وغیرہ جیسی اشیاء میں تین بار پانی ڈالکر آگ سے جلا دیتے ہیں۔
تیسری بار جلانے کے بعد پاک ہو جاتا ہے (مگر علامہ شامی لکھتے ہیں کہ تیل کے گرم کرکے پانی سکھانیکے متعلق پاکی کا حکم
ہونا کسی نے نہیں لکھا (یہ کاتب سے زیادتی ہوگئی ہے) بلکہ بلا گرم کئے تین بار دھو کر پانی نکالدینے پر پاک ہو جاتا ہو ص ۳۰۹
اور ایسے پانی سے بھی وضو وغیرہ ناجائز ہے جو اپنی طبع سیلان سے خارج ہو جائے۔ خواہ زوال طبع ان پاک چیزوں کے
ملنے سے ہو جن سے صفائی حاصل کی جاتی ہے۔ جیسے صابون اشنان گھاس وغیرہ۔ یا غیر ان کے سے جیسے لوبیا
وغیرہ کے پانی میں پکانیکے کے باعث۔ اگر مذکورہ چیزیں پانی میں رہنے یا پکنے سے پانی اسقدر گاڑھا ہو جائے کہ اسمیں
جریان کی قوت نہ رہے یا ستو ملے ہوئے پانی کی طرح ہو جائے تو اس سے وضو وغیرہ ناجائز ہے کہ اسے پانی نہیں کہا جاتا۔
ایسا ہی حکم ستو ملے ہوئے پانی کا ہے کہ اس سے پانی کا نام زائل ہوگیا ہے لہذا وضو وغیرہ ناجائز ہے ۔ اور نیز وضو و غسل
ایسے پانی سے بھی جائز نہیں ہے ہوتا جس کو اعضاء بدن پر بوجہ ثواب یا حدث کے دور کرنیکے لئے پہلے استعمال کیا گیا
ہو۔ کہ مستعمل ہو جاتا ہے بخلاف اس بیوضو شخص کے جو ڈول وغیرہ نکالنے کے ارادہ سے کوئیں وغیرہ میں غوطہ لگائے
اور رفع حدث کی نیت نہ ہو تو وہ پانی دفع حرج کے باعث مستعمل نہ ہوگا جس سے وضو وغیرہ جائز ہے ۔ نیز اس پانی
سے بھی وضو وغیرہ جائز نہیں جس پانی کو بیوضو شخص نے اعضاء طہارت پر بغرض ٹھنڈک استعمال کیا ہو کیونکہ اس
سے بھی بلا نیت رفع حدث بیوضوئی دور ہو جاتی ہے۔ اور پانی مستعمل ہو جاتا ہے اور نماز جائز ہو جاتی ہے کیونکہ نماز
کیلئے اعضاء طہارت کا دھلنا شرط ہے خواہ نیت طہارت نہ بھی ہو۔ نیز اس مستعملہ پانی سے بھی وضو و غسل ناجائز
ہے جیسے حیض نفاس والی عورت مطلق عبادت کی عادت کے قیام کیلئے فرائض پنجگانہ یا تہجد و چاشت عادی کا

سلہ اگر نیچے سے سوراخ کرکے جاری کیا جائے تو جاری نہ کہلائیگا ۱۲ ش

وقت آجانے پر وضو کرکے ادائیگی نماز کی مقدار مصلّے پر بیٹھکر تسبیح ولا الہ الا اللہ پڑھے۔ کیونکہ مذکورہ عورتوں کے
واسطے مذکورہ اوقات میں وضو کرکے مقدار نماز مصلّے پر بیٹھکر عادت نماز قایم رکھنے کیلئے تسبیح ولا الہ الا اللہ پڑھنا
مستحب ہے۔ اگر نابالغ سمجھدار لڑکا یا لڑکی (جو عبادت اور وضو بیوضوئی میں تمیز کر سکے) بہ نیت طہارت وضو کرے تو اس
وضو کا پانی بھی مستعمل ہوجائیگا جس سے وضو وغیرہ ناجائز ہے۔ اگر بہ نیت طہارت وضو نہ کرے تو پھر پانی مستعمل
نہ ہوگا۔ اور مسلم مسلمہ میت کے غسل کا پانی مختار قول پر ناپاک ہے کیونکہ انسان خوندار حیوان ہے اور ہر خوندار حیوان
مرنے کے بعد ناپاک ہوجاتا ہے جسکے غسل کا پانی ناپاک ہوگا اور غیر مختار قول میں مستعمل ہے تو اس سے بھی وضو وغیرہ نا
ہے جس سے احتیاط چاہیئے۔ اگر وضو والا آدمی سہ بارہ (بلا تبدیلی مجلس یا کوئی نماز یا فعل مبیح وضو ادا کئے بغیر) وضو
کرے تو یہ مکروہ ہے۔ ایسے ہی وضو کے درمیان قبل تکمیل وضوء اول وضو کرنا بھی مکروہ ہے۔ لہذا جو مکرر وضو مکروہ ہوں ان
پانی مستعمل نہیں ہوتا کیونکہ اسمیں ثواب نہیں اور رفع حدث پہلے ہی سے حاصل ہے۔ نیز جو وضو والا شخص فقط تعلیم تعلم
ہی کی غرض سے وضو کرے یا ہاتھ پاؤں سے مٹی وغیرہ دھوئے تو یہ پانی مستعمل نہیں کیونکہ اسمیں بھی ثواب ملحوظ نہیں
جو بیوضو شخص بلا نیت ثواب دیا کی فقط صفائی کی غرض سے بعض اعضاء طہارت دھو ڈالے (اگر تمام دھو ڈالے گا تو پانی
مستعمل ہوجائیگا) جیسے ہاتھ یا منہ یا کلی کرے تو اس سے پانی مستعمل نہ ہوگا۔ لیکن جنبی اگر کلی وغیرہ بلا نیت ثواب دیا کی
بغرض صفائی بھی کریگا جب بھی وہ پانی مستعمل ہوجائیگا کہ اس عضو کا حدث دور ہوگیا ہے۔ اگر کوئی شخص کھانے سے
پہلے یا بعد ثواب وسنت جانکر ہاتھ دھوئے یا بیوضو بغرض ثواب کلی کرے یا ناک میں پانی ڈالے یا کوئی اور عضو بہ نیت
ثواب دھوئے تو ان تمام صورتوں میں پانی مستعمل ہوجائیگا۔ غرضیکہ جس چیز کا دھونا خواہ مستحب ہی ہو اس سے بھی پانی مستعمل
ہوجاتا ہے لیکن جو وضو وغیرہ مکروہ ہو اسکا پانی مستعمل نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص میت نہلانے کے بعد وضو ہوتے ہی پھر دوبا
وضو کرلے تو اس وضو کا پانی بھی مستعمل ہوجائیگا کیونکہ غاسل کو غسل میت کے بعد وضو مستحب ہے۔ اگر بیوضو شخص غیر اعضا
طہارت کو دھوئے تو اس دھوؤن کا پانی راجح قول میں مستعمل نہ ہوگا۔ جیسے ران بازو پہلو پیٹ وغیرہ کی دھوؤن کا پانی
یہ غیر مستعمل شمار ہوتا ہے۔ بخلاف جنبی کے کہ اسکے ہر ایک عضو کے دھونے سے پانی مستعمل ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی
جس پانی سے پاک کپڑا یا پاک پیالہ ہنڈی برتن پھل وغیرہ جامد پاک چیزیں دھوئی جائیں۔ وہ بھی مستعمل نہیں ہوتا۔
ایسے ہی زندہ حلال وحرام (سوائے خنزیر کے اور بعض کے نزدیک سوائے کتے کے بھی) چارپاؤں کے غسل کا
پانی اگر انکے بدن پر نجاست ظاہری نہ ہو مستعمل نہیں ہوتا۔ اگر ان پر نجاست ظاہری ہو تو پھر ناپاک ہوجائیگا۔ اور جن
حیوانوں کا لعاب تھوک ناپاک (جیسے کتے وغیرہ جیسا حیوان) یا مشکوک ہو (جیسے گدھا۔ خچر) اگر انکے نہلاتے وقت انکے
منہ کو پانی پہنچ جائے تو محتاط قول پر پانی ناپاک ہوکر قابل طہارت نہیں رہیگا ورنہ سوائے خنزیر کے اور حیوانوں کے غسل
کا پانی مستعمل بھی نہ ہوگا۔ لیکن کتے کے بدن کے چھوئے ہوئے پانی سے بہر صورت احتراز اولیٰ ہے چونکہ صاحبین کے
نزدیک نجس عین ہے اگرچہ یہ قول غیر مفتے بہ ہے۔ اگر کوئی عورت کسی کے بال اپنے سر کے بالوں سے باندھ کر فقط
ان غیر کے بالوں کو دھوئے تو یہ پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ ان کیلئے بدن کا حکم نہیں رہا کہ وہ غیر محل میں ہیں۔ بخلاف مقتول
کے بدن سے جدا شدہ سر کے دھونیکے کہ یہ پانی مستعمل ہوجائیگا۔ کہ اسکے لئے بدن کا حکم باقی ہے: اگر کوئی وضو والا
شخص صرف بہ ارادہ ٹھنڈک یا طریق تعلیم وضو یا ہاتھ سے آٹا وغیرہ جیسی چیز دھونیکی غرض سے اعضاء وضو دھوئے تو یہ
پانی مستعمل نہ ہوگا کہ اس میں نہ ہی ثواب اور نہ ہی ازالہ حدث ہے۔ فائدہ واضح رہے کہ بوقت وضو وغسل اور نیز کیچڑ وغیرہ
جیسی چیزوں کی ملوثیت (آلودگی) سے اعضاء بدن کا ایک بار دھونا فرض طہارت سے کافی ہوجائیگا۔ بخلاف نجاست حقیقی کے کہ

ممکن ہونے پر اسکا بالکل صاف کرنا لازم ہے ورنہ بخوبی دھو لینے پر پاکی کا حکم ہوگا۔ جسکی تفصیل نجاست کے باب میں آجائیگی

اور جس پانی کو اعضاء طہارت میں کے کسی عضو پر بہ نیت رفع حدث یا ثواب وغیرہ مذکورہ ماسبق کے طور پہ استعمال کیا گیا ہو خواہ وہ استعمال فرض یا واجب یا سنت یا مستحب ہو (جیسے کلی و استنشاق کہ یہ سنت ہیں وغیرہ وغیرہ) اس سے بھی وہ پانی مستعمل ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی بیوضو شخص مٹکے میں بلا نیت ثواب بلا رفع حدث بغرض ٹھنڈک ہاتھ پاؤں ڈالدے یا آٹا و پاک کیچڑ وغیرہ جیسی اشیاء کے دھونیکے لئے جب بھی وہ پانی مستعمل ہوجائیگا کہ ان اعضاء سے حدث دور ہوگیا ہے لیکن بیوضو شخص مٹکے میں برتن وغیرہ کسی گری ہوئی چیز کو ہاتھ ڈالکر (بلا نیت ثواب بلا رفع حدث و ٹھنڈک) نکالے تو یہ پانی دفع حرج کے باعث مستعمل نہ ہوگا۔ اگر مذکورہ کاموں سے کسی کی نیت کریگا تو پانی مستعمل ہوجائیگا۔ اگر کوئی بیوضو آدمی ہتھیلی کو دھونیکے ارادہ سے قلیل پانی میں ڈالدے تو صرف کف والا پانی (نہ کہ باقی تمام پانی) جدا ہونے پر مستعمل ہوگا۔ اگر ہتھیلی صرف بغرض چلو بھرنے یا کوئی چیز مٹکے وغیرہ قلیل پانی سے نکالنے کیلئے ڈالے تو دفع حرج کے باعث مستعمل نہیں ہوتا۔

جس عضو کے جسطرح دھونے سے پانی مستعمل ہوجاتا ہے تو اس عضو کا فرض دھونا بھی ادا ہوکر ساقط ہوجاتا ہے لیکن نماز کے حق میں (جب تک بیوضو یا جنبی کے تمام اعضاء طہارت نہ دھلیں) بالاتفاق اس عضو کا حدث زائل نہیں ہوتا۔ اسی طرح جنبی کے لئے کوئی ایک عضو دھوکر صحیح معتبر قول پر غیر نماز کے ثوابی اعمال بھی منع ہیں۔ جیسے کلی کرکے قرآن مجید کا پڑھنا یا ہاتھ دھوکر اسکا چھونا مکمل حدث کے زائل نہ ہونیکے باعث حرام ہے کہ پورا ہی نہانے پر پاکی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن جنبی کو صرف کلی کرکے ہاتھ دھونیکے بعد کھانا پینا بلا کراہت جائز ہے۔ اگر بیوضو شخص بعض اعضاء طہارت کو دھوکر (جیسے ہاتھ وغیرہ) قرآن مجید کو چھوئے تو بعض کے نزدیک غیر نماز میں طہارت متجزی ہونیکی بنا پر جائز ہے اور بعض کے نزدیک متجزی نہ ہونیکے باعث منع ہے جو بہی قوی ہے۔ مگر غیر اعضاء طہارت سے راجح قول پر بلا دھوئے بھی چھونا جائز ہے کیونکہ انہیں حدث نہیں حلول کرتا جیسے پیٹ و بازو و پہلو وغیرہ۔ واضح رہے کہ بیوضو و جنبی وغیرہ کے بعض اعضاء طہارت کے دھولینے پر نماز کے علاوہ باقی افعال وغیرہ کے جواز کیلئے طہارت کے متجزی ہونے و نہ ہونے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں طہارت متجزی ہے تو انکے نزدیک جنبی کلی کرکے قرآن مجید پڑھ سکتا اور ہاتھ دھوکر چھو سکتا ہے اسیطرح بیوضو شخص بھی۔ بعض کہتے ہیں کہ غیر نماز اقوال وغیرہ میں بھی طہارت متجزی نہیں وہ منع قرار دیتے ہیں جو بہی صحیح و معتبر ہے۔ لیکن جو کراہت بیوضو کے حق میں ہے وہ جنبی کے لحاظ سے خفیف تر ہے لہذا اگر مصحف قرآن مجید ضرورت و دفع حرج (لقولہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعہا۔ الآیہ) کے باعث ہاتھ دھوکر چھوئے تو کوئی مضائقہ نہ ہونا اوسع و انسب معلوم ہوتا ہے۔ : ناقل حقی

بیوضو جنبی وغیرہ کے اعضاء سے پانی جدا ہوتے ہی کسی چیز پر قرار پکڑنے سے پہلے ہی اصح مختار قول پر مستعمل ہوجاتا ہے۔ لیکن جو پانی وضو یا غسل والے کے کپڑوں یا رومال وغیرہ کو لگتا ہے (بہ روایت ناپاکی مستعمل پانی کے بھی) دفع حرج کے باعث بالاتفاق پاک ہے۔ مگر عضو سے جدا شدہ پانی مختار و اوسع قول پر جب تک جدا ہوکر کسی چیز پر قرار نہ پکڑے مستعمل نہیں ہوتا۔ لہذا اختلاف کا اثر اس صورت میں ظاہر ہوگا جب ایک متوضی یا غسل کرنیوالے کے عضو سے پانی دوسرے آدمی کے عضو پر گرے اور دوسرا شخص اس پانی سے عضو دھو ڈالے تو پہلے قول کی بنا پر دوسرے شخص کا عضو دھونا نا جائز اور دوسرے قول کی بنا پر جائز ہے کہ قرار پکڑنے سے پہلے دوسرے شخص نے عضو دھولیا ہے۔ اگر غسل کرنیوالے کے ایک عضو سے دوسرے عضو پر پانی گرے جس سے دوسرا عضو دھل جائے یا دھو ڈالے تو دونوں قولوں کی بنا پر دوسرے عضو کا دھلنا جائز ہوگا۔ بیوضو جنبی وغیرہ جیسے آدمیوں کا مستعمل پانی صحیح مفتٰی بہ مختار قول[۱] پر دفع حرج کے باعث خود پاک ہے۔ جو پاک چیز کو لگنے سے ناپاک نہ کریگا۔ لیکن راجح معتبر قول پر بلا ضرورت اس سے

[۱] چونکہ غسل میں تمام اعضا ایک عضو کے حکم میں ہوتے ہیں جیسے وضو میں ایک عضو کے بعض حصہ سے پانی لے کر دوسرا بعض حصہ دھونا جائز ہے [illegible] عضو کا حکم رکھتا ہے ۱۲ ش

نجاست حقیقی کا دھونا بھی جائز نہیں کیونکہ اس کے علاوہ پانی نہ ہونے پر (بلکہ ہونے پر بھی اگرچہ اسراف کے باعث منع ہے) پانی کے سوا باقی سیال چیزوں سے بھی نجاست حقیقی کا دھونا جائز ہے۔ بخلاف امام محمدؒ کے اور مستعمل پانی سے وضو یا فریضہ غسل کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ لیکن بحر الرائق میں مستعمل پانی کے نجس ہونے کو قوی و راجح قرار دیا گیا ہے اور یہی امام صاحبؒ کا قول ہے اور پہلا قول صاحبینؒ کا ہے (لہٰذا قوی اختلاف ہونیکے باعث سوا وقوع ضرورت کے علاوہ حتے الامکان مستعمل پانی سے بہرطور بچنا بہتر ہوگا۔ اسی احتیاط کی بنا پر اکثر مسائل وضو و غسل وغیرہ میں مستعمل پانی کے استعمال سے منع کیا جاتا ہے۔ اگر متوضی یا غسل کرنیوالے کے بدن پر کوئی نجاست ظاہری بھی ہو تو پھر پانی بالاتفاق ناپاک ہو جائیگا کہ اس سے ظاہری نجاست بھی دھلی ہے۔ اور مستعمل پانی کا (مفتے بہ قول پر پاک ہونیکے باوجود) کھانے پینے یا آٹا گوندھنے میں استعمال کرنا کراہت طبع کے باعث مکروہ تنزیہی ہے۔ اور جو حضرات مستعمل پانی کے ناپاک ہونیکے قائل ہیں انکے نزدیک اس پانی سے بنائی ہوئی چیزوں کا کھانا پینا مکروہ تحریمہ ہے۔ اسیطرح مسجد میں غیر محل وضو پر وضو کرنا مستعمل پانی کے پاکی کے قائلوں کے نزدیک مکروہ تنزیہی مگر دوسروں ناپاکی کے قائلوں کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے لیکن مسجد میں کوئی برتن وغیرہ رکھکر وضو کرنا کسی کے نزدیک مکروہ نہیں سو اس غیر محل وضو سے معلوم ہوا کہ جن صوبوں کے بعض سرد علاقوں میں مساجد کے اندر زمین کھود کر چوچولہا سا بنا کر آگ جلانے وغیرہ کے استعمال میں لاتے ہیں جائز ہوا حق) جس قلیل پانی کی نجاست پڑنے سے کوئی ایک صفت بھی بدل جائے تو پھر اس سے کسی طرح کا نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ حتے کہ کیچڑ وغیرہ بنانا اور چارپاؤں کو پلانا بھی جائز نہیں۔ بخلاف اسکے کہ اسکی کوئی صفت نہ بدلے تو اس سے فقط کیچڑ بنانا اور چارپاؤں کو پلانا جائز ہے۔ بیوضو یا جنبی یا حیض و نفاس سے پاک شدہ عورت کا کوئیں یا غیر جاری قلیل پانی کے حوض میں بلا نیت ثواب و رفع حدث و ٹھنڈک (کہ صرف ٹھنڈک کی غرض سے بھی پانی مستعمل ہو جاتا ہے) صرف ڈول وغیرہ چیز کے نکالنے کیلئے نجاست ظاہری سے پاک ہونیکی حالت میں (حتے کہ نجاست ہونے پر استنجا بھی وضو سے کیا ہوا ہو نہ پتھر وغیرہ سے کیونکہ پتھر وغیرہ کے استنجا سے راجح قول پر پوری پاکی نہیں آتی جسپر کوئیں حوض وغیرہ کم از دہ دردہ کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے) غوطہ لگا کر بدن کو صرف میل کچیل دور کرنیکی نیت (نہ فرض غسل یا وضو کی نیت پر) پر ملنے کے بعد بھی ڈول وغیرہ نکالنے پر مختار واصح قول پر غوطہ لگانے والا آدمی پاک رہیگا اور کوئیں وغیرہ چھوٹے حوض کا تمام پانی مستعمل ہو جائیگا۔ اگر کوئی عورت حیض یا نفاس کی حالت میں کوئیں وغیرہ قلیل پانی میں صرف ٹھنڈک یا ڈول وغیرہ نکالنے کی غرض سے ظاہری نجاست سے پاک ہوتے ہوئے غوطہ لگائے تو کوئیں کا پانی مستعمل نہ ہوگا۔ چونکہ اس کے جاری حدث حیض و نفاس کا ازالہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی باوضو مرد وغیرہ کے فقط بغرض نکالنے ڈول وغیرہ کے غوطہ لگانے کا حکم ہے کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا چونکہ نیت ثواب نہیں پائی گئی اور نہ ہی رفع حدث ہوا ہے چونکہ وہ پہلے سے ہی حاصل ہے۔ اسیطرح جو شخص صرف پتھر وغیرہ سے مقعد کی صفائی کرکے پانی سے استنجا کئے بغیر قلیل پانی میں داخل ہو جائے تو بالاتفاق راجح قول پر پانی ناپاک ہو جائیگا کیونکہ پتھر ڈھیلا وغیرہ سے استنجا ناپاکی کو دور نہیں کرتا بلکہ کم کرتا ہے۔ اگر کوئی غیر ملوث بہ نجاست ظاہری بغرض رفع حدث یا ٹھنڈک قلیل پانی میں غوطہ لگائے یا بدن کو غسل یا وضو کی نیت سے ملے تو بالاتفاق پانی مستعمل ہو جائیگا۔ اگر کسی کے بدن پر ذرا بھر بھی نجاست حقیقی ہو تو اسکے قلیل پانی میں محل نجاست کو ڈالنے یا غوطہ لگانے سے بالاتفاق پانی ناپاک ہو جائے گا اسی لئے پتھر وغیرہ سے استنجا کرنیوالے کا قلیل پانی میں داخل ہونے پر یہی حکم ہے۔ انسان و خنزیر کے علاوہ ہر مردار حیوان (خواہ حلال ہو یا حرام) کا چمڑہ جو بڑا ہونیکے باعث پک سکے اور مثانہ وانتڑیاں اور اوجھڑی بھی پکانے پر (کھانیکے

[illegible] کے نزدیک پکی ہوئی اوجھڑی کا قلیل پانی میں گرنا ناپاک کر دیگا نیز نمازی کے پاس اسکے بمقدار مانع نماز بقدر مثقال وغیرہ موجود ہونے پر نماز ناجائز ہوگی وغیرہ وغیرہ ۱۲ حاشیہ

علاوہ) پاک ہوجاتی ہے خواہ پختہ طور پر بوٹیوں و دوائیوں سے پکائے جائیں۔ (جیسے موچی وغیرہ چمڑے وتری وغیرہ کو پکاتے ہیں) یا خواہ خام حکمی طور سے جیسے مٹی راکھ وغیرہ ڈالکر یا دھوپ و ہوا پر۔ ایسی پوری طور خشک کرلئے جائیں جن سے بدبو وغیرہ بالکل بند منقطع ہوجائے ۔۔ اصلی طور پر بوٹیوں وغیرہ سے مدبوغ (پکائے ہوئے) چمڑے کو پانی لگنے سے بالاتفاق نجاست نہیں لوٹتی ۔۔ اور حکمی طور پر پکائے ہوئے چمڑوں وغیرہ کا بھی معتبر قول پر یہی حکم ہے کہ پاک پانی وغیرہ تری پہنچنے پر نجاست نہیں لوٹتی۔ مگر اس صورت میں بھی چمڑے وغیرہ کے پہلے دہوکر حکمی طور پر پکانے کے بعد پانی کی تری پہنچنے پر بالاتفاق نجاست نہیں لوٹتی۔ لہذا احتیاطاً یہی بہتر ہے کہ پہلے پاک پانی سے دہوکر حکمی طور پر چمڑہ وغیرہ خشک کیا جائے کہ پانی کی تری پہنچنے پر بھی یقینی پاک رہے ۔۔ مذکورہ پختہ چمڑے و مثانہ انتڑیاں اوجھڑی سے کوئی چیزیں بناکر (کھانے کے علاوہ) انکا استعمال جائز ہے۔ جیسے چمڑے سے مصلے۔ لوٹا۔ ڈول مشکیزہ وغیرہ بناکر پانی دودھ وغیرہ ڈالنا جائز ہے۔ ایسے ہی پختہ مثانہ میں دودھ وغیرہ ڈالنا جائز اور انتڑیوں سے کمان و غلیل کی زہ وغیرہ بنانی جائز ہے اور اُن مذکورہ چیزوں میں دودھ پانی رکھکر کھانا پینا اور اُن چیزوں میں پانی ڈالکر طہارت وضو غسل وغیرہ بھی جائز ہے اور اُن چیزوں کے ٹکڑے کا قلیل پانی میں گرنا پانی کو ناپاک نہ کریگا ۔۔ ایسے ہی نمازی کے پاس بہت مقدار ہونیکے باوجود بھی نماز جائز ہوگی ۔۔

واضح رہے کہ مذکورہ پختہ چمڑہ وغیرہ کی پاکی کے لحاظ سے اگر وہ حلال جانور کا چمڑہ وغیرہ ہو۔ جو مردار ہوجانے پر اُسے پکایا گیا ہو تو اسکا کھانا بھی صحیح قول میں حرام ہے ۔۔ اگر حرام مردار جانور کا پختہ چمڑہ ہو تو اسکا کھانا بالاجماع حرام ہے کیونکہ اس حیوان کے ذبح ہونیکے بعد بھی اسکے چمڑے وغیرہ کا کھانا حرام ہے۔ لہذا مذکورہ پکایا ہوا چمڑہ وغیرہ کھانیکے علاوہ باقی استعمال میں پاکی کا حکم رکھتا ہے ۔۔ ایسے ہی غیر نجس عین حرام حیوان مذبوحہ کا صرف[۱] چمڑا کھانیکے علاوہ باقی کاموں میں طہارت کا حکم رکھتا ہے ۔۔ نیز معلوم رہے کہ جس حیوان کا چمڑا پکانے سے پاک ہوجاتا ہے وہ چمڑا اس جانور کے ذبح کرنے سے بھی پاک ہوجاتا ہے۔ لیکن اس حیوان کے حرام ہونیکی صورت میں اصح قول پر اس کا گوشت کھانیکے علاوہ بھی باقی کاموں میں بھی پاکی کا حکم نہیں رکھتا۔ جیسے بیان ہوچکا بلکہ ناپاک ہے کہ پانی میں گرکر ناپاک کردیتا ہے اور نمازی کے پاس مقدار مانع نماز ہونے پر نماز ناجائز ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر وہ حیوان مذبوح حلال ہے تو اس کا گوشت و چمڑا دونوں پاک ہیں ۔۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حلال حیوانکی ذبح اسکے گوشت و چمڑے کو مطلقاً پاک کردیتی ہے ۔۔ اور اگر حرام نجس العین حیوان ہو تو ذبح سے اس کی کوئی چیز حتے کہ چمڑہ بھی بحق نماز تیز نہیں پاک ہوسکتا۔ اگر وہ حرام حیوان نجس العین نہ ہو لیکن اس کے چھوٹا[۲] ہونیکے باعث اس کا چمڑہ نہ پک سکتا ہو تو اس کے ذبح سے بھی کوئی جزو حتے کہ چمڑہ بھی نماز کے حق میں بھی پاک نہیں ہوسکتا چونکہ اس کا چمڑہ نرمی و نزاکت کے باعث گوشت کے حکم میں ہے اور اس کا گوشت ہر کام ہر حال میں ناپاک ہے۔ اگر حرام غیر نجس العین بڑا جانور ہو تو ذبح سے صرف کھانیکے علاوہ چمڑہ ہی کو دوسرے کاموں میں پاکی کا حکم ہوگا اور گوشت بہرحال بہرطور ناپاک ہوگا۔ جو قلیل پانی میں گرنے سے ناپاک کردیگا اور مقدار مانعہ پاس رکھے ہوئے نماز پڑھنی ناجائز ہوگی وغیرہ وغیرہ ۔۔ اور مطلق آدمی کے (خواہ مسلم ہو یا کافر) ذبح ہونے یا چمڑہ پکائے جانے پر بہرحال ہر کام میں تعظیم انسانی کے باعث چمڑے کا استعمال کرنا بھی حرام ہے ۔۔ اور خنزیر کی کوئی چیز نجس عین ہونے کے باعث کسی طور پر کسی کام کیلئے پاکی کا حکم نہیں رکھتی حتے کہ اسکے سوکھے بال بھی پانی میں گر جائیں گے تو پانی ناپاک ہوجائیگا ۔۔ جن خوندار حیوانوں کے چمڑے چھوٹا ہونیکے باعث پکائے نہ جاسکیں وہ پکانے اور ذبح کرنے سے یعنی دونوں صورتوں سے بالکل پاک نہیں ہوسکتے۔ جیسے چوہا چھپکلی۔ چھوٹا سانپ وغیرہ جیسی چیزیں کہ اُنکے چمڑے (بھی اچھہ بانکہ گوشت) بعد پکنے یا ذبح کے بھی اگر قلیل پانی میں گر جائیں تو پانی کو ناپاک کردینگے۔ اگر نمازی کے پاس مقدار مانع

[۱] کیونکہ بسم اللہ کہکر حرام جانور کے ذبح کرنے سے بھی صحیح قول پر اس کا گوشت بہرحال ہر کام و ہر بات میں ناپاک ہے جس کا کھانا حرام و ناجائز ہے اور

نماز ہوں تو نماز ناجائز ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ بے خون کے حشرات الارض سانپ وغیرہ بلا پکائے و ذبح کے (کھانیکے علاوہ) اور کاموں میں پاکی کا حکم رکھینگے کہ قلیل پانی میں گرنے پر ناپاک نہ کرینگے اور نمازی کے پاس بہت مقدار ہونے سے بھی نماز جائز ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ نیز بڑے سانپ یعنی اژدھا کا صرف چمڑا اژدھا کے ذبح یا چمڑا پکانے سے کھانیکے علاوہ باقی امور میں پاک شمار ہوگا۔ اور مطلق سانپ کی کینچلی جو وقت مخصوص پہ اتار پھینکتا ہے بلا پکانے وغیرہ کے پاک ہے۔ چونکہ اسمیں بالوں ہڈیوں کی طرح موت وحیات سرایت نہیں کرتی۔ اور خنزیر کا چمڑا بروئے ظاہر روایت کسیطرح پکانے یا ذبح سے نجس ذاتی ہونیکے باعث بالکل پاک نہیں ہوسکتا۔ اور مطلق انسان کا (مسلم ہو یا کافر) چمڑا بزرگی کے باعث پکانا ممنوع ہے اگر کوئی پکاوے تو مختار قول کی بنا پر پاک تو ہو جائیگا لیکن اس سے انسان کی باقی اجزا کیطرح انسانی احترام کی وجہ سے نفع اٹھانا حرام ہے۔ لہٰذا اگر کوئی غلہ وغیرہ کے ہمراہ انسانی ہڈیاں پیس دے تو اس آٹے کا استعمال اصح قول میں ناجائز ہے۔ جیسے انسان وخنزیر کا چمڑا پکانے سے پاک نہیں ہوتا اسیطرح ذبح سے بھی (بشرطیکہ انسان شہید نہ ہو کہ شہید پاک ہوتا ہے) پاک نہیں ہوتا۔ اسلیئے اگر کوئی مسلم آدمی ذبح کیا جائے اور اس کی شہادت ثابت نہ ہو اور قبل غسل قلیل پانی میں پڑجائے تو پانی ناپاک ہو جائیگا۔ اور شہید انسان پاک ہے کہ بلا غسل دیئے بھی قلیل پانی میں اس کا گرنا ناپاک نہیں کرتا کیونکہ اس کا غسل بوجہ شہادت ساقط ہو گیا ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی نمازی اسے اٹھائے ہوئے نماز پڑھے تو اس کی نماز بھی جائز ہے۔ اور معتبر قول پر ہاتھی دکتے کا چمڑا بھی کھانیکے علاوہ باقی امور میں پکنے یا ذبح سے پاکی کا حکم رکھتا ہے۔ غیر نجس عین حرام حیوانوں کے چمڑے کی مذکورہ پاکی کیلیئے بعض کے نزدیک بدیں طور ذبح شرعی شرط ہے کہ ذبح کرنیوالا مسلمان غیر محرم بسم اللہ کہکر خواہ حقیقۃً یا حکماً قادر ہونے پر مذکورہ جانور کے حلق کو کاٹ ڈالے۔ تو پھر چمڑہ مذکورہ کاموں میں پاکی کا حکم رکھیگا۔ تو اس بنا پر کافر اور محرم مسلم یا غیر محرم مسلم کی جو عمداً بسم اللہ نہ کہے ذبح جائز نہ ہوگی لہٰذا چمڑہ بھی مذکورہ کاموں کیلئے پاکی کا حکم نہ رکھیگا۔ یہ قول بھی صحیح وظاہر تر ہے۔ لیکن آئندہ قول اصح ومعتبر ہے جو یہ ہے کہ چمڑے کی مذکورہ پاکی کیلیئے شرعی ذبح شرط نہیں بلکہ کوئی بھی خواہ کافر ہو یا مسلم بلا بسم اللہ ہی حیوان کا حلق کاٹ کر اسکا جاری خون بہادے تو چمڑہ پاک ہو جائیگا کیونکہ حرمت درحقیقت اس جاری خون کے بند رہنے کے باعث ہوتی ہے جو نکل گیا ہے۔ ضـ ۱۹ تا ۱۹۴۴ جو چمڑے دار حرب سے (یعنی کفار کے ملک سے) پکے ہوئے آئیں تو خالی نہیں اگر وہ یقیناً نجاست سے پکائے گئے ہوں تو ناپاک ہیں جنکا ضرور دھوکر استعمال جائز ہے ورنہ نہیں اگر ان کا پکایا جانا یقیناً پاک چیز سے ہو تو یقیناً پاک ہیں۔ اگر پاک یا ناپاک چیز سے پکائے جانیکا شک ہو تو پھر بھی پاک ہیں لیکن احتیاطاً ان کا دہو لینا بہتر ہے۔ یہی حکم ہے کفار کے کپڑوں وغیرہ جیسی چیزوں کا جبکہ غنیمت وغیرہ میں ہاتھ آجائیں تو یقینی نجس کا دہونا لازم اور شکی کا (جیسے پاجامہ نہ بند کا) دہونا بہتر چونکہ قریب محل نجاست ہوتے ہیں اگر نہ دھوئے تو مکروہ تنزیہی ہے۔ ایسے ہی ذمی (ملکی معاہد ماتحت) کافر ونکے لباس کا حکم ہے اور انکے پاجامہ یا نہ بند کے علاوہ باقی کپڑوں کو بلا دھوئے پہنکر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن شلوار ونہ بند بلا دھوئے باندھکر نماز پڑھنی احتیاطاً مکروہ تنزیہی ہے اگر بلا دھوئے نماز پڑھ بھی لی تو اصل پاکی کے باعث جائز ہے۔ لیکن جس چیز کی نجاست کا یقین ہو وہ قطعاً ناپاک ہوگی۔ اور جنمیں پاکی ناپاکی کا شک ہو تو پاکی ہی معتبر ہے مگر احتیاطاً دہونا بہتر ہے۔ یہی حکم ہے ان بے احتیاط مسلمانوں کے پکائے ہوئے چمڑوں کا جو پکانے میں نجاست سے احتیاط نہیں کرتے۔ اگر وہ چمڑے یقیناً پاک ہوں تو ان کا بہرحال خواہ گیلے ہوں یا خشک استعمال جائز اور ان سے بنائی ہوئی سب چیزیں بلا دھوئے بھی پاک ہیں۔ اگر یقیناً ناپاک ہوں تو بلا دھوئے انکا استعمال ناجائز اور ان سے بنی ہوئی تمام چیزیں ناپاک ہیں۔ جنمیں پانی وغیرہ سیال چیزیں ڈالنے سے ناپاک ہو جائینگی اسی طرح انکا

قلیل پانی میں گرنا پانی کو ناپاک کر دیگا اور مقدار مانع نمازی کے پاس اٹھائے ہوئے ہونے پر نماز ناجائز ہوگی ۔ اور اگر مذکورہ چمڑے خشک ہوں تو اصل اباحت کے لحاظ سے پاک ہی شمار ہونگے مگر احتیاطاً ان کا دھو لینا بہتر ہے ۔ خنزیر کے بالوں کے علاوہ تمام مردار غیر مذبوح حیوانوں کے بال پاک ہیں کہ ان میں موت وحیات کا حلول (دخل) نہیں ہوتا لہٰذا انکا قلیل پانی میں پڑ جانا یا قدر مانع نمازی کے پاس ہونا پانی کو ناپاک اور نماز کو فاسد نہیں کرتا ۔ ظاہر روایت کے صحیح راجح قول کی بنا پر خنزیر کے بال ناپاک ہیں جو قلیل پانی میں گرنے پر ناپاک کر دینگے اور نمازی کے پاس قدر مانع ہونے پر نماز ناجائز ہوگی ۔ مردار جانور غیر خنزیر کی ہڈیاں و پٹھے اگر ان پر چربی نہ ہو تو مشہور قول کی بنا پر پاک ہیں۔ لیکن بعض نے پٹھوں کو خواہ ان پر چربی نہ ہو صحیح قول پر حلول موت وحیات کے باعث ناپاک قرار دیا ہے ۔ ایسے ہی مذکورہ جانور کے سم و سینگوں اور ان چیزوں کا حکم ہے جن میں موت وحیات حلول نہیں کرتی کہ کاٹنے و اکھیڑنے پر انکو تکلیف و درد نہیں محسوس ہوتا جیسے کھر وغیرہ اور حرام پرند کی چونچ و پر وغیرہ پاک ہیں۔ اگر ان پر چربی نہ ہو ۔ مردار شیر خوار بکری بھیڑ کے بچہ کی اوجھڑی جسنے چارہ نہ کھایا ہو امام صاحب کے نزدیک پاک ہے اسیطرح حلال مردار جانور کا دودھ بھی پاک ہے جسکا استعمال بھی جائز ہے لیکن صاحبین کے نزدیک مذکورہ اوجھڑی و دودھ دونوں ناپاک ہیں جو یہی راجح و ظاہر تر ہے ۔ مگر دودھ جما ہوا ہو تو دھونے سے بالاتفاق پاک ہو جائیگا جسکا استعمال بھی جائز ہے اور بعض فتاوؤں میں ہے کہ سیال دودھ بالاتفاق ناپاک ہے ۔ اور مطلق آدمی کے بغیر اکھاڑے ہوئے بال و ناخن اور ہڈیاں اور دانت (خواہ وہ دانت آدمی کا اپنا ہو یا غیر کا مردے کا ہو یا زندے کا اگرچہ مقدار درہم سے زیادہ ہو ۔ خواہ اسے پاس رکھے ہوئے ہو یا اپنی جگہ لگائے) مذہب کے صحیح قوی قول کی بنا پر پاک ہیں کہ ان میں خون نہیں ہوتا ۔ اور انسان کے اکھڑے ہوئے بالوں کے سرے جنہیں چربی ہو وہ ناپاک ہوتے ہیں اور مقدار درہم سے زائد ہونے پر مفسد نماز ہیں ۔ لیکن ڈاڑھی وغیرہ میں کنگھی کرتے ہوئے جو بال اکھڑ آتے ہیں اور ان کی چربی اسکے دندانوں میں لگجاتی ہے جب تک وہ چربی ناخن کی مقدار کو نہ پہنچ جائے پھر قلیل پانی اس کنگھی کے تر کرنے سے ناپاک نہیں ہوتا چونکہ ڈاڑھی میں تر کردہ کنگھی کا استعمال مسنون ہے ۔ ہر زندہ انسان یا حیوان غیر مذبوح سے جو خونی اجزاء کاٹ کر جدا کیے ہیں جیسے ہاتھ کان ناک وغیرہ تو یہ بالاجماع ناپاک ہیں ۔ اگر غیر خونی اجزا جدا کیے جائیں جیسے بال و ناخن وغیرہ تو وہ ناپاک نہیں ۔ لیکن انسان کا اپنا کان کٹا ہوا اپنے ہی لیے ناپاکی کا حکم نہ رکھیگا اگرچہ زیادہ ہو اگر اسے پاس رکھے ہوئے نماز پڑھے تو جائز ہے ۔ مذکورہ بالا مردار جانوروں کا کچا چمڑا یا گوشت ناخن کی مقدار ہی اگر قلیل پانی میں گر جائیگا تو ناپاک کر دیگا۔ اس سے کم کا گرنا ناپاک نہیں کرتا ۔ اگر ناخن ہی ان کا قلیل پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا لیکن اسپر چربی ہونیکی حالت میں ناپاک کر دے گا ۔ اور مچھلی کا خون ناپاک نہیں چونکہ در اصل وہ خون نہیں ۔ اور امام صاحب کے نزدیک کتا نجس عین نہیں یہی مفتے بہ و صحیح قول ہے ۔ لہٰذا مفتے بہ قول پر نجس عین نہ ہونے پر کتا تمام ذیل کے احکام میں باقی حرام جانوروں کے حکم میں ہوگا کہ اسکا چمڑا ذبح کرنے یا پکانے سے پاک ہو جائیگا جس سے ڈول مشکیزے و جاء نماز وغیرہ بنانی جائز ہوگی اور زندہ کتے کی خرید و فروخت خواہ سیکھا ہوا نہ ہو جائز ہوگی ایسے ہی اگر سیکھا ہوا ہو خواہ مال مویشی و کھیتی باڑی یا گھر کی حفاظت ہی کرے تو اسکا کرایہ پر دینا لینا جائز ہوگا ۔ چونکہ نفع کے حصول بغیر کسی چیز کا کرایہ پر لینا دینا جائز نہیں لہٰذا بلی کا کرایہ پر لینا دینا جائز نہیں کہ غیر منتفع ہے ۔ اگر کوئی غیر شخص کتے کو ہلاک کر دے تو اس کی قیمت اسے دینی پڑے گی ۔ اگر کتا کنویں میں گر جائے اور اس کے منہ میں پانی نہ جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا ۔ اسیطرح اگر اسکے گیلے بالوں کی تری یا چھینٹیں پاک بدن یا کپڑے کو لگی ہیں تو ناپاک نہ ہوگا ۔ ایسے ہی اگر کسی کپڑے کو منہ میں پکڑے تو جب تک تری نہ معلوم ہو ناپاک نہ ہوگا ۔ ایسے ہی اگر کتے کے چھوٹے بچے یا مشکوک جھوٹے والے حیوان (گدھے وغیرہ جیسے) کے بچہ کو

بلا منہ باندھے کوئی نمازی اٹھائے ہوئے نماز پڑھے تو جائز ہے جب تک کے انکے منہ کا پانی قبل فراغ نماز بمقدار مانع کو نہ پہنچے (ورنہ نماز باطل ہو جائیگی) چونکہ صرف حرام جانوروں کا نمازی کو صرف اٹھانا ممنوع نہیں کیونکہ ظاہر ہر حیوان کا پاک ہے جو موت سے ناپاک ہوتا ہے۔ اور اسکے پیٹ کی نجاست آدمی کے پیٹ کی نجاست کیطرح اپنے محل پر ہونیکے باعث مضر نہیں۔ اگر بڑا کتا خواہ کھلا منہ ہو یا کوئی بچہ جسکے کپڑے یا بدن ناپاک ہو کسی نمازی پر اپنی جان تھامے ہوئے بیٹھا ہو یا ناپاک پاؤں وغیرہ والا کوئی کبوتر نمازی کے سر پر آ بیٹھے تو نمازی کی نماز فاسد نہیں ہوتی چونکہ نجاست کا حامل نمازی نہیں بلکہ وہ خود ہیں کہ اپنی جان خود تھامے بیٹھے ہیں۔ اور کتے کا گوشت سب کے نزدیک ناپاک ہے کیونکہ اسکے جھوٹے کو جو گوشت سے پیدا ہوتا ہے بالاتفاق ناپاک کہتے ہیں۔ جن کے نزدیک کتا نجس عین ہے معتبر قول میں وہ اسکے بالوں کو بھی بحالت زندگی ناپاک قرار دینگے۔ لہٰذا صرف بالوں ہی کی تری خواہ وہ کتے کے چمڑے کو نہ پہنچے پاک چیز کو ناپاک کر دے گی۔ کیونکہ ظاہر روایت میں ہے کہ کتے کے بالوں کی تری اور چھینٹے پاک چیز کپڑے و بدن وغیرہ کو ناپاک کر دیتے ہیں خواہ بال ہی گیلے ہوئے ہوں اور چمڑے کو تری نہ پہنچی ہو۔ اور جو نجس عین ہونیکے قائل نہیں انکے نزدیک مطلقاً بالوں کی تری ناپاک نہیں خواہ وہ چمڑے کو ہی کیوں نہ پہنچ جائے لہٰذا اس تری و چھینٹوں سے پاک چیز کپڑا بدن وغیرہ ناپاک نہ ہوگا۔ (واضح رہے کہ ظاہر روایت میں کتے کو نجس عین قرار دیا گیا ہے اور امام صاحبؒ نے تتبع آیات و احادیث کے بعد اُسے نجس عین نہیں قرار دیا کہ اسکا پالنا شکار اور اس سے مال مویشی کھیتی باڑی مکانات کی حفاظت کرانا جائز ہے۔ لہٰذا مواضع ضروریہ میں اسپر و غیر ضروریہ میں صاحبینؒ کے قول پر عمل کرنا محتاط معلوم ہوتا ہے۔ احقر) صحیح قول پر کستوری عنبر اور زباد یعنی جنگلی بلی کے پسینے کا قوام اور کستوری کا نافہ مطلقاً (جسکی تشریح قریب آجائیگی) اصح قول پر پاک ہے۔ جن کا استعمال بھی جائز ہے۔ کیونکہ اگرچہ کستوری دراصل خون ہے مگر اس کی حقیقت متبدل بہ عطر و خوشبو ہو گئی ہے۔ جیسے عین نجاست جلکر راکھ ہو جانے پر بوجہ تغیر اصل کھانے کے علاوہ باقی کاموں میں پاک ہو جاتی ہے ایسے ہی یہ بھی لیکن کستوری کا کھانا بھی خواہ طعام یا دوا میں خواہ ضرورت یا بلا ضرورت ہو بہر حال۔۔۔ جائز ہے۔ اور کستوری کی پاکی اور جواز خرید و فروخت اجماع سے ثابت ہے۔ اور مٹی پاک ہے مگر اسکا کھانا ضرر کے باعث حرام ہے۔ ایسے ہی صحیح معتبر قول پر عنبر جو دریائی چشمے یا بوٹی کا نام ہے نہ یہ کہ (بعض کے غیر معتبر قول پر) کسی دریائی جانور کے گوبر کا نام ہے کہ ناپاک ہو بلکہ عنبر (قیر) سیاہ روغن کیطرح (جو قیر بھی دریائی چشمہ ہے) پاک ہے۔ ایسے ہی جنگلی بلی کا پسینہ متبدل بہ خوشبو ہو جانے پر بلا کراہت پاک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اصل حقیقت میں تغیر آگیا ہے۔ اور کستوری کا نافہ اصح قول پر مطلقاً پاک ہے خواہ گیلا ہو یا سوکھا خواہ وہ نافہ ہرن مذبوحہ سے جدا کیا جائے یا غیر مذبوحہ سے خواہ ایسی حالت میں ہو کہ پانی کی تری سے خراب ہو جائے یا نہ۔ حلال جانوروں وحیوانوں کا پیشاب شیخینؒ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے جو ہی مفتیٰ بہ ہے۔ بخلاف محمدؒ کے کہ وہ مطلقاً پاک قرار دیتے ہیں۔ اور مذکورہ حلال حیوانوں کا پیشاب امام صاحبؒ کے نزدیک ظنی علاج کی بنا پر بھی پینا جائز نہیں چہ جائیکہ بلا علاج۔ لیکن یقینی شفاء کے علاج ہونے پر تو حرام قطعی بھی بالاتفاق حلال ہو جاتا ہے جب کوئی اور حلال علاج نہ ہو سکے جیسے پیاس سے قریب المرگ پیاسے کیلئے بقدر ضرورت شراب وغیرہ جیسی چیز کا پینا اور قریب المرگ بھوکے کیلئے بقدر ضرورت ہی مردار کا کھانا جائز ہے۔ ایسے ہی یقینی شفاء کی صورت میں قریب المرگ نکسیر بہنے والے کے ماتھے اور ناک پر اسی خون سے سورہ فاتحہ و اخلاص کا لکھنا مفتیٰ بہ قول پر جائز ہے۔ ایسے ہی یقینی شفا کی صورت میں لا با معاً بکتابتہ بیولہ لکن لم ینقل۔ کیونکہ اسمیں بحرمتی مدنظر نہیں اور جائز ضرورت یقینی حصول شفا وغیرہ کیلئے

ط جو سنہ ... جاری ہونے سے ... حصہ ۲

حرمت ساقط ہو جاتی ہے۔ ابو یوسفؒ کے نزدیک مذکورہ حیوانوں کا پیشاب ظنی علاج کی ضرورت میں بھی پینا و استعمال کرنا جائز ہے۔ اور محمدؒ کے نزدیک پاک ہونیکی وجہ سے بلا علاج بھی پینا و استعمال کرنا جائز ہے لہٰذا ان کے نزدیک مذکورہ پیشاب جب تک پانی پر غالب ہو جائے پانی پاک شمار ہوگا۔ یہ غیر مفتےٰ بہ ہے۔ اور حرام چیزوں سے یقینی تکلیف کے دفعیہ و شفا حاصل ہونیکی بنا پر (اگر کوئی دوسرا جائز حلال علاج نہ ممکن ہو) علاج کرنا بالاتفاق مفتےٰ بہ قول پر جائز ہے جیسے سخت پیاس کیلئے بقدر ضرورت شراب کا پینا اور سخت بھوک کیلئے ضرورت کے مطابق مردار کا کھانا جائز ہے اگر صرف ظنی علاج ہو تو جائز نہیں۔ لیکن غالب ظن میں علاج کے مفید پڑنے پر ضرورت کے باعث دوسری حلال دوا نہ ملنے پر بھی انکا استعمال کرنا جائز ہے۔ خنزیر کے گوشت سے یقینی شفا کی صورت میں بھی علاج جائز نہیں چونکہ وہ نجس عین ہے۔ جیسے کوئی بھوکا مر رہا ہو تو اسے خنزیر کا گوشت جان بچانے کے لئے کھانا جائز نہیں۔

یہ فصل کوؤں کے احکام کے بیان میں ہے

ص ۱۹۴ تا ۱۹۷

قلیل مقدار پانی کے کوئیں میں حیوانات کے گر کر مرنے کے علاوہ بھی اگر مذکورہ کوئیں میں دہ در دہ سے کم ہو یا مکلف سمجھدار متدین کی رائے میں کثیر پانی نہ ہو جیسے پانی کے باب میں بالتفصیل گذر چکا ہے) تھوڑی سی نجاست خفیفہ پڑ جانے سے بھی تمام پانی ناپاک ہو جائیگا۔ چہ جائیکہ نجاست غلیظہ۔ کیونکہ نجاست خفیفہ جو کسی چیز کو چوتھائی سے کم مقدار لگنے پر ناپاک نہیں کرتی وہ پانی کے علاوہ دوسری چیزوں میں معافی کا حکم رکھتی ہے۔ لیکن نجاست خفیفہ سے نجس شدہ کوئیں کا پانی جب تک چوتھائی کپڑے کو نہ لگے گا کپڑا ناپاک نہ ہوگا۔ لہٰذا مطلق پیشاب کا قطرہ (خواہ کسی حیوان کا ہو (چوہے کے سوا کہ اس سے احتراز ممکن نہیں) انسان یا غیر انسان حلال یا حرام حیوان کا ہو) کوئیں میں گر کر تمام پانی کو ناپاک کر دیگا۔ یہی حکم ہر حیوان کے خون کی بوند کوئیں میں گرنیکا ہے جس سے تمام پانی ناپاک ہو جائیگا۔ ایسے ہی چوہے کی کٹی ہوئی دُم کے کوئیں میں گر جانے سے تمام پانی ناپاک ہو جائیگا کیونکہ کٹی ہوئی جگہ میں ناپاک تری موجود رہتی ہے۔ اگر اس کٹی ہوئی جگہ کو موم وغیرہ چکنے والی اشیاء سے بند کیا ہوا ہو تو پھر اس کے فقط گرنے پر قبل پھولنے پھٹنے کے (چوہے کے صرف مرنیکی طرح) بیس ڈول پانی نکالنے کا حکم ہوگا۔ اگر وہ دُم پانی میں پھول یا پھٹ گئی تو ہر حیوان حلال حرام چھوٹے بڑے کے پھولنے پھٹنے کیطرح کوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو کر اسکا نکالنا لازم ہوگا۔ ع اگر کوئیں میں خشکی کا خوندار حیوان (نہ غیر خونی جیسے بھڑ وغیرہ جیسے بچھو یا پانی کا حیوان خواہ خوندار ہی کیوں نہ ہو مچھلی و کیکڑے جیسا تو انکے کوئیں کے پانی میں مر کر پھول پھٹ جانے سے بھی کنواں ناپاک نہیں ہوتا جیسے پانی کی بحث میں مفصل ذکر ہو چکا ہے) خواہ بڑا ہو یا چھوٹا (جیسے چڑیا و چوہے سے لیکر آدمی و ہاتھی تک) گرنے کے بعد پھول یا پھٹ جائے یا اسکے بال گر جائیں۔ یا باہر مر کر پھول یا پھٹ جاتے یا بال گر جانے کے بعد کوئیں میں گر پڑے۔ یا حیوان زخمی ہو جائے اگرچہ نہ پھولے پھٹے یا حیوان کے جسم کی کوئی جز (جیسے چوہے وغیرہ کی دم وغیرہ) کٹکر گر پڑے یا مردار کے گوشت کا ذرا سا ٹکڑا ہی صرف گر جائے اگرچہ یہ پھولے پھٹے نہ کوئیں کو ناپاک کر دیتا ہے کہ ان میں ناپاک تری ہوتی ہے جو شراب و پیشاب کیطرح ہے۔ ایسے ہی معتبر قول پر چوہے کے باہر مر کر سوکھ جانیکے کے بعد کوئیں میں گر کر پھولنے پھٹنے پر بھی کنواں ناپاک ہو جاتا ہے۔ پھر ان تمام گری ہوئی مذکورہ چیزوں کے نکالنے کے بعد (کیونکہ انکے نکالنے سے پہلے پانی کا نکالنا فضول ہے کہ ناپاکی اندر ہے) صحیح معتبر قول پر کوئیں کا وہ تمام پانی

ع یعنی کوئیں میں خشکی کے خوندار جانور چھوٹے بڑے کے گر کر پھول پھٹ جانے یا بال گر جانے یا باہر سے ایسی حالت میں گر پڑنے وغیرہ سے کوئیں کا پانی ناپاک ہو جائیگا ۱۲ منہ

جو وقوعِ نجاست کے وقت موجود ہے یعنی جسقدر پانی نجاست گرتے وقت تھا ہو اسکا نکالنا لازم ہوگا۔ نہ زیادہ کا جو بعد میں زیادہ ہو جائے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ پانی کا متواتر نکالنا بھی ضروری نہیں خواہ کچھ پہلے دن نکالکر بقایا دوسرے دن نکالے جیسے آئندہ عنقریب آجائیگا۔ اگر مسلمان کی بلا غسل دی ہوئی میت یا کافر کی خواہ غسل ہی دی ہوئی ہو یا مسلمان عورت کے پیٹ سے مردہ بچہ جسکی علامت حیات کوئی نہ معلوم ہو خواہ غسل ہی دیا ہوا ہو (چونکہ من کل الوجوہ اسپر آدمی کے حکم صادق نہیں آتے جیسا کہ غسل کے بعد بھی اسپر نماز جنازہ درست نہیں چونکہ غسل سے وہ پاک نہیں ہو سکتا وغیرہ گویا مردار حیوانوں کے حکم میں ہے) کوئیں میں صرف گرہی جائیں تو کوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائیگا۔ اور پانی کا استعمال پہلا پانی وجو یا نکالے بغیر ناجائز ہے۔ کیونکہ مسلمان کی میت بھی صحیح قول پر قبل غسل ناپاک ہوتی ہے کیونکہ تمام خوندار حیوان انسان ہو یا غیر انسان مرنے کے بعد بوجہ نجاست خبث ناپاک ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا صحیح قول پر مسلمان میت کے غسل کی دھوون کا پانی بھی نجس ہے نہ مستعمل اور پاک چیز کو لگ جانے سے ناپاک کر دیگا اگر کوئی نمازی مسلم کی میت کو قبل غسل اٹھائے ہوئے نماز پڑھے تو نماز ناجائز ہوگی۔ اور کافر کی میت تو غسل کے بعد بھی بالاتفاق پاک نہیں ہوتی جیسے کوئی نمازی اٹھائے ہوئے نماز پڑھے تو نماز ناجائز ہوگی۔ اور مسلمان مردہ لوتھڑے کا جس کی زندگی کی کوئی علامت نہ پائی گئی ہو کافر کی میت جیسا حکم ہے کہ غسل کے بعد بھی ناپاک رہتا ہے۔ لہٰذا قلیل پانی میں گرنے سے اُسے ناپاک کر دیگا۔ اور نمازی کے اُسے اٹھائے ہوئے ہونے پر نماز ناجائز ہوگی۔ لیکن مذکورہ لوتھڑے کے آثار زندگی پائے جانیکے بعد مر جانے پر اس کا حکم زندے اور بڑے مسلمان جیسا ہوگا۔ کہ غسل دینے کے بعد اسکی نماز جنازہ باقاعدہ پڑھ کر دفن کیا جائیگا اگر بعد غسل قلیل پانی میں گر جائیگا تو اُسے ناپاک نہ کریگا۔ اگر کوئی نمازی اُسے بعد غسل اٹھائے ہوئے نماز پڑھیگا تو نماز جائز ہوگی۔ اگر مرغی کا تر انڈا مرغی کے پیٹ سے نکلتے ہی یا بھیڑ بکری کا زندہ بچہ پیدا ہوتے ہی کم مقدار پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ تری ناپاک نہیں ہوتی۔ اگر شہید[۵] پاک جسپر خون کے علاوہ ظاہری نجاست نہ ہو (اگر اسپر ظاہری نجاست پاخانہ پیشاب وغیرہ لگا ہوا ہو تو قلیل پانی میں واقع ہونے سے پانی ناپاک ہو جائیگا) اور وہ شہید صاحب جنابت یا صاحبہ انقطاع حیض ونفاس بھی نہ ہو کیونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک جنبی و منقطع حیض و نفاس کا بوقت شہادت بھی غسل واجب ہے (جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ واجب الغسل شہید قلیل پانی میں واقع ہو جائیں تو میت پاک ہوکر پانی مستعمل ہو جائیگا۔ جس سے احتیاطاً (حسب ذکر آئندہ عنقریب) بطور استحباب چالیس ڈول نکالے جائیں۔ احقر) کوئیں یا قلیل پانی میں واقع ہو جائے تو ناپاک نہ کریگا کیونکہ اسکے بدن کا خون جب تک اسپر موجود ہے ناپاک نہیں۔ اگر شہید کے بدن کا خون جاری ہو جو بدن سے جدا ہو کر پانی میں حل ہو جائے تو پھر پانی ناپاک ہو جائیگا۔ اگر بدن سے نہ جدا ہوا تو پانی ناپاک نہ ہوگا (پہلی صورت میں پانی کے ناپاک ہو جانیکی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئیں وغیرہ جیسے قلیل پانی میں اگر شہید کا بدن بھی اس ناپاک پانی سے ملوث ہو کر ناپاک ہو جائیگا جسے پاک پانی سے غسل دیکر جنازہ کرکے دفن کیا جائے۔ احقر) اگر کوئی شخص شہید کی لاش کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھے تو نماز جائز ہے کیونکہ وہ بلا غسل مع خون پاک ہے۔ کوئیں کے ناپاک ہو جانے پر صرف پانی ہی نکالا جائے گا اور کیچڑ کا احادیث میں اسیطرح وارد ہے۔ لیکن اس کیچڑ سے احتیاطاً مسجد کو نہ لیپا جائے۔

اگر کوئیں سے عین ناپاکی جیسے مردار کا گوشت وغیرہ وخنزیر کی ہر چیز وغیرہ نکالے بغیر کوآں پاک نہیں ہو سکتا خواہ تمام پانی نکل جائے کیونکہ نجاست نکالنے کے بعد پانی کا نکالنا معتبر ہے اور پانی سے پہلے نجاست و ناپاک چیز کا نکالنا واجب ہے اگر عین نجاست گرکر نہ نکل سکے تو جب تک وہ گل سڑ کر مٹی نہ ہو جائے کوآں ناپاک ہی رہیگا + اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس چیز کے چھ ماہ تک پڑا رہنے کے بعد مقررہ پانی نکالنے پر کوآں پاک ہو جائیگا گویا چھ ماہ تک انکے نزدیک گل سڑ کر مٹی ہو

[۵] یعنی ظاہری نجاست وہاں خون سے پیر ملوث پاک شہید اگر کم مقدار پانی یا کوئیں وغیرہ میں گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا ۱۲ منہ

جاتی ہے) جیسے مثلاً چرڑی وغیرہ پھول پھٹ کر پانی میں غائب ہو جائے کہ نہ نکل سکے یا مردار کی کوئی جزو وغیرہ وغیرہ۔
اگر ناپاک چیز جیسے کوئی پتلی سی ناپاک لکڑی یا کپڑا وغیرہ کوئیں میں گر کر غائب ہو جائے اور نہ نکل سکے تو اس صورت میں
دفع حرج کے باعث تمام پانی نکل جانے کے بعد کہ جب لصف ڈول تک بھی نہ بھرے کوئیں کی پاکی کا حکم دیا جائیگا۔ کوئیں
کی طہارت کے تابع ہو کر باقی چیزیں ڈول۔ رسی۔ اور چرخی وغیرہ اور پانی نکالنے والے شخص کا ہاتھ وغیرہ دفع حرج کے باعث
سب پاک ہو جائینگے۔ جیسے شراب کا مٹکا شراب کے سرکہ ہو جانیکے تابع ہو کر پاک ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی استنجا کرنیوالیکا
ہاتھ محل استنجا کی طہارت کے ساتھ ہی پاک ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی تر ناپاک ہاتھ سے لوٹیکی دستی کو پکڑ کر ہاتھ کو تین دفعہ
دہونے سے وہ دستی بھی بالتبع پاک ہو جاتی ہے۔ صحیح مختار قول پر ناپاک کوئیں کا پانی متواتر نکالنا ضروری نہیں اگر کچھ
ایک دن نکال دیا گیا ہو تو پھر دوسرے دن پانی زیادہ ہو جانے پر صحیح قول میں بقایا ہی پانی نکالنا لازم ہوگا نہ کہ دوسرے
دن کا زائد پانی بھی۔ اگر کوئیں میں گرا ہوا حیوان و جانور زندہ نکل آئے اور نجس عین نہ ہو (ورنہ جیسے خنزیر اور ایک قول پر
کتا جو غیر مفتے بہ ہے یہ زندہ بھی نکل آئیں جب بھی تمام پانی ناپاک ہو جائیگا) اور انسان بے وضو یا جنبی وغیرہ جیسا نہ ہو
(ورنہ چالیس یا بیس ڈول استحباباً نکالے جائینگے) اور حیوان پر نجاست ظاہری بھی نہ ہو (ورنہ تمام پانی ناپاک ہو جائیگا)
اور جھوٹا اس حیوان کا ناپاک و مشکوک بھی نہ ہو (کہ انکے منہ ناک میں پانی پہنچنے پر تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے) تو پھر کوئیں سے ایک
ڈول بھی پانی نکالنا واجب نہیں * لیکن اطمینان قلب کیلئے ظاہری نجاست سے پاک ہونیکی حالت میں بھی۔ بھیڑ بکری
گائے بھینس بیل اور پرند اور گھر بند کی ہوئی مرغ مرغی کے جو نجاست نہ کھائے گر کر زندہ نکلنے پر بھی دس ڈول تک نکالنے
مستحب ہیں۔ یہی حکم ہے گدھے و خچر کے گرنیکا جبکہ انکے منہ ناک میں پانی نہ پہنچا ہو (ورنہ صحیح معتبر قول میں) ناپاک جھوٹے والے کتے
وغیرہ جیسے حیوان کیطرح) انکے منہ ناک میں پانی پہنچنے پر تمام پانی ناپاک ہو جائیگا۔ جس کا نکالنا (استعمال پانی کیلئے) لازم ہوگا
اگر چوہا یا اس جیسا حیوان گر کر زندہ نکل آئے تو بیس ڈول استحباباً نکالے جائیں گے۔ اگر مرغی مرغا یا کبوتر نے والے یا بلی اور اس جیسے حیوان
زندہ نکال لئے جائیں تو چالیس ڈول استحباباً نکالے جائینگے۔ اگر چوہا بلی سے یا بلی کتے سے یا بکری۔ بھیڑ درندہ سے بھاگ کر گر جائے
تو اس سے کوئیں کا پانی مفتے بہ معتبر قول پر ناپاک نہ ہوگا کیونکہ انکے پیشاب نکلنے میں شک ہے اگر یقیناً نکلے تو پھر تمام پانی ناپاک ہوگا۔
اگر کافر غسل کے بعد ہی فوراً کوئیں میں گر کر زندہ نکل آئے تو پانی بلا شبہ پاک ہے۔ اگر غسل سے پہلے گر جائے تو احتیاطاً تمام پانی نکالا
جائے چونکہ کافر عموماً نجاست حقیقی یا حکمی سے خالی نہیں ہوتا۔ ص ۱۹۷ تا ۲۰۳ اور چشمہ دار کوئیں سے تمام پانی کا نکالنا مشکل ہو تو صحیح
مفتے بہ اقوی قول پر دو دیندار متدین عادل پانی میں سمجھ رکھنے والوں کا قول معتبر ہے کہ جتنی مقدار پانی جانیں اور کہیں اتنا نکالنا واجب
ہوگا۔ کیونکہ کوئیں کا پانی ملکوں و صوبوں کی زمین کی متفاوت حالت کے مطابق متفرق ہوتا ہے کسی میں ایک سو ڈول کسی میں دو یا
تین سو کسی میں پانچ چھ سو وغیرہ وغیرہ کم و بیش ڈول کی مقدار پانی ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں جیسے بعض نے مطلقاً دو تین سو ڈول نکالنے
پر فتویٰ دیا ہے غیر معتبر ہے۔ کیونکہ یہ فتویٰ امام محمد رحمہ نے بغداد ہی میں کوؤں کے پانی کے مشاہدہ کے مطابق دیا تھا نہ ہر صوبے و ملک
کے کوؤں کے لئے۔ ایسے ہی امام صاحب نے کوفہ میں کوؤں کے پانی کم ہونیکے باعث ایک سو ڈول نکالنے کا فتویٰ دیا ہے۔
تو اس بنا پر بھی یہی ثابت ہوا کہ فتویٰ دو عادل سمجھدار مردوں کے قول پر ہے۔ اور تمام پانی نکالنے کیلئے یہ صورت بھی
بھی عمدہ تر ہے جو بعض کتب فقہ میں مذکور ہے کہ رسی وغیرہ سے پانی کی پیمائش کر لینے کے بعد اتنی مقدار پانی نکال لینے
پر یقیناً پاک ہو جائیگا۔ بدیں طور کہ کوئیں کے پانی کی چوڑائی لمبائی گولائی کے مقدار گڑھا کھود کر اسے بھر دینے پر کوئیں پاک ہو جائیگا
اگر گڑھا نہ کھودا جائے تو کوئیں کے پانی میں مذکورہ رسی کے علامت کے اندازہ سے پانی نکالکر دیکھتے جائیں جب پوری مقدار پانی نکل جائے
تو پاک ہو جائے گا۔ واضح رہے کہ کنواں مذکورہ مقدار پانی نکالنے پر جب پاک ہوگا کہ اثر نجاست نہ رہے ورنہ جاری پانی کی طرح

جس میں اثرِ نجاست ہو تا پاک ہی رہیگا۔ اگر مطلق آدمی (خواہ بڑا ہو یا چھوٹا خواہ وہ لوتھڑا ہو جس کی علامت زندگی پائی جائے) یا وہ حیوان جو جسم میں آدمی کے برابر ہو جیسے بھیڑ، بکری، کتا، گیدڑ وغیرہ اور مذکورہ حیوانوں کے بچے یا بڑی بطخ کوئیں میں گر کر صرف مر ہی جائے تو تمام پانی نکالنا واجب ہوگا لیکن آدمی سے بڑے جسم کے حیوان کے مرنے سے تو خود ہی ناپاک ہو جائیگا جبکہ آدمی وغیرہ جیسے حیوان کے مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے کیونکہ ہر خوندار حیوان کے پانی میں مرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے ص ۱۳۱۔ اور ہر ناپاک چیز بلا ظہور اثرِ نجاست قلیل پانی کو ناپاک کر دیتی ہے۔ اگر کبوتر، بلی یا چھوٹی بطخ و مرغ مرغی وغیرہ جیسے حیوان یا ان کے بچے گر کر صرف مر جائیں اور پھولیں پھٹیں نہ تو چالیس ڈول وجوباً اور بیس استحباباً نکالے جائینگے۔ اگر چڑیا، چوہے وغیرہ جیسے حیوان یا انکے بچے گر کر پھولے پھٹے بغیر صرف مر ہی جائیں تو پھر بیس ڈول وجوباً اور دس استحباباً نکالے جائینگے۔ مذکورہ بالا حکم میں چشمہ دار (جس میں سے پانی ابلے) و غیر چشمہ دار کوئیں پانی نکالنے اور پاک ہونے کے حق میں برابر ہیں۔ لیکن پانی کے بھرے ہوئے مٹکے وغیرہ جو زمین پر رکھے یا اندر گڑے ہوئے ہوں تو انکے ناپاک ہو جانے پر تمام پانی ناپاک ہو کر پانی کے گرانے یا نکال لینے کے بعد۔ زمین سے نکالے بغیر ہی تین بار دھونے پر وہ مٹکے پاک ہو جائینگے اور زمین کے اوپر رکھے ہوئے مٹکے اندر باہر سے تین بار دھونے پر پاک ہونگے۔ کوئیں سے پانی نکالنے میں درمیانہ ڈول چار سیر پانی کی مقدار کا معتبر ہے اگر اس سے چھوٹا یا بڑا ہو تو درمیانے ڈول کے حساب سے پورا کرنیکے بعد پاکی کا حکم ہو جائیگا۔ جو ڈول پھٹا ہوا ہو کہ بھرا ہوا نہ نکلے تو اس میں اکثر کا بھرا ہونا شرط ہے ورنہ مقررہ مقدار کے نکالنے پر پاکی کا حکم نہ ہوگا جب تک بحساب کمی اور زائد ڈول نہ نکالے جائیں۔ جس کوئیں میں واجب مقدار سے کم پانی ہو جسے نکال دیا جائے اسکے بعد اور پانی ابل کر بڑھ جائے تو اس کا نکالنا واجب نہیں۔ کوئیں جسطرح پانی نکالنے سے پاک ہو جاتے ہیں اسیطرح بعض پانی کے اوپر سے جاری ہو کر نکل جانے پر بھی پاک ہو جاتے ہیں۔ جیسے کوئی سوراخ و نالی وغیرہ بنا کر کچھ پانی نکال دیا جائے۔ اسیطرح مقدار واجب وغیرہ پانی کے زمین میں دھنس جانے پر بھی کواں پاک ہو جائیگا۔ اگر پانی پھر واپس ہو کر ابل آئے تو کوئیں کے سابقہ پانی سے سطح تر ہونے پر ناپاک ہو جائیگا۔ اگر سطح خشک ہو جانیکے بعد پانی ابلے تو پھر اصح قول میں پانی ناپاک نہ ہوگا۔ جو جانور جسم میں کبوتر و چوہے کے درمیان ہو تو اس کا چوہے جیسا حکم ہے۔ جیسے کہ بکری اور مرغی کے درمیانی بدن والے جانور کا حکم مرغی جیسا ہے کہ دلالۃ النص کے طریقے سے چھوٹے کے ساتھ شامل کیا جائیگا۔ جیسے چھوٹا بڑے میں داخل ہو جاتا ہے۔ مثلاً چوہا و بلی دونوں گر کر مر جائیں تو چالیس ہی ڈول نکالنے واجب ہیں کہ چوہے کا بلی میں تداخل ہو گیا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی نہیں مرا تو پھر کچھ پانی بھی نکالنا واجب نہیں۔ اگر فقط چوہا پھول پھٹ جائے یا زخمی ہو جائے یا پانی میں پیشاب کر دے تو تمام پانی نکالا جائیگا۔ اگر صرف بلی ہی کوئیں میں مرے تو پھر چالیس ڈول نکالے جائینگے۔ جو حیوان بدن میں دو بلیوں کے برابر ہو تو بالاتفاق اس کا حکم بکری جیسا ہے۔ جو حیوان دو چوہوں کی مقدار ہو اس کا ایک چوہے جیسا حکم ہے۔ خواہ وہ دو چوہے مرغی کی مقدار کو پہنچ جائیں۔ مگر امام محمدؒ کی ایک روایت میں اسوقت چالیس ڈول نکالنے واجب ہونگے۔ صحیح قول میں تین چوہوں سے لیکر پانچ تک بلی کے حکم میں ہیں اور جب چھ ہو جائیں تو بکری جیسا حکم ہے۔ معلوم ہونے پر یا دو مرد شاہدوں کی گواہی پر چوہے وغیرہ کے گرنے ہی کے وقت سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اگر نہ معلوم ہو اور نکلتے وقت پھولا یا پھٹا ہوا نہ ہو تو ایک دن رات سے ناپاکی کا حکم ہوگا۔ اور اگر پھولا یا پھٹا ہوا ہو تو تین دن رات سے امام صاحبؒ کے راجح صحیح و عبادات میں آپکے قول کے احوط ہونیکی بنا پر وضو و غسل اور نمازوں کے لوٹانے اور اس پانی سے دھلے ہوئے کپڑوں کے متعلق ناپاک قرار دیا جائیگا۔ کہ پہلی صورت میں کپڑے دھو کر ایک دن رات کی مذکورہ نمازوں کا لوٹانا واجب ہوگا۔ اور دوسری صورت میں تین دن رات کی نمازوں کا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک جس وقت چوہا وغیرہ نکلے اس وقت سے ناپاکی کا حکم دیا

جائیگا خواہ پھولا یا پھٹا ہوا ہو یا نہ۔ بعض نے اسی پر فتویٰ دیا ہے لیکن یہ غیر محتاط ہے خصوصاً نماز کے متعلق ۔۔ مذکورہ ناپاک
کوئیں کے پانی سے اگر کوئی کھانے پینے کی چیز بنائی جائے تو اس کا خود کھانا اور حلال حیوانوں کو بھی کھلانا جائز نہیں۔ لیکن
کتوں کو کھلا پلا دینا جائز ہے۔ جبکہ یہ ضابطہ ہے کہ اگر کھانے پینے وغیرہ کی چیز میں کوئی ناپاکی مل جائے اور ناپاکی مغلوب ہو تو
اس کا کھانا پینا تو جائز مگر اس کے علاوہ اور نفع حاصل کرنا جائز ہے اگر ناپاکی غالب ہو تو نفع بھی ناجائز ہے جیسے تیل بدیں طور ناپاک ہو کہ پاک تیل زیادہ
اور نجاست کم ہو تو اس کا جلانا جائز ہے ورنہ منع ۔۔ اور مذکورہ کوئیں کے پانی سے کوئی چیز بنائی ہوئی کسی آدمی کو نہ کھلائی جائے
اور شافعیؒ مذہب والے پر بھی بیچنی ٹھیک نہیں کیونکہ حنفی تو ناپاک چیز کو بیچ رہا ہے اگر شافعیؒ مذہب والے کو یہ اعتقاد
مذہب خود پانی ناپاک نہ ہونے کی وجہ سے استعمال جائز ہے ۔۔ اس مذکورہ مسئلہ کوئیں کے پانی کے ناپاکی کے وقت میں (کہ امام صاحبؒ
کے نزدیک پہلے سے اور صاحبینؒ کے نزدیک اسی وقت سے ناپاک شمار ہوتا ہے) امام صاحبؒ کا قول استحسان۔
اور صاحبینؒ کا قیاس جلی ہے ۔۔ کسی مسئلہ کو اپنے نظائر سے (امثال) (دلیل میں قوی ہونے کے باعث) جدا کرنے کا نام استحسان ہے۔
جو قیاس جلی کے مقابل ہوتا ہے۔ اور قیاس جلی اس چیز کا نام ہے جس کی طرف مجتہدین کے فہم۔ نص یا اجماع یا قیاس خفی کے
لحاظ سے سبقت کریں ۔۔ جس شخص کو اپنے کپڑے میں مقدار درہم سے زیادہ مطلقاً نجاست مغلظ خون۔ منی۔ پیشاب وغیرہ
جیسی دکھائی دے اور یہ نہ معلوم ہو کہ کب لگی ہے تو بالاجماع صحیح تر قول میں بالکل کوئی نماز نہ لوٹائی جائیگی مگر امام صاحبؒ
کے نزدیک مختار قول میں جو نماز پڑھی جا رہی ہے صرف اُسے لوٹایا جائے ۔۔ نجاست کا اپنے ہی بدن سے لگنے کا غالب
گمان ہو تو پھر نجاست لگنے کے آخری سبب کے وقت یعنی نکسیر وغیرہ کی آمد سے نماز کا لوٹانا بہتر ہے ورنہ شک کے باعث
نہ لوٹائے ۔۔ اگر کسی کے روئی دار جبہ میں مردہ چوہا پایا جائے اور اس جبہ میں سوراخ نہ ہو تو پھر جب سے روئی بھرا کر
اُسے پہنے ہوئے نماز پڑھی گئی ہے تب سے نماز لوٹائی جائیگی کیونکہ یہ شروع ہی سے روئی کے ہمراہ اندر چلا گیا ہے ۔۔ اگر
کوئی سوراخ ہو تو پھر چوہا اگر پھولا وغیرہ ہوا نہ ہو تو ایک دن رات کی ورنہ تین دن رات کی نماز لوٹائی جائیگی ۔۔ مفتیٰ بہ صحیح
تر قول میں چوہے کا پیشاب اُن چیزوں میں جنکا اس سے بچنا مشکل ہو ضرورت کے باعث پاک ہے۔ ایسے ہی اسکا پاخانہ
بھی جب تک پانی وغیرہ میں اُس کا اثر نہ ظاہر ہو نیز مفتیٰ بہ قول پر بلی کے پیشاب کو بھی پانی کے برتنوں کے علاوہ دوسری
سیال چیزوں کے برتنوں و کپڑوں میں ضرورت کے باعث معاف ہو کر پاکی کا حکم ہے ۔۔ اگرچہ ظاہر روایت میں چوہے بلی
کے پیشاب اور پاخانہ کو ناپاک قرار دیا گیا ہے۔ مگر مذکورہ (چوہے و بلی کے پیشاب وغیرہ کی) پاکی دفع حرج کے باعث راجح
قرار دی گئی ہے جس سے کوئیں کا پانی وغیرہ ناپاک نہ ہوگا ۔۔ نیز مختار قول میں حلال پرندوں کی بیٹھ سوائے بیٹھ مرغی و بطخ کے
اور ایسے ہی حرام پرندوں کی بیٹھ بھی اصح قول میں پاک ہے جس سے پاک چیز ناپاک نہ ہوگی لہذا اگر کوئیں میں پڑ جائے تو
ناپاک نہ کرے گی۔ اور بعض فقہا کے نزدیک حرام پرند کی بیٹھیں ناپاک ہیں مگر دفع حرج کے باعث کوؤں کے پانی کو ناپاک
نہیں کرتیں۔ تو اس خلاف کا نتیجہ اُمور معلقہ یا کسی کے بلا ضرورت پانی میں بیٹھ گرانے پر نکلے گا جبکہ اور پاک پانی بھی وہاں
موجود ہو کہ قول مختار و اصح قول پر ناپاکی کا حکم نہیں اور دوسرے قول پر جو دفع حرج کی قید لگاتے ہیں ناپاک ہو جائیگا ۔۔
تو وہ صحیح قول کی بنا پر سوئی کے سرے جیسی پیشاب کی چھینٹوں کا قلیل پانی میں پڑنا ناپاک کر دیتا ہے چونکہ اس پانی کی
پاکی کی تاکید ہے اور کوئی ضرورت حرج بھی لاحق نہیں ہوتی۔ بخلاف بدن و کپڑوں کے کہ ان میں مذکورہ مقدار کی چھینٹیں
دفع حرج کے باعث معاف ہو کر انکو ناپاک نہیں کرتیں ۔۔ اور سوئی کے چھوٹے ناکے کی مقدار بوند کا بھی یہی حکم ہے جو ناپاکی
کے باب میں آ جائیگا ۔۔ صـ ۲۰۴ تا ۲۰۷ عین ناپاکی کے غبار سے بھی پاک چیز دفع حرج کے باعث ناپاک نہیں ہوتی چہ
جائیکہ ناپاک چیز کے غبار سے ۔۔ جو کوئیں بھیڑ بکریوں یا اونٹوں کی مینگنیوں سے نہ بچ سکیں تو ان میں دفع حرج کے

باعث مُفتٰے بہ معتبر راجح صحیح قول پر اتنی مقدار مینگنیوں کا گو پڑنا جنہیں مکلف آدمی قلیل گمان کرے پانی کو ناپاک نہیں کرتا خواہ کتنی ہی مقدار ہوں۔ اور ایک صحیح مرجوح قول میں جب تک ہر ڈول میں مینگنی نہ آئے قلیل ہے اگر زیادہ آئیں تو کثیر ہیں۔ ایسے ہی کوئیں میں گوبر گوبنے وغیرہ حکم ہے کہ اس سے نہ بچ سکنے پر دفع حرج کے باعث مطلق گوبر کا گرنا ناپاک نہیں کرتا جب تک اُسے کثیر نہ سمجھا جائے۔ اور دودھ دوہتے وقت دوہنی میں قلیل مقدار (دو تین وغیرہ) مینگنیوں کا گرنا دفع حرج کے باعث دودھ کو ناپاک نہیں کرتا جبکہ گرتے ہی فوراً ٹوٹنے پھوٹنے یا اُن سے دودھ کے رنگدار ہوجانے سے قبل نکال لی جائیں ورنہ ناپاک ہوجائیگا۔ اگر دودھ کے برتن میں دودھ دوہتے وقت کے علاوہ مذکورہ مقدار مینگنیاں پڑ جائیں تو اصح قول پر اُن مینگنوں کے دوسری چیزوں کے برتنوں میں گر پڑنے کی طرح ضرورت نہ ہونیکے باعث ناپاک کر دیں گی خواہ ٹوٹنے پھوٹنے وغیرہ سے قبل گرتے ہی نکال لی جائیں۔ کوئیں کے پاس اور گرد ناپاکی کے گڑھے کے مُضر (یعنی پانی میں اثر وضرر کرنیکے باعث) ہونیکے لئے قُرب (بُعد) کی صحیح معتبر قول پر کوئی مقدار پانچ۔ سات یا دس ہاتھ کی مقرر نہیں کیونکہ زمین کی سختی و نرمی کے باعث اختلاف: قع ہوجاتا ہے۔ اور جو مقداریں بیان کی گئی ہیں وہ خاص خاص زمینوں کے متعلق ہیں کہ جو زمین نرم تھی اس میں دس ہاتھ اس سے کم نرم میں سات اس سے کم میں پانچ وغیرہ احاطہ مقرر کیا گیا ہے نہ یہ کہ معین مقداریں ہیں۔ لہٰذا معتبر مفتٰے بہ قول پر نجاست کے گڑھے کے کوئیں کے قریب ہوتے ہوئے جس وقت پانی کی تین اوصاف سے کوئی ایک بدل جائیگی تو کنواں ناپاک ہوجائیگا ورنہ نہیں خواہ نجاست کا گڑھا قریب ہو یا دور۔ ہر حیوان کا جھوٹا (یعنی پس خوردہ) اس کے گوشت کے حکم کے موافق ہے۔ کہ اگر حیوان کا گوشت پاک ہے تو جھوٹا پاک اور اگر ناپاک ہے تو جھوٹا ناپاک۔ اگر مکروہ ہے تو جھوٹا بھی مکروہ۔ اگر مشکوک ہے تو جھوٹا بھی مشکوک۔ لہٰذا مطلق انسان پاک منہ کا جھوٹا (خواہ مسلم ہو یا کافر خواہ جنبی یا حیض نفاس والی) ناپاک نہیں بلکہ پاک اور ہر نجاست کو پاک کرنیوالا ہے۔ اگر انسان کا منہ نجاست ظاہری سے پاک ہو۔ اسی بنا پر جنبی و حیض نفاس سے پاک شدہ عورت کا (کہ قبل انقطاع خون تو خود پاک ہی ہے) جھوٹا بھی پاک ہے کیونکہ انکا منہ نجاست ظاہری سے پاک ہے اگرچہ نجاست حکمی سے پاک نہیں۔ اور انکا جھوٹا معتبر قول پر مستعمل بھی نہیں کیونکہ جو مستعمل ہوا تھا وہ خود پی لیا گیا باقی کا کہاں مستعمل ہے اگر تسلیم بھی کر لیا جائے جب بھی دفع حرج کے باعث ہر نجاست کے لئے مطلقاً پاک کن ہے۔ کافر کا جھوٹا پاک ہے لیکن کوئیں میں کافر کے فی الحال قبل غسل گر کر زندہ نکل آنے پر۔ اسکے بدن کے غالب گمان میں نجاست حقیقی یا حکمی سے (پاکی کا امتیاز نہ ہونیکی وجہ سے) خالی نہ ہونیکے باعث (نہ جھوٹے کے ناپاک ہونیکے سبب سے) از روئے احتیاط پانی کے ناپاک ہونیکا حکم ہے۔ اور اس آیت شریف میں اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ الآیہ۔ کہ مشرک ناپاک ہیں۔ مساجد میں نہ داخل ہوں) نجاست حقیقی مراد نہیں بلکہ نجاست اعتقادی جو کفر ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں کفار مسجد میں داخل ہوتے تھے جنہیں منع نہیں کیا جاتا تھا۔ اگر کافر اسی وقت غسل کر کے کوئیں میں گر جائے تو پھر کوئیں کا پانی نہ نکالا جائیگا چونکہ اسکا بدن پاک تھا۔ مرد کو غیر محرم عورت کا (اپنی زوجہ و محرم عورتوں کے علاوہ) جھوٹا پانی مزہ و لذت اٹھا کر پینا مکروہ ہے ورنہ نہیں کیونکہ پاک ہے اور کراہت مذکورہ عارضہ کے باعث آئی ہے۔ اسیطرح عورت کو اپنے شوہر و محرموں کے علاوہ غیر محرم مرد کے جھوٹے کا بلذت پینا مکروہ ہے ورنہ نہیں۔ فائدہ مذکورہ بالا لذت سے پانی پینے کی کراہت سے معلوم ہوا کہ جس خوبصورت بے ریش حجام وغیرہ کی حجامت وغیرہ سے کسی شخص کو لذت حاصل ہو جو داڑھی والے حجام سے نہ ہو تو اس سے حجامت کرانی مکروہ ہے۔ ایسے ہی خوبصورت بے ریش وغیرہ سے تمام اُمور جو لذت کو مقتضی ہوں بدن کا دبوانا وغیرہ داغ لگوانا مکروہ ہے۔ اسیطرح حمام وغیرہ

میں خوبصورت لڑکوں سے ہاتھ پاؤں وغیرہ بدن مَلانا دبوانا کہ جس میں لذت حاصل ہو مکروہ ہے ۱۲۔ عورت کے جھوٹے پانی کو مرد کا وضو وغسل میں استعمال کرنا بلا کراہت جائز ہے ۱۲۔ مگر عورت کے تنہائی میں وضو کردہ بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو وغسل نہ کرنا از روئے احتیاط بہتر ہے (چونکہ وہ بے احتیاطی سے وضو کرتی ہیں جس سے مستعمل پانی پاک پانی میں داخل ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ) اگر وضو کرلے تو جائز ہو جائیگا مگر مکروہ تنزیہی ہوگا ۱۲ اور عورت کے جھوٹے سے کسی مطلق مرد کو طہارت مکروہ تنزیہی بھی نہیں ۱۲ (در مختار میں مطلقاً غیر کے لعاب کا استعمال ناجائز لکھا ہے۔ اگر اس سے جھوٹا مراد ہے تو ٹھیک نہیں جیسے جھوٹے کا حکم مفصل بیان ہو چکا ہے۔ اگر نفس لعاب مراد ہے جب بھی قابل تامل ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث سے بروایت عائشہؓ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں شیر خوار بچے پیش کئے جاتے تھے جنکے لئے آپ دعاء برکت فرماتے اور کھجور چبا کر انکے منہ میں دیتے۔ لہذا معلوم ہوا کہ لعاب[1] کا استعمال بہ لذت ممنوع یا بلا ضرورت ہو تو بوجہ مخالفت شرع و یا کراہت طبع مکروہ ہے ورنہ نہیں کیونکہ انسانی لعاب پاک ہے اسیلئے جھوٹا ناپاک نہیں ہوتا۔ ماحصل شامی بھی تقریباً اسی پر دال ہے ۱۲۔ احقر) منہ پاک ہونے پر تمام حلال جانوروں کا جھوٹا (سوائے مرغی مرغ کے جو نا پاکی بھی کھائے کہ اس کا جھوٹا مکروہ ہے) جنمیں اصح قول میں گھوڑی گھوڑا بھی داخل ہے پاک ہے اور ہر نجاست کو پاک کرنیوالا بھی ہے اور وہ گھوڑا گھوڑی صرف امام صاحبؒ کے نزدیک (بخلاف صاحبینؒ کہ وہ حلال طیب کہتے ہیں) اصح قول یہ ذریعہ جہاد ہونیکے باعث تعظیماً حرام ہے نہ نجاست کے باعث۔ کہ ذبح کرکے کھانے سے کمیاب ہو جائینگے ۱۲۔ اسیطرح ان حیوانوں کا جھوٹا جنکا خون نہیں بہتا خواہ وہ خشکی یا پانی کے رہنے والے ہوں مطلقاً پاک اور پاک کرنیوالا ہے ۱۲۔ جس جگہ مطلق مکروہ بلا قید تنزیہی ذکر کیا جائیگا اس سے تحریمی مراد ہوگا ۱۲۔ اور خنزیر و کتے اور درندہ چارپایوں کا جھوٹا جیسے شیر چیتا بھیڑیا گیدڑ لومڑی ہاتھی ریچھ وغیرہ جو ڈاڑھوں سے شکار کرکے کھاتے ہیں نیز انکے علاوہ بھی حرام حیوانات کا جھوٹا۔ اور جنگلی بلی کا اور شرابی کا جبکہ شراب پی کر فی الفور قبل ازالہ اثر شراب پانی پی لے۔ تو ان سب کا جھوٹا راجح قول میں نجاست مغلظہ ہے ۱۲۔ اگر شرابی شراب پی کر تین بار یا بدیں طور منہ ہونٹ مونچھیں چاٹ یا دھو کر پانی پئے کہ اس کے تھوک سے شراب کی بو و لذت نہ آئے تو پھر جھوٹا پانی ناپاک نہ ہوگا بلکہ پاک۔ ورنہ ناپاک ہو جائیگا۔ اگر بالکل نہ چاٹا ہو یا چاٹا مگر تین بار سے کم یا تین ہی بار مگر اس سے بو و مزہ شراب کا دور نہیں ہوا یا اس کی مونچھ لمبی ہونیکے باعث ہونٹ و منہ چاٹ کر باقی رہ گئی جسے زبان نہیں پہنچ سکتی تھی جب اس کے بعد پانی پئے گا تو اس کی ناپاک مونچھ پانی میں پڑتے ہی پانی ناپاک کردیگی۔ غرض یہ کہ جن چیزوں کو شراب لگی ہے جب تک وہ چاٹنے یا دھونے سے صاف ہو کر مع ازالہ اثر شراب (یعنی بو و مزہ) پاک ثابت نہ ہوں پانی ناپاک ہو جائیگا خواہ شراب پینے سے بہت ہی دیر میں پانی پئے ۱۲۔ جو خانگی بلی چوہا مار کر کھاتے ہی بلا منہ چاٹے صاف کئے پانی میں ڈالدے تو وہ پانی ناپاک ہو جائیگا کیونکہ اس کا منہ چوہا مارنے کے باعث ملوث تھا جسے پانی میں ڈالدیا گیا ہے لہذا اس کا جھوٹا بھی نجاست مغلظہ ہے ۱۲۔ جو بلی درست منہ ہو اس کا جھوٹا اصح قول میں مکروہ تنزیہی ہے لہذا اس کے جھوٹے پانی سے وضو نہ کرنا بہتر ہے اگر کرلے جب بھی جائز ہے ۱۲۔ اسی طرح جس وضو والے کے عضو کو پاک منہ بلی چاٹے تو دھو کر نماز پڑھنی بہتر ہے ۱۲۔ ایسے ہی گھر بلو حشرات الارض چوہے چھپکلی وغیرہ کے جھوٹے کا حکم ہے ۱۲۔ اور تمام درندہ پرندوں پاک منہ چونچ (جیسے باز چیل شکرہ وغیرہ) کا اور باہر پھرنے والے گھریلو مرغوں کا جو نجاست بھی کھائیں۔ اور اس بھیڑ بکری گائے اونٹ کا جو چارے کے ہمراہ کچھ نجاست بھی کھائے (لیکن انکے بدن سے بو نہ آئے ورنہ جھوٹا ناپاک ہوگا) ان سب مذکورہ حیوانوں وجانوروں کی چونچ و منہ کے یقینی ناپاک نہ ہونیکی صورت میں۔ تمام جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے ۱۲۔ ایسے ہی خانگی و خونخوار حشرات الارض

[1] نیز مروی ہے کہ حضور علیہ السلام مجلس میں کچھ شربت دودھ وغیرہ جیسی چیز پی کر اپنی داہنی جانب سے سب کو پینے کا فرماتے تو معلوم ہوا کہ جھوٹے کا استعمال جائز ہے ۱۲ ش

چوہے سانپ چھپکلی وغیرہ کے جھوٹے کا حکم ہے کہ منہ شکی ہونیکی حالت میں مکروہ تنزیہی ہے اور جو حشرات الارض خوندار نہیں جیسے بچھو کنکھجورا وغیرہ تو ان کا جھوٹا بلا کراہت پاک ہے۔ اگر مذکورہ جانور و حیوانوں کی چونچ و منہ یقینی ناپاک ہو تو جھوٹا بلاشبہ ناپاک ہے اگر منہ چونچ پاک ہو تو جھوٹا قطعاً پاک ہے۔ جن حیوانوں کا اکثر چارہ نجاست ہو جنکے بدن سے بو آنے لگے ان جانوروں کو ذبح کر کے کھانا مکروہ تحریمہ اور ان کا جھوٹا ناپاک ہے اور ان کی قربانی اور خرید فروخت ناجائز ہے۔ ایسے ہی انکے دودھ کا کھانا پینا اور ان حیوانوں سے کام لینا اور ان کا بخشنا سب ناجائز ہے اور انکا پسینہ بھی ناپاک ہے۔ لہذا مذکورہ بدبودار جانوروں میں سے مرغوں کو تین دن اور بھیڑ بکری کو چار دن اور گائے اونٹ وغیرہ کو دس دن بند رکھنے کے بعد بدبو دور ہو جانے پر حسب معمول تمام نفع اٹھانا جائز ہے یعنی کھانا پینا قربانی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور گدھے گدھی کا گوشت مکروہ تحریمہ ہے۔ شامی ۲۰۹ تا ۲۱۱ مذکورہ بالا جانوروں کے منہ کے شکی ہونے کی بنا پر بھی انکا جھوٹا جب ہی مکروہ تنزیہی ہوگا کہ اور پاک پانی ملے ورنہ بلا کراہت تنزیہی پاک ہے۔ لہذا ان مذکورہ جانوروں کے منہ کے بعینہ جھوٹے کا کھانا پینا فقیر و محتاج کیلئے مکروہ تنزیہی بھی نہیں۔ لیکن غنی کو اسکے علاوہ اور پاکیزہ طعام وغیرہ چیزیں ملنے کے باعث خشک جمی ہوئی اشیا کے جھوٹے کو وہی حصہ جیسے ان جانوروں کا منہ لگا ہو کھانا مکروہ تنزیہی ہے نہ باقی۔ بخلاف سیال نرم اور بہنے والی جھوٹی اشیاء کے کہ ان سب میں وہ جھوٹاپن سرایت کر جاتا ہے جسپر غنی کیلئے اس سب کا استعمال کھانا پینا مکروہ تنزیہی ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ جھوٹا مکروہ تنزیہی بھی جب ہوگا کہ انکا منہ شکی ہو اگر یقیناً پاک ہو تو جھوٹا یقیناً پاک طیب ہے جسے غنی فقیر سب بلا کراہت تنزیہی کھا پی سکتے ہیں۔ اگر نمازی ان جانوروں کو جنکا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہوتا ہے اٹھائے ہوئے نماز پڑھے جیسے بلی چوہا وغیرہ تو ان جانوروں کے منہ کے شکی ہونیکی حالت میں وہ نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔ اگر انکا منہ یقیناً پاک ہو تو نماز بلا کراہت جائز ہے۔ ایسے ہی اس کپڑے سے نماز پڑھنے کا حکم ہے جسے بلی کا شکی جھوٹا لگجائے۔ اسی طرح کسی متوضی وغیرہ کے عضو کو بلی کے چاٹنے کے بعد دھونے نہ دھونیکا حکم ہے کہ شکی ہونے پہ دھونا بہتر ورنہ نماز مکروہ تنزیہی ہوگی اگر بلی کا منہ پاک ہو تو نماز بلا کراہت جائز ہے۔ مذکورہ ذیل چیزیں نسیان پیدا کرتی ہیں جن سے حتی الامکان بچنا چاہیئے۔ ۱ چوہے کا جھوٹا۔ ۲ زندہ جوؤں کا پھینکنا۔ اور ۳ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا۔ اور ۴ قطار کا توڑنا اور ۵ گوند کا چبانا۔ اور ۶ مطلق سیب کا کھانا (ایسے ہی کتب طب میں ہے) لیکن بعض حضرات نے ترش سیب کھانے کو مکروہ و باعث نسیان ہونے میں حدیث پیش کی ہے جسے دوسرے بعض حضرات نے موضوع قرار دیا ہے۔ اور ۷ گناہ کا ارتکاب بھی نسیان پیدا کرتا ہے۔ اسیطرح ۸ دنیا کا غم۔ اور ۹ سولی والے کو دیکھنا۔ اور ۱۰ گدی کے سوراخ میں پچھنے لگوانا۔ اور ۱۱ ہنڈیا میں سے کھانا۔ اور ۱۲ قبرستان میں ہنسی مزاح کرنا۔ اور ۱۳ استنجے کی جگہ وضو کرنا۔ اور ۱۴ کپڑے یا پاجامہ یا بند کو بطور تکیہ سر کے نیچے رکھنا۔ اور ۱۵ جنبی شخص کا آسمان کی طرف دیکھنا۔ اور ۱۶ کپڑے یا چیتھڑے سے بہانہ دینا۔ اور ۱۷ دامن سے ہاتھ منہ کو خشک کرنا۔ اور ۱۸ کپڑوں کا مسجدوں میں جھاڑنا۔ اور ۱۹ مسجد میں بائیں پاؤں سے داخل ہونا اور ۲۰ دائیں سے نکلنا۔ اور ۲۱ عضو تناسل کی طرف دیکھنا اور کھیلنا کہ انزال ہوجائے۔ اور ۲۲ راستہ میں یا پھلدار درخت کے نیچے بیٹھنا جب کرنا۔ اور ۲۳ راکھ پر پیشاب کرنا . . . . . اور ۲۴ فرج کیطرف دیکھنا۔ اور ۲۵ حجام کے شیشے کو دیکھنا۔ اور ۲۶ ٹوٹی ہوئی کنگھی کا استعمال کرنا۔ گھریلو گدھی (نہ جنگلی گورخر کہ وہ تو حلال ہے) اور اس سے پیدا خچر کا جھوٹا مشکوک ہے۔ اسیطرح اصح قول میں گھریلو گدھے کے جھوٹے کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ بھی مشکوک ہی ہے نہ نجس جبکہ اس کے منہ کے پیشاب وغیرہ سے ملوث ہونیکا یقین نہ ہو۔ گورخر یعنی جنگلی گدھا و گدھی بالاتفاق طیب حلال اور ان کا جھوٹا پاک اور مطلقاً ہر طرح پاک کرنیوالا ہے۔ یہی حکم ہے اس خچر وغیرہ کے گوشت و جھوٹے کا جو گھریلو

گائے، بچھڑی یا گھوڑی کے۔ گدھے سے جفتی کرنے پر پیدا ہوا اسکا گوشت حلال اور جھوٹا ہر نجاست کو پاک کرنے والا ہے
جیسے جنگلی گدھے اور خانگی گائے سے پیدا شدہ بچے کا حکم ہے کہ گوشت حلال اور جھوٹا مطلقاً پاک کرنیوالا ہے۔ اسیطرح
گھریلو بکری کے بھیڑئیے سے حاملہ ہوجانے پر بچہ پیدا ہوجائے تو مختار قول پر بچہ ماں کے تابع گھریلو (وحلال) شمار ہوکر
قربانی میں بھی جائز ہوگا اگرچہ اس کی اکثر شکل بھیڑئیے ہی سے ملے۔ کیونکہ خانگی وجنگلی حیوانوں کے ملاپ سے پیدا
شدہ بچے۔ خانگی یا جنگلی وغیرہ ہونے میں مختار قول پر ماں کے تابع ہوتے ہیں۔ اگر ماں جنگلی اور باپ خانگی ہو تو بچہ جنگلی
شمار ہوگا۔ اسیطرح اسکے برعکس۔ نیز حلال وحرام حیوانوں کے باہمی ملاپ وجفتی سے جو بچہ پیدا ہو وہ مصرح و
مشہور قول میں حلت وحرمت میں ماں کے تابع ہوگا نہ باپ کے۔ اگر باپ حلال ہو جیسے بکرا اور ماں حرام ہو جیسے مادہ
بھیڑیا تو ان سے بچہ پیدا شدہ ماں کے تابع حرام شمار ہوگا جسکا جھوٹا بھی ناپاک ہوگا۔ اگر ماں حلال ہو اور باپ حرام جیسے
بکری اور بھیڑئیے کی جفتی سے بچہ پیدا ہوجائے تو بچہ ماں کے تابع حلال ہوگا جسکا جھوٹا بھی پاک ہوگا۔ گویا بچہ کیلئے
جنگلی یا خانگی اور حلال وحرام ہونے میں ماں کا اعتبار ہے باپ خواہ جنگلی ہو یا خانگی۔ حلال ہو یا حرام۔ اور بچہ اس
لئے ماں کے تابع شمار ہوتا ہے چونکہ وہ ماں سے ایک قیمتی حیوان کی صورت میں جدا ہوتا ہے۔ بخلاف باپ کے کہ اس
کا نطفہ ناپاک اور غلیظ نطفہ جدا ہوکر مادہ کے رحم میں قرار پکڑتا ہے۔ اسی لئے بچہ کی آزادی وغلامی میں بھی ماں کا
اعتبار ہے نہ باپ کا لیکن انسان کے بچہ کی نسبت جو قرآن مجید میں باپ کی طرف کی گئی ہے (جیسے قولہ تعالیٰ وعلی المولود لہ رزقھن
الآیہ۔ ترجمہ۔ کے بچے والے پر بچہ کی ماں کا نفقہ خرچ ہے) وہ محض انسانی شرف اور احترام اور بچہ کے ضائع ہونے سے بچاؤ کے
باعث ہے ورنہ در اصل نسبت ماں ہی کی طرف ہے۔ مذکورہ بالا مشکوک جھوٹے اصح قول میں ہر نجاست کے پاک کرنے میں مشکوک
ہیں کہ ان سے کوئی نجاست خواہ حقیقی ہو یا حکمی یقیناً پاک نہیں ہوئی چونکہ نجاستیں یقینی ہیں اور پاک کرنیوالا پانی مشکوک نیز
اصح قول میں من جملہ باقی قولوں کے انکے جھوٹے کے مشکوک ہونیکی توجیہ ہے کہ گدھے وخچر کو گھروں کے آس پاس رہنے
اور انسے چنداں احتراز نہ ہونیکے باعث بلی سے مشابہت ہے اور بلی کی بنسبت گھروں سے دور رہنے کیوجہ سے کوّں و
درندوں سے مشابہت ہے کہ وہ بلی کی نسبت گھروں سے دور رہتے ہیں۔ لہذا دونوں مشابہتوں کی وجہ سے انکا جھوٹا
پاکی ناپاکی میں مشکوک ہوگیا۔ بعض کے نزدیک مشکوک جھوٹا خود یقیناً پاک ہے لیکن نجاست حکمی بے وضوئی جنابت وغیرہ جیسے
حدث کو مستعمل پانی کیطرح پاک نہیں کرسکتا۔ اور نجاست حقیقی کو مستعمل پانی کی طرح پاک کردیتا ہے لہذا پاک ہونیکی بناء پر
اس کا استعمال کھانے پینے میں جائز (لیکن بظاہر مستعمل پانی کے کھانے پینے اور پرندوں اور حلال جانوروں کے مذکورہ جھوٹے
کیطرح کراہت طبعی کے باعث مکروہ تنزیہی ہوگا۔ احقر) اور پاک چیز کو لگ کر ناپاک نہ کریگا۔ لیکن بعض کے نزدیک معتبر
قول پر مشکوک پانی کی پاکی ہی میں شک ہے اسی لئے اسکے پاک کرنے میں شک ہوا ورنہ شک کیوں ہوتا مگر حدث کا پاک
کپڑے وبدن کو دفع حرج کے باعث از روئے ظاہر روایت بالاتفاق ناپاک نہ کریگا۔ بخلاف قلیل پانی وغیرہ جیسی سیال
چیزوں کے کہ ان میں تھوڑا ہی سا مشکوک جھوٹا واقع ہوکر دوسرے قول معتبر انہیں ناپاک کردیگا۔ اسی کو علامہ شامی نے
راجح ومعتبر قرار دیا ہے۔ لہذا یہ جھوٹا ناپاک ہوگا جس سے کھانا پینا وغیرہ استعمال ناجائز اور مطلقاً نجاست حقیقی وحکمی اس
سے دور نہ ہوسکے گی۔ دونوں مذکورہ بالا قولوں کے مطابق مشکوک جھوٹے سے وضوء وغسل تنہا نجاست حکمی کا دور کرنا بالاتفاق
جائز نہیں۔ لیکن اس جھوٹے پانی سے نجاست حقیقی کے دور وپاک ہونے میں اختلاف ہے پہلے قول کی بناء پر کہ مشکوک کو
پاک قرار دیتے ہیں نجاست حقیقی دور کرسکتا ہے۔ بخلاف دوسرے قول کہ وہ اسے طہارت میں شکی اور لتقریباً نجس کہتے
ہیں لہذا انکے نزدیک نجاست حقیقی بھی دور نہیں ہوسکتی۔ اسی کو علامہ شامی نے بدیں طور ترجیح دی ہے چونکہ ظاہر ہے

ؔ کہ اس کی پاکی ناپاکی میں احادیث واقوال صحابہ میں باہمی اختلاف ہے ۱۲ ش۔

نہ یقینی نجاست یقینی پاک پانی کے بغیر پاک دُور نہیں ہو سکتی کیونکہ جھوٹا مشکوک ہے جو پاک پانی پر قدرت نہ ہوتے ہوئے مذکورہ مشکوک پانیوں سے وضو وغسل فریضہ مع النیۃ احتیاطاً تیمم سے جمع کر کے نماز وغیرہ ادا کی جائے۔ اور اصح قول پر تیمم اور وضو سے جسے مقدم کرے جائز ہے مگر وضو کا مقدم کرنا بہتر ہے (کہ زفرؒ اسے ضروری مقدم کہتے ہیں) اور صحیح قول میں دونوں کا ایک وا نماز میں بھی جمع کرنا جائز ہے کہ وضو سے پہلے تیمم کر کے نماز پڑھ لینے کے بعد پھر وضو ہو کر تیمم کر کے وہی نماز پڑھنی جائز ہے اسی طرح پہلے تیمم سے پھر وضو سے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ دونوں کے ایک حالت میں جمع ہونے کے بعد نماز ادا کی جائے یعنی وضو تیمم دونوں کر کے انکے باقی رہتے ہوئے نماز کا ادا کرنا مستحب ہے خواہ دونوں کر کے ایک ہی دفعہ نماز ادا کی جائے یا پہلے وضو سے نماز ادا کر لینے کے بعد قبل وضو ٹوٹنے کے تیمم کر کے وہی نماز ادا کی جائے۔ یا اس کے برعکس (پہلے تیمم سے نماز پڑھ کر تیمم باقی رہتے ہوئے وضو کر کے وہی نماز پڑھی جائے) یہ صورتیں بہتری کی ہیں جنکا خلاف مکروہ تنزیہی ہے اور جو غیر صحیح قول میں پر آئندہ لزوم کفر کا اعتراض کیا گیا ہے کہ دونوں طہارتیں مٹا کر کے بغیر نماز کا بے طہارت پڑھنا لازم آتا ہے جو موجب کفر ہے۔ اگرچہ یہ اعتراض غیر صحیح ہے لیکن تاہم از روئے احتیاط اختلاف سے بچاؤ کرنے پر دونوں طہارتوں کو جمع کر کے نماز کا ادا کرنا بہتر ہے۔ اور یہاں پر کفر (بلا طہارت نماز کا پڑھنا) لازم نہیں آتا چونکہ تیمم اور وضو دونوں میں سے ایک غیر معین چیز پاک کرنے والی ہے نہ کہ دونوں کا مجموعہ۔ لہذا صرف ایک ایک ہی سے اُسی ایک نماز کا پڑھنا بے شک جائز ہے۔ اور کفر جب لازم آتا ہے کہ اتفاقی یقینی حدث پر (جیسے پیشاب کر کے) بلا طہارت نماز پڑھ لی جائے۔ اور جس حدث میں دوسرے امام کا اختلاف ہو تو اس حدث کو حدث ماننے والا شخص بھی یہ حدث موجود ہوتے نماز پڑھ لے تو کافر نہ ہوگا (جیسے کوئی متوضی حنفی (جو خون نکلنے کو ناقض وضو قرار دیتے ہیں) پچھنے لگوا کر بلا اعادہ وضو نماز پڑھ لے تو کافر نہ ہوگا (کیونکہ شافعی خون نکلنے کو ناقض وضو نہیں کہتے) لیکن گناہ ہوگا اور نماز جائز نہ ہوگی جس کا لوٹانا ضروری ہوگا۔ کیونکہ کفر یقینی اتفاقی منصوص علیہ مسئلہ پر لازم آتا ہے۔ حالانکہ پہلے گذر چکا ہے کہ معتبر قول پر بے وضو نماز پڑھنا موجب کفر نہیں اگرچہ سخت گناہ ہے۔ اگر مشکوک پانی سے مع تیمم کے طہارت کر لینے کے بعد قبل اداء نماز پاک پانی مل جائے تو یہ سابقہ طہارت باطل ہو کر پاک پانی سے طہارت واجب ہوگی۔ اگر وہ پاک پانی اس مذکورہ شخص کے ہاتھ سے وضو یا غسل فریضہ کرنے سے پہلے نکل جائے یا ضائع ہو جائے تو پہلی طہارت کا صرف تیمم ہی باطل ہوگا نہ جھوٹے مشکوک پانی سے وضو وغیرہ کیونکہ پانی پر قدرت تیمم کو باطل کرتی ہے نہ وضو وغیرہ کو لہذا اسوقت اگر جھوٹا مشکوک پانی موجود بھی ہو جب بھی وہ سابقہ وضو وغیرہ نہیں ٹوٹتا بلکہ تیمم اسکو دوبارہ لوٹا کر نماز کا پڑھنا جائز ہے۔ اور اصح قول میں مع تیمم مشکوک پانی اور صرف کھجور کے نچوڑ حسب ذیل مختلف فیہ سے وضو کرتے وقت احتیاطاً نیت رفع حدث (یعنی ناپاکی دور کرنے کی نیت) یا نیت جواز نماز واجب و شرط ہے ورنہ دونوں صورتوں میں وضو درست نہ ہوگا اور اُن سے نماز پڑھی ہوئی مکروہ تحریمہ ہوگی جسکا لوٹانا واجب ہوگا۔ اور کھجور کے نچوڑ سے وضو کرنے پر امام محمدؒ کے نزدیک نیت شرط ہے کہ وہ وضو کو ضروری قرار دیتے ہیں بخلاف طرفینؒ کے کہ وہ صرف تیمم سے جواز نماز کے قائل ہیں۔ اگر کوئی شخص مشکوک جھوٹا پانی موجود ہوتے ہوئے فقط تیمم کر کے نماز پڑھ لے اسکے بعد جھوٹا پانی گر جائے تو پھر دوبارہ تیمم کر کے نماز پڑھنی واجب ہوگی۔ اس خیال سے کہ شاید وہ پانی پاک کنندہ ہو تو اس کے موجود ہوتے تیمم سے نماز جائز نہیں۔ اسی واسطے اگر کوئی شخص صرف تیمم سے پاک پانی نہ موجود ہونے کی صورت میں نماز پڑھ رہا ہو اور عین نماز میں مشکوک جھوٹے پانی پر قادر ہو جائے تو نماز تمام کر کے اسکو جھوٹے پانی سے وضو کر کے دوبارہ نماز لوٹانی پڑے گی۔ اگر کوئی شخص مشکوک پانی موجود ہونیکی حالت میں پہلے اسکے استعمال پانی سے عاجز ہو جانیکے بعد پھر صرف تیمم کر کے نماز پڑھے تو وضو لازم نہیں ہوتا اور نماز جائز

۱۲ ... بے طہارت پڑھے نہ بہ نیت بے ادبی و حقارت و استخفاف ورنہ کافر ہو جائیگا جیسے مفصل گذر چکا ہے ۱۲ منہ

ہو جاتی ہے بلکہ اسطرح کرنا اچھا ہے ۔۔ اور جس پانی میں کھجوریں بھگوئی جائیں جسے کہ وہ میٹھا ہو کر نرم سیّال بھی رہے اور پکایا بھی نہ گیا ہو اگرچہ اس میں نشہ بھی نہ پایا جائے تو اس (اختلافی صورت کے) پانی سے مفتیٰ بہ مختار صحیح قول پر وضو ناجائز ہے اگر مذکورہ صورت میں ادویات نہ ہٹتے ہوئے مٹھاس بھی نہ آئے اور پانی سیّال رہے تو بالاتفاق وضو جائز ہے ۔۔ اگر مذکورہ بالا پانی میں نشہ وارشکر جائے یا مٹھاس آجائے تو بالاتفاق وضو وغسل فریضہ ناجائز ہے ۔۔ اور صحیح اوّلی قول پر جس پانی میں کھجوریں پکائی جائیں اگرچہ اس میں سیلان باقی ہو وضو وغسل ناجائز ہے ۔۔ اور اختلافی صورتوں میں امام محمد کھجوروں کے نچوڑ کو تیمم کے ساتھ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مشکوک پانی کی طرح جمع کرنیکے قائل ہیں اور اسی کو غایۃ البیان میں راجح قرار دیا گیا ہے اگرچہ یہ قول غیر مفتیٰ بہ ہے (کیونکہ مفتیٰ بہ دوسرا قول ہے جسمیں اس کھجوروں کے پانی سے وضو ناجائز قرار دیا گیا ہے جو بہی قول شیخین کا ہے (کہ امام صاحب اسیطرف رجوع کر آئے ہیں) اور نیز باقی تین امام بھی اسی کے قائل ہیں) لیکن تاہم از روئے احتیاط اختلاف سے بچنے کے لئے تیمم اور وضو کو (جو کھجوروں کے مختلف فیہ نچوڑ سے کیا جائے) جمع کر کے نماز پڑھنی بہتر ہے ۔۔ اور ہر حیوان کے پسینے کا حکم اسکے جھوٹے ہی کے موافق ہے ۔ یعنی جس حیوان کا جھوٹا پاک اس کا پسینہ بھی پاک جسکا ناپاک اس کا پسینہ بھی ناپاک ۔ جسکا مکروہ اس کا پسینہ بھی مکروہ جس کا جھوٹا مشکوک اس کا پسینہ بھی مشکوک ۔۔ لیکن خچر و گدھے کا پسینہ مشہور و ظاہر روایت کی رو سے دفع حرج کے باعث مطلقاً پاک ہے کہ کسی پاک چیز کو لگنے سے ناپاک نہ کریگا ۔ اگر یہ مشکوک پسینہ قلیل پانی میں پڑ جائے تو اس پانی سے وضو کر کے از روئے احتیاط تیمم بھی ساتھ کر لینا بہتر ہے ۔ کیونکہ دوسری نادر روایت کی رو سے خچر گدھے کا پسینہ نجاست مغلّظہ یا مخففہ ہے ۔ اور اس مذکورہ پانی کا پینا کھانا استعمال کرنا جائز ہے ۔۔ اور ان تمام حیوانوں ناپاکی کھانے والوں کا (خواہ وہ حلال ہوں یا حرام) پسینہ جنکے بدن سے بدبو آئے ناپاک ہے ۔۔ اور یہ ناپاک پسینہ ہر پاک چیز کو نجاست کیطرح ناپاک کر دیتا ہے ۔۔

یہ باب تیمم کے احکام کے متعلق ہے

صـ ۲۱۱ تا ۲۱۶

واضح ہو کہ تیمم یقیناً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے خصائص میں سے ہے جس سے پہلی اُمتیں مستفیض و مستفید نہ تھیں ۔ کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ۔ اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطِھِنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ وَّجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَّلِاُمَّتِیْ مَسْجِدًا وَّطَھُوْرًا فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْہُ الصَّلٰوۃُ فَلْیُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تُحَلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَّبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ جَمِیْعًا رَوَاہُ الشَّیْخَانِ وَغَیْرُھُمَا بَلْ قَالَ السُّیُوْطِیُّ اِنَّہٗ مُتَوَاتِرٌ ۔۔ ترجمہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مجھے ایسی پانچ چیزیں بارگاہ عالی الٰہی سے عطا ہوئی ہیں جو مجھ سے پہلے پیغمبروں کو نہیں دی گئیں ۔ ایک ماہ کی راہ سے کفار مجھ سے ڈر کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بھاگ جاتے ہیں اور میرے اور میری تمام امت کیلئے تمام پاک روئے زمین مسجد اور موجب پاکی قرار دی گئی ہے (جس سے تیمم بھی جائز ہے) میری امت سے جسے نماز کا وقت آ جائے (اور پاک پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو بدلیل اس آیۃ یاایھاالذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ (تا) ولم تجدوا ماء الآیۃ ۔ پ۶ مائدہ ۔ ع۲ ۔۔ احقر) تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور لوٹ سے کفار کا مال صرف میرے اور میری امت کے لئے حلال ہوا ہے ۔ جو مجھ سے پہلے کسی کیلئے حلال نہیں ہوا ۔۔ اور مجھے شفاعت کا درجہ دیا گیا ہے ۔ اور میں تمام لوگوں کی طرف پیغمبر ہو کر آیا ہوں بخلاف دوسرے پیغمبروں کے کہ وہ خاص اپنی قوم کیلئے پیغمبر ہوتے تھے ۔ اس حدیث کو صحیح بخاری و مسلم وغیرھما نے روایت کیا ہے جنکے کہ

عہ پاک گرد غبار پڑنے پر منہ ہاتھوں کا ملنا ۱۲ منہ

شیخ جلال الدین سیوطی مؤلف تفسیر جلالین وغیرہ نے اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ تیمم لغت میں فقط (نیت) کے معنے میں استعمال ہوتا ہے خواہ نیت فعل بد یا نیک کی ہو بدلیل آیۃ شریف وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ۔ الآیہ۔ کہ ناپاک چیز کی ہت نیت کرو۔ اور تیمم اصطلاح شرع میں (حقیقی طور پر جبکہ پر اعتراض نہ وارد ہو) پاک کرنیوالی مٹی زمین یا جنس زمین سے پوری طرح دونوں ہاتھ و منہ کے ملنے کو کہتے ہیں۔ نیت تیمم کی شرط ہے رکن نہیں اور یہ تعریف بھی کیجاتی ہے۔ کہ پاک کرنیوالی مٹی زمین یا جنس زمین کو مخصوص شرائط و صفات سے استعمال کرنیکو تیمم کہتے ہیں یعنی دونوں ہاتھوں کو دو دفعہ پاک مٹی یا جنس زمین پر مار کر مکمل طور پر منہ ہاتھوں پر ملنا وغیرہ وغیرہ کا نام تیمم ہے۔ امام محمدؒ نے امام صاحبؒ سے تیمم کی صفات و کیفیت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا دو ضربیں ہیں (یا انکا قائم مقام) ہیں ایک منہ کیلئے دوسری دونوں ہاتھوں کیلئے کہنیوں سمیت۔ جنہیں امام صاحبؒ نے اپنے عمل سے بدیں طور سمجھایا کہ پاک مٹی پر دونوں ہاتھ مار کر کھینچ کے آگے لیجانیکے بعد پھر پیچھے لاکر جھاڑ کر منہ کا مسح کیا۔ پھر اسیطرح دوبارہ ہاتھوں کو پاک مٹی پر مار کر۔ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔ اور بعض مشائخ نے تیمم ہاتھ کا یہ جامع طریقہ بیان کیا ہے جو مستعمل مٹی وغیرہ سے بچاؤ کیلئے بہت اچھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی صرف انگلیوں کی اندروالی طرف سے دائیں ہاتھ کی باہر والی طرف کا اسکی انگلیوں کے اندرون سے کہنیوں کے سمیت تک کا مسح کیا جائے۔ پھر فقط بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے علاوہ انگلیوں کے دائیں ہاتھ کے اندر کا کہنیوں سے پہونچوں تک کا مسح کیا جائے۔ پھر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی اندروالی طرف کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے اوپر پھیر کر مسح کر دے۔ اسیطرح بائیں ہاتھ کا مسح داہنے ہاتھ سے کرے۔

اور بعض فقہاء نے مٹی یا جنس مٹی پاک کندہ بر دو ضربوں کا لگانا تیمم کا رکن قرار دیا ہے کہ اسکے بغیر تیمم ناجائز ہے جیسے درمختار نے اصح اور محتار قرار دیا ہے (لیکن جو ضعیف ہے) اور بعض نے رکن قرار نہیں دیا اسیطرف اسبیجابی کا میلان گیا ہے۔ اور اسیطرف بحرالرائق کا ... ہے۔ اور بزازیہ وامداد اور فتح القدیر میں ہے کہ عقل اسی کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ آیت شریف میں صرف مسح کا حکم ہے۔ کہ فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَاَيْدِيكُمْ۔ کہ اپنے ہاتھ منہ کا مسح کرو اور حضور علیہ السلام کا۔ اَلتَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ۔ فرمانا کہ تیمم (دو ضربیں ہیں) عام ہے اس سے کہ زمین پر یا مسح کے اعضا پر مسح کرنیکے لیے ہو۔ اسی کو شرح وھبانیہ میں ترجیح دی گئی ہے۔ اسی بنا پر کتاب الصلوٰۃ میں ذکر ہوگا۔ کہ اگر کوئی آدمی دیوار وغیرہ گرائے یا گندم وغیرہ غلہ جات کو پیمانہ سے ماپے جس سے اسکے منہ ہاتھوں پر پاک مٹی پڑ جائے پھر وہ بہ نیت تیمم ہاتھوں و منہ کو ملا دے یا صرف منہ ہاتھ ہلا دے تو تیمم جائز ہو جائیگا۔ اگر بہ نیت تیمم نہ ملیگا یا نہ ہلائیگا تو تیمم جائز نہ ہوگا کہ نیت تیمم شرط جواز ہے۔ دو صاحب درمختار کے نزدیک بھی۔ رکن عام ہے خواہ پاک مٹی یا جنس مٹی پر ضرب ہو یا اسکا کوئی قائم مقام ہو جیسے آگے ذکر ہوگا۔ (علامہ شامی نے ضرب کے رکن نہ ہونے کو ترجیح دی ہے۔ لیکن ضربیں لگانا مستحب و مسنون ہیں۔ احقر) اور مذکورہ اختلاف کا نتیجہ ذیل کی صورتوں میں ظاہر ہوگا۔ جیسے کوئی بہ نیت پاک مٹی یا جنس مٹی پر ہاتھ مار کر قبل مسح پھر بے وضو ہو جائے۔ یا ضرب کے بعد تیمم کی نیت کرے یا ہوا اس شخص کے منہ ہاتھوں پر پاک مٹی ڈالدے جیسے وہ بہ نیت تیمم منہ ہاتھوں پر ملکر مسح کرلے۔ تو درمختار کے قول کے مطابق تیمم ناجائز ہے کہ رکن کی مکمل ادائیگی وغیرہ نہیں ہوئی اور رکن کے چھوٹ جانے سے اصل عمل باطل ہو جاتا ہے اور دوسرے راجح قول کی بنا پر تیمم جائز ہوگا چونکہ ضرب رکن نہیں۔ اور ایسے تیمم سے پانی نہ ملنے کے وقت نماز جائز ہے۔ جو ایسی عبادت مقصودہ کی نیت سے کیا جائے جو بلا طہارت ناجائز ہو۔ ورنہ اگر تعلیم و تعلم اور سونے اور دخول مسجد اور سلام و جواب سلام کیلئے کیا جائے اگرچہ پانی نہ ملنے کے وقت ہو۔ تو اس تیمم سے نماز جائز نہیں چونکہ یہ فعل بلا

... یعنی پاک مٹی دیگر ... پاک کی شرط ہے بدلیل آیت فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ۱۲ منہ عہ یعنی پاک مٹی وغیرہ جیسی چیز پر ہاتھ مارنے کے بعد ۱۲ منہ

طہارت بھی جائز ہیں۔ اور تیمم کے دو رکن ہیں دو ضربیں یا انکا قائم مقام۔ اور منہ ہاتھوں کا مسح۔ باقی شرطیں ہیں جنکے بغیر تیمم ناجائز ہے جو مذکور ذیل ہیں۔ کہ مسح میں استیعاب ہو (یعنی منہ ہاتھوں کا ایسا پوری طور سے مسح کیا جائے کہ کوئی جگہ خالی نہ رہے) اور نیت سے مسح کرے۔ اور ہاتھوں و منہ کا ملنا۔ تین یا اس سے زیادہ انگلیوں سے مسح کرنا شرط ہے۔ اگر کوئی دو انگلیوں سے کئی بار مسح کرکے استیعاب کردے جب بھی تیمم جائز نہ ہوگا۔ لیکن تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص بہ نیت تیمم زمین پر بدن کو مٹی میں لوٹ پوٹ کرلے ٹھہر جاوے اور اس کے ہاتھوں و منہ کو مٹی لگ جائے تو تیمم جائز ہو جائیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تین یا اس سے زیادہ انگلیوں یا ہاتھ کی سے مسح کرنا ہاتھ سے مسح کرتے وقت شرط ہے ورنہ نہیں ورنہ مذکورہ صورت میں تیمم ناجائز ہوتا۔ مگر سر کا مسح ہر بار جدا پانی لیکر ایک دو انگلی سے کئی بار کیا جائے جو چوتھائی حصہ سر کو پہنچ جائے تو جائز ہو جائیگا۔ نیز پاک زمین کی مٹی یا اسکے قائم مقام (جنس زمین پاک) کا ہونا تیمم جائز ہونیکی شرط ہے ورنہ تیمم جائز نہ ہوگا۔ نیز پانی کے استعمال پر قدرت نہ رکھنا خواہ کسی وجہ سے ہو۔ اور نیز مسلمان ہونا اصح قول پر جواز تیمم کیلئے شرط ہے بخلاف ابو یوسفؒ کے۔ نیز حیض و نفاس سے پاک ہونا۔ اور چہرہ وغیرہ سے موم چربی وغیرہ دور کرکے مسح کرنا تیمم کے جائز ہونیکی شرط ہے اگر مانع مسح ہو۔ نیز شرط جواز تیمم پانی کے غالب ظن میں قریب ہونیکے باعث طلب کرنے پر نہ ملنا۔ اگر ظن غالب نہ ہو تو پھر طلب کرنا ضروری نہیں اور بلا طلب تیمم جائز ہے۔ اور مذکورہ ذیل تیمم کی سنتیں ہیں۔ بسم اللہ شریف پڑھنی۔ ہاتھوں کا اندر باہر سے اصح قول میں زمین پر مارنا۔ اور انگلیاں کشادہ رکھنا کہ ان میں غبار داخل ہو جائے۔ اگر صاف پتھر پر ہاتھ مارے انگلیوں کا کشادہ رکھنا سنت نہ ہوگا مگر کہ مطلق ضرب کا بلا رسائی غبار لحاظ کیا جائے۔ اور ضرب کے بعد ایک دو یا تین دفعہ (جلدی جلدی) ہاتھ جھاڑنے جس سے کہ زائد غبار گر جائے تاکہ مثلہ (یعنی تبدیل صورت) سے جسے شرع میں ممنوع قرار دیا گیا ہے بچے۔ اگر غبار نہ ہو تو جھاڑنا مسنون نہیں۔ اور ہاتھوں کی انگلیوں کا ہتھیلی سمیت مٹی وغیرہ پر مار کر آگے پیچھے کھینچنا۔ اور ترتیب سے مسح کرنا پہلے منہ کا پھر داہنے ہاتھ پھر بائیں کا سنت ہے۔ اور وضو کیطرح مسح پے در پے کرنا کہ منہ کے مسح کے بعد ہی جلدی ہاتھوں کا مسح کرے جس میں اتنی دیر نہ گذرے کہ اگر وضو کر رہا ہوتا تو پہلا عضو خشک ہو جاتا۔ اگر جبر سے بلا نیت تیمم کا مسح کریگا تو وضو کی طرح غیر مسنون ہوگا۔ اور نیز داہنی جانب سے مسح کا شروع کرنا مسنون ہے۔ اور نیز ہاتھوں کا مطہر مٹی پر مارنا کہ اس سے انگلیوں میں غبار داخل ہو جاتا ہے مسنون ہے (لہذا معلوم ہوا کہ صاف پتھر وغیرہ جیسی اشیاء سے جن پر پاک مٹی نہ ہو تیمم غیر مسنون ہے اگرچہ امام صاحبؒ کے نزدیک جائز ہے مگر ابو یوسفؒ کے نزدیک سوائے پاک ریت یا مٹی کے دیگر کے غبار سے بھی (یعنی مٹی نہ ہونے) تیمم ناجائز ہے تو احتیاط اسی میں ہے کہ مٹی سے تیمم کیا جائے نیز قرآن مجید سے بھی بظاہر (فتیمموا صعیدا طیبا) وارد ہے۔ کہ پاک مٹی سے تیمم کرو) پاک مٹی سے تیمم کرنا معلوم ہوتا ہے اور احادیث بھی اسی پر دال ہیں (احقر) نیز موافق مبالغہ تفصیل منقول از بعض مشائخ مسح کرنا مسنون ہے۔ اور داڑھی و انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے۔ اور کشادہ انگوٹھی یا چھلوں کا ہلانا وضو و غسل میں ہلانیکی طرح مسنون ہے۔ اگر انگوٹھی یا چھلیاں تنگ ہوں تو ان کا نکال دینا ضروری ہلانا استیعاب (پوری طور احاطہ) کے باعث فرض کے لیئے تیمم میں بھی وضو و غسل کی طرح واجب ہے۔ اگر غبار کے انگلیوں میں بلا خلال نہ پہنچنے پر خلال سے غبار کا پہنچانا وضو و غسل میں پانی پہنچانیکی طرح واجب ہے فرائض وغیرہ نمازوں کیلئے جنکی قضا لازم آتی ہو تیمم جب جائز ہے کہ نمازی کو اتنا پاک پانی کبھی نہ ملے جس سے ضروری فرض طہارت ہو سکے تو ایک ہی دفعہ (؟) بخلاف ان نمازوں کے جنکی بالکل قضا نہیں جیسے نماز جنازہ و عید

اگر کوئی تیمم کرنیکے بعد قبل بیوضوئی اسلام لے آئے تو اصح قول پر اس سے نماز وغیرہ ادا ناجائز ہے گو ابو یوسفؒ جائز قرار دیتے ہیں ۱۲ منہ

ونماز جنازہ ونفل سورج گرہن چاند گرہن اور سنت ہو کہ وہ نماز پنجگانہ کی کہ ان نمازوں کے بالکل فوت ہونیکے ڈر سے
پانی موجود ہوتے ہوئے بھی تنگی وقت پر تیمم کرکے مذکورہ نمازوں کا پڑھنا جائز ہے۔ لیکن اس تیمم سے دوسری فرائض
وغیرہ نمازیں جائز نہ ہونگی۔ اگر کوئی شخص مثلاً سفر میں پانی کے استعمال سے (نہ ملنے وغیرہ پر) عاجز ہو جب بھی اُسے
اپنی باندی زوجہ سے جماع جائز ہے اگرچہ جانتا ہو کہ پانی موجود نہیں۔ کیونکہ پانی نہ ہوتے وقت تیمم شرعاً موجب پاکی
ہے۔ لہذا جیسے پانی موجود ہوتے وطی بلا کراہت جائز ہے اسیطرح تیمم کی صورت میں بھی جائز ہے۔ اگر پانی موجود ہو لیکن ضروری
طہارت کیلئے ناکافی ہو جب بھی تیمم جائز ہے۔ جیسے کچھ پانی موجود ہو۔ لیکن کپڑے یا بدن کی ناپاکی دور کرنیکے لئے کافی
نہیں یا بیوضوئی اور غسل فریضہ کے لئے ناکافی ہے یعنی اس پانی سے فقط حدث (بیوضوئی یا جنابت وغیرہ حیض و
نفاس کا غسل) دور ہو سکتا ہے۔ یا کپڑے وغیرہ کی نجاست مانع نماز دھل سکتی ہے۔ تو اکثر علماء کے نزدیک کپڑے سے
ناپاکی مانع نماز کو دھو کر حدث کیلئے تیمم کرکے نماز پڑھے۔ اگر ایسا کیا برخلاف حدث کو زائل کرکے ناپاک کپڑے سے نماز
پڑھے تو جائز تو ہو جائے گی مگر نمازی گنہگار ہوگا۔ اگر مذکورہ مقدار پانی کے موجود ہوتے کوئی شخص حدث سے تیمم
کرکے بعد میں ناپاک کپڑے کو دھوئے۔ تو اس صورت میں تیمم پھر لوٹایا جائے کیونکہ پانی موجود ہوتے تیمم ناجائز ہے
اور تیمم کرتے پانی موجود تھا۔ اگر اس قدر پانی ہو کہ اس سے یا جنبی کے بعض اعضاء دھل سکتے ہیں یا وضو ہو سکتا ہے
تو اس پانی سے وضو کرنے سے پہلے جنابت کا تیمم کیا جائے تو بعد میں بھی پھر اس پانی سے وضو واجب نہ ہوگا کیونکہ
ایک ہی تیمم وضو و جنابت سے کافی ہو جاتا ہے۔ لیکن جنابت کا تیمم کر لینے کے بعد اگر پھر بیوضو ہو جائے تو اس شخص پر
وضو کیلئے کافی پانی موجود ہونیکے باعث وضو واجب ہوگا۔ اور جنابت کیلئے دوسرا تیمم واجب نہ ہوگا کیونکہ جب تک
غسل کے لئے کافی پانی نہ ملے جنابت سے پہلا ہی تیمم باقی رہتا ہے۔ اور تیمم اس وقت جائز ہے جبکہ پانی میل بھر دور
ہو جو کہ مختار ہے اور میل چار ہزار ہاتھ کا اور ہاتھ چوبیس ۲۴ انگلی کا اور انگلی چھ جو (چوڑائی میں ملے ہوئے) کی مقدار ہے
اگر کوئی شخص ایسے شہر میں موجود ہو کہ پانی وہاں سے میل بھر دور ہو جب بھی تیمم جائز ہے کیونکہ پانی موجود نہیں۔ اگر پانی
میل بھر سے قریب ہو لیکن پانی ملنے تک نماز قضا ہو جانیکا خطرہ ہو تو پہلے وقت ہی میں تیمم کرکے نماز پڑھ لینی بہتر و
احوط ہے۔ پھر بعد خروج وقت وضو کرکے اُسے لوٹانا واجب ہے۔ اسطرح کرنے میں وقت کی رعایت بھی ہو گی
پھر وضو سے بھی نماز لوٹالی گئی۔ لہذا بہتر و احوط ہوا۔ اور بعض فقہاء تیمم سے اس صورت میں وقت پر نماز جائز
نہیں قرار دیتے جو یہ قول غیر محتاط ہے۔ اور اسیطرح ذیل کی صورتوں میں اختلاف ماسبق ہے جنمیں محتاط وہی
ہے کہ تیمم کرکے وقت میں پڑھ کر پھر بعد از خروج وقت وضو سے لوٹائے۔ جیسے کنواں ایک ہو اور اسپر بہت سے
نمازی جمع ہو جائیں جنمیں نمبروار پانی مل رہا ہو۔ یا بہت سے ننگے آدمی ہوں اور کپڑا صرف ایک ہو جو نمبروار ایک دوسرے
کو دیا جائے۔ یا جگہ تنگ ہو اور نمازی بہت سے ہوں اور وہاں صرف ایک وغیرہ نمازی کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہو اور
ایسے ہی جو شخص وقت میں کھڑا ہونے یا وضو کرنے سے معذور ہو اور اُسے غالب گمان ہو کہ وقت نکلنے کے بعد یہ عذر
دور ہو جائیں گے۔ تو ان سب صورتوں میں جس شخص کو وقت میں نماز کا باقاعدہ ادا کرنا یقینی یا غالب ظن نہ ہو تو حتی الامکان
حسب قاعدہ معمول تیمم وغیرہ سے مذکورہ حالات میں نماز کا بروقت ادا کرنا محتاط ہے جسے بعد خروج وقت صحیح طور سے لوٹانا واجب
ہے۔ لیکن کسی نمازی کا کپڑا ناپاک ہو اور نماز کا اتنا وقت باقی ہے کہ یا کپڑا دھوئے یا ناپاک کپڑے ہی سے وقت
میں نماز ادا کرے تو کر سکتا ہے تو اُسے پہلے کپڑا دھو کر بعد خروج وقت نماز کا پڑھنا محتاط ہے۔ نیز تیمم پانی
موجود ہوتے ہوئے بیماری کے شدید ہو جانے یا بڑھ جانے کے خطرہ غلبہ ظن سے جائز ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

[illegible] ... کہ خواہ وقت نکل جائے [illegible]

مسلم حاذق (عادل) نیکو کار۔ طبیب کے قول پر اعتبار کر کے تیمم جائز ہے نہ غیر ظاہر الفسق کے قول پر۔ مگر قول اول ضرورت کے باعث راجح ہے ۔۔ اگر مریض کے ہاتھ پاؤں ہلانے سے مرض بڑھ جانیکا خطرہ لاحق ہو جیسے مثلاً ہیضہ والے کیلئے تو پھر بھی پانی موجود ہوتے تیمم جائز ہے ۔۔ اسیطرح وضو کرنے سے مرض بڑھ جانیکی یقینی صورت میں پانی ہوتے تیمم جائز ہے جیسے مریض چیچک کو اُسے پانی نقصان دیتاہے لہذا تیمم جائز ہے ۔۔ اگر کوئی ایسا بیمار ہو جسے پانی کا استعمال ضرر تو نہیں دیتا لیکن وہ خود وضو نہیں کرسکتا اور نہ ہی اُسے کوئی وضو کرانے والا ہے تو اس صورت میں بہ اتفاق ائمہ احناف تیمم جائز ہے ۔۔ اگر مذکورہ مریض کا کوئی خادم یا غلام یا لڑکا لڑکی یا مزدور ہے جسے بیمار کی خدمت ضروری ہو تو وضو کئے بغیر بالاتفاق تیمم ناجائز ہے کیونکہ ان شخصوں سے وضو کرانا اسپر واجب ہے ۔۔ اگر کوئی ایسا مریض ہو جسکے پاس کوئی خبر گیر آدمی نہ ہو اور اس کے پاس مزدور کی اجرت ہو تو اگر اُسے حسب معمول اُجرت پر کوئی مزدور وضو وغیرہ کرانے کیلئے مل سکے تو اُسے مزدور مقرر کر کے وضو وغیرہ کر کے نماز پڑھنی جائز ہوگی ورنہ تیمم ناجائز ہوگا۔ اگر مزدور معمول سے زیادہ اُجرت مانگے تو پھر اُسے تیمم جائز ہے ۔۔ اگر مرد مریض کے پاس اپنی عورت یا عورت مریض کے پاس اپنا شوہر ہو اور وہ ایک دوسرے کے کہنے پر اگر وضو کرادیں تو پھر بھی ظاہر مذہب میں بہ اتفاق ائمہ احناف تیمم ناجائز ہے۔ اگرچہ عورت پر مرد کا یا مرد پر عورت کا وضو کرانا واجب نہیں۔ اگر ایک دوسرے کو وضو کرائیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ عورت یا شوہر تندرست پر وضو وغیرہ اُمور متعلقہ نماز مریض شوہر و عورت کے واجب نہیں ہیں۔ اگرچہ بعض دیگر اُمور (بوجہ امر شارع حسب ضرورت) ایک دوسرے پر واجب ہیں۔ لہذا ان میں سے کسی مریض کو تیمم کر کے نماز پڑھ لینی جائز ہے ۔۔ اگر غلام کا مالک یا مالک کا غلام بیمار ہو تو ضرورت کے وقت ایک دوسرے کو (بغیر محل ستر) وضو کرنا کرانا واجب ہوگا اگر تیمم کر کے نماز پڑھی جائیگی تو ناجائز ہوگی کیونکہ ایک دوسرے کی خبرگیری دونوں پر واجب ہے۔ یہی حکم مالکہ و باندی کا ہے ۔۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے (جو غیر معتبر ہے اور معتبر اس کے خلاف ہے) کہ امام صاحبؒ کے نزدیک مریض کے پاس بیوی موجود ہونے پر اُسے وضو کرانیکا کہے بغیر مریض کو تیمم کر کے نماز پڑھ لینا جائز ہے (بخلاف صاحبینؒ کہ وہ ناجائز کہتے ہیں) جیسے مریض ناپاک بچھونے پر لیٹا ہوا ہو جس سے کسی کی امداد کے بغیر ہٹ اور اُٹھ نہیں سکتا۔ یا بستر وغیرہ پاک ہے مگر کسی کی امداد بغیر رُو بقبلہ نہیں ہوسکتا۔ اور دونوں صورتوں میں اس کے پاس کوئی آدمی موجود ہو جو مریض کو رُو بہ قبلہ کردے یا پاک بستر پر لیجائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک ایسا آدمی موجود ہوتے ہوئے بھی مریض کو اپنی سابقہ حالت پر قائم رہتے ہوئے ناپاک بستر و غیر قبلہ رُو بھی نماز جائز ہے۔ کیونکہ وہ خود بلا امداد غیر قادر نہیں اور غیر کی امداد سے نمازی قادر نہیں کہلاتا مطابق آیۃ ہذا۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا۔ الآیہ۔ کہ ہر نفس حسب طاقت خود مکلف ہوتا ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک مذکورہ صورت میں مریض کو حتی الامکان بہرحال دوسرے آدمی سے امداد لیکر پاک بستر و رُو بقبلہ ہو کر نماز پڑھنی واجب ہوگی ورنہ نماز جائز نہ ہوگی ۔۔ کیونکہ اگرچہ حقیقۃً قادر نہیں مگر حکماً قادر ہے کہ دوسرے آدمی سے کام لے سکتا ہے ۔۔ (لیکن مختلف فیہ صورتوں میں بروایت۔ دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ۔ دوسرے کی امداد لیکے احتیاطاً مریض کو پاک بستر و رُو بقبلہ ہو کر نماز کا ادا کرنا بہتر ہے ۔۔ احقر) امام صاحبؒ کے نزدیک معتبر قول پر شوہر کے مریض ہونے پر عورت کے امداد دینے کی صورت میں۔ اگر مریض وضو نہ کرسکے تو تیمم ناجائز ہے بلکہ عورت سے وضو کرائیگا۔ یعنی یہاں بلا امداد عورت نماز جائز نہیں۔ اور مریض کے ناپاک بستر یا غیر قبلہ رُو ہونے پر اگر عورت امداد دے بھی پاس ہو جب بھی اس سے امداد لئے بغیر مریض کو اپنی حالت پر امام صاحبؒ کے نزدیک نماز

سلہ
جو ظاہر میں فسق ذمہ یگر باطن میں ہو
مسئلہ ۲
سلہ
یعنی شوہر بیمار ہو تو تندرست بیوی پر بھی مرد کی نماز کے امور واجب نہیں اسی طرح بیوی کی نماز کے امور مرد پر واجب نہیں
مسئلہ

جائز ہے ۔۔ تو بعض حضرات نے اول اور آخر صورت میں جو یہ فرق بیان کیا ہے (کہ پہلی صورت میں وضو کرانے سے کوئی تکلیف مریض کو نہیں لاحق ہوتی جو دوسری صورت میں ہوتی ہے اسلئے پہلی صورت میں وضو واجب اور دوسری صورت میں ناپاک بستر کا بدلنا یا اُسے بقبلہ ہٹانا دفع حرج کے باعث واجب نہیں۔) وہ فرق ٹھیک نہیں کیونکہ مطلق عدم قدرت نمازی کو مجوز تیمم قرار دیتے ہوئے پہلی صورت میں بھی تیمم کا مجوز (یعنی مریض کا بنفسہٖ وضو پر قادر نہ ہونا) متحقق ہے جیسے دوسری صورت میں ۔۔ اگر مریض کے پاس اتنا مال ہو جس سے (کوئی خبر گیر اور نہ ہونے پر) نوکر و خادم حسب معمول تنخواہ و اجرت پر مقرر کر سکتا ہے تو پھر اُسے تیمم ناجائز ہے ورنہ جائز اگر مال ہو نوکر تنخواہ بہت مانگے ۔۔ نیز مریض کے پاس خادم باندی غلام موجود ہونے پر وضو واجب اور تیمم ناجائز ہے۔ اگر خود بخود وضو نہ کر سکتا ہو تو اُن سے کرانا واجب ہے۔ چونکہ مریض اُن کے ہوتے ہوئے معذور نہیں کہلاتا۔ نیز مریض باندی غلام کا وضو مالکوں پر کرانا واجب ہے چونکہ یہ ایک دوسرے کے خبر گیر ہیں ۔۔ نیز خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے بیمار ہونے پر دوسرے کو وضو کرانا واجب نہیں لیکن اگر دوسرا کہنے پر کرادے تو پھر مریض کو تیمم ناجائز اور وضو واجب ہے۔ اگر وہ وضو نہ کرائے تو اُسے کوئی گناہ نہیں (چونکہ یہ اسکے امور واجبہ سے نہیں اگرچہ بعض دیگر امور حسب حکم شارع ایک دوسرے پر واجب ہیں۔) تو اس صورت میں مریض شوہر یا زوجہ کو تیمم سے نماز جائز ہے ۔۔ اگر جنبی آدمی خواہ اپنے شہر یا گاؤں میں ہی موجود ہو اور پانی ٹھنڈا ہو جسکا گرم کرنا مشکل ہو اور اُسے غالب گمان ہو کہ ٹھنڈے پانی کے نہانے سے ہلاک یا سخت بیمار ہو جاؤں گا۔ اور اس کے پاس حمام وغیرہ کی اجرت بھی نہیں کہ گرم پانی سے نہائے اور نہ ہی اسکے پاس گرم کپڑے یا گرم مکان یا آگ کا کوئی سامان ہے جس کہ اُسے کوئی ایسی صورت نہیں مل سکتی جس سے ٹھنڈے پانی سے غسل کے بعد گرمائی حاصل کر کے جان بچا سکے تو وہ شخص امام صاحبؒ کے نزدیک جنابت سے تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے ورنہ بالاجماع تیمم ناجائز ہے۔ برخلاف صاحبینؒ کہ انکے نزدیک تیمم ناجائز ہے چونکہ شہر و گاؤں میں ایسے سہولتیں بہم پہنچ سکتی ہیں ۔۔ لیکن ..... مذکورہ بالا سخت ٹھنڈا پانی ہونیکی حالت میں وضو کا کرنا صحیح قول پر بالاجماع واجب ہے اور تیمم جائز نہیں۔ کیونکہ ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے میں وہ خطرہ لاحق نہیں ہوتا جو غسل میں لاحق ہوتا ہے ۔۔ ہاں اگر وضو میں تمام اعضاء وضو کے ضرر کا یقینی خطرہ لاحق ہو تو پھر وضو کی بجائے تیمم جائز ہوگا ورنہ جس عضو کے ضرر کا خطرہ ہوگا صرف اسکا مسح کر کے باقی وضو کیا جائیگا ۔۔ اگر موزوں پر مسح کرنیوالے کی مدت مسح پوری ہو جائے اور اُسے اس بات کا یقین ہو کہ پانی بہت ٹھنڈا ہے اگر موزے اتار کر پاؤں دہوئے گا تو گر جائینگے تو پھر اُسے جائز ہے کہ پاؤں نہ دہوئے اور مسح کر لے ۔۔ امام صاحبؒ کے زمانہ میں قبل غسل اجرت حمام دینے کی عادت کے بنا پر جنبی کے پاس اجرت نہ ہونیکی صورت میں قبل اجرت دینے کے مذکورہ ذیل بیہودہ بہانا کر کے حمام سے نہا کر حمام والے سے اپنی تنگدستی بیان کر کے اجرت دینے کا وعدہ کرنا کہ میں تمہیں فلاں وقت یا روز اجرت دیدوں گا یہ بطلاقی حیلہ ناجائز ہے جس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں کہ حمام والے کو دہوکہ ہوا ہے اگر وہ پہلے جانتا تو اُسے داخل ہی نہ ہونے دیتا ۔۔ اگر قبل اجرت دہی حمام والا کسی جنبی وغیرہ پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا وعدہ صحیح تسلیم کر کے اپنے حمام میں نہانیکی اجازت دیدے تو پھر جنبی وغیرہ کو تیمم سے نماز جائز نہیں۔ بخلاف صورت اوّل کے کہ وہاں تیمم جائز ہے چونکہ نہ ہی اجرت غسل ہے نہ ہی اعتماد کرتا ہے ۔۔ صفحہ ۲۱۶ تا ۲۲۲ اگر جنبی مسافر ایسا آدمی ہو جسکے پاس ایسی دوسری جگہ مال ہو جو اُسے پہنچ سکتا ہے تو اُس شخص پر حمام سے غسل وغیرہ اور یا گرم کپڑے وغیرہ اُدھار خرید لینے کی صورت ملنے پر بہر حال غسل کرنا واجب اور تیمم ناجائز ہے۔ کہ حمام ہونیکی صورت میں کسی سے اجرت لیکر یا حمام والے سے وعدہ کر کے ضروری نہالے بعد میں

لہ یعنی جب کرالے تو دوسرے کو وضو کرانا فرض ہے ۱۲ منہ

مال پہنچنے پر (دَین) یعنی اُدھار ادا کر دے۔ اگر حمام وغیرہ نہ ہو تو ٹھنڈے پانی سے وجوباً غسل کرنیکے بعد
اُن گرم کپڑوں وغیرہ اُدھار خرید شدہ سے گرمائی حاصل کرے۔ اور قرضہ حسنہ (بلا عوض) ملنے کا اعتبار نہیں (یعنی
اس سے گرم کپڑا وغیرہ خریدنا یا حمام میں نہانا واجب نہیں) چونکہ شرعاً اس کی کوئی میعاد نہیں جس وقت قرضخواہ
مانگے قرضدار کو دینا پڑے گا اور جب قرضدار کے پاس مال نہ پہنچا تو کہاں سے دیگا۔ اگر پانی قریب ہی ہو لیکن
ایسی جگہ ہو جہاں دشمن یا سانپ آگ وغیرہ یا درندوں سے جان کا خطرہ ہو۔ یا عورت اور خوبصورت بالغ لڑکے کو
کسی بدماش فاسق کا ڈر ہو۔ یا پانی پر جانے سے مقروض محتاج کو قرضخواہ کے قید کرا دینے کا ڈر ہو۔ یا وضو کرنے میں
چار آنہ کی مقدار مال ضائع ہونیکا خطرہ ہو (جیسے پانی کسی دوسری جگہ ہو اور وہاں اسباب وغیرہ نہیں لیجا سکتا وغیرہ
وغیرہ) خواہ وہ مال امانت ہی ہو تو ایسی صورتوں میں تیمم کرکے نماز پڑھنی جائز ہے۔ فائدہ۔ چار آنہ کی مقدار مال
ضائع ہونیکے خطرہ سے ہر آدمی نمازی کو نماز توڑنی جائز ہے اور بعض صورتوں میں توڑنی واجب اور مباح اور مستحب
اور حرام ہوتی ہے حاشیہ پر دیکھو۔ (خواہ وہ مال امانت ہی کیوں نہ ہو تیمم کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے (چونکہ
یہاں اعادہ نماز بھی متحقق ہو جاتا ہے بخلاف تیمم کے کہ وہاں وضو سے اعادہ نماز بھی نہیں جو یہی ظاہر بلکہ شامی
میں تصریح ہے۔ احقر) اگر کوئی شخص الہی و آسمانی غائبانہ خوف یا عارضہ سے ڈر کے متاثر ہو کر وضو نہ کر سکے
تو اس کی نماز تیمم سے مطلقاً جائز ہوگی حتٰے کہ اس کے لوٹانیکا بھی حکم نہیں جیسے بحالت سخت بیماری وغیرہ مانع
وضو (الہی آسمانی غائبانہ طور سے کسی کے دل میں اپنے آپ ڈر پیدا ہو جائے) کی حالت میں پانی موجود ہوتے تیمم کرکے
نماز پڑھنی جائز ہے جسکا لوٹانا بھی نہیں۔ اگر کسی کو کوئی شخص ڈرائے اگر تو وضو کریگا تو تجھے قتل کردوں گا یا کافر
نے مسلم قیدی کو وضو نماز دونوں سے منع کر دیا ہو تو تیمم کر سکنے پر تیمم کرکے مذکورہ صورتوں میں خواہ اشاروں ہی
سے ہو نماز ادا کرنی واجب ہے۔ اگر نماز سے نہ منع کیا ہو تو پھر تیمم کرکے کھڑا ہو کر رکوع و سجود سے نماز پڑھے
پھر اُن تکالیف سے آزاد ہو جانے اور چھوٹ جانیکے بعد تمام نمازیں وضو سے لوٹانی واجب ہیں چونکہ یہ بندوں
کے ڈر سے ہوا ہے نہ آسمانی غائبی خطرہ سے۔ اگر ظالم کے ڈرائے بغیر غائبانہ ظالم کا خوف خدا تعالیٰ سے کسی کے
دل میں پڑ جائے جس سے وضو نہ کر سکے اور تیمم کرکے نماز پڑھ لے تو اس صورت میں تیمم سے ادا کی ہوئی نماز
کا لوٹانا واجب نہیں کیونکہ یہ ڈر ظالم کے ڈرائے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر مسلط ہو گیا ہے۔ گویا
اس کا حکم بیماری کی حالت جیسا ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اور جو حادثہ مِنَ اللّٰہ مجوزِ تیمم ہو
اس تیمم سے ادا کی ہوئی نماز نہیں لوٹائی جاتی۔ ایسے ہی اگر کوئی جنبی عورت مردوں یا خنثوں میں یا جنبی مرد عورتوں یا خنثوں میں
ہونیکے باعث غسل کرنیکے تو الیسے جنبی کو بلا غسل حیا شرعی مانع کے باعث (بحدیث الحیاءُ نِصفُ الاِیمان۔ الحدیث۔ کہ حیاء
نصف ایمان ہے) تیمم کرکے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔ جسے بعد میں غسل کرنے پر لوٹایا بھی نہ جائیگا۔ اگر
کوئی مزدور مزدوری کرتے وقت آدھے میل تک پانی نہ پائے اور کام کرانے والا اسے اتنی دور وضو کرنیکے لئے
جانے کی اجازت نہ دے۔ تو اس ممانعت سے مزدور معذور نہ سمجھا جائیگا بلکہ مزدور کو تیمم سے نماز پڑھ کر چھٹی کے بعد
وضو سے وجوباً نماز لوٹانی پڑے گی کیونکہ یہ مانع بندہ کے طرف سے عارض ہوا ہے۔ اگر وہ مزدور صاحب ترتیب

ہو تو نماز یاد ہوتے ہوئے جب تک وہ پہلی نماز تیمم سے پڑھی ہوئے وضو سے نہ لوٹا لیگا دوسری نماز جائز نہ ہو گی کیونکہ پہلی نماز درحقیقت جائز طور پر ادا نہیں ہوئی ÷ نیز مذکورہ ذیل صورتوں میں صرف بقدر ضرورت پانی ہوتے ہوئے بھی دفع حرج کے باعث تیمم جائز ہے جیسے کوئی سفر حج و تجارت یا سفر تعلم و تعلیم وغیرہ میں ہو یا ایسی جگہ آباد ہو جہاں پانی کمیاب ہے۔ اگر اس موجودہ پانی سے وضو کیا جائے تو فی الحال یا آئندہ کو پیاس کا ڈر ہے خواہ اپنے لئے یا ہمراہی یا اپنے و ہمراہی کے ضروری چارپائے مویشی اور شکار یا گھر کی حفاظت کے کتے کیلئے جب کہ کوئی ایسا برتن بھی نہ ہو جسمیں وضو غسل وغیرہ کا پانی جمع کرکے ان حیوانوں کو پلا دیا جائے (اگر ہو تو پھر بھی تیمم ناجائز ہے) تو ایسے صورتوں میں اپنی اور چارپائے کی ضروریات میں پانی خرچ کرے اور نماز تیمم سے پڑھے تو جائز ہے ÷ حـ ۲۱۷ تا ۲۲۲ اگر قافلہ کا رفیق خواہ فی الحال ہمراہ ہو یا بعد میں آکر ملجائے وہ پیاسا ہو یا اس کا کوئی ضروری چارپایہ تو پھر بھی کثیر پانی (یعنی اپنی ضرورت سے زیادہ پانی رکھتے) والے کو لازم ہے کہ ساتھی اور اس کے چارپائے کی پیاس کی ضرورت میں پانی خرچ کرکے آپ تیمم سے نماز پڑھے ÷ اگر کسی شخص کے پاس سفر حج وغیرہ میں اپنی ضرورت سے زیادہ پانی ہو لیکن قافلہ میں اور بہت سے لوگ پانی کے محتاج ہوں اور انھیں پانی کی ضرورت بھی لاحق ہو تو انہیں بلا ضرر پانی دے کر تیمم سے نماز پڑھنی جائز ہو گی ÷ اگر آٹا گوندھنے کیلئے پانی درکار ہو اور پانی کم ہو کہ جس سے وضو و آٹا گوندھنا دونوں ناممکن ہوں تو وہ پانی آٹے کیلئے رکھکر تیمم سے نماز پڑھ لے تو جائز ہے ÷ لیکن ہنڈیا پکانیکی ضرورت میں اس کا خرچ کرنا جائز نہیں (بلکہ اس پانی سے ضرور وضو ہی کریگا ورنہ پانی موجود ہوتے تیمم ناجائز ہوگا کیونکہ ہنڈیا کی چنداں ضرورت نہیں گویا ایسے اُمور کیلئے پانی رکھکر تیمم جائز ہے جنکے بغیر گذارہ نہیں ہو سکتا ÷ احقر) ÷ اگر کسی شخص کا کپڑا یا بدن ناپاک ہو اور اُسے اتنا پانی میسر ہو کہ یا اس سے فقط نجاست کو دھو سکتا ہے یا وضو کر سکتا ہے تو اس صورت میں صرف کپڑے کی نجاست دھو کر تیمم سے نماز پڑھے۔ اگر کپڑے کی دو طرفوں میں ناپاکی لگی ہو کہ ایک طرف کی دھو لینے کے بعد دوسری طرف کی ناپاکی قدر درہم سے کم باقی رہنے پر بھی اس کا دھونا لازم ہے اور نماز وغیرہ تیمم سے جائز ہے۔ اگر پانی کم و نجاست زیادہ ہو لیکن اس پانی سے دھوکر مقدار درہم سے کم ہو سکتی ہے (تو نجاست کا دھونا لازم ہے اور وضو و غسل کیلئے تیمم کیا جائے) ورنہ دھونا لازم نہیں خواہ دھوئے یا وضو وغیرہ کرے ÷ سیال نجاست پیشاب شراب و خون وغیرہ کی قسم سے ہو تو اس کی (مقدار درہم) ہتھیلی کی گہرائی کی مقدار ہوتی ہے۔ اگر جرمدار نجاست ہو تو وہ مثقال بھر مقدار درہم ہوتی ہے۔ جیسے پاخانہ وغیرہ ÷ اگر کسی شخص کے پاس اپنی ضروریات سے زیادہ پانی ہو اور دوسرا آدمی پیاس سے بدحال ہو رہا ہو اور اُسے پانی والا قیمت ہونے پر نہ قیمتاً دے اور قیمت نہ ہونے پر نہ ہی مفت دے۔ تو پیاسے کو پانی والے سے اپنی جان بچانیکے لئے بغیر ہتھیار لڑکر پانی لینا بہتر ہے (اگر ہتھیار سے لڑے جب بھی جائز ہے مگر غیر افضل ہے) خواہ وہ پانی کوئیں وغیرہ جیسی چیز یا بڑے برتن میں زائد از حاجت ضروریہ خود محفوظ ہو اگر اس لڑائی میں پانی والا مرجائے تو اس کا خون لغو ہے کہ قاتل پر قصاص و کفارہ و تاوان میں سے کچھ بھی نہیں۔ لیکن قاتل النسب قول پر قیمت ہوتے پانی کی قیمت کا ضامن ہوگا ÷ اگر لڑائی میں پیاسے کو پانی والا تیز چیز یا ہتھیار سے بطور قتل عمد مار ڈالے تو قاتل پر قصاص لازم ہوگا ÷ اگر اس شخص کے پاس صرف اپنی ہی ضروریات کیلئے پانی ہو تو پھر دوسرے پیاسے کو کسی طرح پانی لینا جائز نہیں ÷ اگر قتل شبہ عمد یا قتل خطا یا اس کا قائم مقام پانی والے سے سرزد ہو۔ غرض تیز چیز ہتھیار سے نہ ہو تو پیاسے کے قاتل مذکور پر کفارہ اور اس کے رشتہ داروں پر تاوان واجب ہوگا ÷ نیز تیمم اس وقت جائز ہے کہ کوئیں وغیرہ سے پانی نکالنے کی کوئی پاک چیز موجود نہ ہو ورنہ خواہ گھاس کا پولہ وغیرہ رومال یا کپڑا وغیرہ موجود ہو جو پاک بھی ہو اور اُن سے کوئیں وغیرہ میں ڈال کر پانی نکالا جاسکے جیسے مذکورہ بالا اشیاء ڈالکر باہر نکالنے سے تھوڑا تھوڑا پانی نچوڑ کر جمع کیا جاسکے

سـ اگر پانی والے کی ضرورت سے زیادہ ہو ۱۲ منہ
یہ جگہ پانی والا قیمت سے پانی دے ... اگر قیمت سے پانی دیوے ... ۱۲

اوران میں معتد بہ آئندہ مندرجہ ذیل نقصان بھی نہ آسکے تو پھر تیمم ناجائز اور اس طرح پانی نکال کر وضو غسل لازم ہوگا
اگر کسی کے پاس ڈول رسی نہ ہو لیکن قیمتی رومال یا کچے رنگ کا یا ریشمی یا کامدار وغیرہ کپڑا ہو جو کوئیں وغیرہ میں ڈالنے سے خراب ہو جائے یا رسی نہ ہونے پر کسی کپڑے کو چیر کے رسی بنا کر مثلاً دوسرے کپڑے وغیرہ کو یونہی اس سے باندھ کر وغیرہ وغیرہ صورت میں کوئیں میں ڈال کر وضو وغیرہ کیلئے پانی نکالنا یا ڈول نہ ہونیکی صورت میں کپڑا بھگو کر نچوڑ کے پانی جمع کرنا چاہیے جب تک کہ کپڑوں کا نقصان حسب معمول اصلی قیمت پانی سے زیادہ نہ ہو (ورنہ تیمم جائز ہے) تو پھر اسیطرح کپڑوں سے پانی نکالکر ظاہر واحوط قول میں وضو وغسل واجب اور تیمم ناجائز ہے۔ اگر اسطرح کرنے سے (یعنی پانی میں ڈالنے یا چیرنے سے) پانی کی قیمت سے کپڑوں کا نقصان زیادہ ہو تو پھر تیمم ہی کر کے نماز جائز ہے۔ لیکن امام فخر الدینؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کپڑے کی قیمت سے پانی میں ڈالنے یا چیرنے سے چار آنہ کی مقدار کم ہو جائے تو وضو کئے بغیر تیمم سے نماز جائز ہے اگرچہ اس چیز کی قیمت پانی کی اصلی قیمت سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ جس کی یہ وجہ ہے کہ جب پانی کی قیمت سے زیادہ طلب کی جانے پر صرف حق العبد (بندے کے حق) کے واسطے تیمم جائز ہوا تو پھر کیا وجہ ہے کہ جہاں حق العبد کے علاوہ حق اللہ بھی پایا جائے (جیسے رومال وغیرہ کپڑے کا اتلاف وضائع ہونا جو حق شرع ہے اور حق العبد بھی کہ بندے کی چیز نقصان ہو رہی ہے) کیوں تیمم جائز نہ ہو۔ حالانکہ صورت اول (خطرہ تضییع مال بمقدار چار آنہ) میں اتلاف مال بھی متحقق نہیں جو اس میں ہے (لہذا ضرورت کے وقت کہ۔ الضرورات تبیح المحظورات۔ پر نظر کرتے ہوئے اس پر عمل کر لیا جائے تو کوئی حرج نہ ہونا چاہیے اگرچہ قول اول ظاہر و اولیٰ ہے ۱۰ احقر)۔ اگر کوئی شخص کوئیں وغیرہ میں اتر کر مناسب اجرت پر پانی نکالدے اور نمازی کے پاس اسقدر مال بھی ہو تو پھر پانی ہی سے وضو واجب اور تیمم ناجائز ہوگا۔ اگر کوئی اجرت پر پانی نکالنے والا نہ ملے یا ملے مگر اجرت معمول سے زیادہ لے تو پھر تیمم سے نماز جائز ہے جس کا لوٹانا بھی نہیں۔ جس عذر کی وجہ سے تیمم کیا گیا ہو اگر وہ عذر زائل ہو کر دوسرا عذر مبیح تیمم عارض ہو جائے تو پہلے عذر کا تیمم ٹوٹ جائیگا اور دوسرے عذر کیلئے دوبارہ تیمم کرنا پڑیگا جیسے۔۔۔ کوئی شخص پانی نہ ملنے کے باعث تیمم کرنیکے بعد بیمار ہو جائے پھر اسے پانی ملجائے تو پہلے تیمم سے نماز جائز نہیں کیونکہ وہ پانی ملنے سے ٹوٹ گیا ہے لہذا مانع وضو بیماری سے تیمم کی ضرورت پڑنے پر دوبارہ تیمم کر کے نماز جائز ہوگی۔ ایسے ہی اس صورت میں جبکہ بیماری یا سردی کے باعث پانی ہوتے ہوئے کسی نے تیمم کر لیا۔ اس کے بعد پانی بھی اس کے ہاتھ سے کسیطرح نکل گیا اس کے بعد بیماری یا سردی دور ہو گئی تو پہلا تیمم ٹوٹ جائیگا کیونکہ پہلے اس شخص کو پانی پر قدرت تھی اگرچہ اب نہیں لہذا اب دوبارہ تیمم کر کے نماز پڑھنی جائز ہوگی۔ لیکن صورت ذیل میں فقہاء کے نزدیک پہلا ہی تیمم باقی رہیگا کیونکہ پہلا ہی سبب باقی ہے۔ (جیسے کوئی شخص پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کر کے سامنے دیکھتے کسی پانی پر سے گذر جائے۔ لیکن کسی مانع وضو دشمن درندے وغیرہ کے ڈر سے وضو نہیں کر سکتا تو اس کا پہلا ہی تیمم باقی ہے کیونکہ پانی پر اسے قدرت نہیں) مگر یہ صورت خلاف قاعدہ ہونیکے باعث قابل تامل ہے کیونکہ دشمن درندہ وغیرہ کا عارضہ دوسرا سبب ہے جیسے پہلی صورتوں میں دوسرے سبب کے صرف پیش آجانے پر پہلا تیمم باطل ہو جاتا ہے اس میں بھی باطل ہو جانا چاہیے تھا لیکن فقہاء احناف اس کے قائل نہیں۔ مفتی بہ قول پر تیمم میں تمام ہاتھوں وچہرہ ورخساروں وبالوں اور ناک نتھنوں کی اطراف اور ان کے درمیانی پردہ اور بھوؤں (یعنی ابروؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر والی درمیانی خالی جگہ اور ڈاڑھی کے خطوں اور سب مذکورہ چیزوں کا مسح کرنا لازم ہے اگر ایک بال یا اس کے برابر بھی چہرہ سے کوئی جگہ خالی رہجائیگی تو تیمم ناجائز ہوگا۔ اور تیمم میں دونوں ہاتھوں کا (اگر کسی کا تیسرا ہاتھ

ہو تو اس کا وضو جیسا حکم ہے جو پہلے گذر چکا ہے) انگلیوں سے لیکر کہنیوں سمیت تک کا مسح لازم ہے۔ اسی لئے
اگر انگوٹھی و کنگن تنگ ہوں جو ہلانے سے نہ ہلیں تو ان کا وضو و غسل کی صورت کی طرح ضروری اُتار کر مسح کرنا جائز ہوگا
ورنہ نہیں۔ اگر وہ کھلے ہوں اور ہلائے بغیر ان میں مٹی غبار داخل ہو جائے تو ہلانا ضروری نہیں ورنہ ضرور ہلا کر ہلا ضرب
سوم انگلیوں کے خلال کی طرح (پانی پہنچانے میں) انکے نیچے مٹی پہنچانا اور مسح کرنا لازم ہے۔ اگر کسی کی تمام کہنی کٹی ہوئی ہو
تو اس پر ہاتھ و کہنی نہ ہونیکی وجہ سے بالاتفاق اس ہاتھ کا مسح واجب نہیں۔ اگر کہنی کی کوئی جزو باقی ہو تو اس کا مسح واجب
ہے کیونکہ کہنی بازو و ہاتھ (دونوں کی) ہڈیوں کے مجموعہ سرے کا نام ہے لہٰذا کہنی سے اگر ہاتھ کی ہڈی کا سرا کٹکر بازو کی ہڈی رہجائے
تو اس کا مسح واجب ہوگا۔ اور تیمم میں مفتٰی بہ قول پر اس طرح پوری طور سے منہ ہاتھوں کا مسح واجب ہے کہ کسی عضو
کی کوئی جزو باقی نہ رہے جو اکثر عضو کے مسح کو کل کا مسح قرار دیکر جائز کہتے ہیں وہ ضعیف ہے۔ اور تیمم مع نیت دو ہی
ضربوں سے (کہ تیسری کی ضرورت نہیں) یا صرف پاک مٹی وغیرہ جنس مٹی پر ہاتھ رکھکر آگے پیچھے کھینچنے کے بعد
پورے منہ ہاتھوں کے مسح کرنے پر تیمم جائز ہو جاتا ہے۔ اسیطرح پاک مٹی کے اعضاء مسح پر پڑجانے یا پڑے
ہوئے ہونیکی صورت میں منہ ہاتھوں کو بہ نیت تیمم ہلا دینے یا ملدینے سے یقیناً تیمم جائز ہو جاتا ہے۔ جیسے کسی کے
منہ ہاتھوں پر دیوار مکان وغیرہ گرانے سے پاک مٹی پڑجائے اور وہ شخص بہ نیت تیمم اُسے منہ ہاتھوں پر ملدے
یا سر و یا ہاتھوں کو ہلادے تو معتبر قول پر تیمم جائز ہو جائیگا۔ ایسے ہی کوئی بے وضو شخص منہ ہاتھوں کو بہ نیت تیمم پاک
مٹی میں لتھڑ دے یا داخل کر دے تو تیمم جائز ہو جائیگا کیونکہ آیت شریف کے لحاظ سے مٹی وغیرہ پر دو دفعہ ہاتھ مارنا
یا رکھنا وغیرہ ضروری نہیں بلکہ ازروئے حدیث مسنون ہے لہٰذا خلاف سنت ہوا اور خلاف سنت مفسد عمل نہیں
بلکہ مکروہ ہے جبکہ اسپر دوام کرے ورنہ ایک دو دفعہ ایسا کرنے سے کراہت بھی نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ پاک مٹی
ہی پر دو ضربیں لگا کر تیمم کرنا مسنون ہے جسمیں جواز تیمم کے علاوہ اور فضیلت ادائیگی سنت کی بھی پائی گئی ہے۔
اگر کوئی شخص بہ عذر یا بے عذر بہ نیت تیمم دوسرے شخص سے بطریق معلومہ مذکورہ تیمم کرالے تو جائز ہے۔ کہ ایک
ضرب وغیرہ سے منہ کا مسح اور دوسری سے دونوں ہاتھوں کا اس طرح کہ داہنے ہاتھ سے اس شخص کے داہنے
کا اور بائیں سے اسکے بائیں ہاتھ کا مسح کرادے تو جائز ہے اور تیسری ضرب کی کوئی ضرورت نہیں (جس نے
تیسری ضرب کا کہا ہے وہ غیر معتبر ہے کہ التیمم ضربتان۔ (دو ضرب) ہیں) اگر تیمم کرانے والا ایک ضرب سے منہ کا مسح
اور دوسری ضرب کے بعد دونوں ہاتھوں سے اُس شخص کے داہنے ہاتھ کا مسح کرائے تو اب بائیں ہاتھ کا مسح کرانے
کیلئے تیسری ضرب ضرور لگانی ضروری ہوگی کیونکہ اسکے دونوں ہاتھ داہنے ہاتھ کے مسح کرانے سے مستعمل ہوگئے
ہیں) جنبی کو پانی پر قدرت نہ ہونیکی صورت میں تیمم کرکے نماز کا ادا کرنا واجب ہے۔ اسیطرح اس حیض و نفاس
والی عورت کو بھی نماز کیلئے پانی نہ ہوتے تیمم واجب ہے جسے عادت سے کم میں خون بند ہو جانے پر پاکی کا حکم دیا
جائے (یعنی اتنا وقت پاکی میں گذر جائے کہ غسل کرکے نماز کا تحریمہ باندھ سکے۔ یا اتنا وقت کہ غسل و یا مکمل تیمم مع جمیع
نماز بشرائط معلومہ عمل میں لایا جاسکے) تو مذکورہ عورتوں کو تیمم سے نماز کا پڑھنا واجب ہے۔ لیکن اُن سے وطی
خون لوٹ آنیکے شبہ کے سبب سے ناجائز ہے۔ ہر عورت کو اکثر مدت حیض یا نفاس سے کم میں خون بند ہو جانے پر
پاکی کا حکم پانے میں کہ جب اُسپر نماز فرض ہو جائے (یعنی حسب ذکر بالا وقت گذر جائے) اور اُسے پانی نہ ملے تو تیمم
کرکے نماز وغیرہ ادا کرنی واجب اور اس سے شوہر کو وطی بھی جائز ہے کہ یہاں غالب طور پر خون کے لوٹنے کا شبہ
نہیں رہتا۔ اگر حیض و نفاس والی اکثر مدت حیض و نفاس سے پاک ہو جائے یا عادت کے مطابق اور وقت گذرنے پر

شامی میں جہاں "ضرب" آئے اس سے ہاتھوں کا پاک مٹی وغیرہ جیسی چیز پر مارنا وغیرہ مراد ہے ۱۲ مترجم

توان صورتوں میں پانی ملنے پر نہا کر نماز اور وطی ہر دو نو جائز ہیں - اگر پانی نہ ہو تو مکمل طور پر تیمم کرنے کے بعد بھی وہ ہر دو نو فعل وطی و نماز جائز ہیں اور عورت حیض و نفاس سے بھی پانی نہ ملنے تک اسی تیمم سے پاک ہو جاتی ہے، اور جب پانی ملجائے تو پھر غسل فرض ہو جاتا ہے ۔۔ بے وضو و جنبی کو بوجہ بالکل خوف فوت واجب نماز جنازہ و نماز عید کے پانی پر قدرت رکھتے ہوئے یہ جائز ہے کہ تیمم کر کے مذکورہ نمازیں ادا کرے ۔۔ ایسے ہی اس حیض والی کا حکم ہے جسکا دس دن سے کم میں خون بند ہو کر پاکی کا حکم ہو جائے کہ اُسے بھی پانی موجود ہوتے مذکورہ واجب نمازوں کے (بالکل) فوت ہو جانیکے ڈر سے تیمم کر کے انکا ادا کرنا جائز ہے ۔۔ لیکن بے وضو یا جنبی و حیض نفاس والی کا تیمم پانی موجود ہوتے ایک ضروری نماز کی فوتیدگی کے باعث جائز ہوا ہے جس کی قضا نہیں - لہذا وہ غیر مکمل ہونیکے باعث باقی نمازوں وغیرہ کی ادائیگی میں کار آمد نہ ہوگا اور اس سے کوئی نماز فرض سنت نفل وغیرہ جائز نہ ہوگی - بلکہ وہ دوسری نماز جنازہ بھی اس تیمم سے جائز نہیں جو اتنی دیر کے بعد پیش آجائے کہ اگر اسوقت میں وضو کرتا تو کر لیتا لیکن وضو نہیں کیا کیونکہ درمیان میں پانی پر اسے قدرت متحقق ہو گئی تھی اور اس نے وضو نہیں کیا تو پہلا تیمم ٹوٹ جائیگا - اگر دوسری نماز جنازہ میں اتنی مہلت نہیں ملی تو پھر وضو پر قدرت نہ متحقق ہونیکی وجہ سے پہلا ہی تیمم باقی رہیگا جس سے دوسری نماز جنازہ جائز ہو جائیگی - اور مذکورہ جنبی و حیض نفاس والی کا (کہ پانی موجود ہوتے بوجہ خوف موت نماز جنازہ و نماز عید کیا گیا ہے) یہ تیمم ناقص ہے لہذا اس تیمم سے وہ اشخاص بلا غسل پاک نہ ہونگے اور نہ ہی کوئی نماز فرض وغیرہ جائز ہوگی ۔۔ اور تیمم زمین کی ہر جنس پاک پر جو آگے ذکر ہوگی جائز ہے - لہذا صاف پتھر بھی اگرچہ اس پر گرد نہ ہو تیمم جائز ہے کہ جنس زمین سے ہے (لیکن بضرورت کے وقت معلوم ہوتا ہے کیونکہ آیۃ شریف ہیں (فتیمموا صعیدًا طیبًا - کہ پاک مٹی سے تیمم کرو) مٹی سے حکم ہے - نیز مسنون بھی پاک مٹی ہی سے ہے ۔۔ احقر) وہ چیزیں جنس زمین سے ہیں جو جلکر راکھ یا پگھل کر نرم نہ ہو جائیں - جیسے مٹی - پتھر - ریت سُرخی - چونہ - ہڑتال - سنگ سرمہ - غبار - گرد وغیرہ جیسی چیزیں کہ ان سے تیمم جائز ہے ۔۔ بخلاف اُن چیزوں کے جو جلکر خود راکھ یا پگھل کر نرم ہو جائیں اُن سے تیمم ناجائز ہے اگر ان پر پاک مٹی وغیرہ نہ ہو - جیسے ہر قسم کے درخت گھاس پتے وغیرہ جیسی اشیاء کہ یہ آگ سے جلکر راکھ ہو جاتی ہیں - اور سونے - چاندی - لوہے - پیتل - کانچ وغیرہ جیسی معدنیات سے بھی تیمم جائز نہیں کہ یہ آگ سے پگھل کر نرم ہو جاتی ہیں - اگر اُن پر پاک مٹی وغیرہ جیسی چیز پڑی ہوئی ہو تو پھر تیمم جائز ہے تو یہ مٹی پر تیمم ہوا نہ ان پر ۔۔ ایک ہی جگہ سے پے در پے کئی نمازیوں کو تیمم جائز ہے (جیسے ایک لوٹے وغیرہ برتن سے وضو کرنیکے بعد پانی بچ جائے تو اس سے بلا شبہ دوسروں کو وضو جائز ہے) کیونکہ مستعمل مٹی تو وہ ہوتی ہے جو صرف ہاتھ پر لگ کر مسح کا کام دے چکی ہو بخلاف بقیہ دوسری مٹی کے جو ہاتھ سے جدا علیحدہ رکھی ہو کہ جس پر ضربیں لگائی جاتی ہیں - کہ وہ تو بہر حال غیر مستعمل ہی رہیگی ۔۔ لہذا صاف پتھر سے تو کئی آدمیوں کا پے در پے تیمم کرنا مٹی وغیرہ سے بھی بڑھ کر جائز ہوگا کیونکہ اس سے تو ہاتھ پر کچھ بھی نہیں لگتا ۔ اگر ہاتھوں کی انگلیوں میں گرد نہ داخل ہو تو تیسری ضرب کے بغیر ہی خلال لازم ہے ۔۔ اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اس صورت میں تیسری ضرب کی بھی ضرورت ہوگی ۔۔ اور صحیح قول پر ہتھیلی کا مسح صرف ضرب یا اس کے قائم مقام ہی سے ہو جاتا ہے ۔۔ اور معتبر قول پر مٹی ریت ہوتے بھی صرف گرد و غبار سے تیمم جائز ہے (اگرچہ ابو یوسفؒ اس کے خلاف ہیں) کیونکہ گرد بھی مٹی ہی ہوتی ہے جو زیادہ باریک ہو جاتی ہے ۔۔ چونکہ تیمم جنس زمین کے علاوہ دیگر چیزوں سے ناجائز ہے - لہذا موتی سے تیمم ناجائز ہوگا - خواہ سالم ہو یا پسا ہوا کیونکہ وہ اس دریائی

کیڑے سے پیدا ہوتا ہے جو موسم بہار میں آسمان کی طرف منہ کھولکر بارش کے قطرہ کا منتظر رہتا ہے جب قطرہ اس کے منہ میں پڑجاتا ہے تو پھر دریا کی تہ میں بیٹھ جاتا ہے جسپر وہ قطرہ اس کیڑے کے پیٹ میں موتی بن جاتا ہے ۔ اور مرجان (یعنی مونگے) سے جو پتھر ہوتی ہے بر معتبر و صحیح قول میں تیمم جائز ہے ۔ کیونکہ دوسرے پتھروں کی طرح یہ بھی دریائی پتھر ہوتا ہے اگرچہ پودوں و درختوں کی شکل جیسا شاخدار دریا سے نکلتا ہے ۔ اور جس مرجان سے تیمم ناجائز ہے وہ چھوٹا موتی ہوتا ہے جو دریائی کیڑے کے پیٹ سے نکلتا ہے ۔ اور جو چیز جنس زمین سے ہوتی ہے وہ جلکر خود راکھ نہیں ہوتی اور نہ ہی پگھلتی ہے ۔ لہذا صاف یا ڈھلے ہوئے ثابت یا پسے ہوئے یا راکھ شدہ پتھر وغیرہ جیسی اشیائے سے تیمم جائز ہے چونکہ وہ جلکر خود راکھ نہیں ہوتیں جب تک انہیں چھیڑا نہ جائے بخلاف پودوں درخت بیلوں گھاس وغیرہ جیسی اشیاء کے کہ وہ جلکر خود بخود راکھ ہو جاتی ہیں ۔

نیز پاک کیچڑ و چونے و سرخی سے لیپی ہوئی دیواروں پر تیمم جائز ہے ۔ نیز مٹی کے غیر روغنی برتنوں سے تیمم جائز ہے یا ایسے روغنوں سے جو زمین کی جنس کی چیزوں گیرو وغیرہ جیسی مٹی سے روغن کئے گئے ہوں نہ دوسری چیزوں سے کہ ان سے تیمم ناجائز ہے ۔ اگر کیچڑ میں مٹی غالب اور پانی مغلوب ہو تو اس کیچڑ سے امام صاحب کے نزدیک ضرورتاً بوجہ خطرہ خروج وقت تیمم جائز ورنہ بلا ضرورت مُثلہ (یعنی تبدیل شکل) کی ممانعت کے باعث کیچڑ سے تیمم و مسح ناجائز ہے ۔ لہذا ضرورت کے وقت کیچڑ کسی کپڑے وغیرہ پر ملکر خشک ہونیکے بعد تیمم کیا جائے جو بالاتفاق جائز ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مٹی ریت کے بغیر ان کے موجود ہوتے گرد و غبار سے بھی تیمم ناجائز ہے ورنہ جائز اور کیچڑ ۔ پتھر سے تیمم ابو یوسف کے نزدیک بہرحال ناجائز ہے اگرچہ وقت ہی نکلجائے ۔ جس کیچڑ میں مٹی مغلوب (یعنی کم) اور پانی غالب یعنی زیادہ ہو تو اس سے بالاتفاق تیمم ناجائز ہے جب تک کسی چیز پر خشک نہ کیا جائے اگرچہ نماز کا وقت نکلجائے ۔ اگر وہ کیچڑ نرم ہو جو اعضا پر جاری ہو سکے تو اس سے وضو ہی کیا جائے نہ کہ تیمم ۔ (اس سے معلوم ہوا کہ ہر طرح و سیلاب کے خاک آلود پانی سے تو بطریق اولیٰ وضو جائز ہوگا اگرچہ تینوں صفات بدل گئی ہوں کیونکہ پاک چیز سے تینوں صفات کا بدلکر پانی کے عرفاً پانی باقی رہنے کی صورت میں وضو جائز ہے ۔ احقر) اگر کیچڑ میں مٹی و پانی دونوں برابر ہوں تو پھر بھی مٹی مغلوب متصور ہونے پر تیمم ناجائز ہوگا مگر کہ وہ کیچڑ نرم ہونیکے باعث اعضا پر جاری ہو سکے تو وضو کیا جائے ورنہ نہیں ۔ سونے چاندی وغیرہ کی کانوں کے اپنی جگہ پر موجود ہونیکی صورت میں اگر ان پر مٹی موجود ہو جو ہاتھ مارنے و کھینچنے پر ہاتھوں کو لگے تو تیمم جائز ہے ورنہ نہیں اگر ان سے کوئی چیز بنائی جائے یا وہ پگھلائی جائیں تو پھر ان پر پاک مٹی نہ ہونیکی صورت میں تیمم ناجائز ہے اگر ان پر کہیں سے اتنی پاک مٹی پڑجائے جسکے مسح کرنے پر ہاتھوں پر لگے تو تیمم جائز ورنہ نہیں ۔ سونے چاندی وغیرہ کی کانوں کی نفس ذات سے جبکہ وہ اپنے محل میں نہ ہوں تیمم ناجائز ہے کیونکہ وہ اربعہ عناصر سے مرکب ہونیکے باعث مٹی و پانی کے تابع نہیں ہو سکتیں ۔ نیز غیر جنس زمین سے ذیل کی اشیا بھی ہیں جن پر پاک مٹی نہ ہونیکی صورت میں تیمم ناجائز ہے اور جو قاعدہ کلیہ میں داخل ہیں کہ جلکر راکھ وغیرہ ہو جاتی ہیں ۔ جیسے گندم وغیرہ غلہ جات لکڑی گھاس پتے وغیرہ اور نمدہ و بسترہ و فرش و سونا چاندی وغیرہ ۔ لیکن جب ان پر اتنی پاک مٹی پڑی ہو کہ ہاتھ مارتے یا ان پر ہاتھ رکھتے وقت ہاتھوں پر اس کا اثر دکھائی دے تو پھر ان سے تیمم جائز ہے جو درحقیقت ان سے نہیں بلکہ اس اوپر والی مٹی سے ہے ۔ اگر کپڑوں وغیرہ پر (جیسے مزدوروں و کام کاج کرنیوالوں کے کپڑوں سے) اس قدر پاک مٹی پڑجائے جن پر ہاتھ مارنے سے ہاتھوں پر مٹی کا اثر ظاہر ہو جائے تو ان سے تیمم

جائز ہے ورنہ نہیں ۔ ایسے ہی مٹی والے کپڑے کو جھاڑ کر پاک غبار اُڑنے کے بعد اپنے ہاتھوں کو ہوا میں بلند کرنے پر ان میں غبار کا اثر ظاہر ہوئے اور گرد پڑ جائے تو تیمم کرنا جائز ہے ورنہ نہیں ۔ گیلے ناپاک کپڑے پر جو غبار و گرد پڑ کر جم جائے پھر اُسے جھاڑ کر تیمم کیا جائے تو ناجائز ہے کہ ناپاک مٹی ہے ۔ مگر کہ اس ناپاک کپڑے کے خشک ہو جانیکے بعد اس پر جو پاک مٹی پڑے تو اس سے تیمم جائز ہے ۔ اگر گھاس درخت پتے وغیرہ کی قسم سے اشیاء جلکر مٹی سے مل جائیں تو اگر ان کی راکھ مٹی سے زیادہ یا برابر ہے تو تیمم ناجائز ہے ۔ اگر مٹی زیادہ ہو تو پھر تیمم جائز ہے ۔ اگر صرف مٹی ہی اُنکے علاوہ جلکر سیاہ ہو جائے تو اس سے تیمم جائز ہے کیونکہ جلنے سے صرف مٹی کا رنگ بدلا ہے نہ ذات ۔ صـ ۲۲۳ تا ۲۳۴ احناف کے نزدیک تیمم وقت سے پہلے جائز بلکہ مستحب ہے اور اسی سے کئی نمازیں فرائض و نوافل وغیرہ پڑھ سکتا ہے کیونکہ پانی نہ ہونے ہوئے مطلقاً وضو کا بدل ہو کر حقیقۃً پاک کر دیتا ہے ۔ بخلاف شافعیؒ کے کہ انکے نزدیک تیمم وضو کا بدل ضروری ہے نہ مطلق لہٰذا انکے نزدیک وقت سے پہلے ناجائز ہے اور ہر نماز کیلئے کیا جائیگا ۔ شیخینؒ کے نزدیک تیمم والے امام کے پیچھے وضو کرنے والے مقتدی کی نماز جائز ہے ۔ بخلاف محمدؒ کے جس کی تفصیل امامت کے باب میں آئیگی ۔ اگر نماز جنازہ کی تمام تکبیروں کے فوت ہونیکا ڈر ہو تو پانی پر قدرت رکھتے ہوئے بھی نماز جنازہ بوجہ ضرورت تیمم سے جائز ہے ورنہ نہیں ۔ جیسے وضو کرنیکے بعد قبل سلام امام نماز جنازہ سے ملجانے کا گمان غالب ہو تو پھر تیمم ناجائز ہے کیونکہ بعض نماز جنازہ امام کے ساتھ پالینے کے بعد باقی نماز اکیلے ادا کر سکتا ہے ۔ لیکن اس شخص کیلئے جسے حق امامت پہنچتا ہے پانی موجود ہوتے تیمم کے جائز ہونے میں اختلاف ہے ۔ بعض نے والئی میت کیلئے تیمم ناجائز قرار دیا ہے جو یہی اُحسن ہے کہ صرف انتظار سے تیمم جائز نہیں اور بعض نے کراہت انتظار کے باعث جائز قرار دیا ہے جو غیر اُحسن ہے ۔ حیض نفاس والی عورت کے لئے عادت کے موافق خون بند ہو کر نماز ذمہ میں لازم ہو جانے پر پانی موجود ہوتے بھی جبکہ نماز جنازہ کے فوت ہو جانیکا ڈر ہو تیمم کر کے نماز جنازہ کا ادا کرنا جائز ہے ۔ جُنبی کا بھی نماز جنازہ و عید میں وہی حکم ہے ۔ لیکن اُن سب کا مذکورہ تیمم جو پانی موجود ہوتے کیا گیا ہے صرف اسی جنازہ وغیرہ جیسی نماز کے لئے کافی ہے نہ غیر کے لئے ۔ کیونکہ اس تیمم سے صاحب جنابت و حیض و نفاس پاک نہیں ہو سکتے اور نہ ہی اس تیمم سے کوئی دوسری نماز فرض و سنت جائز ہے ۔

اگر پہلا جنازہ پانی ہونے ہوئے بوجہ خوف فوت نماز جنازہ تیمم سے ادا کرنیکے بعد دوسرا جنازہ اتنی دیر میں آجائے جسمیں اس شخص کو وضو نا ممکن ہو تو پہلے ہی تیمم کے قائم ہونیکے باعث جنازہ ادا کرنا جائز ہے ورنہ ناجائز کہ پہلا تیمم وضو کا وقت ملجانے پر ٹوٹ گیا ہے اور وضو نہیں کیا گیا لہٰذا دوسرا تیمم کر کے نماز جنازہ جائز ہو گی ورنہ نہیں ۔ یہی قول مُفتیٰ بہ ہے ۔ بخلاف محمدؒ کے کہ انکے نزدیک بہرحال دوسرے جنازہ کے لئے تیمم لوٹایا جائیگا خواہ دوسرے جنازہ میں وضو کی مُہلت کا وقت ملے یا نہ ۔ عید کے بالکل فوت ہو جانے کے ڈر سے مقتدی و امام ہر دونوں کو تیمم جائز ہے ۔ جیسے مقتدی کو امام کے نماز عید سے فارغ ہو جانے یا امام کو سورج کے زوال کے باعث عید کا وقت نکلجانے کا خطرہ ہو اور کوئی دوسرا امام نہ ہو یعنی امام ایسے وقت میں پہنچے کہ اگر وضو کرے تو عید کا وقت نکلتا ہے تو امام بھی تیمم کر کے نماز عید پڑھائے اور عید فطر میں دوسرے دن اور عید بقر میں تیسرے دن پر تاخیر نہ کرے کہ کبھی ایسے مجمع سے پڑھی جاتی ہیں جنکی تاخیر سے بالکل فوت ہو جانیکا خطرہ ہوتا ہے علاوہ ازیں سورج کے زوال کا ڈر ان مصرح عذروں میں سے بھی

نہیں جن کے باعث فقہاء نے تاخیر عید کا حکم کیا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ قطعاً فوت نہ ہونیکے ڈر پر تاخیر جائز ہے ۔ احقر) عید کی تاخیر کسی فتنہ یا زوال کے بعد ہلال عید کی تصدیق ہونے پر بلاشبہ جائز ہے کیونکہ تمام لوگ دوسرے دن ادائیگی عید کے لئے ہمہ تن تیار ہونگے ۔ لہٰذا عیدوں کی تاخیر دوسرے دنوں پر بوجہ ڈر گذر جانے یا نکلنے وقت عید کے یا کسی فتنہ کے باعث بہرحال جائز ہے ۔ نماز عید وجنازہ کے فوت ہونیکے ڈر سے (اگرچہ امام یا مقتدی ہو خواہ جنہوں نے وضو کرکے نماز شروع کی ہو اور درمیان نماز میں انکا وضو ٹوٹ جائے) اصح قول میں پانی ہوتے بھی تیمم کرکے پہلی نماز پر بنا کرجب جائز ہے کہ وقت نکلنے خطرہ ہو جسکی تفصیل ذیل ہے اگر کوئی شخص وضو کرکے مسجد یا عیدگاہ میں جائے جسکا وضو قبل شروع نماز ہی ٹوٹ جائے اور جماعت کھڑی ہو جائے اگر وہ شخص بظن غالب یہ جان لے کہ وضو کرکے قبل سلام امام جماعت سے ملجائے گا تو اُسے وضو ہی کرکے جماعت میں شامل ہونا پڑیگا کیونکہ بقیہ نماز اکیلے بھی ادا کرسکتا ہے ۔ اگر وضو کرکے شامل ہونے پر بالکل نماز فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو بالاتفاق تیمم کرکے جماعت سے ملجانا جائز ہے ۔ اگر کوئی شخص نماز میں شروع ہو جانے کے بعد بے وضو ہو جائے اور وہ جانے کہ اگر میں وضو کرکے بنا کرونگا تو وقت نکلجائے گا تو پھر بھی بالاتفاق تیمم کرکے بنا کرسکتا ہے ۔ اگر وقت اور جماعت دونوں کے فوت ہونیکا ڈر نہ ہو تو پھر بھی بالاتفاق تیمم ناجائز ہے بلکہ وضو کرکے بنا کرے ۔ اگر وضو کرنے سے صرف جماعت کے فوت ہو جانیکا ڈر ہو تو اگر اس نمازی نے پہلے ہی تیمم کرکے نماز شروع کی ہو تو اب بھی بالاتفاق تیمم کرکے پہلی نماز پر بنا کرسکتا ہے ۔ اگر اس شخص نے وضو سے نماز عید یا جنازہ شروع کی ہو اور درمیان میں وضو ٹوٹ جائے تو فقط امام صاحبؒ کے نزدیک (بخلاف صاحبینؒ) تیمم کرکے بنا کرسکتا ہے یہ بھی جب کہ وضو کرکے نماز ادا کرنے سے پہلے وقت نکلجانیکا ڈر ہو (اس میں تو صاحبینؒ کا بھی اتفاق ہے) ورنہ وضو ہی کرکے بنا کرنیکے بعد بقیہ نماز اکیلے ہی پڑھے کہ اس کی نماز فوت ہونے کے ڈر سے بچ گئی ہے چونکہ یہ نمازی حکماً نماز میں ہے ۔ مذکورہ بالا تفصیل تیمم وضو اور بنا کے متعلق نماز جنازہ میں بھی متحقق ہے ۔ اگر چاند یا سورج گرہن کی نماز کے فوت ہو جانے کا ڈر ہو تو وہ بھی پانی موجود ہوتے نماز عید وجنازہ کی طرح تیمم کرکے پڑھنی جائز ہے ۔ کیونکہ اسکی بھی نماز جنازہ وعید کی طرح قضا نہیں ۔ اسیطرح اگر فرائض کے ساتھ کی مؤکدہ سنتوں کو وضو کرکے پڑھا جائے تو وقت نکلجانے کا خطرہ ہو تو انہیں بھی تیمم سے پڑھ لے کہ ان کی قضا نہیں جسکی یہ صورت ہے کہ کوئی شخص تنگ وقت میں نماز فرض شروع کرکے ادا کرلے جسکے بعد وضو ٹوٹجائے اور اتنا وقت نہ ہو کہ وضو کرکے سنت پڑھ سکے لہٰذا تیمم ہی سے وہ سنت پڑھ لی جائیں ورنہ بالکل فوت ہو جائینگی جن کی قضا بھی نہیں (اگر اس قدر وقت تنگ ہو جائے جس میں وضو کرکے صرف فرض ہی پڑھے جاسکتے ہیں تو پھر فرض پڑھے اور سنت چھوڑ دے ۔ احقر) فجر کی سنتوں کے فرائض سے تنہا فوت ہونیکا بھی یہی حکم ہے کہ تیمم کرکے پڑھ لے ۔ جسکی یہ صورت ہے کہ کسی شخص کے پاس پانی نہ ہو اور وقت تنگ ہو اور کسی سے پانی مانگا ہوا ہو جسنے دینے کا وعدہ کیا ہو ۔ یا کسی کو کوئیں وغیرہ سے پانی نکالنے کا کہا ہوا ہو اور اُسے معلوم ہو کہ اگر پانی ملنے تک انتظار کیا جائیگا تو وقت میں وضو کرکے فرض پڑھ سکوں گا جسکے بعد وقت نکلجائیگا تو اُسے پانی ملنے سے پہلے تیمم کرکے فجر کے سنت پڑھ لینے جائز ہیں ۔ دوسری یہ صورت ہے کہ کسی کے فجر کے فرض مع سنت قضا ہو گئے ہیں اور اُسے قبل زوال ایسے تنگ وقت میں نماز کی قضا کا موقع ملا کہ اس وقت وضو کرکے دو رکعت سنت بھی نہیں پڑھ سکتا اور تیمم کرکے پڑھ سکتا ہے تو تیمم کرکے قبل زوال سنت فجر پڑھ کر بعد زوال وضو کرکے نماز فرض کی قضا پڑھے کیونکہ بعد زوال سنت کی قضا نہیں بخلاف فرضوں کے کہ ان کے

قضا ہو جانے پر بعد زوال بھی انکی قضا جائز ہے۔ اور شیخینؒ کے نزدیک جب تک نمازی کو جماعت کے بالکل فوت
ہو جانیکا ڈر نہ ہو سنت فجر پڑھ کر جماعت سے شامل ہونا چاہیئے کہ انکے نزدیک سنت کی قضا جائز نہیں۔ اگر جماعت کے
بالکل فوت ہو جانیکا ڈر ہو تو پھر سنت چھوڑ کر جماعت سے ملجائے اور سنت کی قضا نہیں۔ بخلاف محمدؒ کے کہ انکے
نزدیک فرض پڑھ لینے کے بعد بھی سورج کے نیزہ دو نیزہ مقدار بلند ہو جانے پر سنتوں کی قضا جائز ہے۔ لہٰذا شیخینؒ
کے نزدیک یہاں پر فجر کی سنتوں کا تیمم سے ادا کرنا جائز ہے کہ انکی قضا نہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک ناجائز ہے
کہ ان کی قضا ممکن ہے۔ بعض فقہانے (جو مشہور نہ ہے) یہ لکھا ہے کہ بیوضو شخص کو پانی موجود ہوتے نیند و سلام
اور سلام کے جواب اور مسجد میں داخل ہونے اور بلا چھوئے دیکھکر یا یاد سے قرآن مجید پڑھنے کیلئے (اور
جنبی کو تو بلا چھوئے پانی ہوتے ہوئے تیمم کرکے بھی قرأت کا پڑھنا ناجائز ہے کہ اس کا تیمم ناقص ہے) اور بلا
چھوئے قرآن مجید کی آیات لکھنے کے لئے کہ کاغذ وغیرہ کو دوسری جدا چیز پر رکھکر درمیان میں حائل بناکے لکھے
(کیونکہ پانی موجود ہوتے بیوضو کو تیمم کرکے بھی چھوکر لکھنا ناجائز ہے کہ یہ تیمم ناقص ہے) اور جنبی۔ حیض و نفاس
والی کے (پانی موجود ہوتے) جدا جدا کلمہ قرآن مجید کسی کو پڑھانے (کہ پڑھانے کو پڑھنا لازم ہے)
یا پڑھنے کے لئے (کہ بحالت ناپاکی پانی کے استعمال پر قادر ہوتے تیمم کرکے مسلسل پڑھنا تو بالاتفاق
ناجائز ہے) یا زیارت قبور اور بیمار پرسی یا دفن میت یا اذان و اقامت کیلئے (لیکن جنبی کو بلا غسل و مکمل طہارت
اذان بھی مکروہ تحریمہ اور بیوضو شخص کو اقامت مکروہ تنزیہی ہے) تیمم بذاتہٖ جائز اور مذکورہ کا ہونیکا مذکورہ تیمم سے ادا کرنا
اچھا ہے (بوجہ معتبر قول آئندہ یہ تیمم لغو ہیں) لیکن بالاتفاق اس مذکورہ تیمم سے نمازیں ناجائز ہیں خواہ فرض ہوں یا سنت
و نفل۔ کیونکہ نمازیں اس مذکورۂ ذیل مکمل تیمم سے جائز ہوتی ہیں (جیسے پانی نہ موجود ہوتے سجدہ تلاوت کیلئے تیمم کرنے
سے یا جنبی کا پانی نہ موجود ہونے پاک ہوکر قرآن مجید پڑھنے کے لئے وغیرہ وغیرہ) جو پانی نہ ملتے ایسی عبادت مقصودہ
کیلئے کیا جائے جو بغیر طہارت ناجائز ہو (جیسے آگے آجائیگا کہ پانی نہ ملتے وقت نوافل وغیرہ کی ادائگی کے لئے)
اگر بیوضو شخص غیر مقصودہ عبادت کیلئے پانی ہوتے یا نہ ہوتے تیمم کرے۔ جیسے مسجد میں داخل ہونیکے لئے۔ یا
اذان و اقامت کیلئے۔ یا ایسی عبادت مقصودہ کیلئے تیمم کرے جو بلا پاکی جائز ہے جیسے بیوضو کا تیمم بلا چھوئے
قرآن مجید پڑھنے یا بہ حائل لکھنے کیلئے — اور جیسے بیوضو کا صرف زیارت قبور۔ اور بیمار پرسی اور یا دفن میت
یا سلام۔ و یا جواب سلام کیلئے پانی نہ ہوتے یا ہوتے تیمم کرنا تو ان سب تیمموں سے نمازیں مطلقاً ناجائز ہیں۔
لیکن پانی نہ موجود ہوتے ان مذکورہ افعال کے لئے وہ تیمم بذاتہٖ فی نفسہٖ جائز و محبوب ہے۔ مگر پانی ہوتے ہوئے
معتبر قول پر وہ تیمم لاشئ و لغو ہے اگرچہ غیر معتبر قول پہ وہ تیمم ان مذکورہ افعال کے لئے جائز ہے اور پانی نہ ہوتے
ان عبادات مقصودہ کیلئے تیمم کیا جانا جو بلا طہارت ناجائز ہوں جیسے پانی نہ ملتے وقت نوافل کیلئے۔ یا سجدۂ
تلاوت کیلئے۔ یا جنبی کے قرآن مجید پڑھنے کیلئے۔ یا نماز جنازہ و نماز عید کیلئے تیمم کیا جائے تو اسی تیمم سے
بعد میں پانی نہ ملنے پر مطلقاً نمازیں فرائض و نوافل اور واجبات وغیرہ سے جائز ہیں۔ لیکن جو تیمم پانی موجود
ہوتے نماز جنازہ و عید کے فوت ہونیکے ڈر سے کیا جائے تو اس تیمم سے صرف وہی نماز جنازہ و عید ہی جائز ہے
باقی نمازیں ناجائز ہیں۔ مگر دوسری نماز جنازہ جائز ہے اگر اتنی جلدی جنازہ آجائے کہ تیمم کرنے والیکو اتنا وقت نہ ملے

جسمیں اگر وضو کرتا تو کر لیتا - اگر دوسری و پہلی نماز جنازہ میں اتنی مہلت ملی کہ اگر تیمم والا وضو کرتا تو کر لیتا لیکن وضو نہیں کیا تو اب پہلا تیمم باطل ہو جائیگا لہٰذا دوسرا تیمم کر کے نماز جنازہ پڑھنی جائز ہوگی ورنہ نہیں ٭

بخوبی واضح ہو کہ پانی موجود ہوتے ہوئے اُن اقوال و افعال کیلئے (خواہ وہ عبادت ہوں یا نہ) جو فوت نہیں ہوتے (اور خواہ بلا طہارت ہی جائز ہوں) تیمم کرنا ازروئے قول معتبر و مدلل لغو و لاشئی ہے جسکی کوئی دلیل نہیں - گویا سرے سے وہ تیمم ہی نہیں ہوا - بدلیل آیت شریف - در سورہ مائدہ و نساء - او جآء احد منکم من الغائط او لمستم النسآء فلم تجدوا مآء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم و ایدیکم - الآیہ - کہ بے وضو و جنبی کیلئے پانی موجود ہوتے تیمم جائز ہے ٭ مگر کسی عبادت مقصودہ کے فوت ہونیکے ڈر سے پانی ہوتے تیمم بذاتہ جائز و مستحب ہے جیسے جواب سلام - اور نماز عید و جنازہ کے ہو چکنے کے ڈر سے اگر یہ ڈر نہ ہو تو تیمم لغو و لاشئی ہے - کذا فی الشامی - اور مسجد میں سونا عبادت نہیں جسکے لئے تیمم لیا جائے بلکہ مسجد میں نیک نیت سے ٹھہرنا یا داخل ہونا عبادت ہے جسکے لئے پانی نہ ہوتے تیمم کرنا مستحب ہے ٭ اگر وہ شخص جو مسجد میں سو رہا تھا جنبی ہو جائے تو اُسے فی الفور تیمم کر کے باہر نکلنا چاہیئے (اگر باہر کوئی خطرہ نہ ہو) پھر غسل کر کے اندر داخل ہو - اگر باہر کوئی خطرہ ہو تو تیمم کر کے مسجد ہی میں زوال خطرہ تک ٹھیرنا جائز ہے - لیکن اُسے اُس تیمم سے قرءت و نماز جائز نہیں ٭ اور کافر کا تیمم (پانی نہ ہوتے بھی اصح و معتبر قول پر) اسلام لانیکے لئے (نیت کا اہل نہ ہونیکے باعث - اسیطرح وہ افعال بھی جو نیت پر موقوف ہیں) لغو اور بالکل لاشئے ہے جس سے بعد اسلام لانیکے نماز نا جائز ہے جو بھی طرفین کا قول ہے - بخلاف ابو یوسف رح کے کہ انکے نزدیک یہ تیمم صحیح ہے جس سے نماز بھی جائز ہے ٭ اگر کوئی شخص صرف آسمانی غائبی الٰہی عذر یا خوف کے باعث پانی ہوتے ہوئے تیمم سے نماز ادا کرے تو وہ نماز بعد میں وضو کر کے نہ لوٹائی جائیگی - جیسے بیماری سے - یا پانی کے میل بھر دور ہونے سے یا پانی پر دشمن یا سانپ یا فاسق یا مفلس قرضدار کے قرضخواہ کے موجود ہونے پر جو اُسے ضرر پہنچائیگا - کیونکہ دشمن اور فاسق و یا قرضخواہ سے جو ڈر لاحق ہوا ہے وہ ان کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آدمی کے دل میں واقع ہو گیا ہے کہ وہ خیال کرتا ہے اگر میں پانی کے پاس جاؤں گا تو وہ مجھے ضرر پہنچائینگے تو ان صورتوں میں تیمم کر کے نماز ادا کر لینے کے بعد وضو پر قدرت ہوتے بھی نہ لوٹائی جائے گی ٭ ایسے ہی اگر کسی کو چار آنہ کی مقدار مال ضائع ہونیکا خطرہ ہو جب بھی اُسے پانی موجود ہوتے تیمم کر کے نماز جائز ہے جس کا لوٹانا بھی نہیں ٭ اگر پانی موجود ہوتے غیر الٰہی (بندہ کے) عذر یا ڈر کے باعث جو بندہ کی طرف سے ہو تیمم کر کے نماز ادا کی جائے تو اسکے بعد جب وضو پر قادر ہو وضو کر کے نماز لوٹانی لازم ہوگی - جیسے نمازی کو کوئی پانی سے وضو نہ کرنے دے اور کہے کہ اگر وضو کریگا تو قتل کر دوں گا - وغیرہ وغیرہ جو اعذار بندوں کی طرف سے پیش آجائیں اُن کا یہی حکم ہے کہ بعد ازاں وضو وغیرہ پہ قدرت ہونے پر وضو وغیرہ کر کے وہ نمازیں لوٹانی لازم ہونگی - اگر کوئی نمازی بے عذر یا بلا عذر (جو سخت گناہ ہے) نماز میں تاخیر کر کے ایسا تنگ وقت کر دے جسمیں وضو کر کے فریضہ یا واجبہ نماز نہیں ادا کر سکتا - تو اس صورت میں احوط قول پر تیمم کر کے وقت میں نماز پڑھ لینے کے بعد اس کا وضو سے لوٹانا لازم ہے (کہ اسمیں وقت کی رعایت ہو کر نماز بے وضو لوٹائے جانے پر حتی الامکان ذمہ داری پوری ہو جاتی ہے) بلا عذر وقت تنگ تاخیر کر دینے میں بھی محتاط قول پر وقت میں تیمم کر کے نماز پڑھ لینا جائز ہے (جیسے پہلے سابق ہی ذکر ہو چکا ہے) جس کا بعد میں وضو سے لوٹانا واجب ہے ٭ کیونکہ مذہب احناف میں عاصی شخص مطیع کیطرح بے عذر و بیعذر وغیرہ

رخصت معافی وجوازِ تیمم میں برابر ہیں ۔ جیسے جائز سفر کرنے والے مسافر کو جو حج یا تجارت وغیرہ کیلئے سفر کررہا ہو تو اسے چار رکعت والی نماز وجوباً دو رکعت پڑھنی پڑتی ہے اور روزہ کا افطار بھی جائز ہے اگر مسافر روزہ رکھ سکے تو اس رمضان کے یا نفلی روزوں کی بجائے پہلے واجب قضائی روزے رکھنے بہتر ہیں کہ وہ اس کے ذمہ ہیں اور اس سفری رمضان کے اس پر فی الحال فرض نہیں کیونکہ یہ بعد اقامت حسب مہلت زندگی واجب ہونگے ۔ اسیطرح گناہ کے سفر کرنیوالیکو بھی جو چوری ۔ ڈاکہ و راہزنی یا بغاوت (مسلمان بادشاہ کے خلاف ناجائز طور پر) وغیرہ کیلئے سفر میں نکلے تو اسے بھی جائز سفر والے کی طرح نماز و افطار روزہ میں معافی و رخصت ہے ۔۔ ظاہر مذہب میں جمعہ ظہر کا خلیفہ ہے ۔ لیکن جمعہ کے فوت ہوجانے پر اس کا صوری و ظاہری قائم مقام ظہر ہے جسے قضا کیا جائیگا ۔ جس مہمان کو احتلام ہوجائے اور غسل کرنے سے اس پر کسی تہمت و شک و شبہ کا ڈر ہو تو اسے تیمم کرکے نماز پڑھ لینی جائز ہے اور پھر اس نماز کا غسل پر قادر ہوکر نہانے کے بعد لوٹانا واجب ہے ۔ کیونکہ یہ مانع و عذر بندوں کی طرف سے ہے (الغرض جو ڈر یا عذر بندہ ہی کی طرف سے ہو تو اس میں تیمم سے ادا کی ہوئی نماز کا بعد میں وضو کرکے لوٹانا ضروری ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آجائے تو اس صورت میں وضو کرکے نماز لوٹانیکا حکم نہیں بلکہ وہ پہلی ہی نماز درست ہوگئی ہے) اگر مسافر کو یہ علامت سبزی کے اُگے ہوئے ہونے وغیرہ کے نماز کے وقت سفر میں پانی قریب (یعنی میل سے کم دوری پر) ہونیکا غالب گمان ہو (اگر غالب گمان نہ ہو تو پھر ڈھونڈھنا واجب نہیں) یا کسی عاقل بالغ مسلم نیکوکار کے کہنے سے (فاسق کی خبر سے ڈھونڈھنا واجب نہیں جب تک ظن غالب نہ ہو) تو اس صورت میں نمازی کو اپنے آپ یا قاصد وغیرہ بھیجکر چاروں طرف ایک ایک سو ہاتھ یا قدم (بر تقدیر کسی ایک طرف پانی کے غلبہ ظن نہ ہونیکے) پانی ڈھونڈنا واجب ہے ۔ یہ بھی جب کہ کسی اونچی جگہ کھڑے ہوکر چاروں طرف نظر نہ جاسکے یا کوئی اونچی جگہ ہی نہ ہو ۔ اگر اونچی جگہ ہو جس پر کھڑا ہونے سے چاروں طرف نظر جاسکتی ہے تو صرف دیکھ لینا ہی کافی ہوگا ۔ اور غیر قاصد خبر دینے والیکا بھی یہی حکم ہے اگر وہ کہدے کہ یہاں کسی طرف پانی قریب نہیں جب بھی تیمم جائز ہے اور پچھلی طرف کو ڈھونڈھنا جب لازم ہے کہ وہ مسافر اُدھر سے آتے ہوئے پانی سے بے خبر چلا آئے ۔ اگر یا پانی کی خبر رکھتا آئے تو پچھلی طرف کو ڈھونڈھنا واجب نہیں اور آگے کو تو خود جارہا ہے ۔ لہٰذا داہنے بائیں اقرب قول پر ایک ایک سو قدم یا ہاتھ ڈھونڈھنا پڑے گا ۔ کیونکہ صاحب بحر الرائق نے اسی کو معتبر قرار دیا ہے کہ پانی کی طلب صحیح تر قول میں ۔۔ اس مقدار تک واجب ہے کہ جس سے مسافر یا اس کے رفیقوں کو انتظار کرتے ہوئے نقصان نہ پہنچے ۔۔ اگر میل سے کم مقدار مسافت پر پانی کا غالب گمان نہ ہو تو پھر ڈھونڈھنا واجب نہیں ۔ اگر اس صورت میں پانی کی امید ہو تو ڈھونڈھنا مستحب ہے ورنہ مستحب بھی نہیں ۔۔ سفر میں پانی نہ موجود ہونیکی صورت میں کسی آدمی کے موجود ہوتے اگر مسافر بلا دریافت پانی کے تیمم کرکے نماز پڑھ لے تو نماز کو لوٹانا چاہیئے کیونکہ مسافر پر پانی کا دریافت کرنا لازم تھا جو نہیں کیا ۔ پھر پوچھکر پانی ملنے پر وضو سے ورنہ تیمم سے نماز ادا کرے ۔۔ اگر مسافر نے پانی کا پوچھکر قبل جواب ملنے کے تیمم سے نماز پڑھ لی اس کے بعد اس نے اطلاع دی تو اس نماز کا لوٹانا احتیاطاً واجب ہے اگر اس آدمی نے بعد میں کوئی جواب نہ دیا جب بھی طرفین کے نزدیک لوٹانا واجب ہے ۔ جیسے میل سے کم مقدار پانی دور ہونیکی صورت میں مسافر پانی کی طلب کئے بغیر تیمم سے نماز پڑھکر پانی طلب کرے اور اسے پانی نہ ملے تو طرفین کے نزدیک نماز کا لوٹانا واجب ہے کیونکہ تیمم سے پہلے پانی کا ڈھونڈھنا واجب تھا اور ابو یوسف کے نزدیک

واجب نہیں ؛. ایسے تیمم سے نمازیں جائز ہیں جو پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ پانی نہ ہوتے ایسی عبادت مقصودہ کیلئے کیا جائے جو بلا طہارت ناجائز ہو - یا اس تیمم سے جو بہ نیت جوازِ نماز یا پاکی بیوضوئی وجنابت وغیرہ کیلئے کیا جائے اور اس کے علاوہ مطلق نیت سے تیمم کرنا صحیح نہیں جس سے نماز وغیرہ جائز ہو ؛. بخلاف وضو کے کہ وہ بغیر نیت بھی جواز نماز کیلئے کافی ہے کہ نماز اعضاء وضو کے دُھلے ہوئے ہونے پر باوضو ہوتے نماز جائز ہو جاتی ہے - لیکن اسطرح کرنے سے وضو کا ثواب نہیں ہوتا کیونکہ ثوابِ اَعمال نیت پر موقوف ہے بحدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ اَلْحَدِیْث - کہ عملوں کا ثواب نیت کرنے ہی سے ہوتا ہے - اور اسی بلا نیت وضو پر اصرار کرنے سے کہ صرف بغرض صفائی یا ٹھنڈک وغیرہ کے اعضاء وضو دھویا نہا کر نماز پڑھتا رہے تو یہ ترک نیت وضو دائمی خلافِ سنت ہونیکے باعث مکروہ موجب گناہ ہے ؛. بیوضوئی وجنابت کے تیمم میں جوازِ تیمم کیلئے جدا جدا نیت کرنی شرط نہیں کہ نیت رفع بیوضوئی وجنابت دونوں کی کرے - بلکہ جُنبی اگر صرف بیوضوئی کے دور کرنیکی نیت سے وضو کرے جب بھی مُفتے بہ قول پر جنابت کیطرف سے کافی ہو جائیگا - جیسے جنابت کا تیمم بیوضوئی سے بالاتفاق کافی ہوتا ہے ؛. لیکن تاہم تیمم میں دونوں ناپاکیونکی نیت کرنی بہتر ہے کہ اختلاف سے بچا رہے - تیمم کرنیکے بعد اگر جُنبی کو اتنی مقدار پانی ملجائے جس سے تمام اعضا ایک بار دھو سکتا ہے تو مختار قول پر جنابت کا تیمم باطل ہو جائیگا نہ وضو کا - کیونکہ کافی پانی کے استعمال پر قدرت رکھتے شروع میں تیمم ناجائز ہوتا ہے اور پہلا تیمم باطل ہو جاتا ہے - لہذا جنابت کا پہلا تیمم باطل ہو گیا ؛. اگر جُنبی کو مسجد سے باہر کہیں غسل کے لئے پانی نہ ملے تو اُسے وجُوباً تیمم کر کے مسجد میں بغرض پانی داخل ہونا جائز ہے - اور اس تیمم سے نمازیں جائز نہیں چونکہ ضرورتاً پانی موجود ہوتے وغیرہ حسب ذکر ماسبق تیمم کیا گیا ہے ایسے ہی اگر جنبی پانی نہ ملنے پر بغرض قرءت تیمم کر کے قرآن مجید پڑھے تو اس تیمم سے بھی نمازیں ناجائز ہیں چونکہ یہ تیمم رفع حدث یا کسی نماز کی نیت سے نہیں کیا گیا ؛. صاحبینؒ کے نزدیک سجدۂ شکر مستحب ہے اور اسی پر فتوٰی ہے تو اس بنا پر پانی نہ ہوتے ہوئے کوئی سجدۂ شکر کیلئے تیمم کر کے اس سے نماز بھی پڑھ لے تو جائز ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے - اور امام صاحبؒ کے نزدیک نہ ہی سجدۂ شکر مستحب ہے اور نہ ہی اس کے تیمم سے اَصح قول پر نماز جائز ہے ؛. اگر کافر بحالت کفر وضو کر کے بعد میں اسلام لے آئے تو اس وضو سے بالاتفاق نماز جائز ہے کیونکہ وضو نیت پر موقوف نہیں ہوتا ؛. اگر مسافر کو نماز کے آخر وقت مستحب تک پانی ملنے کا یقین یا غالب گمان ہو تو اَصح قول پر اس کو تاخیر کرنی مستحب ہے ورنہ نہیں کہ یہ بے فائدہ ہے ؛. اگر میل بھر پانی دُور ہونیکی صورت میں وقت مستحب تک تاخیر کرنے سے پہلے تیمم کر کے نماز پڑھ لی جائے تو جائز ہے - اگر میل سے کم دُور ہو تو پھر نماز ناجائز ہے بلکہ نماز مؤخر کر کے وضو سے پڑھی جائے ؛.

اگر کوئی مسافر جانے کہ تاخیر وقت مستحب تک میل سے کم مقدار دوری پانی کی رہیگی مگر پانی تک پہنچنے سے پہلے وقت نکل جائیگا تو اس شخص کو اول ہی وقت میں میل بھر کی دوری پر تیمم کر کے نماز کا پڑھنا رعایت وقت اور اختلاف سے بچاؤ کے لئے بہتر ہے ؛. اگر کسی مسافر کو تاخیر وقت مستحب تک پانی ملنے کا غالب گمان نہ ہو تو مسافر کو اول ہی وقت میں تمام نمازوں کا پڑھنا بہتر ہے (چونکہ امام صاحبؒ کے قول سے جو افضلیت تاخیر ثابت ہے وہ جماعت کی کثرت وغیرہ کے باعث ہے جیسے صبح کو روشن کر کے اور گرمی کی ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھنا اور عصر کی تاخیر نوافل پڑھنے کے لئے کہ نمازِ عصر کے بعد نوافل مکروہ ہیں اور عشا کی تاخیر رات کے فضول قصہ کہانیوں کی بندش کے واسطے کہ جب دیر سے نماز پڑھینگے تو فضول قصہ کہانیوں کا وقت نہ رہیگا اور پھر سو جائینگے) کہ اس مسافر کو

مذکورہ باتیں متحقق نہیں ہوتیں لہٰذا ایکے لئے تاخیر بھی مستحب نہیں کہ سفر میں نہ ہی کثرت جماعت کا خیال اور نہ ہی نوافل پڑھے جا سکتے ہیں۔ اور نیز مسافر کو رات کی مباح قصہ کہانیاں بھی قطع سفر کے باعث جائز ہیں لہٰذا کسی فضیلت کے باعث نماز کی تاخیر وقت مستحب تک بہتر ہے ورنہ اوّل ہی وقت میں نماز ادا کرنی بہتر ہے۔ اسی لئے عورتوں کو اوّل ہی وقت میں نماز کا پڑھنا افضل و بہتر ہے چونکہ یہ جماعت سے نماز نہیں پڑھتیں وغیرہ وغیرہ۔ مسافر کو شام کی نماز کے وقت مستحب تک ۔ مؤخر کرنے میں برتقدیر غلبہ ظن پانی ملجانیکے اختلاف ہے۔ مسافر کو غیر آباد مواضع میں برتقدیر غلبہ ظن پانی قریب نہ ہونیکے بلا تلاش پانی تیمم کر کے نماز پڑھنی جائز ہے اگرچہ اس کے بعد اتفاقیہ کہیں پانی ملجائے جب بھی اس نماز کا لوٹانا نہیں۔ بخلاف آبادی اور قریب آبادی کے موجود ہونیکے چونکہ یہاں غالب ظن میں پانی موجود ہوتا ہے لہٰذا بلا تلاش پانی کے تیمم کر کے نماز کا پڑھنا جائز نہیں۔ تلاش کے بعد پانی نہ ملنے پر جائز ہے۔ اور جن خانہ بدوشوں کے پاس ضروری اخراجات سے زائد پانی ہو تو انہیں بھی تیمم سے نماز جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔ اگر کسی بہت بھولنے والے سوار مسافر کو کجاوہ وغیرہ جیسی اشیاء میں پانی رکھا ہوا بھول جائے اور تیمم کر کے نماز پڑھ لینے کے بعد یاد آئے تو بالاتفاق نماز کو نہ لوٹائیگا اگر خود اس نے پانی نہ رکھا ہو یا کسی غیر شخص نے اس کی بے خبری میں رکھدیا ہو۔ ورنہ اگر وہ خود رکھکر بھول گیا یا اس کے سامنے کسی نے رکھا ہو خواہ اس کے کہنے پر یا بلا کہے تو اس صورت میں بھی طرفین رح کے نزدیک نماز نہ لوٹائی جائیگی خواہ وہ پانی نماز کے وقت ہی میں یاد آجائے۔ بخلاف ابویوسف رح کے کہ انکے نزدیک لوٹانی پڑیگی اور طرفین رح کے نزدیک بھی نہ لوٹانیکا حکم جب ہے کہ نماز میں کھڑے ہوئے پانی یاد نہ آئے ورنہ بالاتفاق نماز توڑ کر وضو کر کے پڑھنی پڑے گی۔ اگر سوار مسافر کجاوہ وغیرہ میں رکھے ہوئے پانی کے ضائع یا ختم ہوجانے کے گمان یا شک پر تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر پانی ملجائے تو بالاتفاق نماز کا لوٹانا ضروری ہے کہ اس کا گمان غلط نکلا نیز اسے پانی یاد بھی تھا۔ اگر کوئی شخص پانی کو اپنی گردن یا پیٹھ وغیرہ میں لٹکائے ہوئے بھول کر تیمم سے نماز پڑھ لے۔ یا سوار اپنے سامنے کی طرف کجاوہ وغیرہ میں رکھے ہوئے پانی کو بھول کر تیمم سے نماز پڑھ لے یا پیچھے سے چار پایہ ہانکنے چلانیوالا اپنے منہ کے سامنے چار پائے کی پچھلی طرف کجاوہ وغیرہ پر پانی رکھا ہوا بھولکر تیمم سے نماز پڑھ لے۔ یا کوئی ناپاک پانی سے بے خبری میں وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ یا کوئی اپنے کو باوضو سمجھتا ہوا نماز پڑھ لے اور در حقیقت بیوضو ہونا متیقن ہو جائے۔ یا نمازی کا بدن یا لباس مقدار درہم سے زیادہ ناپاکی مغلظہ کا حامل یا ملوث ہو اور دہونے کے لئے کافی پانی بھی ہو اور ناپاکی اُسے نہ معلوم ہو اور نماز پڑھ لے تو ان تمام صورتوں میں نماز کے بعد (خواہ وقت میں یا بعد نکلجانے وقت کے) معلوم ہوجانے پر بھی بالاجماع پہلی نماز باطل ہو کر دوبارہ نماز پڑھنی لازم ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص کپڑے بھول کر ننگے بدن نماز پڑھ لے۔ یا کوئی شخص ایسے ناپاک کپڑے میں بے خبری سے نماز پڑھ لے جو مقدار درہم سے زیادہ نجاست مغلظہ کا حامل وغیرہ ہو اور کافی پانی بھی موجود ہو جس سے نجاست دہو سکتا ہے۔ پھر نماز پڑھنے کے بعد ننگے کو کپڑے یاد آجائیں اور دوسرے کو کپڑے کی ناپاکی دکھائی دے تو اصح قول پر اس نماز کے لوٹانے میں اختلاف ہے مگر لوٹانا مختار ہے۔ اگر سوار اپنی پچھلی طرف کجاوہ وغیرہ پر یا چار پایہ ہانکنے والے کو کجاوہ وغیرہ کی اگلی طرف (جو سوار کے منہ کے آگے ہے) پانی رکھا ہوا بھولجائے اور تیمم سے نماز پڑھ لے پھر بعد میں پانی یاد آئے تو طرفین رح کے نزدیک نماز نہ لوٹائی جائیگی۔ اور ابویوسف رح کے نزدیک لوٹائی جائیگی۔ جس کی تفصیل ذیل ہے کہ ابویوسف رح

کے نزدیک جس کو پانی کی خبر ہو پھر بعد میں بھول جائے خواہ پانی اسکے سامنے ہو یا نہ اور تیمم سے نماز پڑھ لینے کے بعد پانی یاد آجانے پر (خواہ بعد نکلنے وقت کے ہو) نماز کا وضو سے لوٹانا ضروری ہے ٭ بخلاف طرفینؒ کے وہ کہتے ہیں کہ پانی کی خبر ہوتے ہوئے منہ کے سامنے رکھے ہوئے بھول کر تیمم سے نماز پڑھ لینے کے بعد جب پانی یاد آجائے خواہ وقت میں یا بعد نکلنے وقت کے بھرحال نماز کا وضو سے لوٹانا ضروری ہے ٭

اگر منہ سے اوجھل (پانی کی خبر ہوتے ہوئے بھی) رکھے ہوئے پانی کو بھول کر تیمم سے نماز پڑھ لے اور بعد میں یاد آئے تو پھر طرفینؒ کے نزدیک نماز نہ لوٹائی جائیگی خواہ وقت ہی میں پانی یاد آجائے۔ لیکن عین نماز میں پانی یاد آجانے پر نماز توڑ کر وضو کر کے نماز پڑھنی لازم ہوگی ٭ اگر کوئی شخص چارپائے کو آگے سے پکڑے ہوئے چلا رہا ہو اور اُسے چارپائے پر پانی کا موجود ہونا معلوم ہو لیکن بعد میں بھول کر تیمم سے نماز پڑھ لے تو طرفینؒ کے نزدیک نہ لوٹائیگا کیونکہ پانی سامنے نہیں اور ابو یوسفؒ کے نزدیک لوٹانی پڑے گی ٭ مسافر کو اپنے آپ یا کوئی دوسرا آدمی ہونے پر اس کے ذریعہ سے اپنے ہمراہیوں وغیرہ سے جو اس وقت وہاں قافلہ میں حاضر ہوں پانی ملجانے کے غالب گمان پر تینوں ائمۂ احناف (امام صاحبؒ مع صاحبینؒ) کے نزدیک پانی مانگنا بنا بر ظاہر روایت واجب ہے۔ اگر بڑا قافلہ ہو تو اس میں فقط آواز دیدینا ہی کافی ہے ہر ایک کے پاس جانا دپوچھنا ضروری نہیں۔ اگر کافی پانی ملجائے تو وضو کر کے نماز پڑھے ورنہ تیمم سے اگر نمازی کے پاس ضروری اخراجات سے زائد پانی کی قیمت نہ ہو یا ہو مگر قیمت سے بھی نہ ملتا ہو۔ اگر ضروری اخراجات یا نی کھانے د قرضہ کی ادائے گی سے زائد بچکر قیمت ہو تو جس جگہ پانی خریدنیکی ضرورت پڑے وہاں کا نرخ اگر وہاں نرخ نہ ہو تو اسکے قریب جگہ کا نرخ معتبر ہوگا کہ اگر مسافر کو اُس مناسب معمول نرخ سے یا کچھ قدر زیادہ سے پانی ملجائے تو خرید کر وضو سے نماز پڑھنی ضروری ہوگی۔ اگر ایسی بہت قیمت مانگی جائے جو قیمت کرنے والوں کی رائے میں پانی کی قیمت سے بہت زیادہ ہے تو پھر مسافر کے پاس اتنی قیمت ہوتے ہوئے بھی تیمم سے نماز جائز ہے ٭

اگر مسافر کے پاس مال نہ موجود ہو اور وہ کپڑے یا پانی سے عاجز ہو تو پھر اگر اسے اُدھار خریدنے پر پانی یا کپڑا ملجائے اور وہ اُدھار ادا بھی کر سکے تو پھر اُسے پانی کپڑا اُدھار خرید کر وضو کر کے اور کپڑا پہن کر نماز کا پڑھنا ضروری ہے ورنہ نماز ناجائز ہوگی بخلاف قرض ملنے کے کہ قرضہ میں شرعاً میعاد نہیں ہوتی اگرچہ باہمی طے کرلیں اور دَین یعنی اُدھار خریدنے میں شرعاً میعاد ہے لہٰذا بطور قرضہ پانی و کپڑا لیکر نماز کا پڑھنا ضروری نہیں کیونکہ نہ معلوم قرضخواہ کس وقت مانگ لے اور مقروض کے پاس نہ موجود ہو۔ بخلاف میعاد دَین اُدھار کے کہ اس وقت تک اُسے ادائیگی کا پورا یقین ہونے پر اُسے مال ملجائیگا اور ادا بھی کر دے گا ٭

اگر ننگا آدمی کپڑوں کی قیمت کا مالک ہو جائے تو اُسے کپڑے خرید کر پہننے کے بعد نماز جائز ہوگی ورنہ نہیں جیسے وضو یا غسل کے پانی کی اصلی قیمت پر قدرت رکھنے والے شخص کا حکم ہے ٭ ایسے پیاسے کو جسے پانی نہ ملنے سے مرنیکا خطرہ ہو اُسے جسقدر پانی مہنگا ملے جان بچانیکے لئے خرید کر پینا واجب ہے ٭ ہمراہیوں وغیرہ سے پانی ملجانیکے غالب گمان پر پانی مانگے بغیر بالاتفاق شیخینؒ کے قول پر بروئے ظاہر روایت تیمم سے نماز ناجائز ہے ٭ واضح رہے کہ ہمراہی وغیرہ کے پاس پانی دیکھنے والا مسافر نماز میں ہوگا یا نہ اور ہر صورت میں اُسے پانی ملنے کا غالب گمان ہوگا یا نہ یا شک ہوگا۔ اور ہر صورت میں مسافر مانگے گا یا نہ اور نیز ہر صورت میں پانی والا دیگا یا نہ کل چھبیس ۲۶ احتمال ہیں۔ اگر مسافر تیمم سے نماز پڑھ رہا ہو کہ اُسے پانی معلوم ہو اور اُسے

پانی ملجانیکا بھی غالب گمان ہو تو نماز توڑ کر پانی مانگے اگر ملجائے تو وضو کر کے نماز پڑھے ورنہ پہلے تیمم ہی سے نماز پڑھے
کہ وہ نہیں ٹوٹا اگر مذکورہ مسافر نماز سے فارغ ہو کر پانی مانگے اور اُسے پانی ملجائے تو وضو کر کے نماز لوٹائے اگر نہ ملے
تو پہلی نماز جائز ہو گئی ہے اسی کو ہی کتب فتاوٰی میں معتبر قرار دیا ہے جیسے قبل شروع نماز مانگ کر پانی نہ ملنے پر بعد
ختم نماز پانی ملجائے تو پہلی نماز جائز ہو جاتی ہے ۔۔ اگر مسافر تیمم سے نماز پڑھ رہا ہو کہ اُسے کسی کے پاس
پانی معلوم ہو لیکن پانی ملنے میں اُسے شک ہو تو پھر نماز نہ توڑے نماز پوری کر لینے کے بعد مانگے اگر پانی ملجائے تو وضو
سے لوٹانی واجب ہو گی کہ پہلی نماز باطل ہو گئی ہے ورنہ پہلی ہی صحیح ہے ۔۔ اگر نماز شروع کرنے سے پہلے پانی
دیکھے لیکن مانگے بغیر تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو اس کا وہی حکم ہے جو گذر چکا ۔ اگر اس صورت میں بعد ادائے نماز
پانی مانگنے پر ملجائے تو پھر وضو کر کے نماز لوٹانی واجب ہو گی ورنہ نہیں خواہ پانی ملنے میں شک یا گمان ہو ۔۔ اگر مسافر کو
بنا بر غالب گمان پانی نہ ملنے کا خیال ہو کہ وہاں پر پانی کمیاب و پیارا وغیرہ ہے تو بالاتفاق بلا مانگے تیمم سے نماز جائز
ہے اور وضو کے لیے پانی مانگنا واجب نہیں ۔۔ پانی کوئیں وغیرہ میں ہو نیکے باعث رسّی ڈول کے بنا بر غالب گمان
ملجانیکے بالاتفاق مانگ کر پانی نکالکے وضو کر کے نماز پڑھنی واجب ہے اگر مانگے بغیر تیمم سے پڑھ لیگا تو نا جائز ہے
کیونکہ بصورت غالب ظن ملجانیکے انکا مانگنا بالاتفاق واجب ہے ۔ اگر ملنے کا غالب گمان نہ ہو تو پھر مانگنا واجب
نہیں بلکہ تیمم سے بھی نماز جائز ہے ۔۔ ایسے ہی صاحبینؒ کے نزدیک رسّی ڈول کا انتظار بھی ذیل کی صورت میں
واجب ہے اگرچہ نماز کا وقت نکلجائے ۔۔ جیسے رسّی ڈول والا کہے کہ میں اپنا پانی نکال کر یا گھر ... وغیرہ سے لاکر
دیدوں گا ۔۔ لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک انتظار واجب نہیں مگر نماز کے آخر وقت مستحب تک انتظار مستحب ہے ۔ اگر
نہ کرے اور تیمم سے نماز پڑھ لے تو جائز ہے ۔ اگر وقت نکلجانیکا ڈر ہو تو پھر انتظار مستحب بھی نہیں بلکہ فوراً ہی تیمم کر کے
قبل خروج وقت نماز پڑھے ۔۔ اسیطرح مختلف فیہ حکم ہے اس ننگے کے بارہ میں جیسے کسی کے پاس سے کپڑا
نماز پڑھنے کیلئے ملنے کی امید ہو کر کپڑے والا کہے کہ میں نماز پڑھکر وغیرہ تھوڑی دیر میں تمہیں دے دوں گا ۔۔ واضح
رہے کہ ائمہ مرحوم کا اختلاف ذیل کے ایک اصل و قاعدہ پر مبنی ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک پانی کثیر الوجود ہونیکی
وجہ سے دراصل مباح ہے جسمیں ممانعت کسی عارضہ کے وجہ سے آجاتی ہے لہٰذا اس کی اباحت سے (یعنی اُسے
کوئی کہے کہ وضو کر لے یا وضو وغیرہ کیلئے دونگا) پانی پر ملکیت حاصل ہو کر قدرت کے سبب سے وضو واجب ہو جاتا ہے
جس کا انتظار بھی واجب ہے خواہ وقت نکلجانیکا ڈر ہو ۔ بخلاف بقیہ اشیا علاوہ پانی کے کہ وہ دراصل مباح
نہیں لہٰذا جب تک کسی کے ملک میں نہ آجائیں تب تک ان پر قادر نہیں ہوتا ۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک کوئی
چیز بھی ہو خواہ پانی یا غیر پانی اس کے مباح کر دینے پر اسپر قدرت متحقق ہو جاتی ہے ۔ بخلاف امام صاحبؒ
کے غیر پانی میں مباح کرنے پر قدرت نہیں متحقق ہوتی جو یہی معتبر و راجح ہے (اگر غالب ظن ملجانیکا ہو تو بالاتفاق
طلب کرنا واجب ہے) جیسے کسی کو کوئی کہے کہ حج کیلئے تجھے میرا مال مباح ہے تو بالاجماع جب تک مال اس کے
ملک میں نہ آجائے اسپر حج فرض نہیں ۔۔ اگر مسافر وغیرہ کو پانی ملنے کا یقین ہو تو بالاجماع پانی کا انتظار واجب ہے
خواہ وقت ہی نکلجائے ۔ جیسے پہلے گذر چکا ہے ۔ اگر پانی ملنے تک وقت نکلجانیکا ڈر ہو تو بطور استحباب تیمم
سے نماز پڑھکر وضو سے خارج وقت میں لوٹانی واجب ہے کہ اس طرح حتے الامکان ذمہ واری بخوبی ادا ہو جاتی ہے ۔۔
جو شخص ایسی جگہ قید ہو جہاں اُسے نہ پانی نہ ہی پاک مٹی مل سکتی ہے کہ وضو یا تیمم کر سکے اور نہ ہی پاک مٹی کھود سکتا
ہے (اگر کھود سکے تو بالاجماع تیمم سے نماز پڑھے مگر بعض صورتوں دیوار وغیرہ سے کھودنے پر غیر کے مال میں

تصرف لازم آتا ہے جسمیں تامل ہے) اور ایسے ہی وہ بیمار جو دونوں طہارتوں وضو و تیمم سے عاجز ہو تو مذکورہ قیدی و بیمار ہر دونوں اشخاص خواہ بےوضو ہوں یا جنبی امام صاحبؒ کے پہلے قول کی بناپر نماز موخر کریں مگر پچھلے قول کی بنا پر (جو صاحبینؒ کا بھی وہی قول ہے جسپر امام صاحبؒ کا رجوع صحیح ثابت ہوگیا ہے اور مفتے بہ قول ہے) نمازیوں سے بطور ذیل تشبہ کریں کہ نماز کے وقت بلا قرءت و بلا نیت نماز چونکہ حقیقۃً نماز نہیں حرمت وقت کے لئے نمازیوں سے تشبہ کرکے جگہ خشک وغیرہ ہونے پر رکوع و سجود کرے اگر بلا تلوث بدن و کپڑوں کے ممکن ہو اگر نہ ممکن ہو تو رکوع و سجود کے لئے اشارہ کرے جو یہی صحیح ہے۔ اس کے بعد جب قیدی رہا ہوجائے یا وضو پر قدرت ہو اور بیمار تندرست ہو جائے۔ تو انہیں تشبیہ کی نمازیں طہارت کرکے لوٹانی واجب ہونگی۔ جیسے حیض یا نفاس والی رمضان کے دن میں پاک ہو جائے یا مسافر مقیم ہو جائے تو انہیں حرمت رمضان کے لئے ان تمام چیزوں سے جو منافی روزہ ہیں بچنا ضروری اور واجب ہے اور روزہ داروں سے تشبہ لازم ہے۔ جنکی بعد میں قضا رکھنی بھی لازم ہوگی۔ جس شخص کے دونوں ہاتھ و پاؤں کہنیوں و ٹخنوں کے اوپر سے کٹے ہوئے ہوں یا پیدائشی وغیرہ ہی نہ ہوں اگر چہرہ کا دھونا ممکن ہو تو دھوئے ورنہ ممکن ہوتے بقصد تیمم منہ پر مٹی سے مسح کرے اگر مسح بھی ممکن نہ ہو تو بالکل آلہ طہارت نہ موجود ہونے پر یہ بھی ساقط ہو جاتا ہے (اور صاحب درمختار وغیرہ نے سر کے مسح کا ذکر نہیں کیا چونکہ اکثر اعضاء طہارت کے زخمی یا بیکار ہو جانے پر تیمم ہی معین ہے) لہٰذا مذکورہ معذور اشخاص بلا وضو و تیمم نماز پڑھیں جن کی نماز اصح قول میں لوٹانی بھی نہ جائیگی صاہ۔ لہٰذا معلوم ہوگیا کہ عمداً بلا وضو و تیمم (بلا حقارت) نماز پڑھنے والا (نجس کپڑے میں یا غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والے کی طرح) کافر نہیں ہوتا اگرچہ فاسق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کسی حالت میں بلا وضو و تیمم بھی نماز جائز ہوتی ہے۔ جیسے مذکورہ لنجے وغیرہ شخص کی صورت میں۔ اگر کوئی حقارت کی غرض سے بحالت بےوضوئی نماز پڑھے تو بے ادبی کے باعث کافر ہو جائیگا کیونکہ حقارت و بےحرمتی شعائر دین کی بلکہ سنت کی بھی موجب کفر ہے۔ واضح رہے کہ لنجے کی صورت میں نماز کا نہ لوٹانا اور پہلی بیمار کی صورت میں (جو وضو و تیمم دونوں سے عاجز ہو کر بلا طہارت نماز کا تشبہ کیا ہے) تندرست ہو جانے پر وجوباً نماز کا لوٹانا باوجودیکہ دونوں عذر سماوی و الٰہی ہیں جو بندے کی طرف سے نہیں قابل تامل ہے (شامی) (واضح رہے کہ بیمار کی صورت میں بلا طہارت تشبہ بہ نماز ہوا ہے نہ نماز کہ اسمیں نہ قرءت ہے نہ نیت بخلاف لنجے کی صورت کے کہ وہ فی الحقیقت نماز ہے نہ تشبہ بہ نماز لہٰذا بظاہر تامل کی کوئی بات معلوم نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ) ناپاک کپڑے میں اور غیر قبلہ کی طرف عمداً نماز پڑھنے سے بالاتفاق آدمی کافر نہیں ہوتا۔ اگر بغرض بےادبی و حقارت نہ ہو (ورنہ کافر ہو جائیگا) اگرچہ فاسق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بعض حالات ضرورت میں ناپاک کپڑے اور غیر سمت قبلہ کی طرف نماز پڑھنا جائز ہے۔ جیسے کوئی کپڑا مقدار مانع نجاست لگ کر ناپاک ہو مگر دھونیکے لئے کوئی چیز نہ ملے۔ ایسے ہی قبلہ نہ معلوم ہونے پر سوچکر جسے قبلہ ٹھیرا لے وہی سمت قبلہ ہو کر نماز جائز ہو جاتی ہے خواہ درحقیقت وہ سمت قبلہ نہ ہو اور نماز بھی لوٹانی نہیں پڑتی۔ اگر کوئی شخص شہر وغیرہ یا اس کے قریب (جہاں پانی مل سکتا ہے) قید ہو اور اسے وضو کیلئے پانی کوئی نہ دے تو تیمم سے نماز پڑھ کر وضو پر قدرت ہوتے اس نماز کا لوٹانا واجب ہے چونکہ اس صورت میں پانی کی ممانعت بندہ کی طرف سے آئی ہے۔ اگر کوئی شخص سفر میں قید ہو جہاں پانی نہیں مل سکتا تو پھر تیمم سے نماز پڑھنے کے بعد لوٹانی ضروری نہیں کیونکہ یہ عذر سفر میں پانی نہ ملنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عارض ہوا ہے نہ بندہ کی طرف سے۔ اگر بندہ کی طرف سے ہو کر

یہ قول ضعیف

پانی ہوتے ہوئے اُسے اجازت نہ دے تو پھر تیمم سے نماز پڑھ لے جسے بعد میں وضو پر قدرت ہو جانے سے لوٹانا واجب ہوگا۔۔ سفر میں سجدۂ تلاوت کیلئے بھی تیمم جائز ہے چونکہ سفر میں غالباً پانی نہیں ملتا اور پانی ملنے تک کی تاخیر میں سجدہ کے بھول کر چھوٹ جانے کا ڈر ہے۔ لہٰذا مقیم ہونیکی حالت میں اگر کوئی زبانی یا بلا چھوئے قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور سجدہ تلاوت آجائے اور اس کا وضو نہ ہو اور وہاں پر پانی بھی نہ موجود ہو تو اُسے تیمم کر کے سجدۂ تلاوت جائز نہیں کیونکہ آبادی میں عموماً پانی موجود ہوتا ہے اور پانی کے لئے اتنی انتظار کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی جس سے تیمم بھول کر چھوٹ جائے۔۔ ص ۲۳۴ تا ۲۴۰ جو پانی ویرانوں میں مٹکے بھرے ہوئے رکھا ہوتا ہے اگر از روئے عُرف معلوم ہو کہ اس سے پینے کے علاوہ وضو کی بھی اجازت ہے یا عُرف نہ معلوم ہو مگر پانی بہت ہو جو پینے کی حاجت سے زیادہ ہو تو ان صورتوں میں تیمم سے نماز جائز نہیں۔ اگر از روئے عُرف یا اپنی دانست کے لحاظ سے پینے ہی کے لئے رکھا ہوا معلوم ہو تو پھر تیمم سے نماز جائز ہے کہ وہ پانی صرف پینے ہی کیلئے ہے اگر کوئی اس سے وضو کرلے تو صحیح ہو جائیگا لیکن گناہگار ہوگا۔۔ اگر وہ مٹکے صرف وضو کیلئے ہی رکھے جائیں تو اصح قول میں اُس پانی کا پینا بھی جائز ہے کیونکہ پانی کے پینے کی ضرورت وضو کی نسبت زندگی کے بچاؤ کے باعث زیادہ اہم ہے جس کا بدل نہیں بخلاف وضو کے کہ اس کا بدل تیمم ہے لہٰذا دلالتاً پینے کی اجازت ہو گی چونکہ اس میں وضو کی نسبت اہم ہونیکے باعث زیادہ ثواب و نفع ہے۔۔ اگر جنبی آدمی یا حیض و نفاس سے پاک ہونیوالی عورت اور بے وضو و میت اشخاص یکجا موجود ہوں۔ اور مباح پانی صرف اتنا ہو کہ ہر ایک میں سے ایک ہی کیلئے کفایت کرتا ہے تو اس صورت میں اصح قول پر جنبی کو غسل جنابت کے لئے دیا جائے کہ وہ غسل کرلے کیونکہ بے وضو سے اس کا حدث سخت اغلظ ہے اور عورتیں امام نہیں ہو سکتیں لہٰذا باقی اشخاص مع میت تیمم کر کے اور کرا کے اس نہانے والے کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز جنازہ ادا کریں اور وہ امام بن کر نماز پڑھائے۔۔ اگر اس قدر مباح پانی ہو جو صرف بے وضو کو کفایت کرے تو یہ پانی اُسے استعمال کرنا اَولیٰ و بہتر ہے کہ اُس کا حدث تو دور ہو جائیگا۔۔ اگر وہ پانی کسی کی مِلک ہو تو پھر مالک ہی کا حق ہے اور اسی کی چیز ہے اُسی کو استعمال کرنا اَولیٰ ہے۔۔ اگر اس پانی کے تمام مذکورہ اشخاص مالک ہوں اور ہر ایک کو اپنا اپنا حصہ پاکی میں کفایت نہ کر سکے تو پھر اس سب پانی سے میت ہی کو غسل دیا جائیگا۔ چونکہ اس میں میت کا بھی حصہ ہے جس وجہ سے کسی کو استعمال کا حق نہیں خواہ جنبی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ میت کی طرف سے اجازت ناممکن ہوگئی ہے اور جنبی وغیرہ زندے اشخاص اپنا حق دے سکتے ہیں۔ اگر اجازت نہ دیں تو سبکو پانی کا استعمال ناجائز اور میت کا غسل بھی ناجائز جب پھر سبکو تیمم کر کے پانی بیکار چھوڑنا پڑے گا۔ جو روایت۔ خیر الناس من ینفع الناس (کہ نفع رساں شخص سب سے اچھا ہے) کے خلاف ہے وغیرہ وغیرہ۔۔ بخلاف پہلی صورت کے کہ وہاں پانی کسی کے مِلک نہ تھا تو پھر جنبی کی سخت ناپاکی کا دور کرنا پہلے بہتر ہے۔۔ اگر پانی وغیرہ کوئی چیز بیٹے کے ملکیت ہو اور باپ کو اس کی ضرورت ہو تو بیٹے کی نسبت باپ کو بیٹے کے مال میں تصرف کا زیادہ حق ہے کیونکہ بوقت ضرورت باپ۔ بیٹے کے مال کا مالک ہوتا ہے (لہٰذا معلوم ہوا کہ مثلاً باپ بیٹا سفر کر رہے ہوں اور پانی صرف بیٹے ہی کے پاس ہو جو وضو وغیرہ کی ضرورت میں وہ پانی صرف ایک ہی آدمی کو کفایت کرتا ہے تو باپ کو دیا جائیگا وغیرہ وغیرہ۔۔ (احقر) زمزم کا پانی بچانے کیلئے کوئی ضرورت و پیاس کا خطرہ نہ ہوتے ہوئے بطور ذیل حیلہ کر کے بہ تیمم نماز پڑھنا جائز ہے۔ (کہ پانی مٹی۔۔۔ عرق گلاب وغیرہ یا کنول کا رس ملا کر مطلق

پانی سے نکال کر مقید بنا دیا جائے تو اس سے بھی وضو ناجائز ہے کیونکہ خالص پانی کے علاوہ عرقیات وغیرہ کے پانی سے بیوضوئی وجنابت وحیض ونفاس کی پاکی متحقق نہیں ہو سکتی ؎۔ یا وہ ماءِ زمزم ۔۔۔ اسی طرح کسی کو بخشا جائے جس کا واپس لینا ممنوع ہو ۔ (جیسے بعوض کسی چیز کے دے) یا مکروہ ہو (جیسے بلا عوض دیکر واپس کرے) اور پانی دیدینے کے بعد یہ تیمم نماز پڑھ لینے پر پھر بلا رجوع ہبہ بطور خرید یا بطور ہبہ وغیرہ اسے واپس لے سکتا ہے۔ نیز جسے بخشا گیا ہے وہ حیلہ سمجھکر کسی طرح دینا بھی نہ چاہیگا تاکہ اس کا تیمم درست ہو جائے بعد ازاں اگر واپس کر دے تو کر دے ۔ لہٰذا ماءِ زمزم والے کو بحیلہ مذکور تیمم سے نماز جائز ہے ؎۔ (لیکن بلا ضرورت مشروعہ بغیر امر اہم از نماز ایسا حیلہ بظاہر خلاف آیات قرآنی ہونیکے باعث خلاف اتقاد غیر افضل اور ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کیونکہ نماز ایک عبادت اہم ہے جس کا خوب طہارت سے ادا کرنا محبوب اور حقیقۃً پانی نہ ملنے پر تیمم سے ادا کرنا جائز ہے مگر یہاں پر تو خود اپنے اختیار سے پانی کو پانی کی اوصاف سے خارج کیا گیا یا بلا ضرورت دوسرے کے ملک کر دیا گیا ہے جس سے ناقابل استعمال وضو ہو گیا ؎۔ احقر) علاوہ مخصوص عوارض ناقض (توڑنے والے) تیمم کے۔ جن عارضوں سے وضو ٹوٹجاتا ہے انہی سے تیمم بھی ٹوٹجاتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی جنابت سے (پانی پر قدرت نہ ہونیکے باعث) تیمم کرنے کے بعد موزے بھی پہن لے پھر بیوضو ہو جائے تو بمقدار فرض ہونے اعضاء وضو کے پانی پر قدرت ہوتے صرف وضو کا تیمم ٹوٹیگا نہ جنابت کا۔ یعنی وضو ٹوٹنے کے بعد اگر اتنا پانی مل سکے جس سے اعضاء وضو ایک ایک ہی بار دھل سکیں تو پھر وضو کرنا لازم ہو گا۔ اور موزے اتار کر پاؤں کا دھونا بھی ضروری ہو گا چونکہ موزے حقیقی طہارت کاملہ وضو کے بعد نہیں پہنے گئے بلکہ تیمم جنابت کی معنوی طہارت ناقصہ کے بعد پہنے گئے ہیں ؎ مگر وضو کر کے اب پاؤں دھونیکے بعد جب موزے پہن لئے جائیں تو پھر بیوضو ہو جانیکے بعد مقدار وضو پانی ملجانے سے ان موزوں پر مسح کرنا جائز ہے کہ طہارت کاملہ پر پہنے گئے ہیں اور یہ مسح حدث بیوضوئی کیلئے ہے نہ جنابت کیلئے۔ اگر شخص مذکور غسل کے لئے (بر تقدیر قدرت بر پانی) کافی مقدار پانی سے عبور کر کے گذر جائے اور غسل نہ کرے تو جنابت کا تیمم باطل ہو کر پھر وہ شخص جنبی ہو جائیگا جسکے بعد پھر نماز وغیرہ کے واسطے تیمم جنابت ضرور کرنا پڑیگا اگر اس حالت میں وہ موزے بھی پہنے ہوئے ہو تو بیوضو ہونے سے پہلے انہی میں اسی تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن پھر بیوضو ہو جانے پر بقدر مذکورہ وضو کے پانی پر قدرت ہوتے وضو واجب ہو کر موزے اتار کے تمام اعضاء وضو۔۔۔ مع پاؤں کے (حسب ماسبق) دھونے ضروری ہونگے چونکہ موزے جنابت کی نجاست کے پاؤں میں حلول کرنے (واقع) کو مانع نہیں ؎ اور ایک جماعت کا ایک جگہ سے تیمم کرنا جائز ہے چونکہ مٹی وغیرہ کا مستعمل ہونا

[illegible]

اس وقت صادق آتا ہے کہ وہ چیز استعمال کردہ مسح کے بعد بدن سے جدا ہو جائے (پانی پر قیاس کرتے ہوئے)
اور یہاں پر مٹی کی جدائی وغیرہ متحقق نہیں کہ اس سے پھر دوبارہ مسح کرنا لازم ہو۔ علاوہ ازیں جیسے متوضی وغیرہ
کے بچے ہوئے پانی سے وضو وغیرہ جائز ہے ایسے ہی اس تیمم کردہ بچی ہوئی مٹی سے جائز ہے جیسے پہلے گذر چکا ہے۔
اگر ایک یا کئی اشخاص پانی پر قدرت نہ ہوتے تیمم کر کے نماز پڑھ رہے ہوں کہ عین نماز میں انہیں کوئی شخص جائز
الاستعمال پانی جو گدھے یا خچر کا جھوٹا نہ ہو مباح کر کے اس کے استعمال پر قادر کردے اور وہ پانی ہر ایک کے لیے
(اگرچہ ایک ایک بار ہی اعضاء دھلیں) کافی ہو اور ضروری حاجات اپنی ہمراہی یا اپنے یا ہمراہی کے ضروری چارپائے
کی پیاس سے بھی زائد ہو اور آٹا گوندھنے اور نجاست مانع نماز کے دور یا کم کرنے اور یا جنابت سے باقی ماندہ
بدن کے ٹکڑا دھونیکے بعد بقدر طہارت بچ جائے تو ان کی نماز باطل ہو جاتی اور وضو کر کے نماز پڑھنی واجب
ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ بیوضوئی سے با وجودیکہ کپڑا بھی ناپاک ہو یا جنابت کے غسل سے ٹکڑا بدن باقی رہ
گیا ہو) پانی پر قدرت نہ ہوتے تیمم کرنے کے بعد اگر اسقدر پانی ملجائے جسے متیمم مذکورہ ذیل تین کاموں سے
صرف ایک میں استعمال کر سکتا ہے اور دوسرے کے لئے پانی نہیں بچتا خواہ وضو کرے یا ناپاک کپڑا دھوئے
یا جنابت سے باقی ماندہ عضو دھوئے تو ان صورتوں میں بیوضوئی کا تیمم بالاتفاق معتبر قول پر باطل نہیں ہوتا
بلکہ عضو جنبی اور ناپاک کپڑے کو دھونا واجب ہوتا ہے۔ اگر ناپاک کپڑے اور عضو جنبی کا دھونا ایک وقت میں
جمع ہو جائے اور پانی صرف ایک کے لئے کافی ہو تو پھر عضو جنبی کو اولاً دھونا لازمی امر ہے کہ یہ سخت ناپاکی ہے
جو پانی موجود ہوتے لوٹ آتی ہے۔ اگر قبل تیمم بیوضوئی کے اگر اتنا پانی ملجائے کہ جس سے فرض وضو ہی
کر سکتا ہے مگر ناپاک کپڑا اور جنبی عضو باقی ماندہ بھی دھونا ہے اور وہ پانی ہر تینوں میں سے صرف ایک ہی کے
لئے کافی ہے تو بنا بر قول معتبر کے پہلے جنبی عضو کا دھونا لازم ہے اگر عضو جنبی نہ ہو تو پھر ناپاک کپڑے کا
دھونا۔ ضروری ہے کہ سخت نجاست دور ہو کر پانی ختم ہو جانے پر بیوضوئی سے بالاتفاق تیمم جائز۔۔۔
ہو جائیگا۔ اسی صورت میں دوسرا قول یہ ہے کہ عضو جنبی کے دھونے سے پہلے یا اس کے نہ ہونے پر ناپاک
کپڑا دھونے سے قبل پانی بقدر فرض وضو ہوتے کوئی بیوضوئی سے تیمم کرلے جب بھی تیمم جائز ہے چونکہ
اس پانی کا ہونا نہ ہونیکے برابر ہے۔ کہ پہلے پانی سے سخت ناپاکی عضو جنبی یا اس کے نہ ہونے پر ناپاک کپڑے کا
دھونا واجب ہے۔ جو یہی صورت در مختار میں مذکور ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ناپاک کپڑے کی موجودگی میں کافی پانی
ہوتے تیمم ناجائز ہے بلکہ وضو کر کے ناپاک کپڑے سے نماز پڑھنی چاہیے اور یہ قول غیر معتبر ہے۔ بلکہ معتبر یہ
ہے کہ اگر اتنی مقدار پانی ہو کہ جس سے ناپاکی دھل کر مقدار درہم سے کم ہو جائے تو کپڑے کی نجاست کا دھونا
لازم اور تیمم جائز ہے ورنہ اگر کم نہ ہو سکے تو دونوں جائز ہیں خواہ وضو کرے یا کپڑا دھوئے۔ اگر تیمم کرنے کا
ارادہ ہو تو پہلے اس پانی سے کپڑا دھو کر بعد میں تیمم کرنا محتاط ہے کہ اس وقت پانی نہ موجود ہونے پر بالاتفاق
تیمم جائز ہو جائیگا۔ اگر عضو جنبی باقی ہو اور وضو بھی نہ ہو اور دونوں میں سے پانی صرف ایک ہی کام کیلئے کافی
ہے تو اس صورت میں پانی موجود ہوتے بھی تیمم بیوضوئی بالاتفاق جائز اور وضو ضروری نہیں اور اس پانی سے
عضو جنبی کو دھویا جائے کیونکہ پانی پر قدرت ہوتے جنابت لوٹ آتی ہے یعنی جسطرح ابتداء جنابت میں
وضو ہی کیلئے کافی پانی ہوتے وضو ضروری نہیں ایسے ہی بعد میں بھی ضروری نہیں۔ اگر کوئی شخص ایک جماعت
تیمم کرنیوالی قائم در نماز وغیرہ کو اتنا پانی مباح کردے کہ جو چاہے وضو کرے اور اس پانی سے صرف ایک آدمی طہارت

کر سکتا ہے تو چونکہ ہر ایک کو (علی سبیل البدلیت) اس پانی پر قدرت ہو گئی ہے لہٰذا سب کا تیمم باطل ہو جائے گا
اور بعد میں پانی جسے ملے وہ وضو کر کے نماز پڑھے باقی پھر تیمم کر کے نماز پڑھیں۔ بخلاف اس صورت
کے کہ جب اتنا پانی سب کو مباح یا ہبہ کیا جائے اور وہ پانی کو تقسیم کر بھی لیں تو پھر کسی ایک کا تیمم بھی نہ ٹوٹیگا۔
چونکہ وہ پانی بقدر حصہ ہر ایک کم مقدار نا کافی طہارت سب کے ملک ہو گیا ہے اور اس سے کسی کی طہارت نہیں ہو سکتی
لہٰذا انکا تیمم نہ ٹوٹیگا۔ بعد ازاں جسے وہ سب پانی ملجائے اس کا تیمم ٹوٹکر وضو کرنا لازم ہو گا اور باقی جماعت کا پہلا
تیمم ہی باقی ہے۔ اگر کوئی شخص غائبی آسمانی الٰہی عذر کے باعث تیمم سے نماز پڑھ لے مثلاً سفر میں ہے کہ اسے
پانی نہ ملا بعد از ادائیگی نماز اتفاقیہ پانی مل گیا تو پھر اس پانی سے وضو کر کے نماز نہ لوٹائی جائیگی خواہ وقت
نماز میں ہی پانی ملجائے۔ اگر کسی بندے کی طرف سے عذر بندش طہارت پیش آنے پر تیمم کر کے نماز پڑھی جائے
تو پھر جس وقت بھی (خواہ وقت نماز وغیرہ نکلجائے) بقدر طہارت پانی ملجائے پر طہارت کر کے نماز کا لوٹانا واجب
وضروری ہو گا۔ وضو وغسل میں بقدر طہارت یا کافی مقدار اس قدر پانی کہلاتا ہے جس سے ایک بار ہی اعضاء
وضو یا غسل دھل سکیں چونکہ فرض ایک بار ہی دہونا ہے تین بار دہونا تو سنت ہے اگر اتنا پانی ہو کہ بار عضو دھل سکیں
تو پھر وضو وغسل کرنا ضروری ہوتا ہے اگر اس صورت میں کوئی وضو وغسل نہ کرے بلکہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو اسکی
نماز جائز نہ ہو گی۔ لیکن اتنا پانی بھی نہ ہو کہ جس سے تمام اعضاء (مفروض الغسل) ایک بار دہوئے جا سکیں تو پھر
تیمم ہی کر کے نماز پڑھنی جائز ہے۔ اسیطرح اگر جنبی شخص کو اتنا پانی ملے جس سے صرف وضو کر سکتا ہے نہ
غسل تو شروع جنابت میں بھی جنبی کو اس پانی کا وضو وغیرہ میں استعمال کرنا ضروری ولازم نہیں بلکہ تیمم جنابت
ہی کر کے نماز پڑھ سکتا ہے کہ اس کے ضمن میں تیمم وضو بھی ہو گیا ہے۔ تو بعد تیمم جنابت بقدر وضو پانی ملجانے
پر بطریق اولیٰ اس پانی کا استعمال وضو وغیرہ میں لازم نہیں لہٰذا اسی تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگر کسی تیمم والے
شخص کو اتفاقیہ اسقدر پانی ملجائے جس سے ایک بار تمام اعضاء دھل سکتے ہیں مگر اس نے جہالت سے پہلے اعضاء
دو دو یا تین تین بار دہونے شروع کئے حتیٰ کہ آخر میں کسی عضو مثلاً پاؤں وغیرہ کیلئے پانی نہ رہا تو اس صورت میں پہلا
تیمم مختار قول پر باطل ہو جائیگا چونکہ اُسے بمقدار طہارت مفروضہ (ایک ایک بار) پانی میسر ہو گیا تھا جسے اس نے
اپنی نادانی کے باعث ضائع کر دیا۔ جنبی کے غسل سے ناکافی وغیرہ پانی ہونیکے باعث کچھ عضو وغیرہ کے علاوہ باقی
بدن دھل جائے اور کچھ جگہ رہ جائے اور پانی ختم ہو کر اور نہ ملے تو اس عضو باقی ماندہ کیلئے وجوباً تیمم کرنا پڑیگا بعد ازاں
وہ شخص بیوضو ہونے پانی نہ ہونیکی صورت میں نماز وغیرہ کیلئے تیمم کرلے اس کے بعد اتنا پانی ملجائے جو وضو یا باقی ماندہ
عضو جنبی میں سے کسی ایک کیلئے کافی ہو نہ دونوں کے لئے تو اس صورت میں بیوضوئی کا تیمم نہ باطل ہو گا بلکہ
عضو جنبی کا تیمم باطل ہو کر اس پانی سے دہونا واجب ہو گا۔ واضح رہے کہ یہ مسئلہ (تیمم بیوضوئی کے بعد کافی پانی
مل جانے سے) چند وجوہ پر منقسم ہے۔ وجہ اوّل یہ ہے کہ اتنا پانی ملے جو وضو وعضو باقی ماندہ دونوں سے ایک کو کافی ہو
تو اب تیمم بیوضوئی وعضو جنبی باطل ہو کر وضو وعضو جنبی کا دہونا ضروری ہو گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ پانی دونوں
میں سے کسی ایک کیلئے بھی کافی نہیں ہے تو دونوں کے تیمم باطل نہیں ہوئے تاہم اس پانی سے عضو جنبی کی جتنی
مقدار دھل سکے نجاست جنابت کم کرنیکے لئے دہوئے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ فقط عضو جنبی کیلئے کافی ہو نہ وضو
کیلئے تو پھر تیمم عضو کا باطل ہو گا نہ تیمم بیوضوئی کا۔ چوتھی یہ کہ وہ پانی وضو کیلئے کافی ہے نہ عضو کیلئے تو تیمم
بیوضوئی باطل ہو جائیگا نہ عضو کا۔ پانچویں یہ کہ پانی ان دونوں میں سے صرف ایک ہی کیلئے کافی ہے تو اوّجہ معتبر

[illegible]

قول پر صرف عضو جنبی کا تیمم باطل ہو گا نہ وضو کا۔ اگر تیمم بیوضوئی سے پہلے پانی مل جائے جب بھی مذکورہ بالا پانچ صورتوں میں مندرجہ ذیل حکم ہے یعنی پہلی صورت میں تیمم عضو باطل ہو کر اس کا دھونا لازم اور بیوضوئی کیلئے تیمم کیا جائے۔ دوسری میں بیوضوئی سے تیمم کرکے اگر اس پانی سے عضو جنبی کے بعض حصہ کو دھونا چاہے تو نجاست کم کرنیکے لیئے دھو ڈالے اور عضو کا تیمم ناکافی پانی ہونیکے باعث نہیں ٹوٹا۔ تیسری صورت میں عضو کو دھو کر بیوضوئی کیلئے تیمم کرے۔ چوتھی میں وضو کرے اور عضو کا تیمم باقی رہیگا۔ اور پانچویں صورت تیسری کیطرح ہے کہ جنابت سخت نجاست ہے۔ لیکن محتاط روایت کی بنا پر (پانی موجود ہوتے) اختلاف سے بچاؤ کیلئے پہلے ہی عضو دھو کر بعد میں تیمم کرکے نماز ادا کی جائے ورنہ پھر تیمم لوٹانا پڑیگا کہ پہلا باطل ہو گیا ہے۔ تیمم اُن عذروں کے دور ہو جانیکے باعث ٹوٹ جاتا ہے جنکے سبب سے تیمم جائز ہوا تھا اگرچہ پہلا عذر تیمم کا دور ہو گر متصل ہی دوسرا عذر تیمم کے جواز کا موجود ہو۔ جیسے مثلاً کوئی بیماری یا سردی وغیرہ کے باعث تیمم کرے تو ان عذروں کے جاتے رہنے پر تیمم ٹوٹجاتا ہے اگرچہ اس وقت پانی نہ مل سکے یا مسافر میل بھر پانی کے دور ہونیکی مسافت پر تیمم کرکے چل رہا ہے تو جب اس کی مسافت میل سے کم ہو جائیگی تو تیمم ٹوٹجائیگا اگرچہ پانی پر نہ پہنچے۔ ایسے ہی پانی نہ ملنے پر تیمم کرنے والا بیمار ہوتے ہی کافی پانی پر قادر ہو جائے تو پہلا تیمم پانی ملجانے پر باطل ہو جائیگا اگرچہ اب سخت بیمار ہو کر استعمال پانی پر قادر نہیں رہا۔ واضح رہے کہ جس چیز کا ابتداءً موجود ہونا تیمم کو مانع نہیں بلکہ مجوّز (جائز کن) ہے تو اسی چیز کا انتہاءً موجود ہونا بھی تیمم کو مانع نہیں مثلاً ایسے بیمار کے پاس پانی کا موجود ہونا جو پانی کے استعمال پر قادر نہیں تیمم کو نہیں توڑتا۔ جو چیزیں تیمم کی مباح جائز کرنیوالی ہیں اُنکے باقی نہ رہنے پر تیمم ٹوٹجاتا ہے۔ مطلقاً اونگھنے والے (جو پاس والوںکی اکثر باتیں سنے) متیمم کا بے خبری میں پانی سے گذرنا بالاتفاق تیمم کو نہیں توڑتا۔ ایسے ہی متیمم سوئے ہوئے کے پانی سے گذرنیکا حکم ہے خواہ تیمم جنابت یا وضو ہو مگر اس کی سُرین کسی چیز ہموار پر پختہ طور سے جمی ہوئی ہو (اگر پختہ نہ جمی ہوئی ہو تو صرف نیند سے نہ پانی پر گذرنے سے تیمم باطل ہو جاتا ہے) تو ان مذکورہ صورتوں میں صاحبینؒ کے نزدیک مع امام صاحبؒ کی صحیح مختار مفتٰے بہ روایت کی بنا پر پانی پر گذرنے سے تیمم نہیں ٹوٹتا۔ جیسے حقیقۃً جاگتے بے خبر از پانی مسافر کو پانی کے قریب ہوتے بھی تیمم سے نماز پڑھ لینا بالاتفاق جائز ہے تو سوتے وا اونگھتے شخص کے پانی پر سے بے خبر گذر جانے پر بطریق اَولیٰ تیمم نہ ٹوٹیگا لیکن ہدایہ و تنویر الابصار وغیرہ میں ٹوٹنے کی روایت کو لیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص پانی نہ ملنے یا سخت بیمار ہونے وغیرہ کے باعث نماز وغیرہ عبادات مقصودہ کیلئے تیمم کرنے کے بعد قبل وضو ٹوٹنے کے (نعوذ باللہ) مرتد ہو کر قبل حدث ہی پھر مسلمان ہو جانے پر وہ شخص پہلے اُسی تیمم سے نماز ادا کر سکتا ہے چونکہ کفر۔ تیمم سے طہارت حاصل شدہ کا وضو کی طہارت کیطرح منافی نہیں اگرچہ مرتد ہونے سے صرف ثواب اعمال باطل ہو جانیکے باعث

[illegible]

اس تیمم کا ثواب نہ رہیگا ۔ اگر تیمم والا سواری وغیرہ پر سوئے ہوئے پانی پر سے گذر جائے تو اس کا وضو نیند میں ہوا وغیرہ نکلنے کے ظن سے بالاتفاق دھنو ٹوٹ جائیگا نہ پانی پر سے عبور کے باعث ۔ اگر کسی شخص کے اعضاء وضو (از روئے عدد) بنا بر قول مختار کے زخمی ہیں مثلاً دونوں ہاتھ ومنہ وسر زخمی ہو اور دونوں پاؤں صحیح سالم وغیرہ تو اس صورت میں وضو کی بجائے تیمم کیا جائیگا کہ اکثر عضو کل کے حکم میں ہو کر گویا سب زخمی ہیں جنہیں پانی مضر ہونیکے باعث تیمم کا حکم ہے ۔ اور غسل میں بالاتفاق اکثر بدن کے پیمائش کے لحاظ سے زخمی ہونے پر غسل کیلئے تیمم کیا جائے گا کہ غسل مضر ہونیکے باعث معاف ہوگیا ہے مگر بعد صحت غسل واجب ہوگا اور چیچک پھوڑے پھنسی والے اجسام کا حکم بھی جسم وا عضا کی طرح ہے ۔ اگر اکثر اعضاء وضو واکثر بدن غسل صحیح سالم ہو اور کم مقدار زخمی تو تندرست کا دہونا لازم ہے جبکہ زخمی اعضاء بدن کو ان کے دہونے سے ضرر نہ پہنچے ورنہ تیمم کرے نہ غسل ۔ اگر اکثر تندرست اعضاء وبدن کے دہونے سے زخمی اعضاء وبدن کو ضرر نہ ہو تو تندرست اعضاء وبدن کو دہونا اور زخمی پر مسح کرنا بر تقدیر ضرر نہ ہونیکے لازم ہے ۔ اگر بلا پٹی مسح سے بھی ضرر ہو تو ان زخمی اعضاء پر پٹی وغیرہ باندھ کر اسپر مسح کرنا واجب ہے اگر اس طرح بھی ضرر ہو تو مسح ہی ساقط ہو جائیگا ۔ جیسے آگے قریب ہی مسح سر کے متعلق ذکر ہوگا ۔ اگر زخمی اعضاء وضو تندرست اعضاء کے برابر ہوں تو اصح احوط قول کی بنا پر تندرست اعضاء کا دہونا اور زخمی کا مسح لازم اور تیمم ناجائز ہے ۔ لیکن امام محمد رح سے مروی ہے کہ برابری کی صورت میں تیمم کیا جائے ۔ اگر کسی کے دونوں ہاتھ زخمی ہوں کہ ان سے وضو نہیں کر سکتا اور منہ وپاؤں کو بھی کسی طرح سے نہیں دہو سکتا اور اس کے پاس اولاد یا نوکر خادم یا عورت بھی نہ ہو تو پھر بالاتفاق تیمم کرکے نماز پڑھنی جائز ہے ورنہ نہیں ۔ اگر کسی کے صرف ہاتھ ہی زخمی ہوں اور باقی اعضا تندرست صحیح سالم اور اس کے پاس غلام نوکر یا خادم یا اولاد یا عورت نہ موجود ہو اور خود صحیح سالم اعضاء کو نہ دہو سکے اور زخمی پر مسح نہ کر سکے تو پھر بالاتفاق تیمم کرکے نماز پڑھنی جائز ہے ورنہ ان مذکورہ اشخاص سے (بروایت ظاہر بالاتفاق) وضو وغسل میں امداد لیکر تندرست سالم اعضاء کے دھلانے اور زخمی کے مسح کرانیکے بعد نماز جائز ہوگی اور تیمم ناجائز ۔ اگر اکثر اعضاء وضو میں زخم ہوں جنہیں پانی مضر ہو اسیطرح اکثر مواضع تیمم زخمی ہوں جنہیں مسح نقصان پہنچائے تو اس صورت میں نماز چھوڑ دی جائے لیکن ابو یوسف رح کے نزدیک جن اعضاء کا دہونا ممکن ہو دہو کر نماز پڑھے پھر تندرست ہو جانے پر وضو سے نماز لوٹائے ۔ تیمم وضو وغسل کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا کیونکہ تیمم بدل ہے اور وضو وغسل مبدل منہ اور ان دو کا جمع ہونا جائز نہیں (بخلاف مشکوک پانی وتیمم کے جمع کرنے کے کہ وہاں درحقیقت جمع نہیں بلکہ ان میں سے کوئی ایک غیر معین موجب طہارت ہے نہ دونوں) ایسے ہی حیض ۔ حمل استحاضہ اور نفاس کے ساتھ نہیں جمع ہو سکتا ۔ اور حمل صرف حیض سے جمع نہیں ہو سکتا اور استحاضہ ونفاس سے جمع ہو سکتا ہے ایسے ہی نفاس استحاضہ یا حیض کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا نہ ہی استحاضہ حیض ونفاس کے ساتھ ۔ ایسے ہی زکوٰۃ ۔ عشر خراج وفطرہ کے ساتھ جمع نہیں سکتی ۔ اور عشر خراج فطرہ بھی زکوٰۃ کے ہمراہ نہیں چاہئے

جا سکتے یعنی جس چیز میں زکوٰۃ واجب ہو اس میں عُشر خراج وغیرہ واجب نہیں۔ اسیطرح[8] جس چیز میں خراج یا عُشر واجب ہو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اگرچہ کوئی شخص عشری یا خراجی زمین سے عشر وخراج نکالکر باقی غلہ میں سوداگری کی نیت کرلے اور ایک سال گذر جائے تو زکوٰۃ نہ لازم ہوگی کہ یہاں نیت تجارت معتبر وصحیح نہیں۔ ایسے ہی اگر کوئی خراجی یا عُشری زمین خرید کر اسمیں زکوٰۃ کی نیت کرے تو سال گذرنے پر اس میں زکوٰۃ نہ واجب ہوئی کہ یہ نیت بے محل ہوکر صحیح نہیں۔ ایسے[9] ہی زکوٰۃ و فطرہ میں جمع منع ہے جیسے کسی نے خدمت کیلئے غلام باندی رکھے ہوئے ہوں تو ان میں صدقہ فطر واجب ہے نہ زکوٰۃ۔ اور جو[10] غلام یا باندی وغیرہ تجارت کی غرض سے رکھے ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے نہ فطرانہ۔ اسیطرح[11] عُشر وخراج بھی باہمی جمع نہیں ہوسکتے کہ خراجی زمین میں صرف خراج ہے نہ عُشر اور عُشری میں صرف عُشر۔ ایسے[12] ہی فدیہ و روزہ رکھنے میں اجتماع منع ہے کیونکہ جو آدمی روزہ رکھ سکتا ہو اس پر فدیہ نہیں نہ ہی فدیہ سے روزہ ساقط ہوتا ہے اور جو آدمی روزہ بالکل نہیں رکھ سکتا اسپر فدیہ روزہ واجب ہے اگر کوئی ایسی صورت پائی جائے کہ جو شخص بالکل روزہ کے قابل نہ ہونیکے باعث روزوں سے فدیہ ادا کر دینے کے بعد روزہ رکھنے پر قادر ہو جائے تو اس کو روزے رکھنے پڑیں گے اور پہلے جو فدیہ دیا گیا ہے وہ روزوں کے فدیہ کی طرف سے نہ ادا ہوگا بلکہ صدقہ وخیرات ہو جائیگا۔ ایسے[13] ہی کفارہ قتل وقصاص میں اجتماع منع ہے چونکہ کفارہ قتل خطا میں اور قصاص عمد میں واجب ہوتا ہے۔ ایسے[14] مال مسروقہ (چوری) کا تاوان چور کے ہاتھ کٹنے سے جمع نہیں ہوسکتا یعنی جس چور کا ہاتھ تاوان لینے سے (بر تقدیر ضائع ہو جانے مال مسروقہ کے) پہلے کاٹ دیا جائے تو مال مسروقہ کا تاوان چور سے نہ لیا جائیگا اور نہ چور اس کا ضامن ہوگا۔ اور جب چور سے مذکورہ صورت میں ہاتھ کٹنے سے پہلے تاوان وصول کر لیا جائے تو پھر اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا چونکہ تاوان ادا کرنے سے چور مال مسروقہ کا پہلے ہی حکماً مالک ہو جاتا ہے۔ لیکن مال مسروقہ کی نقصان کا تاوان ہاتھ کٹنے سے جمع ہو جاتا ہے جیسے کوئی چور کپڑا وغیرہ چرانیکے لئے اندر سے کھینچے اور وہ چیز نکلنے سے پہلے چیر یا پھٹ جائے تو وہ چور علاوہ ہاتھ کٹنے کے اس چیز کے نقصان کا ضامن ہوگا کہ یہ مال مسروقہ کا تاوان نہیں بلکہ اسمیں نقص واقع ہو جانیکا ہے۔ ایسے[15] ہی ضمان وکرایہ جمع نہیں ہوسکتا جیسے مثلاً کوئی شخص اپنی سواری کیلئے کرایہ پر گھوڑا وغیرہ کوئی چارپایہ لے اور خود سوار ہو اور سفر میں بقضاء الٰہی وہ گھوڑا وغیرہ (بلا تعدی سوار) اپنی موت سے مر جائے تو گھوڑے وغیرہ کا مالک کرایہ کا حقدار ہے نہ تاوان کا۔ اگر کوئی شخص گھوڑا وغیرہ اپنی سواری کیلئے لیکر کسی دوسرے کو سوار کرے پھر راستہ میں وہ گھوڑا اتفاقیہ ہلاک ہو جائے تو اس صورت میں گھوڑے وغیرہ کا مالک تاوان کا حقدار ہے کہ کرایہ دار سے وصول کرے اور کرایہ نہیں وصول کرسکتا۔ اگر کوئی شخص چارپایہ کسی خاص مقرر بوجھ اٹھانے کیلئے کرایہ پر لیکر اس سے زیادہ اتنی مقدار بوجھ لاد دے جسکی چارپایہ طاقت نہیں رکھتا اور اس بوجھ سے چارپایہ مر جائے تو بوجھ والے پر خاص معین بوجھ طے شدہ کے عوض کرایہ اور باقی زائد بوجھ کے عوض تاوان دینا لازم آئیگا۔ اور یہاں پر تاوان وکرایہ دو چیزوں میں لازم ہوا ہے نہ ایک میں۔ اور آزاد[16] کنوارے زانی زانیہ کی حد زنا سو دُرے ہیں نہ سنگساری تو دُرے وسنگساری جمع نہیں ہوسکتی اور صحیح نکاح[17] سے شادی شدہ آزاد زانی زانیہ کی حد زنا سنگساری[18] ہے لیکن کسی جرم میں دُرے وقید جمع ہوسکتی ہے کہ اگر حاکم وقت کسی جرم میں مجرم کو دُرے لگا کر کسی سیاسی مصلحت کی بنا پر قید بھی کر دے تو جائز ہے۔ ایسے ہی قید کرکے

دُرّے بھی لگانے جائز ہیں۔ مگر دُرّے[18] وجلا وطنی جمع نہیں ہو سکتی کہ کسی ملزم کو دُرّے لگا کر جلا وطن کر دیا جائے یا جلا وطن کر کے دُرّے لگائے جائیں۔ مہر و مُتعہ[19] واجبہ میں اجتماع منع ہے (نہ متعہ مستحبہ و مہر میں) جیسے کوئی شخص خلوت صحیحہ سے پہلے عورت کو طلاق دیدے اگر اس کا مہر مقرر ہو تو نصف مرد کو دینا لازم ہوگا ورنہ مُتعہ واجبہ لازم ہوگا۔ اور یہ مُتعہ مہر سے جمع نہیں ہو سکتا۔ ایسے[20] ہی مہر و حد زنا جمع نہیں ہو سکتی جیسے کوئی (حفظنا اللہ) زنا کرے تو اس عورت کا زانی پر مہر نہ لازم ہوگا بلکہ حد زنا واجب ہوگی۔ اگر کوئی اپنی منکوحہ سے وطی کرے تو مہر لازم ہوگا نہ حد۔ ایسے[21] ہی اگر کوئی شخص اپنی بالغہ (متحمل وطی) بیوی سے جماع کرے جس کے باعث وہ مر جائے یا اس کی فرجی پھٹ کر دُبر سے مل جائے تو اس صورت میں طرفین رح کے نزدیک صرف مہر لازم آئیگا اور موت یا فرجی پھٹنے کا تاوان واجب نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص عورت سے جبراً زنا کرے جس سے عورت کی فرجی ایسی طرح پھٹ جائے کہ پیشاب نہیں رک سکتا تو زانی پر مع حد زنا پورا تاوان لازم آئیگا۔ اگر پیشاب رک جاتا ہے تو مع حد زنا تیسرا حصہ تاوان زانی پر لازم ہوگا۔ ایسے[22] ہی مہر مثل اور مہر معین جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ جائز مہر مقرر کرنے پر وہی لازم ہوگا نہ مہر مثل اگر ناجائز مہر وغیرہ مقرر کیا گیا ہو جیسے شراب یا خنزیر وغیرہ یا سرے سے مہر ہی نہ مقرر ہو تو اس صورت میں صرف مہر مثل لازم ہوگا نہ مہر۔ ایسے[23] ہی وہ چیزیں جو کسی وارث شخص کو مُورث سے واپس مل سکتی ہیں ان میں بلا رضا بقیہ ورثا وصیت و میراث جمع نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی دوسرا وارث ہی نہ ہو یا دوسرے وارث وصیت کی اجازت دیدیں تو پھر میراث سے وصیت جمع ہو سکتی ہے ورنہ وصیت لغو ہو کر صرف میراث ملے گی۔ ایسے[24] ہی جس شخص پر جمعہ فرض ہے ظہر فرض نہیں جیسے شہروں میں صحیح سالم تندرست مقیم اشخاص پر۔ اور جس پر ظہر فرض ہے اس پر جمعہ فرض نہیں جیسے مسافر و مریض وغیرہ۔ ایسے[25] ہی گواہی قسم سے جمع نہیں ہو سکتی کہ جب مدعی کو گواہ پیش کرنے لازم ہو گئے تو مدعا علیہ پر قسم نہیں آتی۔ اگر مدعا علیہ پر قسم ہو تو مدعی پر گواہ لازم نہیں ہوتے۔ ایسے ہی معتبر قول پر گواہوں کو قسم بھی نہیں دی جاتی۔ اگر مدعی ایک گواہ پیش کرے اور قسم بھی کھائے تو یہ ائمہ احناف کے نزدیک ناجائز ہے بلکہ اس صورت میں جبکہ دو گواہ مدعی کے نہ ہوں تو قسم مدعا علیہ کو ہی آئیگی نہ مدعی کو۔ ایسے[26] ہی جو وطی نکاح سے جائز ہو ملک سے جمع نہیں ہو سکتی جیسے آزاد منکوحہ عورت سے بہ نکاح وطی جائز ہے اور اسکا مملوک بننا ناجائز۔ ایسے ہی جو مملوک ہو اس سے بلا نکاح وطی جائز ہے اگر کوئی شخص اپنی باندی سے احتیاطاً نکاح کرلے تو جائز ہے۔ ایسے[27] ہی حد زنا و لعان جمع نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی عمداً کسی غیر کی باندی سے زنا کرے جس سے باندی کی فرجی پھٹ جائے یا وہ مر جائے تو طرفین رح کے نزدیک حد زنا مع قیمت باندی لازم آئے گی بخلاف ابو یوسف رح کے۔ اگر وطی بہ شبہ ہو تو بالاتفاق حد نہیں اور قیمت واجب ہوگی۔ ایسے[28] ہی اپنی مشترکہ چیز یا مشترکہ بوجھ اٹھانے میں کوئی حصہ دار اپنی اجرت مقرر کرلے تو ناجائز ہے کیونکہ حصہ داری اور اجرت جمع نہیں ہو سکتی۔ ایسے[29] ہی کسی چیز کی قیمت و ثمن جمع نہیں ہو سکتے کہ عقد بیع صحیح ہونے پر ثمن لازم ہوتے ہیں۔ اور بیع فاسد ہو جانیکے بعد خریدی ہوئی چیز کے خریدار کے پاس ضائع ہو جانے کے باعث واپسی ناممکن ہو جانے پر صرف بازاری قیمت واجب ہوگی نہ ثمن۔ ایسے[30] ہی ایک چیز رہن و کرایہ کی بیک وقت نہیں ہو سکتی۔ ایسے[31] ہی کھیتی کی شرکت میں زمین کو پانی دینے کی اجرت جائز نہیں کہ شرکت اور اجرت جمع نہیں ہو سکتی۔ ایسے[32] ہی بلا عذر ایک پاؤں کو دھو کر دوسرے میں موزہ پہنکر اس پر مسح

ناجائز ہے چونکہ بلا عذر مسح وضو ہونے میں اجتماع ممنوع ہے۔ ایسے ہی مکہ شریف کے رہنے والے کو حج و عمرہ جمع کرنا منع ہے۔ ایسے ہی اپنی بیوی کو بچہ کے دودھ پلانیکی اجرت نہ دیجائیگی چونکہ نکاح و اجرت جمع نہیں ہوسکتی ہاں اگر طلاق دیدی ہو تو پھر اجرت پر ہی دودھ پلایا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی قسمت وصیت اور میراث کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا یعنی قاتل وصیت و میراث مقتول سے محروم ہے۔ ایسے ہی ایک موزے کی پھٹن دوسرے موزہ کی پھٹن کے ساتھ ممانعت مسح کیلئے نہیں جمع ہوسکتی بلکہ پوری مقدار تین انگل ایک موزے میں پھٹن پائے جانے پر مسح موزہ ناجائز ہوگا۔ اگر کسی طرح سردردی سخت سے وضو کرنیوالا مسح سر نہیں کرسکتا یا جنبی سخت دردسر کے سبب سر کو نہیں دھو سکتا تو پھر ممکن ہونے پر سر پر کھپچی یا پٹی باندھکر مسح وغیرہ کرنا صحیح راجح قول پر واجب ہے۔ اگر کھپچی پٹی پر بھی مسح وغیرہ مضر ثابت ہو تو سر کے مسح اور اسکے دھونیکی فرضیت بالکل اس عضو (سر) کے حکماً نہ موجود ہونیکے باعث حقیقۃً کٹے ہوئے عضو کے نہ ہونیکی طرح) ساقط ہوجاتی ہے۔

یہ باب موزوں کے مسح کے احکام کے بیان میں ہے

صفحہ ۲۴۸ تا ۲۴۲

مسح موزہ صحیح قول کی بنا پر صرف حدیث مشہور سے ہی ثابت ہے (جسمیں حسب ذکر آئندہ اجماع بھی مروی ہے) نہ اس آیت سے۔ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔ الآیہ چونکہ مسح موزہ کی انتہا ٹخنوں تک بالاجماع کسی کے نزدیک نہیں اور آیت سے یہی انتہا ثابت ہوتی ہے لہذا آیت دلیل مسح نہیں ہوسکتی۔ اور امام صاحب کے نزدیک مسح موزہ کا منکر بدعتی گمراہ ہوتا ہے جسکے کفر کا خطرہ ہے اور کافر نہیں ہوتا چونکہ دلیل قطعی سے مسح موزہ ثابت نہیں۔ مسح لغت میں کسی چیز پر مطلقاً ہاتھ پھیرنے کا نام ہے۔ اور اصطلاح شرع میں مسح موزہ مذکورہ بالا مخصوص موزوں کی پیٹھ پر مخصوص وقت تک پانی سے تر شدہ ہاتھ وغیرہ کی تری خود بخود پہنچنے یا پہنچانے کا نام ہے۔ اگر کوئی شخص وضو کرنیکے بعد مسح سر سے پہلے ہاتھوں کی سابقہ تری سے موزوں کا مسح کرلے تو جائز ہے کہ یہ تری مستعمل نہیں کہ مستعمل وہ ہوتی ہے جو عضو سے جدا ہو جائے نہ کہ باقی ماندہ تری جس کا پہلے کسی مسح پر استعمال نہ کیا گیا ہو لہذا سر کا مسح کرنیکے بعد ہاتھوں کی بقایا تری سے موزوں کا مسح اس کے مستعمل ہو جانیکی وجہ سے جائز نہ ہوگا۔ اور مخصوص موزے یہ ہیں کہ نری میشے وغیرہ یا ایسے پاک چمڑے یا چمڑے کی طرح کسی گفدار چیز یا موٹے کپڑے وغیرہ کے ہوں جن سے بلا جوتی تین میل چلنے پر پاؤں کو تکلیف بھی نہ ہو اور تین انگل کی مقدار

پھٹے بھی ہوں) اور بلا باندھے اپنے آپ پاؤں پر ٹھیر اور کھڑے ہو جائیں اور اندر کو پانی بھی نہ جانے دیں اور پاؤں سمیت ٹخنوں کو ڈھانکدیں (اگر ایسے نہ ہوئے تو مسح ناجائز ہے) اور طہارت کاملہ وضو پر پہنے جائیں (کیونکہ تیمم میں مسح نہیں) اور کوئی موزہ تین انگل برک پھٹا ہوا بھی نہ ہوا ...... اور موزہ کھلا ہونے پر نکل جانے کی صورت میں پاؤں کا تین انگل کی مقدار موزہ میں باقی رہنا بھی شرط جواز مسح ہے - اور مسح کرنیوالا جنبی بھی نہ ہو (ورنہ اسے پاؤں کا دھونا ضروری ہے) اور موزہ پاؤں سے برابر ملا ہوا اور کشادہ نہ ہو (کہ یہ وضو ہی کے اثر کو روکے رکھے) ورنہ موزہ کی اس اگلی بڑھی ہوئی جگہ پر مسح کرنا جسمیں پاؤں نہ ہو ناجائز ہے - مذکورہ بالا ایسے چمڑے کے یا ایسے گفدار موٹے کپڑے وغیرہ کے موزوں پر مسح جائز ہے جنہیں بلا جوتے وغیرہ کے پے درپے تین میل (یعنی بارہ ہزار قدم) تک بخوبی درمیانی چال چلی جاسکے اور پاؤں کو تکلیف بھی نہ ہو (لہذا لکڑی لوہے وغیرہ کے موزوں پر مسح ناجائز ہے) اور نہ ہی کوئی موزہ تین انگل کی مقدار غالب گمان پر پھٹ سکے چونکہ تین انگل کی مقدار سے کم موزہ کی پھٹن وغیرہ مسح کے جواز کو مانع نہیں - لہذا ایسا موزہ پہننا جسے شامی زربول اور مصری مرکوب کہتے ہیں جس کی ایڑیوں وغیرہ کی اطراف کھلی ہوں اور وہ آپس میں باندھ لی جائیں تو مسح جائز ہے کیونکہ اس کا باندھنا بھی سینے کیطرح ہے کہ موزہ بعد میں خود بخود کھڑا رہتا ہے - صرف ایک موزے پر دوسرے موزے بغیر بلا عذر مسح ناجائز ہے کہ مسح و دھونا جمع نہیں ہو سکتا ہاں اگر کسی کا ایک ہی پاؤں ہو تو پھر اس ایک پر ہی موزہ پہنکر مسح جائز ہے - نیز ایسے موزہ پر بھی مسح جائز ہے جو بناوٹ میں اوپر سے کھلا ہو اور اس کی گھنڈیاں بٹن یا تسمے ہوں جنکے باندھ دینے پر کھلا نہ رہے اور کھڑا ہو جائے تو اس کا حکم سلے ہوئے موزہ جیسا ہے کہ تین انگل سے کم مقدار پاؤں ننگا ہونے پر مسح جائز اور زیادہ پر ناجائز ہے اور اس موزہ پر مسح جائز ہے جو ٹخنوں کو بھی ڈھانکدے ورنہ ناجائز ہے مگر کہ ٹخنوں کی جگہ سے موزہ کے ساتھ کوئی کپڑا وغیرہ سی دیا جائے خواہ کپڑا نرم ہی ہو جیسے کبھی منعّل جراب کی طرح مسح جائز ہو جائیگا - لیکن تقویٰ کے خلاف ہے (اگر سے بغیر یوں ہی باندھا جائے تو پھر مسح ناجائز ہے خواہ کسی موٹے کپڑے وغیرہ گفدار چیز ہی کو کیوں نہ باندھ دے چہ جائیکہ پتلے کو ——— اگر اتنی مقدار موزہ کھلا ہوا ہو کہ نیچے سے صرف اس کا استر (خواہ چمڑے یا کپڑے کا ہو جو موزے سے سیا ہوا ہو) تین انگل کی مقدار دکھائی دے نہ پاؤں تو سب فقہا کے نزدیک جراب منعّل کیطرح اصح قول پر مسح جائز ہے - نیز اس موزہ پر بھی مسح بالاتفاق جائز ہے جو چمڑے کی طرح کسی سخت کپڑے ٹاٹ وغیرہ کی قسم سے ہو جو اپنے آپ باندھے بغیر کھڑا ہو جائے اور صرف اس میں پے در پے تین میل تک چلنے پر چلا جا سکے اور تین انگل کی مقدار تک نہ پھٹے ورنہ مسح جائز نہ ہوگا - اگر موزہ جراب اونی سوتی وغیرہ جیسی نرم اشیاء سے بنا ہوا ہو جس تمام پر چمڑا چڑھا دیا جائے جسے جراب یا موزہ مجلّد کہتے ہیں یا اسپر بشکل و مقدار جوتی مضبوط چمڑا اتنی مقدار چڑھایا جائے کہ پاؤں کے نیچے بھی چمڑا ہو اور پاؤں کی انگلیوں مع پیٹھ بمقدار محل فرض مسح تک چمڑا چڑھا ہوا ہو تو پھر ان موزوں پر بھی بالاتفاق مسح جائز ہے خواہ باندھے بغیر اپنے آپ نہ کھڑے ہوں (چونکہ اپنے آپ کھڑا ہونا وغیرہ چمڑے کے موزہ کے علاوہ اور موزہ غیر منعّل غیر مجلد کی شرط ہے) لہذا ہر وہ موزہ جو چمڑے کا ہو اور اس سے ٹخنے نہ چھپیں تو موزہ کے ساتھ کسی نرم کپڑے وغیرہ کے سی دینے پر (نہ باندھنے سے) اس موزہ سے بخوبی مقدار سفر (بلا پھٹن مانع) ممکن ہونے پر بطریقہ اولیٰ مسح جائز ہے لیکن

اختلاف فقہا کے باعث کہ بعض اسپر مسح جائز نہیں قرار دیتے اگرچہ ضعیف ہے مگر احتیاط میں تقویٰ ہے کہ ایسے موزہ پر مسح نہ کیا جائے اتار کر پاؤں دہوئے جائیں وغیرہ یا پورے موزے ہوں ۔۔ اگر کوئی شخص موزہ کی اس اگلی جگہ پر اوپر کی طرف مسح کردے یا پاؤں کی انگلیوں سے آگے کو بڑھے ہوئے موزہ پر تو وہ مسح بامحل نہ واقع ہونیکے باعث ناجائز ہوگا چونکہ محل مسح وہ جگہ ہے جسکے نیچے پاؤں ہو لہذا معلوم ہوا کہ بے محل مسح پاؤں کی طرف ناپاکی کے سرایت تو مانع نہیں ۔۔ اگر کوئی شخص پاؤں سے آگے بڑھے ہوئے موزہ کو پیچھے ہٹا کر اس جگہ پر جو اب پاؤں کے اوپر ہے مسح کرے بعد ازاں وہ موزہ پھر آگے کو بڑھکر پاؤں سے نکلے تو صحیح قول پر مسح نہیں لوٹتا لہذا مسح نہ لوٹایا جائے) کیونکہ مسح جب ٹوٹتا ہے کہ اکثر پاؤں موزہ کے ایسے محل مفروضہ مسح سے باہر نکل جائے جسپر مسح ناممکن و ناجائز ہو اور مذکورہ صورت میں اگرچہ پاؤں محل مسح سے نکل گیا ہے مگر ممکن المسح کے محل سے نہیں نکلا کہ باقی محل مسح پاؤں پر باقی ہے ۔ موزے کے کشادہ ہونے پر اوپر سے پاؤں یا ٹخنوں کا دکھائی دینا مسح جائز ہونے میں کوئی حرج نہیں دیتا بخلاف امام احمد کے کہ وہ مانع مسح قرار دیتے ہیں ۔۔ موزوں کا مسافر و مقیم ہر دونوں کے حق میں اسقدر مضبوط ہونا ضروری ہے کہ اگر انہی موزہ میں بلا جوتی وغیرہ پہنے چلنا چاہیں تو تین میل تک پے در پے درمیانی چال بہ آسانی چل سکیں اور غالب گمان میں موزہ تین انگل کے مقدار تک نہ پھٹے ۔ چونکہ لمبے سفر والے مسافر فی زمانہ غالباً ریل وغیرہ پر سفر کرتے ہیں انکے لئے موزہ میں حسب معمول تین دن رات چلنے کی قید لگانی (کہ اس مسافت میں تین انگل خورد کی مقدار نہ پھٹے وغیرہ) بے فائدہ ہے ۔ مسح اس چیز کے مذکورہ بالا اوصاف کے موزہ پر جائز ہے جسمیں بخوبی بہ آسانی بطور تین میل تک پے در پے درمیانہ چال چلی جاسکے لہذا لکڑی لوہے وغیرہ کیطرح جیسے موزوں پر مسح ناجائز ہے کہ ان میں بہ آسانی نہیں چلا جاسکتا بلکہ پاؤنکو اڑا دیتے ہیں ۔ اور پاؤں پر کپڑے وغیرہ کے نرم چیتھڑے لپیٹ کر ان پر بھی مسح ناجائز ہے چونکہ وہ پاؤں کے تابع ہوتے ہیں جنمیں بشرائط مذکورہ بالا تین میل سفر بھی نہیں ہوسکتا ۔۔ کافی پانی موجود ہوکر کسی عذر کے نہ ہوتے ہوئے موزوں پر مسح کی بجائے پاؤں کا دہونا صحیح قول میں افضل ہے اگر پانی ناکافی ہو کہ وضو کے بعد اتنا بچے جس سے صرف پاؤں کا مسح ہوسکتا ہے اور دھل نہیں سکتے تو پھر ان پر مسح ہی کرنا واجب ہے ۔ اگر پانی تو کافی ہو کہ مکمل وضو کرکے پاؤں بھی دھل سکتے ہیں مگر وہاں پر اسے پاؤں دہونیکے باعث رافضی یا خارجی ہونیکی تہمت کا ۔۔۔ ڈر ہے تو اسے موزہ پر مسح پاؤں دہونے سے افضل ہوگا ۔ کہ رافضیوں خارجیوں کے نزدیک موزہ پر مسح ناجائز اور پاؤں پر جائز ہے ۔۔ اگر وہ شخص پاؤں دہولیگا اور مسح نہ کریگا تو سُنی لوگ یہ خیال کرینگے کہ اس رافضی یا خارجی نے بطور تقیہ (اپنی جان بچانے وغیرہ کے باعث) اپنے پاؤں دہو لئے ہیں چونکہ روافض و خوارج کبھی تقیہ کے سبب سے اپنے پاؤں مسح کی بجائے دہو لیتے ہیں وضو کے بعد پاؤں کیلئے ناکافی پانی بچنے یا کافی پانی بچ جانیکی صورت میں پاؤں دہونے پر نماز کا وقت نکل کر نماز فوت (قضا) ہونیکا خطرہ ہو یا پاؤں دہو کر نماز پڑھنے سے حج میں وقوف عرفہ فوت ہوتا ہو تو پھر پاؤں دہونے بہتر نہیں بلکہ موزوں پر ہی مسح کرنا واجب ہے ۔ بلکہ ایک قول پر نماز پڑھنے سے وقوف عرفہ فوت ہونیکی صورت میں وقوف عرفہ کو نماز سے مقدم کرنا چاہیئے کہ وقوف عرفہ کے فوت (قضا) ہوجانے پر بڑی مشقت ہے کہ حج ہی ادا نہیں ہوتا کہ حج کی جزء اعظم ہے ۔ صحیح تعریف کی بنا پر امور شرعیہ میں رخصت اُس اجازت یا تخفیف کا نام ہے جو بندوں کے عذروں پر مبنی ہو اور اسکے مقابلے میں صحیح تعریف کی بنا پر عزیمت اُن اصلی امور شرعیہ واجبہ کا نام ہے جو بندوں کے عذروں پر نہ مبنی ہوں ۔ اور

بعض فقہا یعنی صاحب فتح القدیر وغیرہ کے نزدیک موزوں کا مسح پاؤں دہونیکی عزیمت یعنی اصلی وجوب کو ساقط کردیتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی موزوں میں پاؤں دہونے کی نیت سے پانی ڈالکر کسی طرح سے پاؤں دہوڈالے تو گنہگار ہوگا اور مسح باطل نہ ہوگا اور پاؤں کا دُھلنا غیر معتبر ہوگا (مگر یہ قول ضعیف ہے) بخلاف اس کے کہ موزے اتار کر پاؤں دہوئے جائیں کہ اب پاؤں کا دہونا معتبر و گناہ بھی نہ ہوگا چونکہ رخصت (یعنی مسح موزہ) کا سبب موزوں کا پہنا ہوا ہونا تھا جو پاؤں دہونے سے مانع تھا وہ زائل ہوگیا ہے۔ پہلا قول صاحب فتح وغیرہ کا ضعیف ہے چونکہ زیلعی وغیرہ اکثر کتب فقہ میں مصرح ہے کہ موزے پہنے ہوئے پاؤں کو کسی طرح دہوڈالنے سے گناہ نہیں ہوتا اور پاؤں جائز طور سے دُھلکر مسح باطل ہوجاتا ہے۔ اسی کو اکثر فقہا نے صحیح کہا ہے۔ جیسے اگر کوئی شخص کسی طرح تکلیف وغیرہ سے موزے پہنے ہوئے پاؤں دہو ڈالے تو دہونا جائز ہوکر پہلی مدت مسح پوری ہوجانے کے بعد بھی اُنپر مسح جائز ہے کہ دوبارہ مدت مسح میں پاؤں دُھل کر دوسری مدت مسح شروع ہوگئی ہے۔ یہی حکم ہے اگر کسی کے موزوں میں اس قدر پانی گرکر پڑجائے جس سے اکثر پاؤں بھیگ جائے تو اکثر فقہا کے قول پر جو یہی قوی ہے مسح باطل ہوجائیگا کہ پاؤں دُھل گیا ہے۔ بعض اسباب رخصت کے موجود ہوتے اصل عزیمت پر عمل کرنے سے اصل چیز نہیں حاصل ہوتی۔ جیسے کوئی مسافر چار رکعت والی نماز کی چاروں رکعات کو بہ نیت فرض ادا کرلے اور دوسری رکعت میں قعدہ التحیات بیٹھا ہو تو اس کی پہلی دو رکعات فرض ادا ہوکر دوسری دو رکعات نفل ہوجائیگی لیکن اس طرح کرنے میں اس واسطے گناہ ہوتا ہے کہ اس میں فرضوں پر نفلوں کی بنا کرنی لازم آتی ہے جو ممنوع ہے (نہ اس لئے کہ رخصت دو رکعت کے موجود ہوتے اصل چار رکعت کا ادا کرنا غیر مشروع وناجائز ہے) اور بعض عزیمتیں مکمل حاصل ہوجاتی ہیں جیسے کوئی موزے پہنے ہوئے بہ تکلیف پاؤں دہوڈالے تو صحیح مختار قول اکثر فقہا کے نزدیک پاؤں کا دُھلنا جائز ہوکر مسح باطل ہوجائیگا اور گناہ بھی نہیں ایسے ہی سفر کی حالت میں افطار روزہ کی اجازت ہوتے ہوئے اگر کوئی روزہ رکھلے تو جائز ہوجائیگا۔ موزوں کا مسح حدیث متواتر سے ثابت نہیں بلکہ قولاً وفعلاً حدیث مشہور سے ہے جو اصطلاح اصول فقہ میں مشہور ہے نہ اصول حدیث میں (کہ انکے نزدیک آحاد ہے) اسی لئے موزوں کے مسح کے جائز ہونیکا منکر حتی طور پر بالاتفاق کافر نہیں ہوتا (بلکہ فقہا وعلماء مجتہدین کو خطا کار ٹھیرانے وغیرہ کے باعث بدعتی گمراہ ہوتا ہے جسکے کفر کا ڈر ہے) چونکہ انکار حدیث مشہور سے حضور علیہ السلام کی تکذیب نہیں پائی جاتی کہ متواتر حدیث کے سوا باقی احادیث حضور علیہ السلام سے قطعی طور پر ثابت نہیں اور قطعی کا انکار کفر ہے نہ غیر قطعی کا۔ مسح موزہ کا اثبات اجماع امت سے بھی مروی ہے (چونکہ مذکورہ ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرات کا رجوع بھی صحیح قول پر ثابت ہوگیا ہے۔ کہ جو پہلے موزہ پر مسح ناجائز قرار دیتے تھے جیسے عبد اللہ ابن عباس رض و ابو ہریرہ رض و عائشہ رض) اور جواز مسح موزہ میں روافض وغیرہ کا اختلاف لاشے ہے۔ سنت لغت میں طریقہ وعادت کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں نوافل عبادات اور اس حدیث کو کہتے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ سے قولاً یا فعلاً یا تقریراً ثابت ہو۔ اور مسح موزہ کا جواز حضور علیہ السلام سے قولاً وفعلاً ثابت ہے۔ بہ روئے اصول حدیث مشہور حدیث وہ ہوتی ہے جو زمانہ صحابہ کرام سے آخر طبقہ راویوں تک متواتر کی حد کو نہ پہنچے اور ہر طبقہ میں اُس سے دو سے زیادہ راوی روایت کریں۔ اور بہ روئے اصول فقہ حدیث مشہور وہ ہوتی ہے جو زمانہ صحابہ رض میں آحاد ہوکر دوسرے تیسرے وغیرہ زمانہ میں اس قدر لوگ اس کی روایت کریں جنکا اتفاق جھوٹ پر نہ محمول ہوسکے۔

اگر وہ حدیث بزمانہ صحابہ رضہ ایسی ہی ہو تو وہ متواتر کہلائیگی - اگر وہ حدیث دوسرے زمانہ (تابعین) میں ویسی معروف و مشہور نہ ہوئی تو آحاد ہوگی - محدثین کے نزدیک مشہور حدیث آحاد کی قسم سے ہوئی جیسے ان کی سابق تعریف سے معلوم ہو چکا کہ جو متواتر کی حد کو نہ پہنچے لہذا انکے نزدیک حدیث دو قسم ہوئی متواتر - و آحاد بخلاف فقہا کے حسب ذکر تعریف حدیث .... کہ انکے نزدیک حدیث تین قسم ہوئی - متواتر - مشہور - آحاد - لہذا معلوم ہوا کہ موزہ کے مسح کے جواز کے منکر کے بدعتی یا کفر میں اختلاف واقع ہونیکا سبب حدیث کے بروئے اصول فقہ مشہور ہونیکے باعث ہے نہ اصول حدیث کے کہ وہ تو آحاد کہتے ہیں * اور جو بعض حضرات موزونکے مسح کے جواز کو آیت ذیل (وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ الآیہ -) سے ثابت کرتے ہیں کہ ایک قرءت میں اَرْجُلِكُمْ بزیر کسرہ لام سے بھی مروی ہے جس کا یہ معنے ہوا کہ سر و پاؤں کا مسح کرو یہ قول اثبات مسح موزہ بہ آیت بالاجماع مردود اور غلط ہے کہ مسح کی انتہا ٹخنوں تک کسی کے نزدیک نہیں - لہذا معلوم ہوا کہ لام "اَرْجُلِكُمْ" کا کسرہ صرف "رُءُوسِكُمْ" کے کسرہ کے قرب متابعت کے واسطے بدیں غرض پڑھا گیا ہے کہ بوقت ضرورت پانی کم وغیرہ ہونیکے باعث پاؤں کا ہلکا سا دھونا بھی کافی ہو جاتا ہے - جس سے ایکدو قطرے گر جائیں (جیسا کہ پہلے ہر عضو کے فرض دھونیکی یہی مقدار مذکور ہو چکی ہے) جیسے سر کے مسح میں تخفیف ہی مدنظر ہے کہ انکے ہمیشہ دھونے میں حرج عظیم ہے * بے وضو و مجدد[۱] وضو ہر دونوں کیلئے موزوں پر مسح جائز ہے بلکہ مجدد وضو کو بطریق اولی جائز ہے * جنبی بند حیض و نفاس والی کو موزوں پر مسح ناجائز ہے (چونکہ ان کو پاؤں کا دھونا فرض ہے کہ اس سخت ناپاکی کے سرایت کو موزے منع نہیں کرسکتے) جیسے کوئی پاک آدمی وضو کرکے موزے پہننے کے بعد جنبی ہو جائے اور موزوں کو اوپر سے باندھکر یا پاؤں اونچی جگہ رکھکر غسل کرنیکے بعد موزوں پر مسح کرے تو ناجائز ہے - ایسے ہی ابو یوسف رح کے نزدیک حائضہ کا حکم ہے کہ انکے نزدیک کمتر مدت حیض کی دو دن اور اکثر تیسرے دن کا ہے - جیسے کوئی عورت شروع سفر پر وضو کرکے موزے پہننے کے بعد حائضہ ہو کر کمتر مدت حیض پر پاک ہو جانیکے بعد بھی اگرچہ مدت مسح ابھی نہیں ختم ہوئی ابو یوسف رح کے نزدیک بھی موزوں پر مسح نہیں کر سکتی کہ سخت نجاست کے پاؤں میں سرایت کر جانے کے باعث انکا دھونا فرض ہے - اور طرفین رح کے نزدیک تو کمتر مدت حیض تین رات دن موافق جواز مدت مسح موزہ مسافر ہیں لہذا انکے نزدیک موزہ کا مسح متصور ہی نہیں ہو سکتا کہ بعد تین دن رات کے مدت مسح ہی گذر گئی * اور نفاس والی عورت کی یہ صورت ہے کہ بحالت پاکی وضو کرکے موزے پہن لینے کے بعد صاحب نفاس ہو جائے اور وہ نفاس عورت کے مسافرہ ہونیکی صورت میں تین دن رات سے پہلے یا عورت کے مقیم ہونیکی حالت میں ایک دن رات سے پہلے بند ہو کر پاک ہو جانیکے بعد بقایا مدت مسح میں غسل کرنیکے بعد اس عورت کو موزوں پر مسح ناجائز ہے اور پاؤں دھونے فرض ہیں بوجہ سرایت نجاست نفاس اور ایسی غسل کرنیوالے کو موزوں پر مسح جائز نہیں خواہ وہ جنبی حائضہ یا نفاس والی ہو (جنکی صورتیں گذر چکی ہیں) خواہ وہ کوئی پاک شخص ہو جو غسل جمعہ یا عید کا کرے یا بدن کی صفائی و ٹھنڈک وغیرہ کے لئے کرے * موزونکے مسح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھونکی انگلیاں کچھ کھلی کرکے اپنی اپنی طرف کے موزوں کی اگلی طرف پر رکھکر اس تری سے جو ہاتھوں یا موزوں پر موجود ہو پاؤں کی انگلیوں سے پنڈلیوں تک (یعنی ٹخنوں کے اوپر تک) کھینچا جائے - لہذا معلوم ہوا کہ موزوں پر پانی کی تری کی لکیر و نکا ظاہر کرنا فرض نہیں بلکہ

[۱] یعنی جو شخص وضو ہوتے دوبارہ بغرض ثواب وضو کرے ۱۲ منہ

سنت ہے اور مسح موزہ میں انگلیوں کے ہمراہ ہتھیلی کا لگانا بھی مستحب ہے۔ اور مذکورہ طریقہ مسح موزہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہتھیلی کیطرف سے سیدھی انگلیوں سے مسح مستحب ہے نہ کہ الٹی طرف سے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کانوں کے مسح کیطرح موزوں کے مسح میں بھی داہنے بائیں کا کوئی لحاظ نہیں کہ پہلے داہنے کا بعد میں بائیں کا مسح مستحب ہو بلکہ یکدفعہ مسح کیا جائے۔ موزوں کے مسح کی فرضیت کا محل پاؤں کی انگلیوں سے لیکر پاؤں کی درمیانی اونچی ہڈی تک ہے کہ اس سے کم مقدار مسح ناجائز ہے :. صحیح معتبر قول کی بنا پر پاؤں کی انگلیاں بھی مسح موزہ کے محل فرض میں داخل ہیں لہذا انکا مسح کرنا ضروری ہے :. صحیح معتبر قول میں موزوں پر صرف اوپر لی ظاہری طرف مسح جائز ہے۔ اور نیچے بین طرف یا ایڑی یا صرف پنڈلی پر مسح ناجائز ہے اگرچہ امام مالکؒ و شافعیؒ کے نزدیک موزہ کی دونوں طرف مسح مستحب ہے :. لیکن احناف اور امام احمدؒ کے نزدیک موزہ کی صرف اوپر لی ہی طرف مسح جائز ہے چونکہ مالکؒ و شافعیؒ کی حدیث مستدل ضعیف ہے اگر کہیں قوی ثابت ہو جائے تو پھر نیچے کا مسح مستحب ہو جائیگا۔ اور بعض حضرات احناف کے نزدیک بھی موزوں کی دونوں طرف مسح مستحب ہے۔ لیکن مذہب احناف میں نیچے کی طرف مسح ہی نہیں :. موزوں کے اوپر انکی حفاظت کیلئے اگر چمڑے وغیرہ جائز المسح اور موزے پہن لئے جائیں تو اوپر والے موزوں پر (انکے تنہا پہنے ہوئے ہونیکی طرح) مسح جائز ہو جائیگا جو نیچے والوں سے بھی کافی ہوگا۔ اگر چمڑے وغیرہ کے جائز المسح موزوں پر ناجائز المسح کپڑے سوت اون وغیرہ جیسی چیز کے موزے یا جرابیں پہنکر ان پر مسح کیا جائے تو یہ مسح ناجائز ہوگا مگر کہ ان پر مسح کرتے ہوئے نیچے کے چمڑے وغیرہ کے جائز المسح موزہ پر بمقدار فرض مسح تری پہنچ جائے تو پھر مسح جائز ہو جائیگا اور یہ جواز مسح نیچے کے موزہ پر بمقدار فرض تری پہنچنے پر ہوا ہے نہ کہ اوپر کے موزہ پر :. چونکہ اوپر والے ناجائز المسح موزوں پر انکے تنہا پہنے ہوئے کیطرح مسح ناجائز ہے :. ص ۲۴۸ تا ۲۶۱ چمڑے کے ان موزوں پر (جو اصلی موزوں پر انکی حفاظت کیلئے پہنے جاتے ہیں) اصلی موزوں کی بجائے ان پر اس وقت مسح جائز ہے جبکہ نمازی انہیں اصلی موزوں پر مسح کرنے اور بے وضو ہونے سے بھی پہلے اصلی موزوں پر پہن لے ورنہ ان پر مسح جائز نہ ہوگا۔ لہذا اگر کوئی اصلی موزوں پر مسح کرنیکے بعد انکو پہنے یا اصلی موزے پہنکر بے وضو ہو جانے کے بعد انہیں پہن لے تو ان پر بالاتفاق مسح ناجائز ہے کہ اس وقت یہ اصلی موزوں کے تابع نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے کوئی وضو کر کے صرف اصلی موزے پہننے کے بعد کچھ عبادت ادا کرنے کے قبل بے وضو ہوئی دوبارہ تجدید وضو کر کے موزوں پر مسح کرنیکے بعد اصلی موزوں پر اوپر کے محافظ موزے پہن لے تو اوپر والوں پر آئندہ مسح جائز نہ ہوگا کیونکہ مسح کا حکم اصلی موزوں پر لگ چکا ہے :. اگر چرمی موزوں کے نیچے کوئی پاؤں پر غیر سیا ہوا کپڑا وغیرہ لپیٹ دے یا کپڑے دھاگوں کی جراب سی ہوئی پہن لے تو اصح و معتبر قول میں اس موزہ چرمی پر مسح جائز ہے جو ناجائز کہتے ہیں وہ قول غلط و مردود ہے :. سوت یا اون کی ایسی موٹی سخت جرابوں پر مسح جائز ہے جن سے بہ آسانی بلا جوتا پہنے پے درپے درمیانہ چال تین میل تک چلا جائے اور غالب گمان میں پھٹن مانع مسح (بقدر تین انگل) نہ ظاہر ہو اور نیز پنڈلی پر خود بخود بلا باندھے کھڑی ہو جائیں اور اندر سے پاؤں دکھائی دے اور ان پر پانی گرنے سے پاؤں پر تری نہ محسوس ہو۔ لہذا ایسی جرابوں پر (جو باریک یا کسی ایسی چیز کی بنی ہوئی ہوں جنمیں مذکورہ شرائط نہ پائی جائیں) مسح جائز نہیں :. ایسے ہی ریشم وغیرہ کی تمام اقسام

کی جرابوں پر مسح جائز نہیں - اگر کوئی چرمی موزوں پر ایسی نرم چیز کی جرابیں پہن لے جن پر بالاستقلال مسح جائز نہ ہو تو ان پر مسح ناجائز ہے اگر مسح کے پانی کی تری مقدار فرض مسح موزوں پر پہنچ جائے تو پھر مسح جائز ہو جائیگا - اسلئے کہ وہ موزوں کا مسح ہوا ہے نہ کہ جرابوں کا کیونکہ جرابوں کا مسح شرائط جواز مسح نہ پائے جانے پر ناجائز ہے ؛ اگر کوئی شخص اصلی موزوں کے اوپر کے دونوں موزوں کو جنپر مسح کیا تھا اتار دے تو پھر اسے اصلی موزوں پر مسح لوٹانا پڑے گا کیونکہ پہلے مسح اوپر کے موزے اتارنے اسے ٹوٹ گیا ہے - اگر اوپر کا صرف ایک موزہ اتارا جائے تو پھر بھی نیچے والے اصلی موزے پر مسح دوبارہ کیا جائیگا اور دوسرے پاؤں کے اوپر والے موزہ کا پھر مسح لوٹایا جائیگا کیونکہ پہلا مسح ایک کے اتارنے سے ٹوٹ گیا ہے جو یہی ظاہر روایت ہے - اور امام حسنؒ سے مروی ہے کہ صرف اترے ہوئے موزہ کے زیریں اصلی موزہ کا مسح لوٹایا جائے - اور ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ دوسرے پاؤں کا اوپر والا موزہ بھی اتار کر دونوں اصلی موزوں پر مسح کیا جائے - لیکن ظاہر روایت قوی اور معتبر ہوتی ہے جو گذر چکی ؛ اگر کوئی شخص اوپر والے جائز المسح سالم موزوں کے نیچے ہاتھ داخل کرکے اصلی موزوں پر مسح کرے اور اوپر والوں پر نہ کرے تو مسح ناجائز ہے - لیکن اوپر والے موزوں کے مقدار مانع پھٹے ہوئے ہونے پر صرف زیریں اصلی موزوں پر مسح جائز ہے کیونکہ اوپر والوں کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے ؛ چرمی و مجلدین اور منعلین موزوں کیلئے پاؤں یا پنڈلی پر اپنے آپ کھڑے ہونیکی شرط نہیں بلکہ ان جرابوں و موزوں کیلئے ہے جو انکے علاوہ غیر مجلد وغیرہ منعل سخت موٹی بناوٹ وغیرہ کے ہوں جن پر سابقہ مذکورہ شرائط جواز مسح صادق آتی ہوں ؛ مجلد و منعل موزوں پر بالاتفاق مسح جائز ہے لیکن ان کے علاوہ سخت موٹی بناوٹ کے غیر چرمی موزوں (مشروط بشرائط بالا) پر بھی صاحبینؒ کے نزدیک مسح جائز ہے اور امام صاحبؒ پہلے جائز نہ کہتے تھے بعد میں صاحبینؒ کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ؛ ایسی منعل جرابوں وغیرہ پر مسح جائز نہیں جن کے نیچے ہی صرف چمڑا ہو - بلکہ ایسی منعل جرابوں پر مسح جائز ہے جن پر جوتی کی مثل اور مقدار نیچے اوپر چمڑا چڑھا ہوا ہو اور کم سے پاؤں کی اوپر لی درمیانی ہڈی تک پہنچا ہو - تمام پاؤں پر چمڑا ہونا ضروری نہیں ؛ عورت اور خنثٰے کو بھی مرد کی طرح مسح موزہ جائز ہے ؛ موزہ کا مسح سر کے مسح کی طرح ایک بار ہی مسنون ہے لہٰذا اس کا دو یا تین بار کرنا غیر مسنون ہے ؛ موزوں یا انکے محافظ موزوں پر مسح جب ہی جائز ہے کہ بیوضو ہونے سے پہلے کامل پاکی والے محافظ موزے پہن لے تو پھر اوپر والوں پر مسح ناجائز ہے کیونکہ اصلی موزوں پر مسح کا حکم ٹھہر گیا ہے دوسرے یہ کہ وہ پچھلے طہارت پر نہیں پہنے گئے - یہی حکم ہے جبکہ موزوں والا بیوضو ہو کر اصلی موزوں پر مسح کرنے سے پہلے اوپر والے موزے پہن لے تو اوپر والوں پر مسح جائز نہیں بلکہ بوجوہ سابقہ اصلی موزوں پر ہی جائز ہے ؛ ناقص طہارت پر موزہ پہننے سے مسح جائز نہیں - جیسے کوئی وضو و طہارت کرکے موزے پہن لے مگر کسی عضو سے کوئی حصہ دھونا رہ گیا ہو یا جنبی شخص سب سے پہلے پاؤں دھو کر موزہ پہن لینے کے بعد باقی اعضاء دھوئے تو اسے موزہ پر مسح جائز نہیں کیونکہ کامل طہارت پر نہیں پہنے گئے ؛ تیمم والے کو بعد تیمم موزہ پہن لینا جائز ہے مگر اس پر مسح نہیں لیکن جب پانی ملیگا وضو لازم ہوگا - اور پاؤں دھوئیگا اور موزوں پر مسح جائز نہیں ؛ صاحب عذر

اگر وضو کے بعد موزے پہن لے تو اس کی حالت اس سے خالی نہیں یا اس کا عذر وضو کرتے اور موزے پہنتے وقت معاً بند ہوگا یا معاً موجود ہوگا یا وضو کے وقت بند ہوگا اور پہنتے وقت موجود ہوگا یا اس کے برعکس پہنتے وقت بند وضو کے وقت جاری تو پہلی صورت یہ ہے کہ وضو اور پہنتے وقت معاً بند ہو اس حالت میں وہ شخص تندرست کا حکم رکھے گا اور مسح مقیم ہونیکی حالت میں رات دن اور مسافر ہونے پر تین رات دن کرسکتا ہے۔ بخلاف باقی تین صورتوں کے کہ ان میں صرف وقت نماز موجود ہوتے مسح جائز ہے وقت نکلجانے پر موزے اتار کر پاؤں کا دھونا لازم ہے۔ اسی لئے اس عذر والیکا مسح جائز قرار دیا جاتا ہے جو وقت ہی میں کسی دوسرے حدث سے بیوضو ہوکر بعد وضو کرنیکے موزوں پر مسح کرلے جبکہ وضو کرنے اور موزے پہننے پر معاً وہ سابقہ عذر موجود ہو۔ جواز مسح کیلئے موزوں کا بیوضو ہوتے وقت کامل طہارت پاکی پر پہنے ہونا شرط ہے۔ لہذا اگر کوئی بے عذر یا بلا عذر (جو خلاف مسنون ہے) دونوں یا ایک پاؤں مثلاً سب سے پہلے دھوکر موزہ پہن لے بعد میں بقیہ وضو کرے اور تمام وضو کرلینے کے بعد بیوضو ہوجائے تو ان موزوں پر جو حدث کے وقت کامل طہارت پر پہنے ہوئے تھے مسح جائز ہے۔ اور اگر کوئی پہلے پاؤں دھوکر موزے پہن لینے کے بعد بقیہ وضو کے درمیان ہی قبل تمامی وضو بیوضو ہوجائے تو ان موزوں پر مسح ناجائز ہے ان کو اتار کر پھر پاؤں دھونے لازم ہونگے کیونکہ حدث کے وقت کامل وضو نہ تھا کیونکہ حدث کے وقت موزوں کا کامل طہارت پر پہنا ہوا ہونا معتبر ہے نہ موزے پہننے وقت کا۔ جیسے کوئی پورا وضو کرکے ایک پاؤں میں موزہ پہن چکا ہو اور دوسرے پاؤں کے موزے میں داخل ہونے سے پہلے وضو ٹوٹ گیا تو مسح ناجائز ہے کیونکہ حدث کے وقت کامل وضو پر دونوں موزے پہنے ہوئے نہ تھے۔ ابتداء مدت مسح میں بیوضوئی کے شروع وقت کا اعتبار ہے نہ آخر کا جیسے کوئی موزے پہن کر سوجائے تو شروع سونے ہی سے حدث کا وقت شمار ہوکر موزہ کے مسح کا حساب کیا جائیگا نہ کہ جاگنے کے وقت سے حتےٰ کہ اگر کوئی مدت مسح تک سویا رہا یا مجنون یا بے ہوش رہا تو سونے وغیرہ کے وقت سے مدت مسح گذرنے پر سابقہ مسح باطل ہوجائیگا۔ کبھی مقیم موزہ پہننے والیکو چھ سات یا چار نماز تک مسح جائز ہوتا ہے۔ جیسے کوئی قبل نماز صبح وضو کرکے موزہ پہننے کے بعد بیوضو ہوجائے اور دوبارہ وضو کرنیکے بعد مسح کرکے قبل طلوع سورج نماز پڑھ لے پھر دوسری صبح کی نماز بعد صبح صادق (قبل گذرنے میعاد مسح) پڑھے چھ نمازیں ہوئیں۔ یا امام صاحبؒ کے قول پر کوئی موزوں والا دو مثل سایہ کے درمیان بیوضو ہوکر مسح موزہ کرنیکے بعد ظہر کی نماز پڑھے اور سایہ دو مثل ہونے پر عصر کی حتےٰ کہ دوسرے دن ظہر کی نماز مثل سے پہلے پڑھ لیے تو سات نمازیں ہوئیں۔ بخلاف صاحبینؒ کے کہ ایک مثل پر ہی وقت ظہر نکلجاتا ہے۔ یا کوئی صبح صادق سے پہلے وضو کرکے موزے پہن لے پھر بعد صبح صادق فجر کی نماز پڑھ رہا ہو کہ تشہد (بعد قعدہ در سولہ) کے بعد اس کا وضو ٹوٹ جائے تو نماز تمام ہوجائیگی اگر استحباب کے لئے وضو کرکے مسح کرنے کے بعد پہلی نماز پر بنا کرکے سلام پھیرے تو بہتر ہے۔ تو ایسے شخص کو دوسرے دن کی صبح کی نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ اسکے مسح کی مدت قعدہ میں ہی قبل تمامی نماز پوری ہوجائیگی۔ یہ چار نمازیں ہوئیں۔ اگر کوئی شخص پاؤں دھوئے بغیر قبل وضو موزے پہنکر بوقت موزوں میں پانی ڈال کر پاؤں دھونے کے بعد باقی وضو کرلے پھر بیوضو ہوجانیکے بعد ان موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ پگڑی۔ ٹوپی۔ برقع اور کنگنوں پر ضرورت نہ ہونیکی وجہ سے مسح ناجائز ہے۔ امام محمد صاحبؒ

اپنے موطا ئیں فرماتے ہیں کہ پگڑی پر مسح کرنیکی حدیث پہنچی تھی لیکن پھر اسپر مسح متروک ہوگیا ہے ٭٭ واضح رہے کہ مسح کی یہ ترکیب ہے کہ ہاتھونکی تر کی ہوئی انگلیاں موزوں پر پاؤنکی انگلیوں سے پنڈلیوں تک کھینچکر لیجائے یہ ترکیب مسنون ہے۔ ورنہ موزوں کا مسح ہاتھوں کی تین چھوٹی انگلیوں کی لمبائی چوڑائی کی مقدار ہر پاؤں پر فرض عملی ہے نہ اعتقادی جسکی تفصیل عنقریب آجائیگی ٭٭ اور کھلے۔ بڑے موزونکی انگلی (پاؤں سے) بلکہ اگر آگے خالی جگہ پر تین انگل کی مقدار مسح کرنے سے مسح ناجائز ہے کیونکہ وہ مسح پاؤں پر نہیں ہوا ٭ اسیطرح اگر آگے سے پاؤں کٹکر اس کی پیٹھ مقدار فرض باقی رہ جائے تو اس بقایا پاؤں کے محل موزہ پر مسح جائز ہے نہ خالی موزہ پر کہ مسح پاؤں کا ہے ٭٭ ہاں اگر موزہ کی ایسی جگہ مسح کیا جائے جس کے نیچے مقدار فرض پاؤں ہو تو پھر مسح جائز ہے ٭ اگر موزوں پر بارش وغیرہ کا کوئی پاک پانی تین انگل کی مقدار پڑ جائے یا بارش کے بھیگے ہوئے گھاس میں چلے تو مسح جائز ہوجائیگا۔ اسیطرح صحیح تر قول میں اوس (شبنم) کے تر گھاس میں چلنے سے بھی موزہ کا مسح جائز ہوجاتا ہے ٭٭ موزوں پر صرف تین انگلیاں کھڑی کرنے سے بالاتفاق مسح جائز نہیں جب تک انگلیوں کو موزوں پر نہ رکھے یا نہ کھینچے ٭ اگر کوئی ایک پاؤں کے موزہ پر دو انگل کی مقدار اور دوسرے پار پانچ کی مقدار مسح کردے تو ناجائز ہے ٭٭ کیونکہ ہر پاؤں پر تین انگل کی مقدار مسح فرض ہے جسکے بغیر ناجائز ہے ٭٭ ایک تر انگلی کو موزوں پر مسح کے لئے کھینچنے سے اگرچہ تین انگل کی مقدار مسح کو پہنچ جائے مسح ناجائز ہے کیونکہ تری بعد میں مستعمل ہوگئی ہے۔ نیز دو انگلیوں سے مسح کرنیکا بھی یہی حکم عدم جواز مسح ہے بوجہ پانی مستعمل ہوجانیکے ٭ لیکن انگوٹھے اور سبابہ (اسکے پاس والی) انگلی کو کھولکر درمیانی ہتھیلی سمیت مسح کیا جائے تو جائز ہے کیونکہ مقدار فرض کو پہنچ جاتا ہے۔ مذکورہ ایک ہی انگلی سے تین جگہوں پر تین بار نیا نیا پانی لیکر مسح کیا جائے تو جائز ہے ٭٭ ایسے ہی ایک تر انگلی کے چاروں طرف سے چار جگہوں پر مسح کرنا صحیح قول میں جائز ہے۔ کیونکہ دونوں صورتوں مذکورہ میں مقدار فرض کو پہنچ جاتا ہے ٭٭ اگر صرف تر انگلیوں کے سروں ہی سے بوندیں پانی کی ٹپک ٹپک کر انگلیونکے باقی حصہ لگائے بغیر مسح کرنیکے لئے پاؤں پر رکھتے ہی مقدار فرض مسح کو تری پہنچ جائے تو مسح جائز ہے ورنہ ناجائز جو یہی معتبر ہے۔ کیونکہ جب پہلی بار تری مقدار فرض تک نہیں پہنچی تو ان انگلیوں کے سرونکے موزوں پر کھینچنے سے اگرچہ مسح مقدار فرض کو پہنچ جائیگا لیکن بوجہ مستعمل پانی کے ناجائز ہے۔ ہاں اسوقت موزوں کا مسح جائز ہوگا جبکہ انگلیوں کے سروں سے کھینچتے وقت پانی ٹپک رہا ہو کیونکہ اب غیر مستعمل پانی سے مقدار فرض مسح متحقق ہوجائیگا یہی معتبر ہے ٭٭ واضح رہے کہ مسنون طریقہ پر صرف تر غیر ٹپکتی انگلیوں سے مع تر ہتھیلیوں کے (موزوں پر) بطور مسح کھینچنے سے اگرچہ مستعمل پانی کا استعمال لازم آتا ہے (مگر سنتوں کے فرض کے تابع ہونے اور بوجہ ضرورت عدم جواز تکرار مسح) مسح جائز ہے ٭٭ اگر کسی کا پاؤں اوپر سے کٹکر مقدار فرض مسح باقی رہ جائے تو اسپر مسح جائز ہے۔ اگر صرف ایڑی باقی رہے تو مسح ناجائز ہے کہ محل مسح نہیں چونکہ پاؤں کی پیٹھ محل مسح ہے ٭٭ اگر کسی کا پاؤں محل مسح سے اسقدر کٹ جائے کہ مقدار فرض مسح باقی نہ رہے (یعنی ہاتھونکی تین چھوٹی انگلیوں کی لمبائی چوڑائی کی مقدار) تو اس صورت میں اس کٹے پاؤنکے موزہ پر اور دوسرے ثابت پاؤنکے موزہ پر بھی مسح ناجائز ہے بلکہ دونوں (کٹے اور ثابت) پاؤں کو دھونا لازم ہوگا۔ کہ مسح و دھونے کا جمع ممنوع ہے یعنی دھونا و مسح ایک ہی حالت میں (بوجہ بدل اور مبدل منہ کے جمع ناجائز ہونے کے سبب) منع ہے ٭ اگر کسی کا ایک پاؤں ٹخنوں سے اوپر کو کٹا ہے یا سرے سے نہ ہو تو دوسرے ثابت پاؤنکے موزہ پر مسح

جائز ہے چونکہ یہاں دہونا اور مسح جمع نہیں ہوا کیونکہ کٹے ہوئے وغیرہ پاؤں کا (محل غسل نہ ہونیکے باعث
دہونا ہی ساقط ہو گیا ہے ۔۔ جو موزہ ناجائز وحرام طریقہ پر چوری یا چھیننے سے یا جھپٹا مار کر حاصل کیا جائے اسے
اگر پہنکر مسح کیا جائے تو جائز ہے۔ (لیکن یہ افعال چوری غصب وغیرہ حرام ہیں جنکے باعث گناہگار ہوگا) ۔۔
جیسے کسی شخص کے پاؤں کو متعدد چوری یا قصاص کے ذریعہ سے کٹنے کا حکم تھا مگر وہ بھاگ گیا تو اس کا وضو کے بعد دہونا
بالاجماع جائز ہے چونکہ وہ حقیقۃً موجود ہے ۔۔ اگر موزہ کی اتنی بڑی پھٹن (انگلیوں کے علاوہ دوسری جگہ ہو جائے جس سے
پاؤں کی تین کامل چھوٹی انگلیوں کی مقدار چلتے ہوئے دکھائی دے۔ خواہ زمین پر پاؤں رکھتے دکھائی دے یا نہ تو اس موزہ
پر مسح ناجائز ہے۔ مگر کہ اس موزہ پر کوئی اور موزہ ہو اور نیچے والے موزہ پر پہلے مسح نہ کر چکا ہو تو پھر اوپر والے ثابت
موزے پر مسح جائز ہے کہ اوپر والے کا اعتبار ہوتا ہے ۔۔ اگر کسی کے پاؤں کی انگلیوں کے سرے یا انگلیاں ہی ایسی طرح
کھلی ہوں جو مقدار مانع کو نہ پہنچیں تو مسح جائز ہے ۔۔ اگر کسی شخص کی انگلیاں پیدائشی ہی نہ ہوں یا کٹی ہوئی ہوں
تو اس جیسے دوسرے پاؤں والے آدمی کی انگلیوں کی مماثلت کے اعتبار سے تمام حکم مرتب ہونگے ۔۔ اگر کسی کا موزہ
انگلیوں ہی کے اوپر سے پھٹا ہو تو یہاں کامل بعینہ تین انگلیوں کے کھلنے پر مسح ناجائز ہوگا ورنہ جائز ۔۔ اور ایڑی یا زیرین
تلوے سے موزہ کا تین انگل مذکورہ کی مقدار پھٹنا بھی معتبر قول پر مسح کو مانع ہے ۔۔ اگر موزہ میں بڑی پھٹن مقدار مانع
پائی جائے مگر چلتے وقت نہ کھلے (خواہ زمین پر پاؤں رکھتے کھلے یا نہ) تو مسح جائز ہے۔ اور اسکے برعکس یعنی اگر چلتے
کھلے اور پاؤں رکھتے نہ کھلے تو مسح ناجائز ہے ۔۔ معتبر قول کی بنا پر ایک موزہ کی چھوٹی چھوٹی پھٹنیں جمع کر کے
مقدار مانع کو پہنچ جائیں تو مسح ناجائز ورنہ جائز ہے۔ دونوں موزوں کی پھٹنوں کو جمع کرنیکا حکم نہیں اگرچہ
انکی مجموعہ مقدار قدر مانع کو پہنچ جائے جب بھی مسح کو مانع نہ ہوگی ۔۔ جس موزہ پر مقدار مانع سے کم پھٹن ہوں تو
موزہ کی باقی محل صرف ثابت جگہ پر تین انگل کی مقدار مسح کرنے سے مسح جائز ہوگا ورنہ نہیں جیسے تمام مسح
پھٹنوں ہی پر کیا جائے یا کچھ ثابت موزہ اور کچھ پھٹنوں پر پڑ کر مقدار فرض کو پہنچے۔ اگر موزہ کی ثابت
اور پھٹی ہوئی جگہ پر اس طرح مسح کیا جائے کہ ثابت پر تین انگل کی مقدار مسح ہو کر پھٹنوں کا بھی ہو جائے
تو اب مسح جائز ہے کیونکہ ثابت موزہ پر مقدار فرض مسح ہو گیا ہے ۔۔ کیونکہ موزے کی پھٹن یا سوراخ کم
سے کم ہونے کے مقدار مسح کے منع کیلئے جمع کی جائے گی جو آب کے اور پہلے کے مسح کو بھی مانع ہو کر ناجائز
اور باطل کر دیتی ہے ۔۔ تیمم کے ناقض (توڑنے والے) کی طرح کہ ابتداءً مانع پھٹن وناقض تیمم کے موجود
ہوتے مسح وتیمم ناجائز اور بعد میں (یعنی انتہاءً) پیش آجانیکی صورت میں پہلا حکم اٹھکر تیمم ومسح باطل ہو جائیگا
جیسے ناپاکی اور کشف عورت جو مانع نماز ہو تو شروع میں ان کا وجود نماز کو منع کرتا اور انتہا میں باطل کر دیتا
ہے حتے کہ تکبیر تحریمہ کو بھی باطل کر دیتا ہے۔ موزوں وکپڑوں وبدن وجا نماز کی سب نجاست متفرقہ
ہر واحد کی بلکہ مجموعہ کی بھی یعنی کچھ کپڑے میں کچھ موزہ میں کچھ بدن پر کچھ جائے نماز میں ہو یہ بھی بطور اندازہ
خیال میں جمع کرنیکا حکم ہے کہ جمع کی جائیگی اگر مقدار مانع نماز کو پہنچ گئی تو نماز ناجائز ہوگی۔ کشف
عورت اور احرام حج یا عمرہ والیکے خوشبو لگانیکا بھی یہی حکم ہے۔ کہ متعدد مواضع کی کشف عورت جمع کرنے
سے اگر کھلی جگہ کسی ادنے عضو عورت (یعنی واجب الستر) کے چوتھائی کو پہنچ جائے تو نماز کو باطل کر دیگی
ایسے ہی محرم کے تمام اعضاء سے باعتبار اجزا خوشبو جمع کرنے سے ایک عضو کی مقدار کو پہنچ جانے پر

جانور ذبح کرنا لازم ہوگا۔ کپڑے کی چوڑان پر کے بھی ریشم کے بیل بوٹے و پھول متعدد جگہوں سے (ظاہر مذہب کی بنا پر) جمع نہیں کئے جاتے تا کہ چار انگل کی مقدار کو پہنچنے پر نماز کو مانع ہوں۔ اور قربانی کے جانور کی دونوں کانوں کی پھٹنیں جمع کرنے میں اختلاف ہے لیکن از روئے احتیاط دونوں کانوں کی پھٹنوں کا جمع کرنا راجح ہے۔ یعنی اگر دونوں کانوں کی پھٹن ایک کان کی اکثر مقدار تک پہنچ جائے تو اس جانور کی قربانی احتیاطاً ناجائز ہے۔ جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں وہ موزے کے مسح کو بھی توڑ دیتی ہیں علاوہ انکے صرف ایک موزے کے (پاؤں سے) اکثر محل فرض سے نکلنے یا نکا لنے پر بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ نیز مسح .. کی مدت کا گذرنا بھی مسح کو توڑ دیتا ہے اگر کوئی عذر نہ ہو ورنہ نہیں۔ جیسے ایک شخص سفر میں نماز پڑھ رہا ہو کہ عین نماز میں اس کے مسح کی مدت پوری ہو گئی اور پانی نہیں ملتا تو اصح قول کی بنا پر اسی حالت میں نماز پڑھتا جائے تو اس کی نماز صحیح ہو جائیگی کیونکہ پانی نہ ملنے کے باعث پاؤں نہیں دھو سکتا اور موزے پاؤں دھونیکے لئے اتارے جاتے ہیں۔ لیکن اس مسئلہ میں بعض فقہا نے کہا ہے کہ اس شخص کی نماز فاسد ہو جائیگی لہٰذا تیمم کرکے نئے سرے سے نماز پڑھے۔ اور یہ قول احتیاط کے لحاظ سے اشبہ ہے۔ کیونکہ پاؤں کا حدث تمام اعضا میں سرایت کر جاتا ہے جیسے کوئی شخص وضو کر رہا ہو کہ پاؤں کے لئے پانی نہ رہے تو اسے تیمم کرکے نماز جائز ہوگی ورنہ نہیں۔ اگر کوئی مسافر موزوں والا باوضو نماز میں یا خارج از نماز ایسی جگہ ہو جہاں بہت سردی اور ٹھنڈا پانی ہو کہ اگر اس پانی سے پاؤں دھوئے جائیں تو غالب گمان میں پاؤں کے گر پڑنے یا شل یا بالکل بیکار ہو جانیکا ڈر ہو۔ اور اسی جگہ مسح کی مدت بھی پوری ہو جائے۔ تو اس صورت میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ پہلی صورت کی طرح اس کا مسح بھی نہیں ٹوٹتا لہٰذا اسی حال میں بلا مسح جدید نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگر وہ شخص مدت مسح گذرنے کے بعد اسی جگہ بے وضو ہو جائے تو وضو کرکے تمام موزوں پر کھینچی کیطرح اوپر نیچے مسح کرکے نماز پڑھے۔ لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ دوسرے اعضاء وضو پاؤں سے زیادہ نازک ہوتے ہیں لہٰذا برتقدیر امکان وضو مع پاؤں تمام وضو لازم ہے ورنہ بلا مسح تیمم کرکے نماز پڑھنی چاہیئے۔ بعض کہتے ہیں کہ وضو ہونے . ہوئے اس صورت میں مسح ٹوٹ جاتا ہے اور (پاؤں کا) حدث متجزّی نہ ہونیکے باعث باقی اعضاء میں سرایت کر جاتا ہے لہٰذا تیمم کرکے نماز جائز ہوگی۔ اور اکثر فقہا مذکورہ مسئلہ میں وضو ہوتے ہوئے پہلے مسح کو ٹوٹ جانیکا حکم دیکر دوبارہ تمام موزوں پر کھینچی کیطرح مسح کو غیر معین وقت تک جائز قرار دیکر مسح کرنیکے بعد بلا تیمم نماز کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور یہی قول معتبر ہے۔ لیکن احتیاط اسمیں ہے کہ تیمم بھی کر لیا جائے اور موزوں کا مسح بھی۔ کہ اختلاف نہ رہے اور نیز صاحب مختار کے پہلے مسح بیان کرنیکے بعد بیان تیمم سے بھی واضح ہوتا ہے۔ (حقر) اگر کسی شخص کا وضو ہو اور مسح کی مدت پوری ہو جائے یا اکثر محل فرض مسح سے کوئی موزہ نکل جائے تو صرف پاؤں کو دھو کر (اگر ممکن ہو) نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ وضو تو اس کا موجود ہے۔ لیکن نئے سرے سے تمام وضو کرنا مستحب ہے کہ امام مالکؒ کا خلاف بھی نہ رہے اور پے در پے اعضاء وضو دھل جائیں اور نیز صحیح حدیث شریف میں وارد ہے کہ وضو ہوتے وضو کرنا زیادہ نورانگی و ثواب کا باعث ہے۔ اکثر قدم کا شرعی موزے (یعنی ٹخنوں تک ڈھانکنے والے) سے نکلنا یا نکالنا صحیح تر قول میں مسح کو باطل کر دیتا ہے۔ اور ایڑی کے خود بخود داخل و خارج ہونیکا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ محل فرض کی مقدار سے کم موزہ پاؤں میں باقی رہنے پر مسح ٹوٹتا ہے ورنہ نہیں جو یہی صحیح ہے۔ اگر کوئی شخص

موزہ نکالنے کی نیت سے اکثر ایڑی موزہ سے (موزہ کی پنڈلی وغیرہ کی طرف) نکال دے تو موزہ کا مسح ٹوٹ جائیگا ورنہ (دفعہ حرج کے باعث) بالاجماع مسح نہ ٹوٹیگا۔ جیسے موزہ تنگ ہو اور کشادہ کرنیکی غرض سے پاؤں کمتر ایڑی سے خارج داخل کیا جائے۔ یا کوئی دوسرا شخص کمتر ایڑی سے نکالدے۔ یا سوئے ہوئے کمتر ایڑی سے نکلی ہے۔ نیز اکثر حصہ پاؤں کے بھی (موزے میں) ڈھل جانے پر صحیح قوی قول میں اکثر فقہا کے نزدیک مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک نہیں اگرچہ گھٹنے تک بھیگ جائے نہیں ٹوٹتا مگر یہ ضعیف ہے۔ نیز موزہ کی پھٹن اور معذور کیلئے وقت کا نکلنا بھی مسح کو توڑ دیتا ہے۔ جیسے پہلے گذر چکا۔ بلکہ معذور کا وضو بھی وقت نکلنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص بیوضو ہو جائے اور اس کے بعض اعضاء وضو پر کھپچیاں باندھی ہوئی ہوں اور پھر وضو کر کے ان کھپچیوں پر مسح کرنیکے بعد موزے پہنتے ہی وہ اعضاء اچھے ہو جائیں تو پاؤں کا دھونا لازم ہوگا اور مسح جائز نہیں کیونکہ پہلے حدث کا حکم ظاہر ہوگیا ہے کہ موزے مکمل پاکی پر نہیں پہنے گئے۔ اگر بہ کامل طہارت موزے پہن کر بیوضو ہونے سے پہلے اعضاء اچھے ہو جائیں اور ان اعضا کو دھو لیا جائے اس کے بعد بیوضو ہو کر وضو کرنیکے بعد موزوں پر مسح کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ موزے مکمل پاکی پر پہنے گئے ہیں۔ اگر کوئی مقیم حدث کے بعد مسح کر کے رات دن پورا ہونے سے پہلے بہ ارادہ سفر شہر یا گاؤں کی آبادی سے باہر نکلکر مسافر ہو جائے تو تین دن رات مسح کے پورے کرے (اگر حدث کے بغیر نیا وضو کر کے مسح کرے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں) اگر مقیم رات دن پورا ہو جانیکے بعد سفر اختیار کرے تو بوقت ختم مدتِ مسح موزہ یا وضو ہونیکی حالت میں صرف موزے اتار کر پاؤں دھو کر نماز پڑھ لے (اگر تمام وضو کرے گا تو مستحب ہے) اگر بیوضو ہو تو تمام وضو کر کے پاؤں دھو کر نماز پڑھے اگر مسافر رات دن گذرنے پر مقیم ہو جائے تو موزے اتار کر ضرور وجوباً پاؤں دھوئے ورنہ نماز نہ ہوگی۔ اگر رات دن نہ گذرے ہوں تو انہیں تمام کرے کیونکہ آخر وقت کا اعتبار ہوتا ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک اعضاء وضو یا غسل کے زخمی عضو کی کھپچی اور سر وغیرہ کے زخم یا پھوڑے اور فصد اور داغ ہی کی پٹیوں پر بنا بر تحقیق و اصح قول کے مسح واجب ہے نہ فرض عملی کیونکہ آپ کا رجوع مسح کے استحباب سے وجوب کی طرف ہے۔ فرض عملی کے جیسے بعض حضرات سمجھے ہیں۔ لہٰذا امام صاحبؒ کے نزدیک اگر کوئی کھپچی یا پٹی کا مسح چھوڑ دیگا تو وضو اس کا ہو جائیگا اور نماز اس سے پڑھ سکتا ہے جو بطور مکروہ تحریمہ جائز بھی ہو جائیگی مگر مسح واجب کے ترک کے باعث گنہگار رہوگا اور نماز کا لوٹانا واجب ہے کہ حدیث ظنی کی دلیل کے لحاظ و قاعدہ کے بموجب یہی منطبق ہے مگر یہ قول غیر مفتی بہ ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک مذکورہ چیزوں پر مسح فرض عملی ہے جسکے بغیر وضو و غسل درست نہ ہوگا۔ اور از روئے احتیاط اسی پر فتویٰ ہے۔ فرض عملی۔ واجب کی دو قسموں سے اعلیٰ قسم کا نام ہے جس کے ترک سے عمل و فعل فاسد ہو جاتا ہے جیسے چوتھائی سر و مذکورہ کھپچی و پٹیوں کا مسح اگر وضو و غسل کرتے وقت چھوڑ دیا جائے تو وضو و غسل جائز نہ ہوگا اور فرض عملی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ بخلاف فرض قطعی (علمی اعتقادی) کے کہ اسکا منکر کافر بھی ہو جاتا ہے اور اس کے ترک سے فعل صحیح ہی نہیں ہوتا بخلاف واجب کے کہ اس کا منکر کافر نہیں ہوتا اور اس کے ترک سے فعل فاسد نہیں ہوتا بلکہ تارکِ واجب گنہگار ہوتا ہے اور وہ فعل ترک واجب کے سبب سے لوٹانا واجب ہوتا ہے جیسے الحمد شریف کا پڑھنا امام۔ یا منفرد (اکیلے نماز پڑھنے والے) کو واجب ہے اگر عمداً نہ پڑھے

تو نماز بطور کراہت تحریمہ ہو جائیگی لیکن اسکا لوٹانا واجب ہے اور قرءت فاتحہ کے وجوب کا منکر کافر بھی نہیں ہوتا۔ نیز یہاں وجوب کے معنے میں اختلاف ہے امام صاحب رح نے واجب عرفی جو مشہور ہے مراد لیا ہے جسکے ترک سے جواز فعل کو کوئی حرج نہیں بخلاف صاحبینؒ کے کہ انہوں نے فرض عملی مراد لیا ہے جس کا ترک فعل کو فاسد کر دیتا ہے ۔۔ مسح موزہ سے کھپچیوں وپٹیوں کا مسح ذیل کی صورتوں میں جدا حکم رکھتا ہے۔ کھپچی وپٹی کے مسح کا وقت مقرر نہیں اور یہ شخص تندرستوں کی امامت بھی کر اسکتا ہے چونکہ یہ مسح دہونیکے حکم میں ہے جب بیوضو ہوگا وضو کے ساتھ مسح کریگا اگر بیوضو نہ ہوا تو مسح نہیں خواہ کتنے ہی دن گذر جائیں نیز اگر پہلی مسح والی پٹی وغیرہ بدل دے یا اوپر کی پٹی گر جائے تو مسح کا لوٹانا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ نیز ایک پاؤں کی پٹی وغیرہ پر مسح کرکے دوسرے تندرست پاؤں کو اسی ایک ہی وقت میں دہو سکتا ہے لیکن دوسرے پاؤں میں موزہ ہونے کی صورت میں موزے پر مسح نہیں کر سکتا۔ کیونکہ پٹی وغیرہ کا مسح دہونیکا حکم رکھتا ہے نہ موزے کا تو اس طرح مسح ودہونا جمع ہو جائیگا جو منع ہے ۔۔ ہاں اگر زخمی پاؤں میں بھی موزہ ہو تو دونوں پر مسح کر سکتا ہے۔ اگر زخمی پاؤں کی پٹی وغیرہ پر مسح نہیں کر سکتا تو پھر دوسرے پاؤں کے موزہ پر مسح جائز ہے کیونکہ وہ شخص ایک پاؤں والے کے حکم میں ہے ۔۔ اگر کوئی بیوضوئی یا جنابت کی حالت میں پٹی وغیرہ باندھ دے یا باندھنے کے بعد بیوضو یا جنبی ہو جائے بہر حال پٹی وغیرہ پر (دفع حرج کے لئے) مسح جائز ہے۔ زخمی وغیرہ جگہ کی پٹی یا کھپچی پر اس وقت مسح جائز ہے (جب عین اس جگہ کو گرم پانی سے بھی بلا معتبر ضرر دہونا ممکن نہ ہو ورنہ دہونا لازم ہے ۔۔ اگر دہونا زیادہ ضرر کرے تو عین اس زخمی جگہ پر ضرر نہ ہونے پر بلا حائل مسح لازم ہے ورنہ اس زخمی جگہ پر پٹی وغیرہ باندھکر مسح لازم ہے اگر پٹی پر بھی مسح زیادہ ضرر کرے تو پھر مسح سر سے ساقط ومعاف ہو جائیگا۔ واضح رہے کہ ضرر سے معتبر کافی ضرر مراد ہے ورنہ کچھ نہ کچھ ضرر تو ہوتا ہی ہے اور کمتر ضرر سے دہونے یا مسح کا ترک جائز نہیں جو بھی کچھ دقتے پہ ہے ۔۔ ہر کھپچی وپٹی جو زخم یا ٹوٹی ہوئی ہڈی یا پھوڑے یا فصد یا داغ ہی پر باندھی جائے اس کے اکثر حصہ پر ایک دفعہ مسح کافی ہے۔ اور صحیح تر قول میں مسح کا تکرار بھی مسنون نہیں اسی پر فتوی ہے ۔۔ اور پٹی وغیرہ کے مسح کیلئے بالاتفاق نیت شرط نہیں ۔۔ بخلاف مسح موزہ کے کہ اس؎ میں ایک قول پر نیت شرط ہے ۔۔ ان مذکورہ پٹیوں وغیرہ پر مسح جب جائز ہے کہ اصل عضو بلا کافی ضرر نہ دہویا جائے پھر اسپر بلا ضرر مسح ممکن نہ ہو تو پھر پٹی وغیرہ پر بقدر ضرورت مسح جائز ہے یعنی جہاں تک دہونا ممکن ہو جیسے تکلیف والی جگہ کے گرد اگرد کہ اسے دہو کر عین عضو پر مسح کیا جائے اگر اسپر مسح ضرر کرے تو اتنی ہی پٹی وغیرہ پر مسح کیا جائے جسکے نیچے وہ عضو ہو باقی کے نیچے پانی پہنچایا جائے اگر مضر نہ ہو ۔۔ اور پٹیوں وغیرہ کے درمیان جو کھلی جگہ رہ جاتی ہے صحیح تر قول میں پٹی کے ہمراہ اس کا مسح بھی کر لینا کافی ہے کیونکہ اسکے دہونے پر غالباً زخم تک پانی کے پہنچنے سے ضرر کا ڈر ہوتا ہے۔ اگر عین عضو کو پانی سے دہونا اور اس کا مسح بھی مضر ہو تو پٹی پر بقدر ضرورت مسح کرے۔ اگر عین عضو کو دہونا یا مسح ضرر نہیں کرتا لیکن پٹی کا کھلنا مضر ہے خواہ زخم وغیرہ اچھا ہو جانیکے بعد ہی پٹی چپک جائے تو اس خاص جگہ زخم وغیرہ کی پٹی پر بقدر ضرورت مسح کرے اور باقی کو دہوئے۔ ایسے ہی اگر پٹی کا کھولنا مضر تو نہیں لیکن وہ کھول کر اپنے آپ باندھ نہیں سکتا خواہ کوئی دوسرا باندھنے والا ملے جب بھی امام صاحب رح کے نزدیک مسح جائز ہے بخلاف صاحبینؒ کے اگر کوئی اور باندھنے والا موجود ہو تو مسح ناجائز ورنہ وہ بھی جائز کہتے ہیں

؎ لیکن درمختار کی طرز عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ موزہ کے مسح کے لئے معتبر قول میں نیت شرط نہیں ۔۱۲ منہ

واضح رہے کہ عین عضو کے مسح کے ضرر یا پٹی وغیرہ کھولنے کی تکلیف کے متعلق یہ صورتیں ہیں۔ اگر پٹی کا کھولنا مُضر ہو خواہ عین عضو پر مسح مُضر ہو یا نہ تو بقدر ضرورت پٹی پر مسح کیا جائے اسکے علاوہ زائد پٹی کے نیچے پانی نہ ضرر دے تو دھویا جائے اگر پٹی وغیرہ کا کھولنا اور عین عضو کا دھونا مضر نہ ہو تو دھونا لازم ہے اگر دھونا مضر ہو تو اسپر مسح کیا جائے اور باقی کو دھویا جائے۔ اگر اس عین جگہ پر مسح بھی مضر ہو تو عضو کی بقدر ضرورت پٹی وغیرہ پر مسح کرکے باقی کو دھویا جائے۔ اگر ٹوٹے ہوئے ناخن یا پاؤں کی پھٹنوں پر دوائی لگانے کے بعد دھونا مُضر نہ ہو تو پانی بہایا جائے ورنہ مسح کیا جائے۔ اگر مسح بھی مضر ہو تو بالکل ساقط ہو جائیگا۔ لیکن ان ٹوٹے ہوئے ناخنوں یا پھٹے ہوئے پاؤں کے مسح کے متعلق کہ پچھیوں کی طرح اکثر پر کافی ہے یا تمام پر ضروری ہے تحقیق پر[۱] رجوع کیا جائے۔ (بہتر یہی ہے کہ تمام پر مسح کیا جائے کہ اشتباہ باقی نہ رہے۔ احقر) اگر دوائی یا پٹی زخمی عضو کی تندرستی پر گر جائے تو مسح باطل ہو جائیگا با وضو ہونیکی صورت میں اس جگہ کو دھو کر نماز جائز ہے ورنہ نہیں چونکہ وہ جگہ ناپاک ہے۔ اگر عضو تندرست ہوئے بغیر گر جائے تو پھر مسح باطل نہیں ہوتا۔ اگر دوائی یا پٹی عضو تندرست ہو جانیکے باعث نماز میں آخری تشہد سے پہلے گر جائے تو وہ نماز فاسد ہو جائیگی لہٰذا اس عضو کو دھو کر نماز دوبارہ پڑھی جائیگی اگر آخری تشہد کے بعد گرے تو اس کی تفصیل آگے آئیگی۔ کہ صاحبینؒ کے نزدیک نماز جائز ہے کہ بہ اختیار خود فراغ از نماز فرض نہیں قرار دیتے بخلاف امام صاحبؒ کے لہٰذا امام صاحبؒ کے نزدیک نماز ناجائز ہے۔ اگر نماز میں عضو تندرست ہوئے بغیر پٹی وغیرہ اگر جائے تو نماز نہیں فاسد ہوتی نماز پڑھے جائے حتےٰ کہ ختم کر دے اگر زخم یا پھوڑا وغیرہ تندرست ہو جائے لیکن پٹی وغیرہ اس سے ایسی چپک گئی ہے کہ بآسانی بلا تکلیف جدا نہیں ہو سکتی تو اس چپکی ہوئی جگہ پر مسح کرکے باقی کو دھو کر نماز ادا کی جائے۔ اگر بہ آسانی اُتاری جاسکتی ہے تو باوضو ہونیکی حالت میں پٹی اتارنیکے بعد اس جگہ کو دھو کر نماز پڑھنی جائز ہوگی۔ پٹی وغیرہ پر مسح مرد عورت بیوضو جنبی سب کو جائز ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کی بیمار آنکھ کا علاج کرکے کہے کہ اسے پانی سے بچائے رکھنا تو اس کا حکم بھی کھپچی کے مسح کیطرح ہے۔ پٹی وغیرہ[۲] پر مسح کرکے اوپر دوسری پٹی کا باندھ لینا جائز ہے اور جب پٹی وغیرہ میں پانی داخل ہو جائے تو مسح باطل نہیں ہوتا۔ اگر پٹی والا عضو تین انگل سے کم ہی ہو (جیسے ہاتھ کٹا ہوا ہو) تو اسپر جب بھی مسح جائز ہے بخلاف موزہ کے اور کھپچی پٹی وغیرہ کا مسح کتاب اللہ سے بالاتفاق ثابت نہیں بلکہ حدیث وغیرہ سے ہے۔ اگر پاؤں پر پٹی باندھی جائے تو اس میں موزے والی شرائط نہیں جیسے پٹی کے زیرین عضو کا دھونا مستحب نہیں اور موزہ اتار کر پاؤں دھونا مستحب ہے۔ اگر پاؤں سے پٹی عضو اچھا ہونیکے بعد گر جائے اور ٹھنڈے پانی کے دھونے سے پاؤں کے گرنے یا تلف یا بیکار ہو جانے کے غالب ظن کی رو سے خطرہ ہو تو تیمم کرے بخلاف موزہ کے کہ اس میں مذکورہ صورت میں معتبر قول پر مسح ہے۔ اگر پٹی وغیرہ والے عضو کو کسی پانی والے برتن میں بہ غرض مسح ڈالدے تو مسح ناجائز اور پانی ناپاک ہو جائیگا کیونکہ یہ مسح دھونیکے حکم میں ہوتا ہے بخلاف موزہ اور آدمی کے سر کے کہ اگر انہیں کسی پانی کے برتن میں بہ نیت مسح ڈالدیں تو پانی ناپاک نہ ہوگا اور مسح بھی ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہو جائیگا۔

یہ باب حیض کے بیان میں ہے

صفحہ ۲۶۱ تا ۲۶۶

جنس عورتوں کو تین ہی خون آتے ہیں۔ حیض۔ نفاس۔ استحاضہ۔ حیض۔ لغت میں کسی چیز کے جاری ہونیکا

… خواہ زخم ہو وغیرہ وغیرہ ۱۲ منہ

نام ہے۔ اور اصطلاح شرع میں اس خون کا نام ہے۔ جو ماہواری بالغ عورت کے رحم سے بلا ولادت و بلا مرض جاری ہو۔ لہٰذا اس کے علاوہ باقی خونوں کا وہ حکم نہیں جیسے استحاضہ وغیرہ اگرچہ مستحاضہ عورت کی صحبت سے شوہر کو باز رہنا مستحب اور عورت کو استحاضہ سے غسل مستحب ہے۔ بعض فقہا حیض کو حدث اور بعض نجاست کہتے ہیں اور نجاست کو اکثر متون کی کتب نے اختیار کیا ہے۔ لیکن خلاف کا نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔ اور چوپائے مادہ حیوانات...... میں سے صرف خرگوش اور چمگادڑ۔ اور کفتار (جنگلی درندہ ہے جو اکثر کتوں کا شکار کرتا ہے اور جادوگر عورتیں اسے مسخر کر کے اس پر سوار ہوتی ہیں) ہی کو حیض آتا ہے۔ اور چھوٹی لڑکی کو (جو معتبر قول میں نو سال سے کم عمر والی کو کہتے ہیں) استحاضہ ہی کا خون آتا ہے نہ حیض کا اگر اسے خون آئے۔ جو خون ناامید بوڑھی عورت یا خنثیٰ مشکل دیکھے وہ بھی استحاضہ ہوتا ہے لیکن اس میں تفصیل ہے جو عنقریب آئیگی۔ جو خون رحم سے نہ آئے بلکہ اور محل سے کسی مرض کے باعث جیسے استحاضہ اگرچہ یہ بھی فرج سے ظاہر ہوتا ہے اس کا حکم حیض سے جدا ہے کہ اسمیں معذور کی طرح نماز روزہ وغیرہ ضروری ہے۔ اور جو خون ولادت بعد ظہور اکثر ولد جاری ہو وہ نفاس کہلاتا ہے ورنہ استحاضہ ہوگا جو اکثر سے کم ولد ظاہر ہونے پر جاری ہو۔ اور سب سے پہلے حیض حضرت حوا علیہا السلام کو ممنوعہ درخت کے پھل کھانے کے امتحان کے بعد جاری ہوا ہے جو یہی وجہ صحیح ہے آپکے بعد آپ کی تمام بیٹیوں کو قیامت تک آئیگا۔ اور حیض کا رکن خون کا رحم سے نکلکر داخلی فرج سے بطرف خارج ظاہر ہو جانا ہے اگر ظاہر نہ ہو بلکہ عورت صرف خیال سے محسوس کرے تو اس کا اعتبار نہیں یہی مفتے بہٖ ہے یہی حکم عورت کے پیشاب کا ہے اگر فرج داخل کی خارجی طرف ظاہر ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائیگا ورنہ نہیں۔ اور حیض کے تحقق کی شرط یہ ہے کہ پہلے پاکی کا کامل نصاب گذر جائے خواہ وہ حکمی پاکی ہو جیسے استحاضہ کا خون آتا رہا ہو۔ اور تین رات دن یعنی بہتر گھنٹہ سے کم بھی نہ ہو۔ اور معتبر قول پر نو سال کی لڑکی کو حیض آنے لگ جاتا ہے جبکہ وہ نماز روزہ چھوڑ دے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ صحت اصل ہے اور حیض کا خون بھی تندرستی کی دلیل ہوتی ہے۔ بخلاف استحاضہ کے۔ اور کمتر مدت حیض کی تین دن اور آئندہ تین راتیں ہوتی ہیں جب اتنی مدت خون جاری رہے اگرچہ بیچ میں گھنٹہ دو یا زیادہ بند ہو جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ غالباً ایسا ہوتا ہے۔ اور اکثر مدت حیض کی دس دن اور آئندہ دس راتیں ہوتی ہیں۔ اگر ان میں خون جاری رہے باستثناء ایک دو گھنٹہ یا زیادہ کیونکہ اعتبار اول و آخر کا ہوتا ہے نہ درمیان کا۔ اور جو خون کمتر مدت حیض سے کم ہو یا اکثر مدت حیض یا نفاس سے بڑھ جائے یا عادت والی عورت کی عادت سے حیض میں دس دن سے اور نفاس میں چالیس دن سے خون بڑھ جائے تو وہ استحاضہ ہوگا اور جو خون عادت سے بڑھ کر اکثر مدت حیض یا نفاس سے نہ بڑھے تو وہ عادت کی تبدیلی ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ حیض و نفاس ہی شمار ہوگا اور جو خون نو سال سے کم عمر کی لڑکی دیکھے اور نیز جو خون حیض سے ناامید بوڑھی دیکھے جبکہ وہ خالص خون نہ ہو۔ اور جو خون حاملہ عورت بچے کے کمتر بدن پیدا ہونے پر دیکھے وہ سب مذکورہ بالا خون استحاضہ ہونگے۔ اگر حاملہ اکثر بچہ پیدا ہونے پر خون دیکھے تو وہ نفاس ہوگا۔ کمتر مدت (طہر) پاکی کی دو حیضوں یا نفاس اور حیض کے درمیان (جبکہ یہ پاکی نفاس کی مدت میں نہ آئے ورنہ یہ نفاس ہوگا نہ پاکی) پندرہ دن ہیں۔ اور دو نفاسوں کے درمیان کمتر پاکی چھ ماہ ہوتی ہے۔ اور

اکثر پاکی حیض ونفاس کی کوئی حد نہیں خواہ عمر بھر گذر جائے - مگر بضرورت ہمیشگی جریان خون کے جسکا خون ہمیشہ جاری رہے عادت قائم کرنے کیلئے پاکی - کی حد مقرر کی جاتی ہے مثلاً حیض کی عادت والی عورت جسکا طہر (پاکی) چھ ماہ یا اس سے زیادہ ہو یا وہ عورت جو متحیرہ یعنی پاکی میں حیران ہو تو اس کی عدت کیلئے طہر کی حد بوجہ دفع حرج دو ماہ مقرر کی جائیگی اور اسی پر فتوی ہے تو معتدہ طلاق سات ماہ گذرنے پر جدا ہو جائیگی - اور بعض فقہا کے نزدیک اس صورت میں ایک ساعت کم چھ ماہ طہر ہے بعض اسی کو مختار اور رائے اکثر فقہا لکھتے ہیں تو اس بنا پر معتدہ طلاق تین ساعت کم انیس ۱۹ ماہ پورے کریگی - لیکن مبتدء عورت جسے شروع ہی سے قبل قیام عادت دائمی خون جاری ہو جائے تو اس کے قیام عادت میں کوئی خلاف نہیں کہ ہر ماہ میں دس دن حیض اور بیس دن پاکی طہر ہوگا جیسے عنقریب ہی آجائیگا - اور عمر بھر طہر کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں - ایک یہ کہ سالوں کے لحاظ سے بالغ ہو کر تمام عمر پاک رہے تو اسپر ہمیشہ نماز وروزہ فرض ہے - اور شوہر اس سے ہمیشہ صحبت کرسکتا ہے - تو اس قسم عورت کی عدت چند ماہ گذرنے پر پوری ہوگی جس کی تشریح آگے آئیگی دوسری یہ کہ بلوغ کے وقت یا اس کے بعد تین دن سے کم خون دیکھکر تمام عمر پاک رہے تو اس کا بھی پہلی صورت جیسا حکم ہے - تیسرے یہ کہ تین رات دن حیض دیکھ کر تمام عمر پاک رہے تو اس کا حکم بھی پہلی صورت کی طرح ہے مگر کہ قبل عمر ناامیدی حیض اُسے حیض آجائے تو اس کی عدت حیض ہی سے پوری ہوگی - ورنہ شروع زمانہ ناامیدی سے مہینوں کے گذرنے پر پوری ہوگی - جس عورت کو شروع ہی سے خون جاری ہو جائے تو بالاتفاق اُسکا ہر ماہ میں دس دن حیض اور بیس دن پاکی ہوگی اور مبتدء عورت اور ایسی عادت والی جس کی پاکی چھ ماہ سے کم ہو اس کا حکم متحیرہ جیسا (کہ دو ماہ طہر مقرر ہو) نہیں بلکہ شروع حیض والی کا یہ حکم ہے کہ ہر ماہ میں دس دن حیض بیس دن طہر اور عادت والی کا حیض وطہر عادت ہی کے موافق مقرر کر کے سب احکام جاری ہونگے یہ اس معتادہ کا حکم ہے جس کا طہر چھ ماہ سے کم ہو اگر چھ ماہ یا اس سے زیادہ ہو تو حیض لامحالہ عادت کے موافق ہوگا اور مختار قول میں جس پر اکثر ہیں طہر ایک گھنٹہ کم چھ ماہ اور دس دن حیض اور دوسرے قول میں جسپر فتوی ہے دو ماہ مقرر کیا جائیگا - اور متحیرہ عورت کے حق میں طہر کا مقرر کرنا صرف عدت کے گذرنے کیلئے مفید ہے نہ اور کسی غرض کے کہ مرد کو اس سے ہمیشہ وطی حرام اور مسجد میں بلا ضرورت جانا ناجائز وغیرہ جیسے قریب ہی مفصل ذکر آئیگا - بخلاف غیر متحیرہ (یعنی معتادہ ومبتدء) کے کہ اس کا طہر سب احکام میں عام ہے کہ نماز روزہ اور وطی مرد ودخول مسجد وغیرہ سب جائز ہے - مبتدء وہ عورت ہوتی ہے جسے شروع ہی سے حیض یا نفاس جاری ہو کر خون بند نہ ہو - تو حیض کی صورت میں ہر ماہ دس دن حیض اور بیس دن پاکی مقرر ہوگی - اور نفاس کی حالت میں چالیس دن نفاس اور بعد میں بیس دن پاکی کیونکہ حیض ونفاس متواتر نہیں ہوتے - پھر اس کے بعد دس دن حیض علی ہذا القیاس - معتادہ وہ عورت کہلاتی ہے جس کا خون اور طہر دونوں یا ایک ہی صحیح طور سے پہلے گذر چکا ہو - اور متحیرہ وہ ہوتی ہے جسے اپنی عادت حیض وغیرہ بھول جائے اور جو عورت حیض وطہر کی عادت بھول کر حیران ومتحیر ہو پہلے اوّل طہر دیکھکر بعد میں دائمی خون کے جریان میں گھر جائے تو اسکا حکم اس مبتدأ کی طرح ہے جسکا دائمی خون جاری ہو جائے - جو عورت اپنی عادت بالکل بھول جائے خواہ اُسے حیض کے دنوں کی تعداد نہ یاد رہے یا دنوں کے محل کو بھول جائے کہ مہینے کا

کونسا عشرہ (دھا کا ہے یا دونوں کو بھول جائے۔ تو اس کیلئے مذکورہ ذیل حکم ہیں کہ سوچے اور فکر کرے جسپر
یقین یا غالب گمان ٹھہر جائے اسی کا حکم ہوگا مثلاً اس کا غالب گمان بعض دنوں کے طُہر پر ہو تو طُہر کا حکم ہوگا اگر حیض
پر ہو تو حیض کا حکم ہوگا۔ اگر کسی طرف غالب گمان نہ ہو تو جس میں زیادہ احتیاط ہو اختیار کیا جائیگا اگر حیض اور طُہر
میں اُسے تردد و شک ہو تو ہر نماز وضو کر کے پڑھے۔ کیونکہ اس کے حیض و طُہر میں شک ہے۔ اگر حیض ہو تو نماز حرام۔ اگر
طُہر ہو تو جائز۔ اور یہ عبادت کا باب ہے جس میں نماز ہی ادا کرنی محتاط ہے اسلئے کہ اگر عورت پر نماز درحقیقت
حیض ہونے میں لازم نہیں اگر پڑھ لے تو اس سے بہتر ہے کہ اسپر درحقیقت طُہر ہونیکی وجہ سے نماز فرض ہو اور اُسے
نہ پڑھے۔ اگر کسی عورت کو حیض اور حیض سے پاک ہونے میں شک ہو یا اُسے کوئی خبر نہیں کہ حیض سے کب پاک
ہوتی اور حیض کب آتا ہے تو ہر نماز احتیاطاً اس طرح غُسل کر کے پڑھے کہ نماز کا وقت ہو جانے پر نہا کے نماز
پڑھے جب دوسری نماز کا وقت آئے تو نہا کے پہلی نماز لوٹا کر بعد میں وقتی پڑھے۔ اور غُسل نماز کے وقت کیلئے
ہے نہ ہر نماز کیلئے اور یہی برائے دفع تکلیف مختار ہے جیسے ساتھ ہی گذرا ہے کہ نہا نیکے بعد پہلے گذشتہ نماز
لوٹا کر پھر وقتی پڑھی جائے تا کہ اگر پہلی نہ صحیح ہوئی ہو جواب پاکی متحقق ہو جانے پر صحیح ہو جائے تو ایک غُسل اور دو نمازیں
ہوئیں۔ اور غُسل کر کے فرض اور واجب اور سنت معتبر قول کی بنا پر سب پڑھنے جائز ہیں۔ اور ہر رکعت غیر فرائض
میں فاتحہ اور چھوٹی سورت پڑھے اور فرائض کی آخری دو رکعت میں بھی صحیح قول کی رو سے فاتحہ پڑھیگی اور دعا قنوت
اور باقی دعائیں بھی پڑھیگی۔ اور مذکورہ متحیّرہ عورت سے شوہر کو جماع منع ہے اور وہ عورت قرآن مجید کو نہ چھوئے
اور نفلی روزہ نہ رکھے۔ اگر تلاوت کا سجدہ سنکر اُسی وقت ادا کرے تو اس سے ساقط ہو جائیگا کیونکہ اگر پاک ہے تو
صحیح ہو جائیگا ورنہ لازم ہی نہیں ہوا۔ اگر کچھ تاخیر کر کے سجدہ کرے تو دس دن کے بعد پھر اسے لوٹائے۔
اور متحیّرہ عورت کو بلا ضرورت مسجد میں داخل ہونا منع ہے۔ اگر ضرورت ہو جیسے طواف رکن کیلئے تو مسجد
میں داخل ہو کر طواف کرے تو جائز ہے اور یہ طواف کر کے پھر دس دن کے بعد دوبارہ طواف رکن ادا کرنا پڑے گا
شاید پہلا طواف حیض میں نہ کیا گیا ہو۔ اور نیز غیر مکی عورت طواف صدر (یعنی وداع) کیلئے بھی مسجد میں داخل ہو کر
اُسے ادا کر سکتی ہے کیونکہ وہ واجب ہے اور پھر اس کا لوٹانا نہیں بخلاف طواف رکن کے کہ وہ فرض ہے جیسے از
روئے احتیاط حسب ذکر ما سبق لوٹایا جاتا ہے۔ اور یہ عورت طواف تحیہ نہ کرے کیونکہ یہ سنت ہے اور پاکی میں
شک ہے۔ ص ۲۶۶ تا ۲۶۹ اور مذکورہ عورت یہ جانتے ہوئے کہ اسے ماہوار ایک مرتبہ حیض آتا ہے اگر حیض کی ابتدا رات
سے معلوم کرے تو اس صورت میں ماہ رمضان وارد ہو جانے پر تمام ماہ رمضان کے روزے رکھے پھر بیس
روزے قضا کرے۔ اگر اسی صورت میں حیض کی ابتدا دن سے معلوم کرے تو بعد ادائے تمام روزہ رمضان کے
بائیس دن کے روزوں کی قضا کرے۔ اگر اس عورت کو ماہوار ایک مرتبہ حیض آنا بھی یاد نہ ہو اور یہ بھی یاد ہو

کہ حیض رات یا دن سے شروع ہوا تھا یا دن سے شروع ہونا یاد ہو اور رمضان بھی کامل تیس دن کا ہو تو
اس صورت میں اگر متصل رمضان کے دوسری تاریخ شوال سے قضا شروع کردے تو تینتیس [۳۳] روزوں کی قضا
کرے - اگر منفصل (جدا کر کے) قضا کرے تو اڑتیس [۳۸] دن کی قضا رکھنی پڑیگی - اگر رمضان ناقص یعنی انتیس [۲۹]
دن کا ہو تو متصل قضا کی صورت میں بتیس [۳۲] اور منفصل کی صورت میں سینتیس [۳۷] روزے قضا کرے - اگر حیض
کی ابتداء رات سے معلوم کرے اور رمضان کامل ہو تو متصل و منفصل دونوں صورتوں میں پچیس [۲۵] روزوں کی
قضا کرے - اگر رمضان ناقص ہو تو متصل قضا کرنے میں بیس [۲۰] روزے اور منفصل میں چوبیس [۲۴] روزے
قضا رکھے جائیں گے ۔۔ متحیرہ اور وہ معتادہ جسکا طہر چھ ماہ یا اس سے زیادہ ہو تو انکی طلاق کی عدت مفتے بہ قول
پر سات ماہ گذرنے پر پوری ہو گی ✦ صحیح قول میں حیض کا خون چھ ہی رنگ کا ہوتا ہے - [۱] میلے رنگ کا میلے پانی
کیطرح - اور [۲] مٹی رنگا - اور [۳] سیاہ - اور [۴] سرخ - اور [۵] سبز اور [۶] زرد - خواہ ریشم زرد یا بھوسے کے تنکے یا زرد دانت کیطرح
ہو - اور خون کے ظاہر ہوتے وقت اور دیکھنے وقت کی رنگت کا اعتبار ہے نہ تغیر کے بعد کا جیسے پہلے خون سفید
ظاہر ہو کر بعد میں سوکھکر زرد ہو جائے تو یہ حیض نہ ہو گا کیونکہ شروع میں سفید تھا - اور اگر پہلے سرخ یا زرد خون
دکھائی دے اور بعد میں سوکھ جانے پر سفید ہو جائے تو حیض کا خون شمار ہو گا کیونکہ شروع میں سرخ یا زرد تھا ۔۔
ابو یوسفؒ کے نزدیک شروع حیض میں میلے رنگ کا خون نہیں آتا . . . .
اور آخر حیض میں میلا ہو جاتا ہے - لہٰذا انکے نزدیک جس عورت کو شروع میں میلے رنگ کا خون آئے حیض نہ ہو گا
(واضح رہے کہ صحیح قول پہلے گذر چکا ہے کہ تمام حیض شمار ہونگے - لیکن یہاں پر اختلاف ایک اور غرض کیلئے
بیان کئے جاتے ہیں جو آگے ذکر ہو گی) اور بعض کے نزدیک سبز رنگ حیض نہیں ہوتا - اور بعض کے نزدیک
سیاہ و سرخ رنگ کے بغیر دوسرے رنگ کو کوئی بوڑھی عورت اس گدی پر دیکھے جسے اپنی فرج میں تھوڑے دن ہوئے
رکھا ہو (یعنی گدی رکھنے کی مدت قریب ہو) تو وہ حیض ہو گا ورنہ حیض نہیں ۔۔ لہٰذا اگر کوئی مفتی مذکورہ اقوال
میں سے کسی پر ضرورت کے وقت دفع حرج کیلئے حیض نہ ہونیکا فتوٰی دیدے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اچھا
ہے ۔۔ اور بکر لڑکی کو حیض کے دنوں میں خارجی فرج میں گدی وغیرہ رکھنا مستحب ہے اور شادی شدہ کے
لئے ہر حال حیض و طہر میں گدی رکھنی مستحب ہے یا حیض میں سنت ہے ۔۔ اگر بکر و شادی شدہ ایام طہر میں
کوئی گدی نہ رکھیں اور نماز پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں نماز جائز ہے - لیکن گدی وغیرہ کا فرج داخل میں رکھنا
مکروہ ہے ۔۔ جو خون مذکورہ چھ رنگوں میں سے جوان عورت حیض کی مدت میں (یعنی اگر نابالغ لڑکی دیکھے تو وہ
استحاضہ ہے - ایسے ہی حیض سے ناامید عورت خالص خون کے علاوہ جو دیکھے استحاضہ ہو گا) عادت کے
اندر دیکھے (اگر عادت سے بڑھ کر دس [۱۰] دن سے بھی بڑھ جائے تو حیض نہ ہو گا بلکہ استحاضہ ہو گا) وہ حیض
ہو گا - ایسے ہی وہ طہر جو دو خونوں کے درمیان دونوں اطراف سے گھر جائے - حیض ہی میں شمار ہو گا اور اسی
پر فتوٰی ہے - واضح رہے کہ دو خونوں میں طہر واقع ہونے والا اگر پندرہ یا زائد دن کا ہو تو بالاتفاق دونوں
خونوں کو جدا کر کے جونسا خون حیض کے نصاب (مقدار) کو پہنچیگا وہ حیض ہو کر دوسرا استحاضہ ہو گا - اور جو
طہر تین دن سے کم اور دونوں خونوں سے زیادہ ہو بالاتفاق دو خونوں کو جدا نہ کریگا - ان دونوں کے علاوہ
درمیانی صورتوں میں کہ خون پندرہ دن سے کم اور تین دن سے زائد ہو اسمیں امام صاحبؒ سے چھ مختلف
قول مروی ہیں جن میں سے تین زیادہ مشہور ہیں - پہلا اور دوسرا ابو یوسفؒ کا قول ہے - دوسرا تو وہ ہے جو

[۱] حیض کے خونوں سے جو جوان عورت حیض کے دنوں میں عادت کے اندر دیکھے وہ حیض ہو گا - ۱۲ منہ

فقہ کی کتابوں کے متون میں اختیار کیا گیا ہے کہ طُہر دو خونوں میں گھِرا ہُوا ہو جیسے شارحین کُتب فقہ نے
صحیح نہیں قرار دیا ۔ اور معتبر مُفتیٰ بہٖ قول جو امام صاحبؒ کا آخری قول ہے وہ ابو یوسفؒ کا یہ پہلا قول ہے
کہ ایسا طہر متخلل (گھِرا ہوا) جس کی دونوں طرفوں کو حیض نے گھیر رکھا ہو حیض کا حکم رکھیگا ۔ لہٰذا ابتدا اور
انتہاء حیض کی طُہر سے جائز ہے ۔ جیسے کوئی مبتدء ایک دن خون دیکھکر چودہ[۱۴] دن پاک رہے ۔ پھر ایک دن خون دیکھے
تو دس دن پہلے حیض ہونگے ۔ اگر معتادہ عادت سے پہلے ایک دن خون دیکھ کر دس دن پاک رہے پھر ایکدن
خون دیکھے ۔ پس جن دس دنوں میں پاک رہی ہے اگر وہ حیض کی عادت کے دن ہیں تو حیض شمار ہونگے ورنہ
عادت کے دنوں کی طرف پھیرے جائینگے اور تیسرا قول امام محمدؒ کا ہے جو یہ ہے کہ طہر متخلل کی یہ شرط ہے
کہ وہ دونوں خونوں کے برابر یا کم ہو مگر حیض کی مدت میں واقع ہو الیٰ آخرہٖ ۔ بعض اس قول پر فتویٰ دیتے ہیں ۔
مگر ابو یوسفؒ کا پہلا قول زیادہ مُفتیٰ بہٖ و معتبر ہے کیونکہ مُفتی و مستفتی کیلئے آسان و سہل ہے اور اسی پر اکثر
فقہا متاخرین نے فتویٰ دیا ہے ۔ اگر نفاس کے چالیس[۴۰] دنوں میں طُہر واقع ہو جائے تو امام صاحب کے
نزدیک وہ طُہر نفاس میں جدائی نہ کریگا جس کی دونوں طرفوں کو خون گھیر لے ۔ خواہ وہ طُہر پندرہ[۱۵] دن ہو یا پندرہ[۱۵]
سے کم و بیش ۔ جیسے کوئی عورت ولادت سے بعد ایک دن خون دیکھکر اڑتیس[۳۸] دن پاک رہے پھر ایک دن
خون دیکھے تو امام صاحبؒ کے نزدیک چالیس[۴۰] دن ہی نفاس کے ہونگے اور اسی پر فتویٰ ہے ۔ اور صاحبینؒ کے
نزدیک پہلا روز ہی نفاس ہوگا کہ پندرہ دن کا طُہر نفاس میں جدائی کر دیتا ہے ۔ اگر حمل سے بالغ ظاہر شدہ
عورت ولادت کے بعد پانچ دن خون دیکھکر پندرہ دن تک پاک رہے پھر پانچ دن خون دیکھے تو امام صاحبؒ
کے مُفتیٰ بہٖ قول پر پچیس[۲۵] دن ہی نفاس کے ہونگے ۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک پہلے پانچ دن ہی نفاس ہوگا
جب عورت کا حیض متحقق ہو جائے تو پھر اُسے بالکل نماز کُلاً و جزءاً منع و حرام ہے یعنی صحیح و جائز ہی
نہیں ہوتی ۔ ایسے ہی نفاس کی حالت میں بھی کہ حیض کے تمام احکام (سوائے پانچ یا سات کے جو آگے ذکر
کئے جائینگے) نفاس کے موافق ہی ہیں ۔ اور حیض و نفاس والی عورت کو سجدۂ شکر و تلاوت منع و
حرام ہے ۔ اور حیض نماز کے وجوب ہی کو مانع ہے جو یہی اکثر فقہا کا قول ہے ۔ اور حیض جماع کو اور جو اسکے
حکم میں ہے سب کو منع و حرام کر دیتا ہے ۔ نیز روزوں کو بھی منع و حرام کر دیتا ہے لیکن اس کے وجوب
کو مانع نہیں (بخلاف نماز کے اکثر کے نزدیک) اسی لئے عورت کو پاکی کے بعد ان کی قضا لازم ہوتی ہے اور
صحیح تر قول میں تاخیر سے (ٹھیر کر) بھی عورت روزوں کی قضا کر سکتی ہے یہ ضروری نہیں کہ پاک ہوتے ہی قضا
شروع کرے ۔ اور نماز کی قضا حیض والی[۱] کے واسطے نہیں چونکہ اسمیں حرج ہے بخلاف روزے کے
کہ وہ سال بھر میں ایک مہینہ ہوتا ہے ۔ اسی پر اجماع منعقد ہو گیا ہے ۔ اگر کوئی عورت حیض کی نماز وں
کی قضا کرے تو افضل و اَولیٰ کے خلاف ہے جیسے کوئی سر کے مسح کی بجائے سر دھولے تو مکروہ تنزیہہ
ہے ۔ اگر حائض پر ایام حیض رمضان کے مہینہ میں روزہ داروں سے تشبّہ کر کے کچھ نہ کھائے پئے تو کوئی
مضائقہ نہیں کیونکہ حائض کو تشبّہ بہ نماز بقول فقہا حسب ترتیب ذیل مستحب ہے کہ حائض عورت کو
نماز کا وقت آجانے پر نماز کے ہر وقت کیلئے وضو کر کے اپنے مصلّے پر بیٹھکر بقدر نماز سُبحان اللہ
و لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر پڑھنا مستحب ہے تاکہ اسے نماز کی عادت نہ بھول جائے اور ایک روایت میں
ہے کہ اس طرح کرنے سے عورت کو بحالت پاکی عمدہ نماز پڑھنے جیسا ثواب حاصل ہوتا ہے ۔ اور حیض پاکی

[۱] یعنی جو نماز یں حیض کے دنوں کی ہیں پاک ہو جانیکے بعد بالاجماع ساقط و معاف ہو جاتی ہیں جنکی قضا نہیں ۱۲ منہ

کے حصول کو مانع ہے کہ غسل سے بھی ایامِ حیض میں پاکی نہیں آتی مگر صفائی و ستھرائی جیسے حج کے غسل میں اور حیض پاکی کو حرام نہیں کرتا چونکہ فقہا فرماتے ہیں کہ حائض عورت ہر نماز کے وقت وضو کرکے مصلّے پر بقدر نماز بیٹھکر تسبیح وغیرہ پڑھتی رہے تو مستحب ہے جیسے گذر چکا ہے۔ اور حیض اعتکاف کے صحیح ہونے کو مانع ہے اور اعتکاف کے درمیان میں حیض کا جریان اعتکاف کو فاسد کردیتا ہے۔ اور حیض طواف صدر یعنی وداع کے طواف کے وجوب کو منع کردیتا ہے۔ اور حیض میں طلاق حرام ہے اور حیض سے لڑکی بالغ ہوجاتی ہے۔ اور حیض سے مدت عدت اور استبراء پوری ہوتی ہے۔ اور حیض کے بند ہونے پر غسل واجب ہوتا ہے اور حیض قتل اور فطر کے کفارہ کے روزوں کے تواتر وتتابع کو قطع نہیں کرتا بخلاف قسم اور اس کی مثل کے کفارہ کے روزوں کے کہ انکو قطع کردیتا ہے۔ اگر کوئی عورت بحالت پاکی نفلی روزہ یا نماز شروع کرے کہ انکے درمیان حیض جاری ہوجائے تو وہ فاسد ہوجاتے ہیں جنکی بعد اختتام حیض بوقت پاکی صحیح قول کی رُو سے قضا لازم آئیگی۔ اگر یہی صورت فرضی نماز وروزہ میں متحقق ہوجائے تو دونو فاسد ہوکر صرف روزہ کی قضا لازم آئیگی۔ نہ نماز کی (اگرچہ پاکی کی حالت میں یوں ہی بلا نماز اتنا وقت گذر جائے جسمیں اگر وہ عورت نماز پڑھتی تو پڑھ سکتی تھی) کیونکہ احناف کے نزدیک عبادت کے آخر وقت کا اعتبار ہے نہ اول کا جو عورت عشا کی نماز پڑھے بغیر پاکی کی حالت میں سو کر صبح اٹھتے وقت حائض ہو یا حیض کی حالت میں سو کر صبح پاک ہوکر اٹھے تو دونوں صورتوں میں آخر وقت پر احتیاطاً پاکی کا حکم ہوکر اس عورت پر عشا کی قضا لازم ہوگی۔ حیض ونفاس مسجد میں داخل ہونیکو منع کرتا ہے کہ حائض ونفسا کو دخول مسجد حرام ہے۔ خواہ وہ مسجد محلہ ہو یا کسی مدرسہ یا احاطہ کی مسجد ہو جسمیں لوگوں کو نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے۔ یا روکا جائے مگر اُن کی اپنی جماعت اندر بھی ہوجائے تو ایسی مساجد میں دخول منع ہے۔ اگر مدرسہ یا احاطہ والے نماز سے روکیں اور ان کی اپنی جماعت بھی نہ ہو تو پھر اُسے مسجد کا حکم نہ ہوگا جسمیں حائض ونفاس والی بلا کراہت داخل ہوسکتی ہے۔ اور عیدگاہ وجنازگاہ میں حیض ونفاس والی اور جُنبی بلا کراہت داخل ہوسکتے ہیں۔ چونکہ وہ حقیقۃً مسجد نہیں اگرچہ ان دونوں کو نمازیوں کی صفوں کے جدا ہونے پر بغرض صحتِ اقتداء مسجد کا حکم دیا جاتا ہے۔ اگر کسی مکان کا دروازہ مسجد کی طرف ہو جسے مسجد سے پھیر کر دوسری طرف کرنا ناممکن ہو اور اس مکان کے بغیر اندر ٹھیرنے کی جگہ بھی نہ ہو تو اس وقت جُنبی حائض نفاس والی کو وجوباً تیمم کرکے بعد میں مسجد سے گذرنا چاہئے جیسے اس مسافر جُنبی کو جو مسجد سے باہر ہو اور غسل کے لئے پانی مسجد ہی میں ہو تو اُسے وجوباً تیمم کرکے مسجد میں بضرورت غسل داخل ہونا جائز ہے۔ اگر کوئی مسجد میں جنبی ہوجائے اور اُسے فوراً باہر نکلنا ممکن ہو تو پھر اُسے بطور استحباب تیمم کرکے مسجد سے نکلنا بہتر ہے کیونکہ مسجد سے خارج ہو رہا ہے اور داخل ہونیکے لئے تیمم واجب ہوتا ہے نہ خارج ہونیکے لئے۔ اور طواف کرنا بھی مذکورہ عورتوں کو حرام ہے کیونکہ طواف کے لئے پاکی واجب ہے اگر طواف کرلے تو مکروہ تحریمہ ہوکر صحیح ہوگا۔ اگر کسی عورت کو مسجد بیت اللہ شریف میں داخل ہونیکے بعد حیض آجائے جب بھی طواف ذاتی حرمت کی وجہ سے حرام ہے نہ یہ کہ دخول مسجد کے باعث حرام ہے حتّٰے کہ طواف اگر مسجد میں نہ کیا جائے بلکہ غیر مسجد میں جب بھی حرام ہے۔ اور طواف میں شروع ہوجانیکے بعد بھی حیض کا آنا طواف کو حرام کردیتا ہے۔ ص۲۷۲ تا ۲۷۴ اور حیض شوہر کو بیوی کے بدن زیر ناف کے علاوہ بلا حائل باقی تمام ننگے بدن سے بہ شہوت لذت وحظ اٹھانے کو مانع نہیں یعنی شوہر بہ شہوت اپنے تمام ننگے بدن حتّٰے کہ عضو مخصوص کو بھی عورت کے زیر ناف کے علاوہ باقی ننگے

بدن سے چھو کر لذت وحظ اٹھا سکتا ہے اور زیرناف کے بدن سے حائل ہوتے (یعنی کپڑا پہنے ہوئے) پر بھی جماع کے سوا باقی نفع لے سکتا ہے خواہ عورت خون سے لتھڑی ہوئی ہو۔ لیکن حائض عورت کے زیرناف کو بلا حائل شوہر کا بلا شہوت چھونا وغیرہ بلکہ صرف دیکھکر حظ اٹھانا بھی حرام ہے۔ اور حائض کا روٹی ہنڈی وغیرہ پکانا مکروہ نہیں۔ اور ایسے ہی جس چیز کو اسکا ہاتھ لگے مکروہ نہیں ہو جاتی جیسے اس کے ہاتھ کا آٹا گوندھا ہوا وغیرہ وغیرہ اور اس کے ہاتھ کا پانی چھوا ہوا وغیرہ مکروہ نہیں لیکن جس پانی سے یہ عورت بہ نیت ثواب وضو کرکے تشبّہ بہ نماز کرے اس کا استعمال جائز نہیں چونکہ وہ مستعمل ہو گیا ہے۔ اور حائض کو اکیلی جگہ میں جدا کرکے اس سے خلط ملط نہ کرنا مکروہ ہے۔ اگر ایک ہی جگہ میں اس کا بستر جدا کرکے خلط ملط نہ کیا جائے تو پھر بھی مناسب نہیں کہ یہود کا طریقہ ہے۔ اور حائض اپنے باقی تمام ننگے بدن کو (زیرناف کے علاوہ) مرد کے تمام ننگے بدن سے چھو ٹکرا کر حظ اٹھا سکتی ہے حتیٰ کہ شوہر کے عضو مخصوص کے گرفت یعنی اخذ بالید کے حصول حظ سے بھی بنا بر جواز قطعی منتفع ہو سکتی ہے۔ لیکن مرد و عورت دونوں کو عورت کی زیرناف سے بلا حائل چھو کر بھی نفع اٹھانا بلکہ مرد کو اس کا دیکھنا وعورت کو دکھانا بھی بنا بر قول معتبر حرام ہے۔ یعنی عورت اگر بلا شہوت اپنا ننگا بدن زیرناف مرد کو دکھائے یا مرد کے بدن کے کسی ننگے حصہ سے بلا حائل چھو لئے یا ٹکرائے تو حرام ہے۔ اسی طرح کا معاملہ مرد کو بھی عورت کے زیرناف سے حرام ہے۔ حیض نفاس والی کو آیت کی مقدار سے کم بھی مرکب کرکے بہ نیت قرءت پڑھنا حرام ہے۔ اگر کسی کو کلمہ کلمہ کرکے پڑھائے تو جائز ہے۔ اور غیر مبدّل توراۃ انجیل و زبور کا حکم بھی قرآن مجید کی طرح ہے کہ اس کا پڑھنا چھونا منع ہے۔ اور حائض وغیرہ کو ایسی سورتوں و آیات کا حرف بہ نیت دعا پڑھنا جن میں دعا کا معنے پایا جاتا ہو جائز ہے۔ جیسے الحمد شریف وغیرہ۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جن آیات میں دعاء کا معنے مفہوم ہی نہیں ہوتا جیسے سورۃ ابولہب وغیرہ یا دعاء کا معنے مفہوم ہوتا ہے لیکن بہ نیت دعاء نہ پڑھی جائیں بلکہ بہ نیت قرءت تو ان صورتوں میں بھی حائض وغیرہ کو انکا پڑھنا حرام ہے۔ ایسے ہی حائض اور جنبی نفاس والی کو بلا جدا حائل قرآن مجید وغیر مبدّل توراۃ انجیل و زبور کا ہاتھ لگانا حرام ہے۔ اور صحیح تر قول کی بنا پر قرآن مجید کے فارسی زبان میں بھی لکھے ہوئے ہونے پر بھی ہاتھ لگانا حرام ہے۔ لیکن اس کاغذ تختی یا روپے پیسہ وغیرہ یا دیوار کے غیر محل آیت کو ہاتھ لگانا جائز ہے نہ محل آیت کو جہاں کاغذ تختی وغیرہ پر قرآن مجید لکھا ہو۔ یعنی صرف اس آیت مکتوبہ کی جگہ کو چھونا حرام ہے۔ اور مجلد قرآن مجید کو بھی مُفتٰے بہ وصحیح قول کی بنا پر بلا جلد کیطرح) ہاتھ لگانا حرام ہے۔ یہی حکم حرمت چھونے بیاض قرآن مجید کا بھی ہے۔ اور تفاسیر وکتب شرعیہ کے ہاتھ لگانے کے متعلق پہلے ذکر گذر چکا ہے۔ اور جدا غلاف وغیرہ سے جو قرآن مجید کے ساتھ سِیا ہوا نہ ہو مذکورہ ناپاک اشخاص قرآن مجید کو چھو سکتے ہیں۔ اور حیض و نفاس والی اور جنبی کو قرآن مجید کا کسی جدا چیز و حائل میں (جو قرآن مجید سے سِیا ہوا اور حامل کے ملبوس کپڑوں سے نہ ہو) پکڑ کر اٹھانا جائز ورنہ ناجائز ہے۔ نیز جس چوپائے کی لگام پر آیات لکھی ہوں اس کو دوسری جگہ سے پکڑ کر چوپائے کو جنبی وغیرہ کا چلانا جائز ہے حیض نفاس والی و جنبی کو ان دعاؤں کا پڑھنا جنمیں دعاء قنوت بھی شامل ہے) اور چھونا اور اُٹھانا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح اور قبروں کی زیارت اور عیدگاہ و جنازگاہ میں داخل ہونا بلا وضو بھی جائز ہے۔ لیکن جنبی کو محدث کیطرح مذکورہ کاموں کیلئے وضو مستحب ہے۔ اور حیض نفاس والی غسل کے مخاطب ہونے سے قبل بغیر ہاتھ دھوئے و کلّی کئے بلا کراہت کھا پی

سکتی ہے۔ مگر کھانے کیلئے پاک آدمی کیطرح ان کو بھی ہاتھ دہونے مستحب ہیں۔ اور کلی کے مستحب ہونے
نہ ہونے میں اختلاف ہے ۔۔ اور جنبی کو ہاتھ دہوئے اور کلی کئے بغیر کھانا پینا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور حیض نفاس والی
وجنبی کو اپنے ملبوس کپڑے کی کسی جزو سے خواہ آستین ہو یا غیر آستین ہو قرآن مجید کو پکڑنا مکروہ تحریمہ ہے یہی احوط
وظاہر روایت ہے ۔۔ جس عورت کا حیض یا نفاس اکثر مدت پر بند ہو تو قبل غسل عورت شوہر جماع کر سکتا ہے۔ لیکن
عورت کو جماع سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔ اور استحاضہ کا خون جاری ہوتے بھی وطی جائز ہے۔ لیکن شوہر بیوی
دونوں کو اس حالت میں جماع سے پرہیز کرنا بہتر و مستحب ہے ۔۔ اگر حائض کا خون کمتر مدت حیض (یعنی تین دن
گذرنے) سے پہلے بند ہو جائے تو آخر وقت مستحب تک وجوباً تاخیر کر کے عورت کو وضو کر کے نماز پڑھنی لازم ہوگی
لیکن اس حالت میں شوہر کو احتیاطاً عورت کے یقینی حال معلوم ہونے تک وطی نہ کرنی چاہیے۔ یعنی جب تک
اس کے بعد معتدبہ وقت نہ گذر جائے اگر کافی وقت گذر جانے پر خون بھی نہ لوٹے تو وطی بلا شبہ جائز۔ اگر خون
لوٹ آئے تو ناجائز ہے ۔۔ اگر خون تین دن پر بند ہو جائے لیکن یہ بندش عادت سے کم ہو چنانچہ اس عورت کی
عادت مثلاً چار یا پانچ وغیرہ دن تھی تو اس صورت میں بھی آخر وقت مستحب تک ضروری تاخیر کر کے احتیاطاً
غسل کرنے کے بعد روزہ نماز ادا کرے۔ اور اس صورت میں غسل کے بعد بھی وطی جائز نہیں کیونکہ عادت
کے دنوں میں خون کا لوٹنا ممکن ہے۔ اور جو خون دس دن پر بند ہو تو پھر آخر وقت مستحب تک انتظار وطی مستحب
ہے ۔۔ اگر تین دن گذرنے کے بعد عادت کے موافق خون جاری ہو کر بند ہو جائے تو اگر وہ عورت کتابی اہل
کتاب سے ہو جیسے یہود و نصاری (جو توراۃ وانجیل پر عامل و کاربند ہوں ورنہ ان سے بھی مشرک ہونے پر
نکاح جائز نہیں) تو اس عورت سے بلا غسل وطی کر سکتا ہے کیونکہ وہ غسل کی مکلف نہیں۔ لیکن خون بند ہو جانے
کے بعد مسلمان ہو جائے تو پھر اس کا حکم باقی مسلم عورتوں کی طرح بایں طور ہے کہ جس مسلم عورت کا خون تین
دن گذرنے پر عادت کے موافق جاری ہو کر بند ہو جائے تو اس عورت سے اسوقت تک وطی ناجائز ہے جبتک
غسل۔ یا جائز تیمم نہ کرلے یا اتنا آخر وقت کسی نماز کا نہ گذرے جسمیں فرض غسل کر کے کپڑے پہن کر بنا بر
قول مفتے بہ امام صاحب کے صرف اللہ کہ سکے جسکے بعد وقت نکل جائے اور ابو یوسف کے نزدیک
پورا اللہ اکبر کہ سکے لیکن یہ غیر مفتے بہ ہے یعنی جب تک نماز اس کے ذمے قضا لازم نہ ہو جائے وطی
ناجائز ہے جب مذکورہ بالا تینوں باتوں سے حسب مقام ایک بھی پوری ہو جائے تو عورت کو پاکی کا حکم ہو کر اس
سے وطی حلال ہوگی ۔۔ اور جائز تیمم کی یہ صورت ہے کہ حیض کے بند ہو جانیکے بعد (کیونکہ حیض منافی تیمم
ہے) پانی کے استعمال پر قادر نہ ہوتے ایسا تیمم کیا جائے جس سے فرائض نماز ہی ادا ہو سکیں۔ چونکہ ایسے تیمم
سے وہ حائض جسکا خون دس دن پر بند ہو حیض سے نکلکر جنبی پانی نہ ملنے والے کیطرح باقی رہ جاتی ہے اسلئے
اس مذکورہ حائض وجنبی کو پانی پر قدرت ہوتے بہ خوف فوت نماز جنازہ و عید تیمم کر کے نماز عید و جنازہ کا
ادا کرنا جائز ہے۔ پھر اس کے بعد اتنی دیر گذرنے پر کہ جس میں وضو ممکن ہو کوئی اور جنازہ آجائے تو پہلا تیمم
باطل ہو جائیگا اور دوسرا تیمم کر کے جنازہ پڑھنا جائز ہوگا۔ کیونکہ پہلا تیمم پانی موجود ہوتے کیا گیا ہے وہ
ناقص تھا اسی لئے مذکورہ جیسے تیمم سے حائض حیض سے نہیں نکل سکتی جب تک کامل تیمم نہ ہو جس سے فرض نماز
ادا ہو سکے۔ اور جس عورت کا حیض دس دن سے کم ہی پر بند ہو کر اتنا وقت نہ گذرے کہ اسپر نماز فرض ہو کر
قضا لازم آئے۔ اس عورت کے لئے پانی ہوتے ہوئے تیمم کرنا حیض سے نکال کر جنبی کی حالت کیطرح

نہیں کرتا اور نہ ہی اس کو پانی ہوتے جنازہ اور عید کے لئے تیمم مفید و جائز ہے کیونکہ یہ تیمم ناقص ہے نیز تیمم کا جواز حیض نہ ہونے پر ہے اور جب تک اتنا مقررہ وقت نہ گذر جائے شریعت حیض سے خارج ہونیکا حکم نہیں دیتی اور جس عورت کا حیض دس دن سے کم میں عادت کے موافق اگر بند ہوجانیکے بعد نماز کا وقت گذر جائے (یعنی اتنا وقت گذر جائے جس میں اسپر نماز قضا لازم ہوجائے) تو پھر شوہر کو جماع بھی جائز اور اس عورت کو پانی ہوتے ہوئے بخوف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کرنا بھی مفید و جائز ہے کیونکہ اب حیض سے پاک ہوگئی ہے۔ اور جو حائض دس دن سے کم میں اپنی عادت پر پاک ہوجائے اسکے لئے وجوب نماز میں ایسے آخری وقت کا اعتبار ہے جسمیں نماز فرض (قضا لازم) ہوجائے جیسے مذکورہ حائض عورت کا خون ظہر کے ایسے آخر وقت میں بند ہوا جس میں فرض غسل کرکے تحریمہ باندھ سکتی تھی کہ بعد میں عصر کا وقت داخل ہوگیا تو اس صورت میں عصر کا وقت داخل ہوتے مرد کو وطی جائز ہے کہ اسے پاکی کا حکم ہوگیا ہے کیونکہ نماز ناپاک عورت پر لازم نہیں ہوتی اور یہاں لازم ہوگئی ہے۔ اگر خون کے بند ہوجانے کے بعد وقت عصر کے دخول تک اتنا وقت نہ ہو جس میں نماز فرض ہوجائے بلکہ کم ہو تو گویا ظہر اسکے ذمہ لازم نہ ہوئی عصر لازم ہوگی تو اس صورت میں قبل غسل عورت۔ مغرب کے بعد مرد کو وطی جائز ہوگی نہ قبل مغرب کہ نماز کے آخر وقت گذرنے کا اعتبار ہے۔ واضح رہے کہ تمام مذکورہ صورتیں جب ہیں کہ اکثر مدت حیض قبل خروج وقت نہ پوری ہو۔ اگر اکثر مدت قبل خروج وقت و غسل کے پوری ہوجائے تو اس مذکورہ زمانہ اور وقت گذرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اسکے بغیر بھی جماع جائز ہے۔ جس حائض عورت کا خون دس دن سے کم میں بند ہوکر اتنا وقت گذرے جس سے نماز اس کے سر فرض ہوجائے تو وہ عورت حیض سے خارج ہوکر جنبی کی طرح ہوجاتی ہے جس سے وطی جائز و حلال ہے لیکن اس عورت کو جنبی کیطرح قبل غسل قرآن مجید کا پڑھنا چھونا حرام ہے اور نیز اس عورت کو جنبی کی طرح پانی ہوتے ہوئے بخوف فوت نماز جنازہ و عید تیمم بھی جائز ہے۔ حائض عورت کے دس دن سے کم میں حیض بند ہوجانے کے بعد جن شرائط سے نماز فرض ہوتی ہے انہی سے روزہ بھی فرض ہوتا ہے یہی حق و معتبر ہے یعنی کسی عورت کا صبح صادق سے پہلے اتنی دیر حیض بند ہوجائے جسمیں صبح صادق سے پہلے فرض غسل مع اسکے مقدمات (یعنی پانی مہیا کرکے کپڑے اتار کر لوگوں سے پوشیدہ ہوکر) و موخرات (یعنی بعد غسل کپڑے پہن لے) ادا کرکے تحریمہ بھی کرسکے بعد میں صبح صادق طلوع کرے تو اب اس عورت پر جس طرح عشا کی نماز فرض و فرض ہوگی اسیطرح روزہ بھی فرض ہوجائیگا۔ اگر ماہ رمضان ہوا۔ بخلاف آئندہ قول صاحب مختار کے جسے اس نے اصح قرار دیا ہے وہ غیر محقق ہے کیونکہ نماز و روزے کی فرضیت یا عدم فرضیت ایک ہی قاعدہ کے ماتحت آسکتی ہے۔ در مختار میں ہے کہ وجوب ... روزہ کیلئے مذکورہ تحریمہ کے وقت کا لیسکنا اصح قول میں شرط نہیں اور نماز کیلئے شرط ہے۔ اس بنا پر اگر صرف مقدار غسل قبل صبح وقت ہو جس میں تحریمہ ادا نہیں ہوسکتا تو اس عورت پر نماز عشا تو فرض نہ ہوگی لیکن روزہ فرض ہوگا۔

اس سے لازم آتا ہے کہ اگر شوہر بیوی مسافر ہوں تو انہیں رمضان کے دن میں جماع حلال ہو کیونکہ روزہ پاک پر فرض ہوتا ہے لہذا عورت پاک ہوگئی ہے اس سے جماع بھی جائز ہو حالانکہ فقہا کا اتفاق ہے کہ جماع حرام ہے۔ اور مسافر کی قید اس واسطے لگائی گئی ہے کہ مسافروں پر رمضان شریف کے روزے حالت سفر میں فرض نہیں ہوتے بلکہ افطار جائز ہوتا ہے۔ اگر روزے رکھے تو وہ بھی جائز ہیں (لیکن امام صاحب کے

نزدیک قضا روزے اس کے ذمہ لازم ہونے پر۔ ان کو قضا کرنا حال کے فرضی روزے رکھنے سے بھی بہتر ہے کیونکہ وہ قضا اسپر لازم ہو گئے ہیں اور یہ حال کے جب اور اسمنے لازم ہونگے کہ سفر سے بخیریت اقامت اختیار کرکے انکی فرضیت پائیگا۔ احقر) واضح رہے کہ ان مسائل میں جہاں غسل مذکور ہے کہ خون بند ہوجانیکے بعد اتنا وقت نماز ہو جس میں غسل مع تحریمہ ادا ہو سکے) اس سے مراد وہ غسل ہے جو مع مقدمات و مؤخرات مذکورہ بالا مکمل ہو۔ یعنی اتنا پورا وقت ہو۔ کیونکہ انکے بغیر غسل ہی نہیں ہو سکتا۔ اور تحریمہ کا وقت مطلقاً (یعنی خواہ خون حیض دس دن پر یا اس سے کم میں بند ہو) پاکی کا حکم رکھتا ہے۔ بخلاف وقت غسل کے کہ وہ خون کے دس دن پر بند ہونیکے بعد بالکل پاکی کا حکم رکھیگا۔ لہذا قبل غسل بھی پاک ہوجاتی ہے جسپر تمام احکام متفرع ہو جائینگے کہ اس سے وطی جائز۔ اور عدت ختم اور رجعت باطل اور دوسری بیوی جو اسکے ہوتے ناجائز ہو جائز ہوگی۔ اگر دس دن سے پہلے عادت سے کم میں خون بند ہوجائے تو پھر فقط غسل بلا تحریمہ بعض احکام میں پاکی کا حکم نہیں رکھتا بلکہ عورت بدستور حائض ہی رہتی ہے کہ اس غسل سے وطی جائز نہیں اور رجعت جائز ہے اور اس دوسری عورت سے (جو اسکے ہوتے ناجائز ہو) نکاح جائز نہیں۔ لیکن غسل کے بعد تحریمہ کا وقت گذر جانے پر مطلقاً پاک عورت کا حکم رکھیگی جسپر پاکوں جیسے احکام متفرع ہونگے۔ اگر دس دن سے کم میں عادت کے موافق خون جاری ہوکر بند ہو جائے تو اس صورت میں غسل کرنے سے پہلے وہ مذکورہ احکام جائز نہ ہونگے یعنی وطی ناجائز اور عدت نہ گذرے گی الی آخرہ۔ لیکن نماز روزہ بشرائط مذکورہ واجب ہوجائیگا اگرچہ غسل نہ کرے۔ کیونکہ انکے وجوب (قضا) کے لیے اتنے وقت کا ہونا ضروری ہے جسمیں غسل کرکے تحریمہ ادا کر سکے۔ جن مذکورہ صورتوں میں وجوب نماز کیلئے خون بند ہونیکے بعد غسل مع تحریمہ کے وقت کا اعتبار ہے وہ دس دن سے کم میں خون بند ہونیکی صورتیں ہیں۔ اگر پورے دس دن پر بند ہو تو پھر نفس بند ہونیکے بعد صرف اتنا وقت باقی رہے جسمیں اللہ کہا جا سکے تو نماز فرض ہو جائیگی اور اس میں غسل کا اعتبار نہیں۔ اگر اتنا وقت بھی باقی نہ رہے جسمیں صرف اللہ کہے تو نماز بھی فرض نہ ہوگی کیونکہ اُسے ادنے جزء آخر وقت کی بھی نہیں ملی۔ لیکن وطی بہرحال جائز ہے کیونکہ وطی حیض سے یقینی پاکی کے بعد جائز ہے جو صرف دس دن پر خون بند ہوجانے سے بلا غسل وغیرہ حاصل ہوجاتی ہے۔ صہ ۲۷۴ تا ۲۷۹ حیض و نفاس میں جماع کو حلال جاننے والا الاصح و معتبر قول کی بنا پر کافر نہیں ہوتا۔ ایسے ہی اپنی بیوی کی دُبر میں وطی حلال جاننے والا کافر نہیں (بخلاف لڑکے سے وطی کو حلال جاننے والے کے کہ وہ بظاہر بالاتفاق کافر ہو جاتا ہے چونکہ لواطت زنا سے بھی سخت حرمت رکھتی ہے کہ وہ کسی طریق پر مباح نہیں اور عقلاً بھی اس میں قباحت ہے اور اسی بنا پر صحیح قول میں جنت میں یہ فعل بد نہ ہوگا) کیونکہ ان صورتوں حیض و نفاس میں وطی ذاتی لحاظ سے حرام نہیں۔ چونکہ وہ تو اس کی بیوی ہے لیکن اور غیر ذاتی وجہ سے حرام ہے وہ یہ کہ گندگی حیض وطی سے مانع ہے (جیسے آیت شریف میں ہے وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ۔ یعنی اے میرے رسول علیہ السلام لوگ آپ سے حیض میں وطی کے متعلق دریافت کرینگے اس کا یہ جواب دینا کہ حیض کے دنوں میں پاک ہونے تک عورتوں سے کنارہ کش رہو کیونکہ وہ ایک غلاظت و گندگی ہے اور انکے پاک ہوجانے پر اس جگہ سے قربت کرو جسکی

حیض و نفاس وطی کرو لواطت بہ منکوحہ کو حلال جاننا کفر نہیں چونکہ۔ الخ۔ ۱۲ صفحہ ۔۔

جس کی تمہیں اللہ تعالیٰ نے اجازت دی اور حکم کیا ہے یعنی فرج میں نہ دبر میں اور بحالت حیض وطی کو حلال جاننے والا اس لئے کافر نہیں ہوتا چونکہ کفر میں ذاتی حلال، حرام کو دخل ہے جو قطعی دلائل سے ثابت ہو لہٰذا اُس مثبت بدلائل قطعی کے ذاتی حلال کو حرام یا حرام کو حلال جاننے والا کافر ہو جائیگا۔ اگر کسی چیز کی غیر ذاتی حرمت قطعی دلائل سے یا ذاتی حرمت ظنی دلائل سے ثابت ہو تو اس چیز کا حلال جاننے والا کافر نہیں ہوتا۔ احقر) اور اس لئے اس شخص کے کفر کا حکم نہیں کہ مرتد کے کفر کے متعلق جیسے آگے آئیگا کہ جس مسلمان کے کفر کے خلاف ایک روایت ضعیف ہی ہو اسپر کفر کا فتویٰ نہ لگایا جائیگا۔ لہٰذا مذکورہ بالا وطیوں کو حلال جان کر عمداً اپنے اختیار سے ارتکاب کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو گا جسکا کفارہ صرف توبہ ہی اسپر لازم ہوتا ہے لیکن ابتداء حیض میں وطی کرنے پر جس میں خون سرخ جاری ہو ایک دینار یعنی اشرفی۔ اور آخر حیض جسمیں زرد خون ہو آدھا دینار بطور صدقہ (اُن لوگوں کو جن کو زکوٰۃ دی جاتی ہے) دینا مستحب ہے اور جو شخص مذکورہ وطیوں کی حرمت سے بے خبر ہونے پر ارتکاب کر دے تو گناہ کبیرہ نہ ہو گا۔ لیکن حرام اُسے بھی ہے کیونکہ مسلمان کا ایسے امور سے دار اسلام میں بے خبر ہونا غیر معتبر ہے۔ اگر کوئی شخص بھولے سے یا کسی کے جبر و اکراہ سے مذکورہ صورتوں میں وطی کر دے تو وہ وطی عذر کے باعث حرام نہ ہو گی۔ اور عورت حائضہ موطوئہ پر بظاہر احادیث صدقہ نہیں اور مرد پر مستحب ہے۔ کہ احمد و ابو داؤد اور ترمذی و نسائی میں ابن عباس رضؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو شخص حائض بیوی سے جماع کرے تو ایک یا نصف پونڈ شرعی صدقہ دے فتاویٰ بحر میں ہے کہ اس حدیث کی تصحیح حاکم اور ابو داؤد کی مرویات سے ہوتی ہے۔ اِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ اِنْ كَانَ دَمًا اَحْمَرَ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِيْنَارٍ وَاِنْ كَانَ اَصْفَرَ فَلْيَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ دِيْنَارٍ۔ یعنی حائض سے سرخ خون جاری ہوتے وقت وطی کرنے پر مکمل دینار اور زرد خون ہوتے وقت نصف دینار صدقہ دیا جائے۔ تو حدیث میں مرد کو حکم ہو رہا ہے نیز حدیث میں جاہل حرمت و عالم حرمت کیلئے بھی کوئی فرق نہیں (لہٰذا حرمت وطی سے بے خبر ہوتے بھی وطی کرنیوالا بحسب دلیل مذکورہ بالا مرتکب حرام ہو گا۔ اور اُسے حسب تعمیل حدیث صدقہ بھی دینا پڑیگا۔ احقر) اور جمہور فقہا کے نزدیک بحالت حیض یا دبر زوجہ میں وطی حلال جاننے والا کافر ہو جاتا ہے۔ بخلاف نفاس والی کے کہ اس کا فرج میں) جماع کرنیوالا صرف مرتکب حرام ہوتا ہے نہ کافر۔ لیکن جمہور کے قول پر بوجہ ادلّہ مذکورہ بالا احتیاطاً حکم کفر نہیں دیا جائیگا کہ کفر قطعی ذاتی حلال و حرام کے خلاف جاننے پر لازم ہے نہ کہ کوئی روایت ضعیف بھی اسکے اسلام پر دلالت کرے۔ نیک بخت پاکدامن بیوی کے حیض سے خبر دینے یا اس عورت منکوحہ کے کہنے پر جسے مرد غالب گمان میں سچا تصور کرے حرمت وطی ثابت ہو جاتی ہے۔ اگر عورت فاسق ہو جو غالباً جھوٹ بولتی رہتی ہے تو اس کے خبر دینے پر بلا یقین یا ظن غالب حرمت وطی ثابت ہو گی۔ جیسے غیر وقت حیض میں اپنے آپ کو حائض کہے تو اس کا قول بالاتفاق قبول نہ ہو گا۔ اور اِستحاضہ کے ہمیشہ جاری خون کا حکم ہر وقت نماز ... گذرنے تک جاری نکسیر کیطرح ہے۔ جو روزے و نماز کو (خواہ فرض ہو یا نفل) اور جماع اور قرءت قرآن مجید اور اس کے چھونے اور دخول مسجد اور طواف کو مانع

نہیں جبکہ مسجد کی ناپاکی کا احتمال نہ ہو ورنہ منع ہے۔ اور خون استحاضہ جاری ہوتے بلاشبہ وطی جائز ہے اگرچہ پرہیز بہتر ہے۔ جس شخص کا آلہ پہلے سے ناپاک ہو تو اس کے دھوئے بغیر وطی حرام ہے کیونکہ اس وجہ فرج پاک کو نجاست سے ملوث کرنا لازم آتا ہے۔ اگر ذکر کی ناپاکی عذر سلسل البول وغیرہ سے ہو تو پھر وطی مستحاضہ کیطرح اُسے ذکر آلہ نجس ہونے پر بھی بیوی سے جماع جائز ہے۔ اگر کوئی شخص پانی ہوتے غیر پانی (جیسے ٹھیکرے یا ڈھیلے وغیرہ) سے استنجا کرکے شرمگاہ صاف کرکے وطی کرے جب بھی ناجائز ہے۔ اگر پانی نہ موجود ہو تو پھر جائز ہے۔

۲۷۵ یہ مبحث نفاس کے احکام کے متعلق ہے

نفاس لغت میں عورت کے بچہ جننے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں اس خون کا نام ہے جو تمام یا اکثر بچہ کے (خواہ بچہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اعضاء نکلیں) پیدا ہو کر... پیٹ سے نکلنے کے بعد رحم سے جاری ہو۔ اگر کوئی عورت بچہ پیدا ہونے کے بعد خون نہ دیکھے جب بھی معتبر قول کی بنا پر صاحب نفاس ہوئی ہے کیونکہ وہ بھی خون کے حکم میں ہے۔ اگر کسی عورت کے پیٹ میں زخم ہونیکے باعث فرج کے سوائے ناف سے بچہ پیدا ہو کر اگر خون فرج سے جاری ہو تو وہ بھی صاحب نفاس ہوگی۔ اگر خون ناف سے جاری ہو تو صاحب نفاس نہ ہوگی بلکہ زخمی ہوگی اگرچہ اس سے ولادت کے تمام احکام ثابت ہو جائینگے کہ عدت پوری ہو جائیگی اور باندی اُم ولد ہو جائیگی۔ اگر اس کی ولادت پر طلاق معلق کر رکھی ہو تو طلاق واقع ہو جائیگی وغیرہ وغیرہ۔ اگر کسی عورت کا بچہ کم مقدار میں فرج سے ظاہر ہوا ہو (کیونکہ اکثر بچہ پیدا ہو جانے پر صاحب نفاس ہو جاتی ہے) کہ نماز کا وقت مستحب آگیا تو اس عورت کو وضو کرکے اگر ممکن ہو ورنہ تیمم کرکے رکوع و سجود سے ممکن ہونے پر ورنہ اشارہ سے بلا تاخیر نماز پڑھنی فرض ہوگی۔ جس کا یہ طریقہ ہے کہ عورت کی پیٹھ کے نیچے کوئی ہنڈیا جیسی اونچی چیز رکھدیں یا گڑھا کھود کر بٹھائیں تاکہ عورت و بچہ کو تکلیف نہ ہو اور نماز بھی پڑھی جائے۔ اس سے واضح ہوا کہ جب عورت کے لئے ایسی نازک حالت میں نماز کی تاخیر حتی الامکان ناجائز ہے تو ایسا تندرست شخص جو نماز پر قادر ہو نماز کی تاخیر پر کوئی عذر پا سکیگا چہ جائیکہ تارک نماز جسکی حالت حد درجہ قابل افسوس و موجب حسرت ہے۔ نفاس کے تمام احکام (سات احکام کے علاوہ) حیض کیطرح ہیں۔ وہ سات احکام مخصوصہ نفاس یہ ہیں۔ کہ نفاس سے بلوغ یقیناً بلکہ اس سے پہلے ہی حمل سے معلوم ہو جاتا ہے اور رحم کی پاکی اس سے ہو جاتی ہے جیسے کوئی حاملہ باندی کو خرید کر قابض ہو جائے اور اس کے پاس بچہ جن دے اور ایک دوسرا بچہ اسکے پیٹ میں موجود ہو تو دوسرے بچہ کے پیدا ہونے تک جو خون دونوں بچوں کی پیدائش کے درمیان جاری ہوگا وہ نفاس ہے اور دوسرے بچہ کے پیدا ہونے سے پہلے رحم پاک نہیں ہوتا۔ یعنی باندی مالک کی وطی کیلئے پاک نہیں ہوتی۔ اور ولادت پر طلاق معلق ہونے پر طلاق واقع ہو کر بطور ذیل عدت پوری ہوتی ہے جیسے کوئی عورت کی طلاق کو ولادت پر مشروط کرے جیسے کہ جب تو بچہ جنے تو تو طلاق ہے تو بچہ پیدا ہو جانیکے بعد نفاس کے علاوہ تین حیض گذرنے پر عدت سے نکل جائیگی اور نفاس کی کمتر مدت کی کوئی حد نہیں (اگرچہ ضرورت کے وقت حد مقرر کی جاتی ہے)۔ اور اسکے اکثر کی حد چالیس دن ہیں۔ اور نفاس کفارہ کے روزوں کے تتابع اور تواتر (پے در پے ہونے) کو قطع اور جدا کر دیتا ہے

اور اس میں طلاق سُنی اور بدعی کا کوئی فرق نہیں ۰۰ نفاس کی اکثر حد بالاجماع حیض کی اکثر چار گنا کے برابر ہوتی ہے۔ جیسے دس دن اکثر حد حیض ہونے پر چار ضرب دس چالیس دن اکثر حد نفاس ہو گی ۰۰ اور نفاس کی کمتر مدت کی کوئی حد نہیں لیکن ضرورت محسوس ہونے پر بنا بر مُفتیٰ بہ معتبر قول امام صاحب رح کے پچیس[۲۵] دن مقرر کی جائیگی۔ جیسے کوئی اپنی حاملہ عورت کو کہدے کہ بچہ پیدا ہونیکے بعد تجھے طلاق ہے تو اب بچہ پیدا ہونیکے بعد عورت کے عدت سے خارج ہونیکے قول کی تصدیق کیلئے امام صاحب رح کے نزدیک کمتر مدت پچاسی[۸۵] دن بہ تفصیل ذیل ہیں کہ پچیس[۲۵] دن کمتر نفاس کے اور پندرہ[۱۵] دن اقل طُہر کے پھر تین حیض ہر ایک پانچ دن کا اور دو حیضوں کے درمیان دو طُہر تیس[۳۰] دنوں کے جنکا مجموعہ پچاسی[۸۵] دن ہوتا ہے ۰۰ اور کمتر مدت نفاس امام صاحب رح کے نزدیک اسلئے پچیس[۲۵] دن ہے کیونکہ امام صاحب رح کے نزدیک جو دو خون اول و آخر چالیس[۴۰] دن میں آکر طُہر کو گھیر لیں تو وہ تمام طُہر نفاس ہی شمار ہوگا۔ جیسے بچہ پیدا ہونیکے بعد کسی عورت نے ایک ساعت خون دیکھ کے درمیان میں دو ساعت کم چالیس[۴۰] دن طُہر دیکھ کر بعد میں دو ساعت خون دیکھا تو وہ تمام چالیس[۴۰] دن نفاس کے ہوں گے۔ اگر کمتر مدت نفاس چوبیس[۲۴] دن مقرر کئے جائیں تو چوبیس[۲۴] دن گذر کر پندرہ دن طُہر کے بعد پھر خون جاری ہو جائے تو امام صاحب رح کے نزدیک نفاس ہو کر عادت کا ٹوٹنا لازم ہوگا۔ بخلاف پچیس[۲۵] دن کے کہ انکے گذرنے کے بعد پندرہ دن طُہر گذرنے پر چالیس[۴۰] دن پورے ہو کر اکثر مدت نفاس پوری ہو جاتی ہے اگر اس کے بعد خون جاری ہو جائے تو وہ حیض کہلائیگا نہ نفاس کہ جس سے نفاس کی عادت ٹوٹ جائے ۰۰ واضح رہے کہ مذکورہ بالا احکام نفاس والی حُرّہ (آزاد) عورت کے متعلق ہیں۔ لیکن صاحب نفاس باندی یا حُرّہ غیر نفاس والی کے احکام انشاءاللہ تعالےٰ عدت کے باب میں آئینگے ۰۰ نفاس کی اکثر حد بالاجماع حیض کی اکثر چار گنا حد کے برابر ہوتی ہے۔ جیسے دس دن اکثر حد حیض ہونے پر چار ضرب دس چالیس[۴۰] دن اکثر حد نفاس ہو گی ۰۰ مُبتدئہ غیر معتادہ کو جو خون چالیس دن سے زائد آئیگا وہ استحاضہ ہوگا۔ اور معتادہ کی عادت کے موافق جو خون آئے وہ بحالت نفاس نفاس و بحالت حیض حیض شمار ہوگا ۰۰ اور جو عادت سے بڑھ جائے تو وہ استحاضہ ہوگا نہ کہ صرف زائد مقدار بر اکثر مدت ہی استحاضہ ہوتا ہے۔ خواہ عورت کی عادت خون یا پاکی پر ختم ہو۔ یہ ابو یوسف رح کے نزدیک ہے بخلاف محمد رح کے اگر پاکی پر ختم ہو۔ جیسے کسی عورت کی عادت نفاس تیس[۳۰] دن ہو اور اسکا خون بیس[۲۰] دن آکر بند ہو جائے اور پھر دس دن پاک رہے تو اس کی عادت اب تمام ہوگئی۔ اور پاکی کے دنوں میں نماز و روزہ ادا کرتی رہے پھر اسے عادت کے خاتمہ پر دائمی خون جاری ہو جائے۔ تو چونکہ ابو یوسف رح کے نزدیک تیس[۳۰] دن اس کی عادت تھی لہذا ان پاکی کے دس دنوں میں جو روزے رکھتی رہی ہے قضا کرے کہ وہ ایام نفاس تھے۔ اور نمازوں کی قضا نہیں ہوتی چونکہ وہ معاف ہو جاتی ہیں ۰۰ اور محمد رح کے نزدیک بیس[۲۰] دن نفاس ہوگا اور باقی دس[۱۰] دن کی نمازیں روزے صحیح ہیں کہ پاکی کے دن ہیں۔ اگر کسی عورت کا خون اکثر مدت نفاس و حیض پر اگر بند ہو جائے اور آگے نہ بڑھے یا اکثر مدت گذرنے سے پہلے بند ہو جائے اور اسکے بعد کامل پندرہ دن طُہر دیکھے تو سابقہ سب حیض و نفاس ہوگا اگر کامل طُہر نہ دیکھے تو عادت پر رد کیا جائیگا کہ عادت کی مقدار حیض و نفاس نفاس ہو کر باقی استحاضہ ہوگا۔ جیسے کسی حائض عورت کی عادت شروع ہر ماہ میں مثلاً پانچ دن تھی کہ اسکے بعد ایک دفعہ چھ دن خون دیکھکر چودہ[۱۴] دن پاک رہی پھر اُسے خون جاری ہو گیا تو

اس صورت میں اسکا حیض پانچ ہی دن عادت کے موافق ہوگا اور چھٹا دن استحاضہ ہوگا جس کی نماز قضا کریگی - ایسے ہی نفاس والی معتادہ عورت جس کی عادت تیس ۳۰ دن تھی لیکن ایک دفعہ اُسے اکتیس ۳۱ دن خون آکر چودہ دن پاک رہی پھر حیض جاری ہوگیا تو اسکے وہ عادت کے تیس دن نفاس ہونگے اور اکتیسواں دن پاکی کا شمار ہوکر نماز قضا کرنی پڑے گی۔ جس عورت کی حیض و نفاس میں ماہوار حالت بدلتی رہے تو بہ اتفاق ہرسہ ائمہ احناف ایک ہی دفعہ کی تبدیلی سے حالت بدل بھی جاتی ہے اور ثابت بھی ہوجاتی ہے۔ جیسے حائض کو پہلی دفعہ پانچ دن خون آئے دوسرے ماہ میں چھ دن وغیرہ اگر دو یا زیادہ مہینوں میں پاکی وحیض و نفاس کی عادت ایک ہی رہ کر بعد میں بدل جائے تو فقط ابو یوسفؒ کے قول پر آئندہ ایک ہی بار کی تبدیلی سے عادت منتقل اور ثابت ہوجائیگی بخلاف طرفینؒ کے۔ اور ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے۔ جیسے ایک عورت کو دو ماہ آٹھ آٹھ دن حیض آکر تیسرے ماہ میں کامل طُہر کے بعد نو دن حیض آئے تو اسکی عادت بدل جائیگی۔ ایسے ہی مُبتدءَہ شروع ہی میں ایک بار ہی صحیح حیض و طُہر دیکھکر دوسری بار دوسرے ماہ میں دائمی خون کے جریان میں مبتلا ہوجائے تو حیض عادت کے موافق ہوکر باقی استحاضہ ہوگا اور اگر طُہر چھ ماہ سے کم ہو تو بھی حیض عادت کے موافق ہوگا۔ ورنہ ایک ساعت کم چھ ماہ یا پورے دو ماہ طُہر مقرر ہوگا۔ اور عادت حیض و نفاس کی تبدیلی کا یہ معیار ہے جیسے اگر معتدہ نفاس کا خون چالیس دن سے بڑھ جائے تو عادت کے موافق نفاس ہے باقی استحاضہ۔ اگر چالیس سے نہ بڑھے لیکن پہلی عادت سے بڑھ جائے تو عادت بدل جائے گی اور کل نفاس ہوگا۔ اگر حائض کا خون دس دن سے بڑھ جائے لیکن عادت کے دن اس میں نہ آئیں تو حیض کے دن بدل جائینگے لیکن تعداد اتنی ہی رہے گی جتنی پہلے تھی اور شروع خون سے حیض شروع ہوگا۔ اگر وہ دس دن سے بڑھا ہوا خون ایسی طرح جاری ہو جس میں عادت کے دن بھی آجائیں تو صرف عادت کے دنوں کا خون حیض ہوکر باقی استحاضہ ہوگا۔ اگر وہ خون عادت کے دنوں کے برابر آئے تو عادت بحال رہیگی اگر عادت کے مخصوصہ دنوں سے کم میں خون آئے اور دس دن سے زیادہ ہوجائے تو اس کی عادت کمی کی طرف منتقل ہوجائیگی۔ جیسے مثلاً جسکی عادت اول ماہ سے پانچ دن حیض کے ہوں اور دوسری یا تیسری بار اُسے دو دن اول ماہ سے گذر کر تیسرے دن سے گیارہ دن تک خون جاری رہا تو اسکا حیض پہلے تین دن ہوگا اگر عادت کے دنوں میں خون آنے والا عادت کے مساوی نہ ہو تو دوسرا خون آمدہ عادت ہوگی ورنہ پہلی عادت بحال رہیگی۔ اور معتادہ حیض و نفاس عادت سے زیادہ خون دیکھتے ہی نماز و روزہ ترک کردے۔ اور مُبتدءَ عورت بھی خون دیکھتے ہی نماز روزہ صحیح قول کی بنا پر چھوڑ دے اور اس عورت سے (قبل یقینی حالت پاکی معلوم ہونیکے) شوہر کا وطی سے اجتناب کرنا بھی محتاط ہے جس عورت کے ایک پیٹ سے دو بچے پیدا ہونے میں چھ ماہ سے کم کا فاصلہ ہو تو نفاس پہلے بچہ کی پیدائش سے شروع ہوگا خواہ دوسرے بچہ تک چالیس دن پورے ہوجائیں یہی صحیح ہے اور دوسرا بچہ پیدا ہوتے ہی عورت کو غسل کرکے نماز پڑھنی لازم ہوگی اور تیسرے بچے کا بھی اصح قول پر یہی حکم ہے اگرچہ پہلے اور تیسرے کے درمیان چھ ماہ سے زائد عرصہ ہو اور عدت بالاتفاق آخری بچہ کے پیدا ہونیکے بعد ختم ہوگی۔ بعض کے قول پر عورت کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ رہتا ہے پھر چالیس دن کے بعد جما ہوا خون ہوجاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد گوشت کا ایک لوتھڑا ہوجاتا ہے گویا ایکسو بیس دن تک پیدائش ظاہر نہیں ہوتی اسی بنا پر بعض فقہا نے عورت کو خون (مادہ حمل) گرانیکا علاج مباح قرار دیا ہے کہ ابھی آدمی نہیں ہوا۔ لیکن اس کے خلاف حدیث موجود ہونے سے

باعث اسقاط حمل گرانا مباح نہیں کہ حدیث میں وارد ہے - اِذَا مَرَّ بِالنُّطْفَةِ ثِنْتَانِ وَ اَرْبَعُوْنَ لَيْلَةً بَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْهَا مَلَكًا فَصَوَّرَهَا وَ خَلَقَ سَمْعَهَا وَ بَصَرَهَا وَ جِلْدَهَا - کہ نطفہ کے بیالیس دن گذرنے پر اللہ تعالیٰ ایک ملائکہ کو بھیجکر اس کی صورت، کان آنکھیں اور چمڑا بنوا دیتا ہے اور اطباء کے مندرجہ ذیل قول کا ماحصل بھی حدیث کے موافق ہے کہ تینتیس ۳۳ دن تک خون جمکر ہڈیاں بننے لگ جاتا ہے اور ایکسو بیس دن تک اس میں روح پھونکی جاتی ہے بعض نے چار ماہ گذرنے کے بعد روح پھونکے جانیکے متعلق علماء کا اتفاق لکھا ہے جو لوتھڑے کے پہلے پیدا ہونیکے مخالف نہیں کہ وہ پہلے پیدا ہو کر بعد میں روح پڑتی ہے یعنی پچاس دن تک اس کی ہڈیاں تیار ہو جاتی ہیں پھر پچھتر ۷۵ دن سے سو تک ہڈیوں پر گوشت چڑھتا اور لوتھڑا ..... غذا کھینچتا ہے جسمیں انگوری کیطرح ایک نمو اور بڑھنے کی قوت پیدا ہو کر گویا اس میں ایک نباتی روح پیدا ہو جاتی ہے - پھر سو دن کا ہو جانے پر سوئے ہوئے حیوان کیطرح ہو جاتا ہے جب بیس دن اور گذر جاتے ہیں تو اس میں روح پھونکی جاتی ہے -

لہذا واضح ہو گیا کہ فلاسفہ جس روح کے ستر دن میں پھونکے جانیکا کہتے ہیں وہ روح نباتی ہے - اور جس روح کے متعلق حدیث شریف میں ایکسو بیس دن کے بعد پھونکے جانیکا حکم ہے - وہ مستقل حقیقی انسانی روح ہے - لہذا قول فلاسفہ اور حدیث شریف میں کوئی تعارض نہیں ہے ٭ صفحہ ۲۸۰ تا ۲۸۵ اگر صرف خون کا لوتھڑا پیٹ سے خارج ہو جس میں بالکل کسی چیز کی پیدائش کا ظہور نہ ہو تو اسکے لئے ولد کا حکم نہیں لہذا اس سے عورت صاحب نفاس اور باندی اُم وَلد نہ ہو گی اور تولد طلاق معلق کردہ نہ واقع ہو گی اور نہ ہی عدت پوری ہو گی ٭ اگر کچھ پیدائش ظاہر ہو گئی ہو جیسے ہاتھ یا پاؤں یا انگلی یا ناخن یا بال وغیرہ لیکن تمام بدن نہیں بنا کہ حمل گر پڑا تو نہ اس کا نام رکھا جائیگا اور نہ ہی غسل دیا جائیگا اور نہ ہی نماز جنازہ پڑھی جائیگی بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر محفوظ جگہ یا قبرستان میں کوئی گڑھا کھود کر دفن کر دیا جائیگا لیکن مذکورہ بالا حکم اسپر متفرع ہو جائینگے - اور جب بچہ پیدائش پوری ہو کر اکثر سے کم زندہ پیدا ہونے پر مر جائے - خواہ مرنے سے پہلے کوئی آواز کرے یا نہ تو بالاتفاق اسکا نام رکھ کر غسل دینے کے بعد ایک کپڑے میں لپیٹ کر بلا جنازہ دفن کیا جائیگا - اور وراثت میں اس کا کوئی لین دین کا تعلق نہ ہو گا - لیکن مذکورہ بالا حکم ثابت ہو جائینگے - اگر پوری پیدائش ہو جانیکے بعد اکثر یا کل بچہ زندہ پیدا ہو کر مر جائے تو پھر بالاتفاق اس کا نام رکھکر غسل دینے کے بعد نماز جنازہ پڑھکر دفن کیا جائے حتےٰ کہ کامل زندہ آدمی ہونیکی طرح اسکے لئے تمام احکام ثابت ہونگے اور وہ حکماً وراثت لے گا اور دیگا واضح رہے کہ معتبر قول میں ایکسو بیس ۱۲۰ دن میں پیدائش پوری ہو کر روح بھی پھونک دیجاتی ہے اور اسکے خلاف قول ہیں کہ ایکسو بیس ۱۲۰ دن تک پیدائش بھی ظاہر نہیں ہوتی خلاف مشاہدہ و حدیث مذکورہ بالا ہے - اگر کسی عورت کے پیٹ سے صرف ایسا لوتھڑا نکلے جسکی کوئی پیدائش حتےٰ کہ ناخن یا بال تک بھی نہ ظاہر ہوا ہو - اگر اس لوتھڑے کے پیدا ہونیکے بعد عورت تین دن متواتر خون دیکھے اور اس سے پہلے کامل پاکی گذار چکی ہو تو وہ خون حیض کا ہو گا نہ نفاس کا - اگر وہ خون تین دن متواتر نہ آئے خواہ اس سے پہلے کامل طہر گذرا ہو یا نہ تو پھر وہ خون استحاضہ ہو گا - ایسے ہی اگر تین دن متواتر خون تو آئے لیکن اس سے پہلے کامل پاکی نہ گذری ہو تو یہ بھی استحاضہ ہو گا ٭ اگر کسی عورت کے پیٹ سے اندھیرے وغیرہ میں کسیطرح لوتھڑا گر کر ضائع و گم ہو جائے اور اسکی حالت معلوم نہ ہو کہ آیا اسکی پیدائش ظاہری بھی ہوئی ہے کہ نہ اور عورت کو حمل کے دن بھی نہ یاد ہوں (حیض بند ہونے وغیرہ سے) اور لوتھڑا گرنیکے بعد عورت کا خون ہمیشہ کیلئے

جاری ہو جائے تو حیض کے یقینی دنوں میں نماز ترک کر دے پھر غسل کر کے باقی دنوں میں معذور کی طرح نماز پڑھے۔ مثلاً جس عورت کی عادت حیض اول ہر ماہ سے دس دن ہوں اور بیس دن پاکی اور چالیس دن نفاس اور شروع ماہ میں (جو محل شروع حیض ہے) لوتھڑا اگر جائے تو ان پہلے دس دنوں میں یقیناً نماز روزہ ترک کر دے کہ یہ دن یقیناً حیض یا نفاس کے ہیں انکے گذر جانے پر غسل کر کے باقی بیس دن میں معذور کیطرح نماز پڑھے کیونکہ ان دنوں کے طہر یا نفاس ہونے میں شک ہے ان کے بعد پھر دس دن یقیناً نماز روزہ ترک کر دے کہ یہ دن یقینی طور سے حیض یا نفاس کے ہونگے انکے گذر جانیکے بعد غسل کر کے یقینی پاکی تصور کر کے نماز روزہ ادا کرے کیونکہ نفاس کے چالیس دن پہلے پورے ہو چکے ہیں پھر اسکے بعد اس عورت کا دس دن حیض اور بیس دن پاکی متصور ہو گی۔ اگر حیض کے دن گذر جانے کے بعد وہ لوتھڑا اگرے تو اسی وقت سے غسل کر کے معذور کیطرح مقدار عادت طہر نماز پڑھے کیونکہ اسکے طہر و نفاس میں شک ہے۔ اور شک کا حکم نہ ہوتے ہوئے احتیاط واجب ہے پھر ایام عادت حیض آجانے پر یقیناً نماز وغیرہ ترک کر دے۔ اگر مذکورہ بالا عورت کو حمل کے دن (حیض کے بند ہونے وغیرہ سے) یاد ہوں تو اگر وہ لوتھڑا اتنے دنوں کا ہو جن میں پیدائش کے ظہور کا یقین ہو جیسے وہ عورت اس لوتھڑے کو چار ماہ سے کچھ کم کا خیال کرے تو اسکی پیدائش ظاہر ہو جاتی ہے جیسے بالتفصیل پہلے گذر چکا ہے لہذا اس کا مذکورہ بالا پیدائشی ظاہر ہو جانیوالے لوتھڑے جیسا حکم ہے۔ اور جس عورت کی عمر پچپن 55 سال ہو جائے تو بنا بر مفتیٰ بہ معتبر قول کے وہ حیض جاری ہونے سے ناامید ہو جاتی ہے لہذا اب وہ عورت عدت معدود مہینوں سے گذاریگی۔ اگر مہینوں سے وہ عورت عدت گذار رہی ہو کہ قبل تمام ہونے عدت کے اُسے خالص خون (یعنی سرخ یا سیاہ) جاری ہو جائے یا اس طرح کا خون جیسے اسے جوانی میں آتا تھا دکھائی دے یا شوہر وغیرہ سے حاملہ ہو جائے تو اس کی پہلی عدت غیر معتبر و باطل ہو کر اب نئے سرے سے تین حیض گذرنے پر عدت پوری ہو گی۔ اسکے بعد عدت سے نکلنے کے احکام ثابت ہونگے۔ اگر مہینوں سے عدت گذار لینے کے بعد اس عورت کو مذکورہ بالا خونوں سے کوئی دکھائی دے تو پہلی مہینوں والی عدت صحیح مختار مفتیٰ بہ اولیٰ قول پر باطل نہ ہو گی بلکہ وہ جائز ہو گی جس کے گذرنے کے بعد اگر اس عورت نے کسی سے نکاح کر لیا ہو تو وہ نکاح جائز ہو گا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس کے بعد ضرورت پڑنے پر اُسے حیض سے عدت پوری کرنی پڑے گی۔ ہر وہ صاحب عذر جو ذیل میں مذکور ہیں جس کا عذر کسی وجہ سے بند نہ ہو سکے۔ اگر بند ہو سکے تو اسکا بند کرنا لازم ہے اور بند ہو جانے پر صاحب عذر نہ رہیگا۔ اگر بالکل بند نہ ہو سکے لیکن کم ہو سکے تو جسطرح کم ہو سکے اسکا کم کرنا بھی لازم ہے۔ جیسے رکوع و سجود کی نسبت اشارہ سے نماز پڑھنے پر عذر کم ہو جائے تو اشارہ سے نماز پڑھنی واجب ہے یا زخم وغیرہ ہو جسکے باندھنے سے نجاست خون وغیرہ کم نکلتی ہو تو اس کا باندھنا واجب ہے۔ یہی حکم مستحاضہ کا ہے کہ اگر کوئی کپڑا وغیرہ باندھ لینے پر خون کم مقدار میں نکلے تو باندھنا واجب ہے اور مریض عذر سلسل بول وغیرہ کا یا جسکے دست جاری ہوں یا جسکے دُبر سے ہوا جاری ہو۔ یا استحاضہ والی عورت یا جسکی آنکھ سے صرف بیماری چشم یا ضعف بصر کے باعث آنسو جاری ہوں یا آنکھوں کی رگ سے ناسور جاری ہو جائے یعنی آنسو جاری ہوں اور آنکھ سوج جائے یا کسی بیماری کے باعث کان یا پستان یا ناف یا زخم یا آبلہ سے پانی جاری ہو جائے تو

بھی معتبر قول پر ناپاک ہے جسکا نکلنا وضو کو توڑ دیگا۔ اور ان امراض کا مریض بھی صاحب عذر ہو گا۔
منع رہے کہ مواضع مذکورہ سے بیماری کے باعث جو صرف پانی نکلے وہ بھی ناپاک ہے جو وضو کو توڑ دیتا
ہے۔ اگر خون یا پیپ و ریم نکلے تو ان کی نجاست کے لئے بیماری کا ہونا شرط نہیں اگر بیماری نہ بھی ہو
تب بھی ناقض وضو و ناپاک ہے۔ اور سوئے ہوئے آدمی کے منہ کا پانی اگرچہ بدبوناک ہو پاک ہے
مذکورہ بالا بیماری اور عذر اسطرح تمام مفروضہ وقت کو گھیر لے کہ اس مفروضہ وقت میں وہ بیمار رہی
اتنی مقدار بھی بند نہیں ہوتی کہ جسمیں مریض وضو کرکے صرف فرض ہی سنتوں کے بغیر پڑھ سکے
تو وہ شخص صاحب عذر ہو جاتا ہے۔ یہ مذکورہ بالا شرط صاحب عذر بننے کیلئے ہے۔ لیکن صاحب عذر باقی
رہنے کیلئے وقت مفروضہ میں سے کسی جزء میں اس عذر کا صرف ایک بار آجانا بھی کافی ہے۔ اور عذر
کے زوال کیلئے تمام مفروضہ وقت میں حقیقۃً عذر کا بند ہونا شرط ہے کہ وقت مفروضہ کی کسی جزء میں وہ
عذر نہ پیش آئے نہ لوٹے تو وقت شروع بندش عذر سے مریض صاحب عذر نہ رہیگا۔ جیسے کسی شخص کا
عذر (اثناء وضو یا نماز میں) دوسرے وقت کے آخر تک بند رہے تو اُسے شروع ہی سے تندرست کا حکم ہو گا۔
لہذا وہ پہلے وقت کی نماز لوٹائیگا۔ اور دوسرے وقت کی نماز اگر وقت میں نہیں پڑھی گئی تو قضا کرنی
پڑے گی۔ اگر فرض وقت کے داخل ہو جانیکے بعد کوئی بیماری و عذر پیش ہو جائے تو آخر وقت تک انتظار
کیا جائے اگر عذر نہ بند ہو تو وضو کرکے نماز پڑھ لی جائے۔ پھر اگر دوسرے وقت کے درمیان وہ عذر
بند ہو جائے تو پہلی نماز کو لوٹایا جائیگا۔ اگر دوسرے تمام وقت میں عذر جاری رہا تو پھر نماز کے لوٹانیکا
حکم نہیں کیونکہ پہلی نماز لوٹانیکی صورت میں عذر کے ثبوت کی شرط نہیں پائی گئی یعنی عذر عارض (پیش)
ہو جانیکے بعد مکمل فرض وقت میں وہ عذر جاری نہیں ہوا بلکہ کچھ فرض وقت عذر سے پہلے گذر گیا ہے۔ اور
دوسری صورت میں اس لئے اس نماز کو نہیں لوٹایا جاتا کہ دوسرا تمام وقت عذر میں گذرا ہے۔ جسکی وجہ سے
وہ مریض صاحب عذر ہو گیا ہے۔ اور اس کا عذر پہلے ہی وقت عروض (پیش آنے) سے اعتبار کیا جائے گا۔
اگر نماز سے فارغ ہو جانیکے بعد متصل یا بعد تشہد قعدہ آخری عذر منقطع (بند) ہو جائے تو اس نماز کو عذر کے
بندش کے حکم کے بعد بھی نہ لوٹایا جائیگا۔ جیسے متیمم کو نماز سے مذکورہ صورتوں میں فارغ ہوکر پانی پالینے
پر نماز لوٹانیکا حکم نہیں۔ اور عذر والیکا یہ حکم ہے کہ ہر فرض وقت کیلئے ممکن ہونے پر وضو ورنہ تیمم
کرکے وقت ہی میں ہر نماز وقتی و قضائی اور فرض و نفل اور واجب پڑھ سکتا ہے اور کپڑے و بدن و
جائے نماز کے دھونے کی کوئی ضرورت نہیں اگر نماز پڑھتے ہی پھر ملوث ہو جائیں۔ اور صاحب عذر
کا وضو علاوہ نئے حدث کے وقت کے نکلنے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے نہ وقت کے داخل ہونے سے لہذا کوئی
معذور شخص وقت کے داخل ہونے سے پہلے وضو کرکے وقت داخل ہو جانیکے بعد نماز پڑھے تو نماز جائز
ہے۔ لیکن جب وضو کرکے نماز پڑھنے کے بعد پہلا وقت نکلکر دوسرا وقت داخل ہو جائے تو پہلا وضو
ٹوٹ جاتا ہے یعنی وہ حدث جو پہلے ضرورت کے باعث ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اب ظاہر ہو جائیگا خواہ عذر
وضو کے ساتھ یا بعد اور وضو وقت میں پیش آجائے یا عذر کے جریان پر وضو کیا جائے۔ تو عذر کے

باعث وقت کے خروج پر وضو ٹوٹ جائیگا ∴ اگر کوئی شخص عذر کے منقطع (بند) ہوجانے پر وضو کرلے
پھر خروج وقت تک وہ عذر بند رہے اور وقت نکل جانے کے بعد کوئی اور حدث بھی نہ پیش آئے اور
نہ ہی وہ عذر جاری ہو تو وہ شخص تندرست کی طرح ہے کہ خروج وقت سے اسکا وضو نہیں ٹوٹتا اور وہ شخص
مسح موزہ کے (مذکورہ ماسبق در باب خود مسئلہ کے) متعلق تندرست کا حکم رکھتا ہے۔ جیسے کوئی شخص وضو کرکے
عذر بند ہو جانے کے بعد موزے پہنے یا حدث وضو۔ یا موزوں کے پہننے کے ساتھ متحقق (پیش) ہو یا عذر وضو
اور پہننے موزہ دونوں کے ساتھ ہو تو پہلی صورت (بندش عذر پر موزے پہننے) کے علاوہ کہ پہلی صورت میں وہ شخص
تندرست کا حکم رکھتا ہے باقی تینوں صورتوں میں وہ شخص معذور ہونیکے باعث فقط وقت ہی میں دوسرا حدث
لاحق ہونے پر مسح کرسکتا ہے نہ خارج وقت میں۔ بلکہ پھر پاؤں کا دہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی معذور نماز
عید یا چاشت کیلئے بعد طلوع سورج وضو کرے تو اس وضو سے ظہر کا وقت نکلنے سے پہلے نماز فرض و
نفل پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ وضو فرض وقت کے نکلنے پر ٹوٹتا ہے۔ اگر معذور کا عذر اس قدر کثرت سے جاری
ہو کہ اگر نماز شروع کرنے سے پہلے نجاست (مانع نماز) سے ناپاک شدہ کپڑا وغیرہ دہوکر نماز شروع کرے
اور قبل فراغ نماز پھر اسکا کپڑا مقدار درہم سے زیادہ ناپاک ہو جائے تو معذور پر اس کپڑے کا دہونا واجب
نہیں ∴ اگر دہونے کے بعد قبل از فراغ نماز مقدار مانعہ تک ناپاک نہ ہوسکے تو تکلیف نہ ہونے پر اس کا
دہونا واجب ہے (ورنہ نہیں) جیسے مستحاضہ عورت پر جانے کہیں (مقدار مانع) استحاضہ سے ناپاک کپڑا
دہوکر پاک ہی کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہوں یعنی قبل از فراغت نماز مقدار مانع نماز کپڑا ناپاک نہ ہوگا تو
اسپر بالاتفاق کپڑے کا دہونا واجب ہے ورنہ واجب نہیں ∴ ایسے ہی اس زخمی مریض کا حکم ہے کہ جسکے
نیچے پاک بسترہ بچھاتے ہی مقدار مانع ناپاک ہو جائے تو اُسے اُسی بسترہ پر نماز جائز ہے ∴ اگر
ناپاک بسترہ نکالنے کے بعد دوسرا بسترہ ایسی جلدی ناپاک تو نہیں ہوتا۔ لیکن مریض کے ہلنے جلنے سے
بیماری بڑھنے کا غالب گمان ہے تو پھر اسی ناپاک بسترہ پر نماز جائز ہے ∴ جیسے معذور کا وضو
وقت کے نکلنے سے پہلے نہیں ٹوٹتا اور نماز جائز ہوتی ہے اسیطرح کپڑے کی نجاست کا بھی حال ہے
کہ اُسی وضو اور اسی ناپاک کپڑے سے وقت کے نکلنے تک معذور کی نماز جائز ہے کیونکہ جیسے وضو میں
معافی ہے اسیطرح ناپاک کپڑے میں۔ یہ بات نہ ہوگی کہ اسی عذر سے ناپاک شدہ کپڑے سے نماز
پڑھنے کے بعد پھر اسی سے قبل دہونیکے اور کوئی نماز نفل یا قضا ادا کی جائے تو جائز نہ ہو بلکہ جائز ہوگی
اور معذور کی طہارت وضو وغیرہ وقت میں بھی جب باقی رہیگی کہ عذر کے وضو پر کوئی دوسرا حدث نہ واقع
ہو۔ جیسے پیشاب و پاخانہ وغیرہ ناقض وضو ورنہ دوسرا حدث واقع ہو جانے پر پہلا وضو وقت میں
بھی ٹوٹ جائیگا ∴ یہی حکم وضو ٹوٹنے کا ہے جبکہ مریض کے دو نتھنوں یا دو زخموں یا دو پھوڑوں میں
سے خواہ وہ چیچک ہی کے دو دانے ہوں (کیونکہ وہ بھی بدن کی دو جگہوں پر علیحدہ علیحدہ پھوڑے کا حکم رکھتے ہیں)
ان کے ایک سے خون یا پیپ نکلے یا بیماری کے باعث پانی نکل کر جاری ہو جانے پر معذور ہو جانیکے بعد وضو کر لینے
∴ پر کہ دوسرے زخم یا نتھنے پھوڑے وغیرہ سے بھی حدث جاری ہو جائے تو پہلے عذر کا وضو ٹوٹ جائیگا
اگر معاً ان دونوں نتھنوں زخموں وغیرہ سے حدث جاری ہو جانیکے بعد معذور ہو جانے پر وضو کرنیکے بعد
ایک پھوڑے یا زخم یا دانۂ چیچک سے خون یا پانی بند ہو جائے تو پھر پہلا وضو نہیں ٹوٹتا۔ چونکہ وضو دونوں

سے کیا گیا ہے جبتک دونوں نہ بند ہوں معذور رہیگا اور وقت میں وضو نہ ٹوٹیگا:۔ اگر کوئی معذور پہلا عذر بند ہونیکی حالت میں دوسرے حدث سے وضو کرلے اور وقت نکلنے وغیرہ تک باقی رہے تو یہ کامل طہارت ہونے کے باعث نہ ٹوٹیگا ہاں اگر وقت نکلنے کے بعد پہلا عذر جاری ہوجائے یا دوسرا حدث پیش ہوجائے تو وضو ٹوٹجائیگا۔ ایسے ہی خروج وقت سے وہ وضو بھی ٹوٹجائیگا جو بہ حالت موجودگی عذر دوسرے حدث سے کیا جائے .... ۔ ایسے ہی اگر معذور عذر بند ہو جانے پر وضو کرلے اور اسکا عذر وقت نکلنے تک بند رہے پھر دوسرے وقت کے داخل ہونے پر پہلے وضو کو تازہ کرلے بعد اس کے وہ عذر پھر جاری ہوجائے تو تازہ وضو بلا ضرورت واقع ہونے پر غیر معتبر قرار دیا جاکر ٹوٹجائے گا اور پہلا تو خروج وقت سے ہی لوٹ گیا ہے ؛۔ معذور شخص کو سوائے لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت کے اور ہر صورت میں حتے الاِمکان اپنے عذر کا بند کرنا یا گھٹانا واجب ہے جب عذر بند ہوجائے تو وہ شخص معذور نہ رہیگا اسپر تندرستوں کے احکام جاری ہونگے ۔ بخلاف حیض یا نفاس والی عورت کے کہ ان پر خون کا بند یا کم کرنا واجب نہیں اور نہ ہی بند ہو جانے سے وہ غیر معذور پاک کا حکم رکھتی ہیں :۔ اور عذر بند یا کم کرنیکی یہ صورتیں ہیں کہ اگر کسی کا سجدہ کرنے سے عذر جاری ہو جاتا اور سجدہ نہ کرنے پر بند ہو جاتا ہے تو اسے کھڑے یا بیٹھے ہوئے اشارہ سے نماز پڑھنی واجب ہوگی ۔ ایسے ہی اگر کھڑا ہونے سے عذر جاری ہو جاتا ہے تو بیٹھکر نماز پڑھے :۔ اگر کسی شخص کا عذر لیٹ کر نماز پڑھنے سے بند ہو جاتا اور بیٹھکر پڑھنے سے جاری ہو جاتا ہے تو اس کو بیٹھکر ہی نماز پڑھنی واجب ہوگی اور لیٹ کر جائز نہیں :۔ ایسے ہی اگر شخص معذور محل عُذر پر کسی چیز کے باندھ دینے یا اس عذر زخم وغیرہ میں کوئی چیز بھر دینے سے عذر بند یا کم کر سکتا ہے تو اسے ایسا کرنا واجب ہوگا :۔ ایسے ہی جو شخص بیٹھکر سجدہ کے اشارہ سے نماز پڑھے تو حدث جاری نہیں ہوتا ۔ لیکن سجدہ کیلئے جھکے تو جاری ہو جاتا ہے تو اُسے یہ اشارہ سجدہ کرکے نماز پڑھنی واجب ہوگی ۔ کیونکہ سجدہ کا ترک ہمراہ بیوضوئی نماز پڑھنے سے ہلکا ہے :۔ اگر مستحاضہ عورت یا زخمی یا فصد کرانیوالا پٹی وغیرہ باندھکر عذر روک سکے تو روکنا لازم ہے اور عذر رک جانے سے تندرست کے حکم میں ہو جاتے ہیں ۔ اگر نہ روک سکیں تو صاحب عذر ہونگے :۔ اور مختلف عذر والوں کی ایک دوسرے کے پیچھے اقتدا و نماز ناجائز ہے ۔ جیسے مثلاً امام کو سلس البول کی مرض اور مقتدی کو بادی ہوا سر نیکی یا امام کو دونوں اور مقتدی کو ایک مرض لاحق ہو وغیرہ وغیرہ تو ان کی ایک دوسرے کے پیچھے نماز ناجائز ہے :۔ اسی طرح اس کے برعکس کا حکم ہے وغیرہ وغیرہ ۔ لیکن ایک جیسے عذر والوں کی ایک دوسرے کے پیچھے نماز جائز ہے جیسے مثلاً امام بھی مرض جریان پیشاب میں مبتلا ہو اور مقتدی بھی یا مقتدی مرض جریان و بادی ہر دو میں مبتلا ہو اور امام ان میں سے کسی ایک میں جب بھی مقتدی کی نماز امام و مقتدی کے عذر متحد ہونیکی وجہ سے جائز ہے اگر امام دونوں امراض میں مبتلا ہو اور مقتدی کسی ایک میں جب بھی مقتدی کی اقتدا ۔ امام و مقتدی کی بیماری کے اختلاف کے باعث ناجائز ہے :۔

یہ باب ناپاکیوں و نجاستوں کے تمام احکام کے متعلق ہے

نجاست حکمی (بیوضوئی و جنابت وغیرہ) اَصح قول میں متجزّی نہیں ہوتی :۔ نیز نجاست حکمی کا

دُور کرنا بھی بعض اَوقات ساقط ہو جاتا ہے جبکہ دونوں ہاتھ و پاؤں نہ ہوں اور چہرہ زخمی ہو۔ تو ایسا شخص بلا وضو و تیمم نماز پڑھ سکتا ہے جس کو لوٹایا بھی نہ جائیگا ✽ اور صحیح قول پر اَنجاس۔ نَجِس بکسر جیم کی جمع ہے۔ نہ نَجَس بفتح جیم کی ✽ اور نَجِس۔ طاہر کا مقابل ہے۔ جیسے نجاست۔ طہارت۔ کی مقابل ہے اور نَجَس۔ بفتح نون وجیم از روئے لغت نجاست حقیقی و حکمی ہر دونوں کو کہتے ہیں لیکن عُرف میں خُبث کی طرح نجاست حقیقی سے مخصوص ہے ✽ اور حدث نجاست حکمی سے خاص ہے ✽ کپڑے و بدن و جائے نماز و برتن اور کھانے کی چیزوں تیل گھی وغیرہ جیسی اشیاء سے نجاست (حقیقی) کا دور کرنا ہر پاک پانی بلکہ مُفتےٰ بہ قول پر مستعمل پانی سے بھی جائز ہے ✽ ایسے ہی مذکورہ اشیاء سے نجاست (حقیقی) کا دھونا دور کرنا ہر پاک سیال نجاست دور کرنے والی چیز بلکہ سِرکے اور گلاب کے عرق وغیرہ جیسی اشیاء سے حتےٰ کہ تھوک سے بھی جائز ہے اور کھانیکی اُن ناپاک شدہ چیزوں سے جن کا دھونا ممکن ہو دھونیسے نجاست زائل ہوتی ہے ورنہ نہیں جیسے شراب میں گندم پکائی ہوئی ہرگز کسی طرح پاک نہیں ہوسکتی کہ اسکا دھونا ناممکن ہے ✽ نجاست حقیقی کا ازالہ (دھونا) جب ہوتا ہے کہ مقدارِ درہم ہو اور اس کا دھونا اس سے بڑھکر کسی سخت قباحت یا ارتکاب گناہ کے لازم آئے بغیر ممکن ہو ورنہ اسکا دھونا واجب نہیں۔ اگر قباحت لازم آئے جیسے شرمگاہ (تنہا جگہ نہ ہونے پر) لوگوں کے سامنے ننگا کئے بغیر نجاست نہ دُھل سکے تو اس صورت میں ہلکی بات ہے یعنی ترک استنجا کو اختیار کیا جائیگا کہ شرمگاہ پر نجاست موجود ہوتے بلا دھوئے نماز پڑھنی جائز اور ننگا ہو کر نجاست دھونی ناجائز ہے کہ یہ بھاری گناہ ہے ✽ اگر اس صورت میں کوئی ننگے ہو کر استنجا کریگا تو فاسق ہو جائیگا ✽ پانی کے علاوہ پاک سیال (بخلاف جمی ہوئی برف وغیرہ کے) چیزوں عرق گلاب وغیرہ سرکہ وغیرہ سے بلا ضرورت مال ضائع ہونیکے باعث استنجا کرنا مکروہ تحریمہ ہے ✽ دودھ گھی تیل وغیرہ جیسی اشیاء سے جو ناپاکی کو اپنی چکناہٹ کے باعث نہیں دور کرسکتیں ان سے نجاست حقیقی پیشاب پاخانہ وغیرہ جیسی نجاسات بھی نہیں پاک ہوسکتی ✽ اور ناپاک انگلی پستان وغیرہ چیز کو تھوک سے چاٹ کر تھوک دینے پر جبکہ اثر نجاست باقی نہ رہے پاک ہو جاتی ہے... (واضح ہو کہ پانی نہ موجود ہوتے وقت ایسا کرکے تھوک نیچے ڈالدے تو جائز ہے اور نجاست بھی پاک ہو جائیگی۔ اگر پانی موجود ہوتے ایسا کیا جائے جب بھی نجاست دور ہو جائیگی۔ مگر ایسا کرنا بڑھکر مکروہ تحریمہ ہوگا جبکہ عضو مخصوص کے ملوث بہ نجاست ہونے پر دخول فرجِ ظاہر میں کراہت تحریمہ ہے ✽ احقر) اور شیر خوار بچہ کی منہ بھری ہوئی قے میں سے جب تک قدر درہم سے زیادہ نہ بہت سی کسی پاک کپڑے کو نہ لگجائے صحیح قول میں ناپاک نہ کریگی چونکہ اسکی قے کھانا کھانے والوں کی طرح متغیر نہیں ہوتی۔ لہٰذا بچہ کو ایسی قے ماں کے پستانوں پر کرکے چوس لینے کے بعد کہ اثر نجاست باقی نہ رہے۔ پستان پاک ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ تھوک نجاست کو پاک کر دیتا ہے ✽ اور شرابی کا منہ اندر سے تھوک پھیرنے پر پاک نہیں ہوتا جب تک شراب کا اثر نہ جائے ✽ اور حلال جانوروں کے پیشاب سے بھی بالاتفاق کوئی نجاست پاک نہیں ہوتی حتےٰ کہ اُن سے دھونے پر نجاست غلیظہ کا حکم غلاظت بھی مختار قول پر دور نہیں ہوتا۔ جیسے مثلاً کوئی خون آلود کپڑے وغیرہ

کو مذکورہ جانوروں کے پیشاب سے دہو کر قسم کھائے کہ اس میں خون کی نجاست نہیں رہی تو حانث ہو جائیگا - اور بقول نجاست پانی مستعمل کا بھی یہی حکم ہے ؀ چمڑے اور اسکی بنائی ہوئی اشیاء جیسے موزے جُوتی وغیرہ پر اگر نجاست جرمی یعنی جسمدار لگ کر خشک ہو جائے تو زمین سے خوب اگڑنے یا ناخن لکڑی وغیرہ سے خوب کھُرچنے چھیلنے پر بھی جبکہ اس کا اثر زائل ہو جائے پانی سے دہوئے بغیر بھی پاک ہو جاتی ہے - اگر نجاست سے اثر کا دور کرنا مشکل ہو تو پھر صرف خوب رگڑتے وغیرہ سے بھی پاک ہو جائے گی ․ ․ ․ ․ ․ ․ ․ ایسے ہی پوستین کے غیر بالوں والی طرف کو مذکورہ نجاست لگنے کا حکم ہے ؀ لیکن مذکورہ نجاست سے ناپاک شدہ کپڑا یا بدن بطریق مذکور پاک نہ ہوگا - مگر صرف انسانی گاڑھی خشک منی بدن و کپڑوں پر لگجانے سے کھُرچنے وغیرہ پر پاک ہو جائیگی ؀ اور جو ناپاکی جسم دار نہ ہو جیسے شراب و پیشاب وغیرہ اگر یہ موزہ جوتہ وغیرہ پر لگجائے جسکے بعد چلنے پھرنے سے اس گیلی جگہ پر مٹی راکھ وغیرہ پڑ کر جم جائے تو پھر اُسے خوب رگڑ یا کھرچ کر حسب سابق دور کر دیا جائے تو اس سے بھی وہ ناپاکی مفتٰے بہ قول پر بلا دہوئے پاک ہو جائیگی ؀ اگر اسپر گرد و غبار وغیرہ پڑ کر نہ جمے تو بلا دہوئے پاک نہ ہو گی جسکے دہونیکا طریقہ مختار یہ ہے کہ بدیں طور تین دفعہ دہوئی جائے کہ ایک دفعہ دہو کر موزہ جوتہ وغیرہ چھوڑ دیا جائے حتے کہ بوندیں ٹپکنی بند ہو جائیں اور تری زائل ہو جائے خواہ خشک نہ ہو اسکے بعد دوسری پھر تیسری بار ایسا کرنے سے موزہ وغیرہ خوب پاک ہو جائیگا ؀ اگر غیر جسمدار ناپاکی شراب و پیشاب وغیرہ کی قسم سے کسی پاک چیز کو لگجائے اور خشک ہونیکے بعد اس کا اثر دکھائی دے تو جب تک دہونے سے وہ اثر نہ دور ہوگا - پاک نہ ہو گی مگر کہ رنگ وغیرہ جیسا اثر دور کرنا مشکل ہو تو پھر بخوبی دہونا کافی ہو جائیگا ؀ اگر اس غیر جسمی ناپاکی کا اثر نہ ظاہر ہو تو فقط بخوبی تین بار دہونے سے پاک ہو جائیگی - واضح رہے کہ جو چیز نچوڑنے کے قابل ہو اسے ہر بار دہو کر نچوڑنیکے بعد پاکی کا حکم ہو گا - یہ اس صورت میں ہے جبکہ جاری پانی میں وہ چیز نہ دہوئی جائے یا اوپر سے پانی بہتا اور نیچے سے نکلتا نہ ہو - بلکہ کسی کڑاہی وغیرہ برتن میں کپڑا ڈال کر اوپر سے ایک دفعہ پانی ڈالنے کے بعد اسے ملکے دہو کر بعد میں وہ پانی گرا دیا جائے وغیرہ ورنہ جاری پانی میں دہونے پر بلا نچوڑے بھی نجاست دھلجانے پر پاکی کا حکم ہو جائیگا - کیونکہ پانی کا جریان نچوڑنے وغیرہ کے حکم و منزلہ میں ہے آئندہ تمام صورتوں میں اسی بات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے ؀ اور جو چیز نچوڑنے کے قابل نہیں وہ ہر بار دہو کر بوندیں ٹپکنے کے بعد اسیطرح تین بار دہونے سے پاک ہو جائے گی ؀ ص ۲۸۶ تا ۲۸۸ اور ہر وہ سخت مصفّا مذکورہ ذیل اشیاء جنمیں نہ مسام ہوں اور نہ نقش و نہ کھُردری ہوں بلکہ وہ صیقل کردہ جیسی صاف ہوں جیسے صاف چاندی وغیرہ کی تختی یا شیشہ آرسی ناخن ہڈی کا پنج اور روغن کردہ برتن جیسے چینی وغیرہ کے یا مخروط شدہ لکڑی صاف برابر کردہ یا صاف ہموار برابر تلوار چھُری چاقو غیر منقش پر کوئی نجاست لگجائے تو مفتٰے بہ قول پر حسب تفصیل ذیل پاک ہو جائیں گی - کہ اگر مذکورہ چیزوں پر جسمدار نجاست لگ کر خشک ہو جائے تو وہ اس قدر کھُرچنے رگڑنے یا کپڑے وغیرہ کے پانی سے تر شدہ ٹکڑے سے پوچھنے پر پاک ہو جائیگی جبکہ نجاست مع اثر زائل ہو جائے - اگر ان چیزوں پر غیر جسمدار شراب یا پیشاب وغیرہ کی قسم سے نجاست لگ کر خشک ہو جائے تو پھر کپڑے وغیرہ کے پانی سے تر شدہ ٹکڑے سے بخوبی پونچھنے یا دہوئے بغیر اور کسی طرح پاک نہ ہونگی - اگر وہ چیزیں گیلی نجاست سے ملوث ہوں خواہ وہ نجاست جسمدار ہو یا غیر جسمدار تو کپڑے وغیرہ سے اتنا پونچھنے پر خواہ وہ پانی سے گیلا ہو یا نہ یا زمین وغیرہ پر اس قدر رگڑنے سے

کہ نجاست مع اثر دُور ہو جائے پاک ہو جائیگی - لیکن سخت کپڑا خواہ بناوٹ میں صاف ہو (مسامات ہونیکے باعث) کسی نجاست سے ملوّث ہو کر بخوبی دھوئے بغیر کھرچنے و رگڑنے سے پاک نہیں ہو سکتا۔ فصد یعنی رگ زدہ یا پچھنے لگی ہوئی جگہ پاک کپڑے وغیرہ کے پانی سے تر شدہ بوندیں ٹپکتے ہوئے تین ٹکڑوں سے پونچھنے پر بھی خون صاف ہو جانے پر دُھلنے کی طرح پاک ہو جاتی ہے اگر بوندیں ٹپکتی تری سے ضرر کا ڈر ہو تو فقط تین گیلی کترنوں سے تین بار پونچھ دینا کافی ہے۔ ایسے ہی فصد کی ارد گرد خون سے ملوّث شدہ جگہ کا حکم ہے اگر اسپر پانی بہانے سے محل فصد پر سرایت کرنے سے ضرر کا نقصان ہو ورنہ دھونا پڑیگا (بخلاف صورت پچھنہ زدہ محل کے کہ وہاں حسب ذکر ماسبق تر کپڑے سے پونچھ دینے پر پاکی کا حکم دیا جاتا ہے اگرچہ دھونے سے ضرر نہ ہو لیکن بصورت عدم ضرر صورت فصد کو مدنظر رکھتے ہوئے دھونے میں احتیاط ہے - احقر) اگر بدن پر کوئی نجاست لگی ہو تو بوندیں ٹپکتے پاک کپڑے وغیرہ کے تین ٹکڑوں سے پونچھنے پر بھی پاک ہو جائیگی - ایسے ہی بوندیں ٹپکتے ہوئے ہاتھوں سے پاکی کا حکم ہے۔ اگر کوئی نجاست بستر - فرش - بوریا - کپڑے و بدن وغیرہ جیسی چیز پر لگجائے تو دُھلے بغیر پاک نہیں ہوتی - اگر غیر جسمی پیشاب شراب وغیرہ جیسی نجاست زمین یا اس چیز کو (جو زمین میں اُگ یا گڑ کر زمین کے حکم میں ہو گئی ہو جیسے گھاس وغیرہ) لگجائے تو دھوئے بغیر صرف خشک ہو کر اثر رنگ و بو چلا جانے پر نماز کے حق میں (نہ تیمم کے) پاک ہو جاتی ہے خواہ وہ دھوپ یا آگ یا ہوا سے خشک ہو۔ اگر بوریا وغیرہ جیسی اشیاء کا فی الحال جلدی خشک کرنا مدنظر ہو تو ان پر تین بار پانی ڈال کر ہر بار پاک کپڑے وغیرہ سے خشک کرنے پر پاک ہو جائینگی - اور زمین اتنا پاک پانی بہانے پر کہ دو تین ہاتھ تک جاری ہو جائے اور نجاست کا اثر نہ دکھائی دے تو زمین مع پانی ہر دونوں (پانی جاری ہونیکے باعث) پاک ہو جائینگے یا دو تین ہاتھ تک بارش برس کر پانی جاری ہو جائے جب بھی دونوں چیزیں پاک ہو جائینگی - اگر اتنی مقدار پانی جاری نہ ہو تو پھر پانی و زمین ہر دو نوں ناپاک رہینگے - لہٰذا اگر کوئی اس تری پر چلے گا تو اسکے پاؤں و موزے وغیرہ ناپاک ہو جاینگے۔ (مسجد وغیرہ کے فرش کا بھی مذکورہ بالا حکم ہوگا خواہ مٹی ہی کا ہو یا اس میں پتھر یا اینٹیں وغیرہ لگی ہوئی ہوں کیونکہ یہ زمین کے حکم میں ہیں - احقر) ایسے ہی جو چیزیں درخت وغیرہ گھاس سے خواہ خشک ہوں یا تر یا کچی پکی اینٹیں و پتھر ریت وغیرہ کی قسم سے زمین میں گڑی ہوئی ہوں تو انکے ناپاک ہو جانے کے بعد صرف اثر ناپاکی زائل ہو جانے سے (زمین کی طرح پاک ہو جاتی ہیں - چونکہ جو چیز زمین میں گڑی ہوئی ہو اس کا حکم زمین جیسا ہے ورنہ نہیں - اگر وہ چیزیں زمین سے جُدا اوپر رکھی ہوئی ہوں جیسے اینٹ پتھر لکڑی گھاس ریت وغیرہ تو وہ بلا دھوئے پاک نہ ہونگی - لیکن وہ پتھر جو نجاست جذب کر لیتا ہے صرف خشک ہو جانے پر بھی بعد صفائی اثر نجاست پاک ہو جائیگا - اور جو پتھر نہیں جذب کرتا دھوئے بغیر پاک نہ ہوگا۔ سوائے مٹی کے کہ وہ صرف خشک ہو جانے سے پاک ہو جائیگی - اگر زمین میں گڑی ہوئی اینٹ پتھر وغیرہ نجاست سے ملوّث ہو کر خشک ہو جانیکے بعد زمین سے نکال لی جائے تو مختار و اشبہ قول پر اس کی نجاست نہیں[۵۲] لوٹتی بلکہ وہ پاک ہی رہتی ہے ص ۲۸۹ تا ۲۹۲ احناف کے نزدیک ہر حیوان کی منی جسمیں انسانی منی بھی داخل ہے نجاست مغلظہ ہے اسیطرح لوتھڑا یا پورا بچہ جسمیں علامات حیات نہ پائے جائیں نجاست مغلظہ ہے - واضح رہے کہ صرف مطلق انسان (خواہ مرد ہو یا عورت) ہی کی گاڑھی منی غیر ملوّث بہ[۵۱] پیشاب جس قسم کے کپڑے یا بدن پر لگجائے تو دفع حرج کے

۵۱ سوائے گاڑھی منی وغیرہ کے بدن و کپڑے سے جیسے قریب ہی آجائیگا - صفحہ ۱۲

باعث بعد خشک ہونیکے صرف کھرچ دینے ہی سے بلا دھوئے پاک ہوجاتی ہے اگرچہ اسکا اثر رنگ دکھائی دے (لیکن پانی سے دھونا اچھا ہے خصوصاً زمانۂ حال میں قوی کے ضعف کے باعث منی کے رقیق ہوجانے سے زائد از درہم ہوجانے پر دھونا ضروری ہے ۔ احقر) مرد و عورت کی خشک گاڑھی منی کو خلاف قیاس (حدیث کی رُو سے) کھرچنے پر پاکی کا حکم دیا گیا ہے جس سے منی غیر انسان کا حکم جدا ہوگیا کہ وہ کھرچنے سے پاک نہیں ہوتی (انبیا کو احتلام نہیں ہوتا) گاڑھی تر اور پتلی مطلقاً خواہ تر ہو یا خشک مرد کی ہو یا عورت کی دھوئے بغیر پاک نہ ہوگی کیونکہ منی کے کپڑے یا بدن پر پھیل جانے کے باعث کھرچا نہ جاسکنے کے لحاظ سے دھوئے بغیر پاکی کا حکم نہ ہوگا ۔

علاوہ انسان دوسرے حیوانوں کی منی بدن و کپڑے پر سے کھرچنے پر پاکی کا حکم نہ ہوگا ۔ چونکہ انسانی منی میں بھی حکم طہارت خلاف قیاس از روئے حدیث ثابت ہے دوسرے یہ دفع حرج کے باعث بھی ہے ۔ جو یہ دونوں باتیں حیوانوں کی منی کے متعلق نہیں پائی جاتیں ۔۔ اگر منی پیشاب سے ملوث ہوکر کپڑے و بدن کو لگے خواہ خشک ہو تو دھوئے بغیر باقی نجاستوں کی طرح پاک نہ ہوگی ۔ جیسے کسی نے پیشاب کیا کہ سرِ ذکر پر پھیل گیا اور منی بھی پھیل گئی یا دونوں نہ پھیلے ۔ یا صرف منی پھیلی نہ پیشاب ۔ یا صرف پیشاب پھیلا نہ منی ۔ تو ان صورتوں میں سے صرف پہلی صورت میں منی پیشاب سے ملوث ہوکر آئی ہے اسلئے کھرچنے سے پاک نہ ہوگی کیونکہ کھرچنے سے پاکی کا حکم صرف غیر ملوث (بہ پیشاب) منی کے لئے ہے ۔ لہٰذا اگر کوئی پانی سے استنجا کرنیکے بعد قبل پیشاب کرنیکے انزال ہوجائے تو پھر اسکی منی مذکورہ بالا شرائط پر منطبق ہونیکی صورت میں کھرچنے سے دور ہوجائیگی ایسے ہی اگر مرد فرج داخل میں ذکر داخل کرکے نکالنے کے بعد انزال ہوجائے اور منی پیشاب وغیرہ سے ملوث نہ ہو وہ منی کسی کپڑے یا بدن پر لگ کر خشک ہوجائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک کھرچنے سے کپڑا و بدن پاک ہوجائیگا جو یہی معتبر ہے ۔۔ بخلاف صاحبینؒ کے کہ انکے نزدیک فرج داخل کی تری ناپاک ہے جو سرِ ذکر کو لگ گئی ہے اور منی اس سے چھو کر آئی ہے لہٰذا دھوئے بغیر پاکی نہ آئیگی ۔ فرج خارج کی تری بالاتفاق پاک ہے اگر مذی وغیرہ سے ملوث نہ ہو اور فرج داخل سے اندر پیٹ کی تری بالاتفاق ناپاک ہے اسی لئے انسانی بچہ کی پیدائش سے پہلے اور ساتھ کا نکلا ہوا پانی ناپاک ہے اور بچہ کی تری پاک ہے ۔۔ ایسے ہی بھیڑ بکری کے بچہ اور انڈے کی تری پاک ہے ۔۔ اور فرج داخل کی تری (جو مذی وغیرہ نجس چیز سے ملوث نہ ہو) امام صاحبؒ کے نزدیک پاک ۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک ناپاک ہے ۔۔ اگر ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کیا ہو تو پھر منی کے ملوث بہ پیشاب ہونیکے باعث کھرچنے سے پاکی کا حکم نہ ہوگا کیونکہ ڈھیلوں کا استنجا بالکل پاک نہیں کرتا بلکہ نجاست کم کر دیتا ہے ۔ اگر گاڑھا خون کپڑے یا بدن پر لگنے کے بعد خشک ہوجائے تو بنا بر مصرح مشہور قول کے اسکے کھرچنے سے کپڑا و بدن پاک نہ ہوگا چونکہ کھرچنا منی ہی میں از روئے حدیث خاص ہے ۔ اگر گاڑھا پاخانہ لگجائے تو خشک ہونے پر کھرچنے سے بدن و کپڑا پاک ہوجائیگا ۔۔ اگر منی ہی گاڑھا خون ہو تو اس کے کپڑے یا بدن پہ لگ جانے کے بعد خشک ہونے پر کھرچنے سے پاکی کا حکم ہوجائیگا

چو مذکورہ بالا ناپاک شدہ چیزیں دھوئے بغیر کھرچنے وغیرہ سے پاک ہوجاتی ہیں[۱] (جیسے موزہ وغیرہ رگڑنے سے اور شیشہ ہڈی چھری تلوار وغیرہ گیلے کپڑے کے پونچھنے وغیرہ سے اور کپڑے و بدن سے منی کھرچنے پر اور غیر مذبوح وغیرہ چمڑے کے پکائے جانے ۔۔ اور زمین کے خشک ہوجانے سے اور ناپاک کوئیں کے پانی کے زمین میں دھنس جانے ۔ وغیرہ وغیرہ سے) انہیں اگر پانی کی تری پہنچ جائے تو معتبر قول پر ان کی سابقہ نجاست

[۱] جو پانی کی تری پہنچنے سے معتبر قول پر پھر ناپاک نہیں ہوتیں ۱۲ منہ

نہیں لوٹتی ؀ جس چھری وغیرہ کو ناپاک پانی کی آب دی گئی ہو وہ تین بار پاک پانی کی آب دینے سے پاک ہو جاتی
ہے۔ اسیطرح آگ[له] پر بکری یا بھیڑ کی سری سے خون کی جگہ جلا دینے پر پاک ہو جائیگی ؀ نیز ناپاک مٹی سے برتن
بنایا ہوا آگ میں پکانے سے پاک ہو جاتا ہے اگر نجاست کا اثر باقی نہ رہے ؀ نیز کسی ناپاک چیز کے دوسری
چیز میں واقع ہو کر اصلی ماہیت بدل جانے پر پاکی کا حکم ہوگا۔ جیسے نمک کی کان میں گدھا سگ وغیرہ حتے
کہ نجس العین اتفاقی کے بھی مرکر نمک ہو جانے سے اس نمک کو کھانے پینے وغیرہ ہر بات میں بالکل پاکی کا حکم ہے۔
نیز شراب اپنے آپ سرکہ بنجانے یا بنا دینے پر بھی صحیح قول پر تبدیلی ذات کے باعث پاک ہو جائیگی ؀ جس شراب
میں روٹی یا پیاز وغیرہ ڈالدیا جائے۔ جسکے باعث سرکہ بنجائے تو صحیح قول میں وہ شراب پاک ہو جاتی ہے۔ اگر پانی
شراب میں . . . . یا شراب پانی میں ڈالنے کے بعد سرکہ بنجائے تو صحیح قول میں پاک ہو جاتی ہے ؀ اگر کوئی ناپاک
چیز شراب میں پڑکر اُسے سرکہ بنادے تو پاک نہ ہوگی کیونکہ اس میں نجاست پڑی ہوئی ہے ؀ ایسے ہی انگور کا نچوڑ
ناپاک ہو جانیکے بعد شراب بنکر سرکہ بن جائے جب بھی مختار قول پر ناپاک ہوگا کہ اس میں پہلی ناپاکی موجود ہے۔ اگر
کسی ہنڈیا میں شراب ڈالکر اس قدر سرکہ بھی ڈالدیا جائے جس سے سرکہ کی کھٹاس ہی معلوم ہو اور کھایا بھی نہ جاسکے
تو اس صورت میں اگر کھا بھی لیا جائے تو کوئی حرج نہیں (اس سے معلوم ہوا کہ نہ کھانا بہتر ہے۔ احقر)
نیز تیل گھی۔ مخصوص طریقہ پر تین بار تین پانیوں سے دہونے وغیرہ پر جیسے آگے برمحل ذکر آئیگا پاک ہو جاتا
ہے ؀ اور ناپاک شدہ گوشت ابو یوسفؒ کے نزدیک تین بار جوش دینے سے پاک ہو جاتا ہے۔ بخلاف طرفینؒ کے۔
کسی چیز از قسم غلہ وغیرہ گندم وغیرہ سے اگر کچھ نامعلوم حصہ ناپاک ہو جانیکے بعد اس میں سے ناپاک کی مقدار سے زیادہ
یا برابر حصہ تقسیم کردینے یا دہونے یا بیچ دینے یا صدقہ کرنے یا بخشدینے یا بھولکر کھالینے کے بعد باقی ماندہ موجودہ چیز سے
بقائے نجاست میں شک واقع ہونیکے بعد نفع اٹھانا جائز ہے ؀ اگر روئی کی قلیل مقدار ناپاک ہو جائے جسکے
بعد تمام کو دُھنتا جائے تو کسی خاص حصہ میں نجس روئی کے وقوع شکی کے باعث سبکو پاکی کا حکم ہوگا کہ شک[عه] یقینی
پاکی کو دور نہیں کرسکتا۔ واضح ہو کہ امام محمدؒ کے نزدیک ناپاک چیز تبدیل ذات سے پاک ہو جاتی ہے اور اسی پر
فتویٰ ہے جسے مشائخ نے مختار قرار دیا ہے (بخلاف ابو یوسفؒ کے) لہذا پاک چربی و تیل سے صابون
بنا ہوا نہ ملنے پر بوجہ ضرورت ناپاک سے بنا ہوا بھی تبدیلی ذات کے باعث مُفتٰے بہ قول پر پاک قرار دیا جائیگا۔
جیسے صابون بنانیکے برتن میں صابون بنتے ہوئے کوئی انسان یا کتا گرکر بالکل محو و تبدیلی ذات ہو کر صابون
بنجانے پر بوقت ضرورت صابون پاکی کا حکم رکھیگا ؀ ایسے ہی تنور میں ناپاک پانی کا چھانٹا دیکر یا ناپاک گیلے چیتھڑے
سے پونچھنے یا بچہ کے پیشاب کرنیکے بعد تری خشک و دور ہو جانے پر روٹی لگانی جائز ہے کہ ناپاک پانی
جل گیا ہے ؀ مقدار درہم مغلظ ناپاکی کے کپڑے و بدن پر لگے ہوئے ہونے پر جانتے اور دور کرنے پر قدرت
ہوتے ہوئے بھی نماز کا پڑھنا جائز ۔ مع الکراہت ہے لیکن اس نماز کا لوٹانا واجب نہیں بلکہ مستحب
ہے کیونکہ صرف مقعد کے مقدار ۔ درہم نجس ہو جانے پر فقط ڈھیلوں سے ہی استنجا کرنا بالاجماع نماز کے
حق میں (نہ پانی کے کہ پانی کو ذرا سی نجاست خفیفہ بھی ناپاک کردیتی ہے) انسان کو پاک کردیتا ہے اگرچہ درہم
سے کم مقدار نجاست کے موجود ہونے پر بھی کپڑے و بدن کا دہونا مستحب ہے لہذا جماعت یا وقت کے
فوت ہو جانیکا خطرہ نہ ہونے[٢] پر نماز چھوڑ کر مقدار درہم یا اس سے کم نجاست کا دہو کر نماز شروع کرنا مستحب
ہے ؀ اگر وہ نجاست مقدار درہم سے زیادہ ہو تو اس کا دہونا فرض ہے جس کے معلوم ہوتے دہونے پر

[له] ناپاک شدہ چیز کے آگ کے باعث پہلی صورت سے متغیر ہو کر اثر نجاست کے زائل ہو جانے پر پاکی کا حکم ہوگا اور یہ مطلب نہیں کہ جس ناپاک چیز میں آگ داخل کی جائے پاک ہو جائے گی ۱۲ ش

[٢] اگر خطرہ ہو تو بلا استنجا کئے نماز پڑھے ۱۲ منہ ۔ [عه] لقولہ تعالیٰ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ۔ منہ ۱۲

قدرت ہوتے ہوئے نماز نا جائز ہے اگر نماز ...... پڑھ لینے کے بعد معلوم ہو تو بنا بر قول مختار اُسی نماز کا لوٹانا واجب ہے ٭ اور نجاست کی مقدار کا اعتبار اکثر فقہا کے نزدیک نماز کے وقت کا ہے نہ نجاست لگنے کے وقت کا جیسے مثلاً ناپاک تیل چربی گھی وغیرہ کی قسم سے کپڑے پر لگتے وقت کم ہو مگر نماز کے وقت تک پھیلکر مقدار درہم سے زیادہ ہو جائے تو اس کا دہونا فرض ہے اور شرح منیہ میں ہے کہ یہی معتبر ہے٭ اور بعض نے کہا ہے کہ نجاست کے لگنے کے وقت کا اعتبار ہے اگرچہ بعد میں زیادہ ہو جائے دہونا فرض نہیں قہستانی نے اسی کو مُفتےٰ بہ و مختار قرار دیا ہے جو علامہ شامی کا راجح ہے ٭ اکہرے کپڑے وغیرہ پر ناپاکی کے لگ کر دوسری طرف نکلجانے پر بھی ایک ہی طرف کا حکم ہے۔ بخلاف دوہرے کپڑے وغیرہ کے کہ اس میں دونوں طرفین جداگانہ متصور ہونگی اگر ایک ایک طرف نجاست مقدار درہم سے کم ہو مگر مجموعہ ملکر درہم سے زیادہ ہو جائے تو نماز کو مانع ہو گی۔ یہی حکم اشرفی و روپے پیسے وغیرہ جیسی اشیاء کے دونوں طرف نجاست پہنچنے کا ہے کہ دونوں طرف کی نجاست جمع کرنے پر مقدار درہم سے زیادہ ہو جانے پر مانع نماز ثابت ہو گی ٭ اور نجاست مانع نماز وہ ہوتی ہے جسے نمازی خود اٹھائے ہوئے ہو یا نمازی کی طرف اسکا اُٹھانا منسوب ہو ورنہ نہیں۔ جیسے ناپاک پاؤں والا کبوتر وغیرہ پرند نمازی کے سر پر آ بیٹھے اور نمازی نماز پڑھتا جائے تو جائز ہے کہ مذکورہ باتیں نہیں پائی جاتیں ٭ اسیطرح اگر کوئی بچہ اپنے آپ کو تھامے ہوئے نمازی کے کندھوں یا بغل یا دامن میں بیٹھ یا لپٹ جائے تو نمازی کی نماز جائز ہے۔ کیونکہ نجاست کو درحقیقت کبوتر اور بچہ اٹھائے ہوئے ہے نہ نمازی ٭ لہٰذا نمازی کا ایسا بچہ کو اٹھائے ہوئے ہونا (جو اپنے آپ کو نہ تھام سکے اور اس کا کپڑا یا بدن نجاست مانع نماز سے ناپاک ہو) نماز کو باطل کر دیتا ہے کہ نمازی نے نجاست مانع نماز کو اٹھایا ہوا ہے ٭ صہ ۲۹۳ تا ۲۹۷ نجاست مقدار درہم میں یہ تفصیل ہے کہ اگر نجاست جسمدار پاخانہ یا گاڑھے خون وغیرہ کی قسم سے ہو تو اسمیں ایک مثقال یعنی ساڑھے سات ماشہ مقدار درہم متصور ہو گی ٭ اور جو نجاست پیشاب شراب وغیرہ سیال چیزوں میں سے ہو تو ہتھیلی کی گہرائی کی مقدار درہم ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے کہ آپ نے کپڑے پر قلیل نجاست سے سوال کرنے پر فرمایا کہ جو نجاست میرے ناخن کی مقدار ہو وہ قلیل ہے اور آپ کا ناخن ہمارے زمانہ کے لوگوں کی گہرائی ہتھیلی کی مقدار کے قریب تھا ٭ اسی لئے کہا گیا ہے کہ (ریشم و سونے یا چاندی کی تاروں کے پھول بُوٹے ایک بالشت کی مقدار کا ڑھے ہوؤں کپڑوں کا مردوں کو استعمال و پہننا جائز ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کی چار انگلی کی مقدار ہے جو ہماری بالشت کے برابر ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ ہر مرد مکلّف کی اپنی چار انگل چوڑائی کی مقدار ہی جائز ہے ٭ آدمی کا پاخانہ اور وہ نجاست جو انسان سے نکل کر وضو توڑ دیتی ہے جیسے پیشاب خون پیپ وغیرہ (لیکن ہوا نجاست نہیں کہ صحیح قول پر وہ پاک ہے) اور درندہ جانوروں کا پاخانہ اور اُن تمام حیوانات کا پیشاب (سوائے چمگادڑ۔ چوہے۔ بلی کے جن میں تفصیل آئندہ ہے) جنکا کھانا حرام ہے خواہ[۱] شیرخوار بچہ ہی ہو نجاست مغلظ یعنی سخت ہے ٭ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا پیشاب و تمام فضلات[۲] پاک ہیں جنکی پاکی کی بعض ائمہ شوافع نے تصحیح کی ہے۔ اور امام صاحبؒ کا بھی یہی قول ہے اور اماموں نے مذکورہ پاکی کو آپ کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے۔ اور ملا علی قاریؒ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ میرے اکثر علماء رفیق کا یہی مختار ہے ٭ چمگادڑ کے حلال و حرام ہونیکے اختلاف کے باعث اسکے پیشاب پاخانہ کی پاکی ناپاکی میں اختلاف

[۱] احناف کے نزدیک آدمی کے شیرخوار بچہ کا پیشاب بھی نجاست مغلظہ ہے بخلاف شافعی رح کے ۱۲ ش

[۲] پیشاب پاخانہ وغیرہ پاک تھے ۱۲ منہ

ہے بعض کہتے ہیں کہ ڈاڑھ دار حیوان ہے اور ایسا حیوان حرام ہوتا ہے لہٰذا حرام ہے اور اس کا پیشاب پاخانہ بھی ناپاک ہے مگر دفع حرج اور اس سے نہ بچ سکنے کے باعث معاف ہو گیا ہے جو پانی کپڑے وغیرہ کو ناپاک نہ کریگا اور بعض کہتے ہیں کہ حلال ہے اگرچہ ڈاڑھ دار ہے مگر اس سے شکار نہیں کرتا اور بعض شافعیہ نے بھی امام محمدؒ سے اس کی حلت روایت کی ہے تو اس بنا پر اسکا پیشاب پاخانہ تو بے شک پاک ہوا۔ اسی پر درمختار کی عبارت دلالت کرتی ہے ۔۔ چوہے ۔ بلی کا پیشاب پاخانہ ظاہر روایت میں ناپاک ہے مگر چوہے کے پاخانہ کا دفع حرج کے باعث جبتک کثیر ہو کر اثر نہ ظاہر ہو پاکی کا حکم ہوگا خواہ گیہوں وغیرہ غلہ جات میں پڑ کر پس جائے یا قلیل پانی میں واقع ہو جائے اسیطرح چوہے کا پیشاب ضرورت کے باعث کپڑوں و کوئیں کے پانی میں واقع ہو جانے سے معاف ہے جنہیں ناپاک نہ کریگا۔ اگر اور چیزیں بھی (جیسے برتنوں کا پانی و نرم سیال چیزیں وغیرہ) ایسی ہوں جنکا چوہوں کے پیشاب سے بچنا مشکل ہو تو انہیں بھی ناپاک نہ کریگا ورنہ کردیگا۔ اور بلی کا پاخانہ پاک چیز کو ناپاک کردیتا ہے مگر پیشاب کپڑوں وغیرہ جیسی چیز کو جنکا بچانا مشکل ہو دفع حرج کے باعث ناپاک نہ کریگا۔ ایسے ہی پانی کے برتنوں کے علاوہ دوسرے برتنوں کی چیزیں بچانی مشکل ہوں تو ان میں بھی معاف ہے اور پانی کے برتن تو کھلی جگہ ہونے پر بہرحال محفوظ رہتے ہیں ان میں واقع ہو جانے سے ناپاک کردیگا کیونکہ اسمیں ضرورت نہیں اور تمام حیوانات سے بہنے والا خون نجاست مغلظ ہے خواہ انسان ہو یا غیر انسان حلال ہو یا حرام۔ مگر شہید کا خون جبکہ اسکے بدن پر ہو خواہ وہ جاری ہی ہو ناپاک نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی نمازی شہید کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھے اور اسکے کپڑوں کو شہید کا خون مقدار مانع نماز نہ لگے تو نماز جائز ہے۔ اگر مانع نماز لگجائے تو نماز جائز نہ ہوگی ۔۔ اور جو غیر جاری خون مطلق گوشت میں ہو وہ پاک ہوتا ہے۔ ایسے ہی دل۔ کلیجہ۔ تلی کا خون پاک بلکہ وہ چیزیں خود بھی بلا دھوئے پاک ہیں اگر ان سے مرزے وغیرہ پر چھپڑانے کے بعد نماز ادا کیجائے تو جائز ہے ۔۔ جو خون مذبوح رگوں میں باقی رہے پاک نہیں مگر ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر وہ کپڑے کو بہت سا لگجائے تو ناپاک کردیگا لیکن ہنڈیا کو ضرورت یا حدیث کے باعث ناپاک کریگا ۔۔ جو خون انسان وغیرہ حیوان سے نکلکر جاری نہ ہو بلکہ ٹھیر جائے وہ پاک ہے۔ ایسے ہی مطلق مچھلی کا خون خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی ناپاک نہیں چونکہ دراصل وہ خون نہیں ہوتا کہ خون خشک ہو کر سیاہ ہو جاتا ہے اور یہ سفید۔ ایسے ہی جوں و پسو و مچھر و کھٹمل کا خون خواہ زیادہ ہی ہو ناپاک نہیں خواہ یہ خود پانی کپڑے بدن وغیرہ میں مرجائیں یا کوئی خود ماردے ۔۔ اور شراب بالاتفاق نجاست مغلظ ہے۔ اکثر کتب فقہ میں باقی نجاستوں کی طرح اس کا حکم ہے کہ مقدار درہم سے زیادہ لگ کر مفسد نماز ہے۔ لیکن ایک فتاویٰ میں ہے کہ اسکا ایک قطرہ بھی بدن یا کپڑے پر لگا ہو تو نماز ناجائز ہے ۔

شراب کے علاوہ باقی منشی شربتیں بھی بنا پر ظاہر روایت مفتٰی بہ راجح قول میں نجاست مغلظ ہیں ۔ ایسے ہی کھجور کا شیرۂ منشی بھی امام محمدؒ کے نزدیک مفتٰی بہ قول پر مغلظ ہے اور شیخینؒ کے نزدیک تو ہے ہی ۔۔ مرغی مرغ اور اسکے بچونکی اور اسیطرح خشکی اور گھروں میں رہنے والی بطخ کی جو ہوا میں پرندونکی طرح نہیں اڑ سکتی بیٹھ ناپاک ہے ۔۔ جو حلال پرندے ہوا میں اڑتے ہیں جیسے کبوتر چڑیا وغیرہ ان کی بیٹھ پاک ہے جو یہی اشبہ ہے لہٰذا پانی کپڑے وغیرہ کو لگنے سے ناپاک نہ کریگی۔ بعض کے نزدیک ناپاک ہے مگر دفع حرج کے باعث پاک چیز کو ناپاک نہ کریگی ۔۔ جو حرام پرندے ہوا میں اڑتے ہیں جیسے شکرہ۔ باز۔ چیل کوا وغیرہ۔ بعض کے نزدیک انکی بیٹھ نجاست خفیفہ اور بعض کے نزدیک غلیظہ یعنی سخت پلید ہے ۔۔ گھوڑے۔ خچر۔ گدھے کی لید اور اونٹ گائے

بیل - بھینس کا گوبر بھی امام صاحبؒ کے نزدیک نجاست غلیظہ ہے جو یہی راجح ہے - بخلاف صاحبینؒ کے
کہ انکے نزدیک نجاست خفیفہ ہے اور یہ قول اظہر ہے لیکن امام محمدؒ نے آخر الامر شہر ریؔ میں خلیفہ کے ہمراہ
تشریف لانے پر کثرت گوبر و لید دیکھکر دفع حرج کے باعث پاکی کا حکم دیدیا - اسیطرح امام مالکؒ بھی حلال
جانوروں کی لید و گوبر کے پاکی کے قائل ہیں - اگر کپڑے یا بدن پر نجاست خفیفہ و غلیظہ رل ملجائیں تو مطلقاً
نجاست غلیظہ کو از روئے احتیاط ترجیح ہوگی خواہ خفیفہ سے کم ہو یا برابر یعنی مجموعہ کے زائد از مقدار درہم
ہوجانے پر دہونا فرض ہوگا۔ اگر جدا جدا کم از مقدار مانع نماز ایک کپڑے وغیرہ پر لگی ہوں تو نجاست غلیظہ کے
نجاست خفیفہ سے زیادہ یا برابر ہونیکی حالت میں از روئے احتیاط نجاست خفیفہ غلیظہ کے تابع ہوکر غلیظہ
کو ترجیح ہوگی - یعنی دونوں کا مجموعہ جب مقدار درہم سے زیادہ ہوجائے تو نماز کو مانع ہوگا ورنہ نہیں - اگر کسی
ایک کپڑے پر جدا جدا مقدار مانع سے کم لگی ہوں لیکن نجاست خفیفہ - نجاست غلیظہ سے زیادہ ہو تو اس
صورت میں نجاست غلیظہ - نجاست خفیفہ کے تابع ہوکر خفیفہ کی مقدار کو ترجیح ہوگی - یعنی جب دونوں
کا مجموعہ کپڑے یا بدن کے اس حصہ کی چوتھائی کو پہنچ جائے جسے نجاست لگی ہو تو نماز جائز نہ ہوگی اگر اس
سے کم ہو تو جائز ہوگی۔ صحیح مفتٰی بہ قول پر بدن یا کپڑے کی جسطرف نجاست خفیفہ لگے اسطرف کی چوتھائی
کی مقدار کو پہنچ جانے پر نماز ناجائز ہوگی (نہ کہ کل کپڑے کی چوتھائی تک پہنچ جانیکی صورت میں) جیسے مثلاً
دامن یا آستین یا کپڑے کی تیریز کلی پر نجاست خفیفہ لگی نے پر جب تک آستین - یا دامن - یا تیریز کی
چوتھائی تک نہ پہنچے نماز کو مانع نہ ہوگی اسیطرح بدن پر لگنے کا حکم ہے مثلاً ہاتھ یا پاؤں پر لگے تو
جب تک پورے ہاتھ (ہاتھ انگلیوں کے پوروں سے لیکر مونڈھوں تک کا نام ہے) کی چوتھائی کو نہ پہنچ جائے
نماز کو مانع نہیں - اسیطرح جب تک پورے پاؤں (پاؤں انگلیوں سے لیکر ران کے جوڑ تک کا نام ہے) کی
چوتھائی کو نہ پہنچ جائے نماز ناجائز نہیں - علیٰ ہذا القیاس وغیرہ وغیرہ کہ مفتٰی بہ قول پر بدن و کپڑے کے
جدا جدا حصہ کی چوتھائی کا اعتبار ہے نہ کل بدن یا کل کپڑے کی چوتھائی کا۔ اور اگر نجاست خفیفہ موزہ کو لگجائے
تو ٹخنہ سے نیچے کے موزہ کی چوتھائی کا اعتبار ہوگا نہ اوپر سے ملاکر کیونکہ اوپر کا حصہ موزہ سے زائد ہے - اگر ٹخنہ
سے نیچے موزہ کی چوتھائی کو پہنچ جائے تو نماز ناجائز ہوگی ورنہ نہیں۔ حلال حیوانوں کا پیشاب شیخینؒ کے نزدیک
نجاست خفیفہ ہے بخلاف محمدؒ کے کہ انکے نزدیک پاک ہے۔ گھوڑے کا پیشاب بھی نجاست خفیفہ ہے
کیونکہ گھوڑا صاحبینؒ کے نزدیک حلال ہے لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک صرف ذریعہ جہاد ہونیکے باعث
(نہ کہ اسکا گوشت ناپاک ہے) اسکا گوشت مکروہ تنزیہی یا تحریمی ہے کیونکہ اسکا جھوٹا بالاتفاق پاک ہے -
اور حرام پرندوں کی (خواہ وہ شکاری ہوں شکرے - باز - چیل - عقاب وغیرہ جیسے یا غیر شکاری) بیٹھ نجاست
مغلظہ یا خفیفہ یا پاک ہے (لیکن حسب ذکر آئندہ نجاست غلیظہ ہونا معتبر ہے) کیونکہ بعض فقہا سے مروی ہے
کہ امام صاحبؒ کے نزدیک نجاست خفیفہ اور صاحبینؒ کے نزدیک غلیظہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ شیخینؒ کے نزدیک
پاک اور امام محمدؒ کے نزدیک مغلظہ - مگر ان کی بیٹھ کا کوؤں میں واقع ہوجانا دفع حرج کے باعث کوئیں کے
پانی کو ناپاک نہیں کرتا - اس کے علاوہ برتنوں کے پانی وغیرہ سیال اشیاء کو نجاست خفیفہ ہونے پر بھی ذرا مقدار
پڑجانے سے ناپاک کردیگا - کیونکہ خفیفہ و غلیظہ کا اعتبار پانی کے علاوہ کپڑے یا بدن پر ہے - اگر کپڑے یا
بدن کی طرف کے چوتھائی کو خفیفہ پہنچ جائے تو ناپاک کردیگی ورنہ نہیں - لیکن جس پانی کو یہ بیٹھ (خفیفہ ہونے پر)

ناپاک کردے اس پانی سے کسی کپڑے یا بدن کی طرف کی چوتھائی تک جب تک تری نہ پہنچے کپڑا یا بدن ناپاک نہ ہوگا۔ لیکن بعض نے اس بیٹھ کی پاکی صحیح قرار دی ہے اور بعض نے نجاست خفیفہ اور بعض نے نجاست غلیظہ ہونا جو یہی معتبر ہے تو اس لحاظ سے کپڑے یا بدن کو مقدار درہم سے زیادہ لگنے پر ناپاک کردیگی اور قلیل پانی بھی ذراسی مقدار سے ناپاک ہو جائیگا اگر وہ پانی مقدار درہم سے زیادہ کسی پاک چیز کو لگجائے تو ناپاک کردیگا۔ گدھے۔ وخچر کا تھوک پاک ہے جو یہی ظاہر روایت ہے یعنی پاک کپڑے و بدن کو لگنے سے ناپاک نہ کریگا۔ ایسے ہی پانی کو لگ کر بھی ناپاک نہ کریگا بلکہ مشکوک۔ جسکا صرف پینا کھانا جائز ہے لیکن مکروہ طبعی ہے۔ مگر اس سے وضو و فرض غسل بالاتفاق ناجائز ہے۔ اور اسیطرح نجاست حقیقی کا اس سے دھونا بھی راجح قول پر جائز نہیں۔ چھوٹی سوئی کے سرے یا اسکے برابر چھوٹے ناکے کی مثل اپنے یا غیر کے پیشاب کی چھینٹیں کپڑوں یا بدن پر خواہ کتنی ہی پڑ جائیں اور دکھائی بھی دیں تو دفع حرج کے باعث کپڑے و بدن کو ناپاک نہ کریں گی خواہ وہ پانی پر پڑ کر پھیل کے زیادہ ہو جائیں۔ یہی حکم قصائی کے کپڑوں وغیرہ پر مذکورہ مقدار ناپاک خون کی چھینٹوں کا ہے خواہ جس قدر زیادہ پڑ جائیں اور دکھائی بھی دیں یا پانی پر پڑ کر پھیل جائیں تو بھی دفع حرج کے باعث ناپاک نہ کرینگی۔ اگر پیشاب یا خون کی چھینٹیں سوئی کے سرے سے بڑی ہوں اور دکھائی دیں اور انکو پانی وغیرہ لگ کر پھیلادے تو پھر ناپاک تیل کی طرح مقدار درہم سے زیادہ ہو جانے پر کپڑوں و بدن کو ناپاک کردینگی اسیطرح اگر کپڑے یا بدن پر سوئی کے سرے سے بڑی چھینٹیں متفرق جگہوں پر پڑ جائیں تو انہیں جمع کیا جائیگا اگر جمع کرنے پر مقدار درہم سے زیادہ ہو جائیں تو ناپاک کردینگی ورنہ نہیں۔ اسیطرح جو نجاست غلیظہ سوئی کے سرے سے بڑی متفرق کپڑوں دستار قمیص و شلوار پر پڑ جائیں تو اسے بھی جمع کیا جائیگا اگر مقدار درہم سے زائد ہو جائے تو ناپاک کردیگی ورنہ نہیں۔ واضح رہے کہ نجاست غلیظہ کے سوئی کے سرے کی مقدار واقع ہو کر پھیل جانے یا متفرق جگہ یا کپڑوں پر واقع ہونے سے اسکو نہ جمع کیا جائیگا کیونکہ وہ مقدار دفع حرج کے باعث معاف ہے اگرچہ تمام کپڑے کو بھردے بلکہ اس مقدار کا اعتبار ہے جو سوئی کے سر سے بڑی ہو اور پانی۔ یا تیل وغیرہ لگنے پر پھیل جائے یا ایک کپڑے پہ متفرق جگہوں پر بڑی ہو یا بہت سے کپڑوں پہ جیسے پگڑی۔ قمیص شلوار یا ازار وغیرہ پر۔[۱] راستوں و سڑکوں کا ناپاک کیچڑ اگرچہ اسمیں نجاست غالب ہو ضرورت مند کے کپڑوں کو (جسے اندر باہر آنا جانا ضروری ہو) بلاقصد لگجائے اگرچہ بہت ہو دفع حرج کے باعث ناپاک نہیں کرتا جبتک کہ عین نجاست کا اثر مقدار درہم سے زیادہ نہ دکھائی دے ورنہ ناپاک کردیگا۔ اگر ضرورت مند نہ ہو تو بہت سا ناپاک کیچڑ بلا ظہور اثر نجاست بھی کپڑوں کو ناپاک کردیگا۔ ایسے ہی کسی کوچہ یا سڑک کا ناپاک کیچڑ کپڑے کو لگ جائے اور وہ کپڑا پانی میں پڑ جائے تو قلیل پانی ناپاک ہو جائیگا۔ اور اس نجاست کے بخار جو کسی چیز کے نیچے جلائی جائے یا ناپاک مکان وغیرہ میں آگ جلائی جائے جس سے وہ گرم ہو کر اوپر سے بوندیں ٹپکیں تو وہ دفع حرج کے باعث معاف ہیں ایسے ہی اگر پاخانہ سے ہوا گذر کر کسی پاک کپڑے وغیرہ کو لگجائے اگرچہ کپڑے سے بو آنے لگے صحیح قول میں ناپاک نہ ہوگا۔ ایسے ہی پانی سے استنجا کرنے کے بعد ہوا نکل کر گیلی سُرین یا شلوار وغیرہ کو لگے تو اصح قول پہ انکو ناپاک کریگی۔ اور عین نجاست کی بوند و نکا ٹپکنا جیسے اوپر نجاست ہو اور اس میں سے بوندیں ٹپک رہی ہوں تو وہ کپڑے وغیرہ کو ناپاک کردینگی کیونکہ اس سے بچنے میں حرج نہیں۔ ایسے ہی شراب کی بھبھوٹ کی بوندیں جمیع اقسام شراب کی طرح ناپاک ہیں۔ اور نوشادر جو نجاست کے دھوئیں سے جمع کیجاتی ہے

[۱] ص ۲۹۹ تا ۳۰۳

[۱] یعنی اس کا مجموعہ درہم سے زیادہ ہو جانے پر مانع نماز ہے۔ منہ ۱۲

پاک ہے (چونکہ اسمیں تبدیلی ذات ہوجاتی ہے۔ احقر) اگر گوبر یا لید کا غبار قلیل پانی میں پڑ جائے تو
ناپاک نہ کرے گا کیونکہ ناپاک غبار کا اعتبار نہیں بلکہ ناپاک چیز کا ۔۔ اصح قول پر کُتّا نجس عین نہیں اسلئے اگر کسی
تر جگہ پاؤں رکھدے پھر اس پر کوئی پاک چیز گر پڑے یا لگ جائے تو ناپاک نہ ہو گی ۔۔ ناپاک چیز کے دھوون کے
پانی کی ایسی چھوٹی نامعلوم چھینٹیں اگر قلیل پانی کے برتن وغیرہ میں پڑ جائیں جنکے پڑنیکی جگہ نہ دکھائی دے
تو وہ معاف ہیں۔ ایسے ہی مستعمل پانی کے نجس ہونیکی روایت کے مطابق اسکی چھینٹوں کا حکم ہے (لیکن
مُفتٰی بہ قول پر مستعمل پانی پاک ہے تاہم اسکی چھینٹوں سے بچنا اَولیٰ ہے۔ احقر) ۔۔ اور قوی صحیح قول کی بنا پر
مُسلم میّت کی تین بار دھوون کا پانی باقی ناپاک چیزوں کے دھوون کی طرح نجاست مغلظہ ہے اگر اس پانی کی
چھینٹیں کپڑے یا بدن وغیرہ کو زائد از درہم لگجائیں تو ناپاک کر دینگی۔ لیکن یوں ہی قدرے نامعلوم طور پر
قلیل پانی کے برتن وغیرہ میں پڑ جائیں تو دفع حرج کے باعث معاف ہیں۔ اور غاسل کے کپڑوں کو جو چھینٹیں
میّت کے دھونیکی غسل دیتے وقت لگجائیں وہ دفع حرج کے باعث معاف ہیں ۔۔ جو جاری پانی ناپاک
چیز پر گذرے ناپاک ہوجاتا ہے اگر نجاست کا اثر دکھائی دے۔ اگر اثر نہ دکھائی دے تو پھر نصف سے کم مقدار
پانی نجاست سے ٹکرا آئے (خواہ وہ نجاست مُردار حیوان یا چھت وسطح وغیرہ پر کوئی گندگی پڑی ہو) تو ناپاک
نہیں ہوتا اگر پانی نصف سے زیادہ یا نصف ہی ٹکرا آئے جب بھی محتاط قول پر ناپاک ہوجاتا ہے (جیسے پہلے
مفصّل پانیوں کے باب میں گذرچکا ہے) اگر قلیل پانی میں ناپاکی واقع ہوجائے خواہ اثر نہ بھی ظاہر ہو تو پانی
بالاجماع مذہب حنفی وشافعی میں ناپاک ہوجاتا ہے۔ اگر ناپاک کپڑا یا ناپاک عضو قلیل پانی میں دھویا جائے
(یعنی پانی میں کپڑا وغیرہ ڈالدیا جائے) تو جبتک پانی وکپڑا وغیرہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو تو وہ پانی اول
دو بار میں بالاتفاق (کپڑا یا ہاتھ دھونیکی ضرورت کے باعث) ناپاک نہیں شمار ہوتا لیکن تیسری بار کا پانی امام
صاحبؒ کے نزدیک ضرورت نہ رہنے کے سبب سے ناپاک ہوجاتا اور صاحبینؒ کے نزدیک جدا ہوجانے پر بھی
پاک ہے۔ احناف کے نزدیک کڑاہی وغیرہ برتن میں پانی ڈالکر اوپر سے ناپاک کپڑا یا عضو ڈالا جائے یا پہلے کپڑا یا عضو
ڈالکر اوپر سے پانی ڈالدیا جائے بہر حال پانی پاک متصوّر ہوگا جس سے وہ کپڑا وغیرہ دھونا جائز ہے بخلاف شافعیؒ
کے کہ انکے نزدیک پہلے پانی ڈالکر ناپاک کپڑا یا عضو ڈالنے پر پانی ناپاک ہوجاتا ہے اور اس کے برعکس ناپاک
نہیں ہوتا۔ لہٰذا اختلاف سے بچنے کے لئے پہلے ناپاک کپڑا وغیرہ ڈال کے اوپر سے پانی ڈالکر دھونا بہتر ہے
اور گندگی (پاخانہ) وگوبر ولید کی راکھ انکے جلنے کے بعد تبدیل ذات ہوجانے پر دفع حرج کے باعث کھانیکے
علاوہ باقی کاموں میں پاکی کا حکم رکھتی ہے۔ کہ اگر کوئی اُسے اُٹھائے ہوئے یا اسکے اوپر نماز پڑھے تو جائز ہے
اسی واسطے صحیح قول پر قلیل پانی میں پڑکر پانی کو بھی ناپاک نہ کریگی بخلاف ابو یوسفؒ کے لہٰذا گوبر ولید جلاکر روٹی
ہنڈیا بھی پکانی جائز ہے۔ ایسے ہی تبدیل ذات پر گدھے۔ کتے۔ خنزیر وغیرہ کے خواہ مرجانیکے بعد نمک کی
کان میں گر کر نمک بنجانے پر بھی مُفتیٰ بہ قول میں دفع حرج کے باعث پاکی کا حکم ہے اور اس نمک کا کھانا
بھی جائز ہوتا ہے ۔۔ اور پاخانہ گوبر وغیرہ نجاست کوئیں وغیرہ میں گر کر گل سڑ کر سیاہ بدبوناک کیچڑ ہوجانیکے بعد
مُفتیٰ بہ قول پر دفع حرج وتبدیل ذات کے باعث پاک ہوجاتا ہے ایک چیز کی ذات بدل کر دوسری چیز بن جانا
حق وثابت ہے جیسے کہ تانبا۔ سونا بنجائے وغیرہ وغیرہ کیونکہ۔ اِنّ اللّٰہ علےٰ کلّ شیئٍ قدیر۔ اللّٰہ تعالےٰ ہر خواہش کردہ چیز پر

قادر ہے۔ لیکن ایک ہی چیز کا ایک ہی حالت اور ایک ہی زمانہ میں دونوں صفات سے موصوف ہونا محال ہے۔ کہ
ایک ہی وقت تانبا اور سونا ہو۔ اور یہ بات دواوقات وغیرہ میں محال نہیں بلکہ متحقق ہے کہ پہلے تانبا ہو بعد میں سونا بنجائے
بدلیل قولہ تعالیٰ۔ فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى۔ کہ عصا موسوی ناگاہ سانپ بنکر دوڑنے لگا کہ عصا کی لکڑی کی حقیقت بدل
کر سانپ بن گئی۔ لہذا یقینی تبدیلی ذات کی صورت میں علم کیمیا کا سیکھنا وسکھانا اور اسپر عمل کرنا جائز ہے۔
مذکورہ ذیل مسئلہ درمختار غیر محتاط وغیر مختار ہے اور بنا بر قول محتاط مختار تمام بدن و کپڑیکا دہونا لازم ہے۔
(وہ مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص کے کسی پاک کپڑے یا بدن کی کسی طرف نجاست لگ کر وہ طرف بھول جائے تو بلا
سوچے اس بدن یا کپڑیکی کوئی سی طرف دہو لینے پر بھی بنا بر قول مختار بدن و کپڑا پاک ہو جائیگا۔ ایسے ہی خلاصہ و
فیض والنقایہ اور وقایہ اور درر وملتقی میں ہے۔ اگر اسکے بعد معلوم ہو کہ وہ نجاست دوسری طرف تھی تو اس بدن و
کپڑیسے نماز ادا کی ہوئی لوٹائی جائیگی) تمام کا دہونا اسلئے لازم ہے چونکہ بدن یا کپڑے کی کسی طرف یقیناً نجاست
لگ کر وہ طرف بھول جائے تو بلا سوچے کسی ایک عضو یا ایک طرف کا دہونا محل نجاست کے نامعلوم ہونیکے باعث
ترجیح بلا مرجح بدلیل حدیث ذیل تقویٰ کے خلاف ہے۔ دَعْ مَا يَرِيْبُكَ اِلٰى مَالَا يَرِيْبُكَ ہے۔ کہ شکی بات
سے ہٹکر یقینی اختیار کرو۔ بلکہ یہاں ایک طرف کا نہ دُھلنا یقینی ہے۔ ایسے ہی فتح القدیر و ظہیریہ و بدائع ومنیۃ المفتی
میں ہے۔ اگر گدھا خچر وغیرہ (جنکا پیشاب بالاتفاق نجاست غلیظ ہے) گیہوں وغیرہ غلہ جات کو روندتے
پائمال کرتے ہوئے اسمیں پیشاب کردیں تو اس غلہ میں سے ناپاک غلہ کی مقدار (اگر معلوم ہو) یا تقریباً اس مقدار بھر
صدقہ کر دینے یا بخشدینے یا بیچدینے یا کھا لینے یا تقسیم کر دینے یا دہو لینے پر باقی ماندہ سب غلہ کی پاکی کا حکم ہوگا
کیونکہ اب ہر طرف وقوع نجاست میں شک واقع ہوگیا ہے کہ نہ معلوم وہ نجاست باقی غلہ میں ہے یا خارج شدہ
میں جو نکل یا دھل گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور شک یقینی طہارت کو زائل نہیں کر سکتا۔ ایسے ہی گائے بیل وغیرہ حلال
جانوروں کے پیشاب کا گندم وغیرہ کی زراعت کھیتی روندتے وقت غلہ میں پڑجانیکا بطریقہ اولیٰ وہی حکم ہوگا۔ کیونکہ امام محمدؒ
کے نزدیک حلال جانوروں کا پیشاب مطلقاً پاک اور شیخینؒ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے۔ واضح ہو کہ اس پیشاب کے
مسئلہ میں بڑی حرج تھی جو پہلے مسئلہ (کسی عضو یا کپڑے کی طرف نجاست لگجانیکے بعد بھولجانے پر) میں نہ تھی کیونکہ تمام
بدن و کپڑیکا دہونا آسان ہے بخلاف پورے ایک کھلیان و خرمن کے غلہ کے اور حرج وغیرہ کے باعث اس
پیشاب کو بطریق مذکور معاف قرار دیا گیا ہے بدلیل آیت شریف۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ (احقر)
جس چیز کو نجاست مرئی (وہ نجاست جس کا سوکھنے کے بعد اثر دکھائی دے اور یا وہ جسکا جسم ہو) لگجائے
تو وہ چیز اس نجاست و اثر کے دور ہونے سے پاک ہو جائیگی (نہ عین نجاست بخلاف خون کے مشک بنجانے
یا گدھے وغیرہ کے نمک اور شراب کے سرکہ بنجانیکے کہ یہ عین نجاست نہیں بلکہ اس کی حقیقت بدلکر نمک و سرکہ کی
حقیقت کی طرف رجوع کر آئی ہے) خواہ کھرچ کر (جیسے زمین) یا ایک ہی دفعہ کے دہونے یا رگڑنے کھرچنے (جیسے
موزہ۔ جوتی۔ ہڈی۔ تلوار وغیرہ کی قسم۔ یا گاڑھی منی کپڑے یا بدن سے) سے اثر نجاست زائل ہو جائے یہی
اصح و ظاہر روایت ہے (خواہ جاری یا ٹھیرے ہوئے بہت سے پانی میں یہ ناپاک چیزیں نیچے رکھکر اوپر سے
پانی ڈالنے پر تو پاکی ظاہر ہے) مگر کسی برتن وغیرہ کے پانی میں اور پلید کپڑا ڈالکر بھی دہونے پر نجاست کا اثر دور ہو جانے

نجاست مرئی اثر کے دور ہونے سے پاک ہو جاتی ہے خواہ سوکھکر یا جاری ٹھہرے پانی میں دہوتے یا رگڑنے وغیرہ سے ہو ۱۲ منہ

سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ایک۔ دو یا تین بار کے دہونے میں بطور استحباب اختلاف ہے کہ کتنی بار مستحب ہے
اگر ایک دفعہ سے نجاست یا اثر نجاست نہ دور ہو تو تین بار دہوئے اگر اس سے بھی نہ ہو تو تین سے زیادہ بار دہوئے
اگر اثر دور ہو جائے تو بہتر ورنہ خوب دہونے وغیرہ سے دفع حرج کے باعث پاکی کا حکم ہو جائیگا اگرچہ اثر رنگ یا بو
نہ جائے ۔۔ اور نجاست مرئی میں بخوبی دہونیکے بعد جبکہ نجاست کا اثر باقی نہ رہے صحیح قول پر نچوڑنا شرط نہیں (مگر امام محمد رح
سے ایک روایت میں شرط ہے) لہٰذا استنجا کرنیوالے کا ہاتھ اور لوٹیکی دستی محل استنجا اور ہاتھ دہونے سے بلا نچوڑے پاک
ہو جائینگے) اسی طرح اگر استنجے کا پانی استنجا کرتے وقت موزوں کو لگ جائے تو مقعد کی پاکی کے تابع ہو کر وہ بھی پاک شمار
ہو کے موزوں کو ناپاک نہ کریگا اگر ان میں پھٹن نہ ہو ۔۔ ص ۳۰۴ سے ۳۰۶ ناپاک چیز سے نجاست کی ذات ولذت کا دور کرنا
بہرحال ضروری ہے لیکن پختہ رنگ یا بو اگر تین یا اس سے زیادہ بار دہونے پر نہ زائل ہو تو کوئی حرج نہیں اور اس بات
کی ضرورت نہیں کہ پانی گرم کرکے دہویا جائے یا صابون وغیرہ میل و بو کاٹنے والی چیزوں سے دہو کر اس کا رنگ یا بو دور
کیجائے۔ اسی لئے اگر کوئی شراب سے ناپاک شدہ کپڑے وغیرہ کو بخوبی تین بار دہولے اور اس کی بو باقی ہو جب بھی پاک
شمار ہوگا۔ کیونکہ بخوبی دہونیکے بعد انکے دور نہ ہو سکنے پر) رنگ و بو کا موجود رہنا پاکی کو مضر نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔
جو ضعیف ہے کہ جب تک شراب کی بو نہ دور ہو پاک نہیں ہوتا ۔۔ جو کپڑا یا بدن یا بال وغیرہ ناپاک مہندی یا رنگ
سے رنگا جائے تو دہوتے دہوتے وقت راجح مفتے بہ قول میں جبتک رنگدار پانی نکلنا بند نہ ہو جائے پاک نہیں ہوتا اور
بند ہو جانے پر پاک ہو جاتا ہے اسکے بعد تین پانیوں سے دہونیکی جس نے شرط لگائی ہے وہ ضعیف ہے۔ بلکہ
ضعیف مرجوح غیر مفتے بہ قول پر تو صرف تین بار دہونے سے بھی وہ چیز پاک ہو جاتی ہے خواہ پانی صاف نہ ہوا ہو مگر
پہلا قول معتبر ہے کہ جب تک صاف پانی نہ نکلنے لگے ناپاک رہتا ہے ۔۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ پگھلے ہوئے
تیل وغیرہ جیسی چیز ناپاک ہو جانے پر (اسمیں اسکے برابر تین بار پانی ڈالکر بطریق مذکور ذیل دہونے پر پاک ہو جاتی
ہے کہ پانی ڈالکر ہلا نیکے بعد تھوڑی دیر تک ٹھیر اکے جب تیل وغیرہ اوپر چڑہ آئے تو اُسے اتار کر نیچے سے پانی گرا دیا
جائے اسیطرح تین بار کرنے سے وہ چیز پاک ہو جائیگی۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ بخلاف امام محمد رح کے کہ انکے نزدیک
کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی ۔۔ اور تمام کیڑے مکوڑوں حشرات الارض کی خرید و فروخت ناجائز ہے مگر کہ جن سے
نفع حاصل ہو انکی خرید و فروخت (گوبر۔ لید کی خرید و فروخت کیطرح) جائز ہے۔ جیسے ریشم کے کیڑے یا اس کے
انڈے کی خرید و فروخت مفتے بہ قول پر جائز ہے۔ ایسے ہی شہد کی مکھی اور جونک سے نفع اٹھانے کیلئے خرید و
فروخت جائز ہے ۔۔ اور مردار چیز مال نہیں ہوتی اور جو مال نہ ہو اسکے ہلاک کر دینے سے تاوان نہیں آتا اور اس کی
خرید و فروخت ناجائز اگر خرید کر قبض کر لی جائے تو قیمت لازم نہیں آتی ۔۔ ناپاک تیل یا چربی وغیرہ کسی چیز کو لگجائے
اور اس چیز کے دہونیکے بعد اسکا اثر چکناہٹ نہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر مردار کی چربی ہو تو جب تک اس کا اثر
نہ جائے پاکی کا حکم نہ ہوگا چونکہ یہ عین نجاست ہے۔ لہٰذا مردار کی چربی سے کسی چمڑے کو پکانا جائز نہیں اگر پکا کر
اُسے دہو لیا جائے تو پاک ہو جائے گا۔ ایسے ہی کیمخت وغیرہ چمڑا خنزیر کی چربی یا ناپاک چربی و تیل سے پکایا جانے
کے بعد تین بار دہونے سے پاک ہو جائیگا اگرچہ اسپر چکناہٹ باقی ہو ۔۔ مردار کی چربی سے بالکل نفع اٹھانا حرام
ہے حتٰی کہ اس سے گھر میں چراغ وغیرہ جلانا بھی جائز نہیں ہے چہ جائیکہ اس سے چمڑے وغیرہ کا کام لیا جائے
لیکن جو پاک تیل یا چربی کسی ناپاکی سے پلید ہو جائے تو اس کا صرف گھر ہی میں (نہ مسجد میں کہ یہ ناجائز ہے) چراغ
وغیرہ میں ڈالکر جلانا جائز ہے اور اس کے علاوہ دیگر استعمال ناجائز ہے ۔۔ ہاتھ وغیرہ بدن کا گودنا سخت گناہ ہے